Scanned by CamScanner

ملفوظاتِ فقیہ الامت

قسط سادس

یعنی

ارشاداتِ حضرت اقدس مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی مدظلہٗ

جمع وترتیب

محمد نور اللہ قاسمی راجپوتی

یکے از خدام حضرت والا زید مجدہٗ

ناشر

مکتبہ دار الایمان

محلہ مبارک شاہ سہارنپور

Maktaba Karimiya Deoband

Pin- 247554 (U.P.)

نام کتاب

ملفوظات فقیہ الامت قسط سادس ۶

مرتب .... محمد نور اللہ قاسمی
کتابت .... عطاء الرحمن قاسمی
سن اشاعت .... ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۲ء
تعداد .... ایک ہزار
قیمت .... ستائیس روپے
تعداد صفحات ۱۶۰

مکتبہ دار الایمان

محلہ مبارک شاہ سہارنپور

عرضِ مرتب

باسمہٖ سُبحانہٗ وتعالیٰ

کوئی بھی عمل خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو خدائے پاک کے یہاں بغیر اخلاص نیت کے قبول نہیں۔ انسان کے اخلاص کے بقدر خدائے پاک کے یہاں عمل مقبول ہوتا ہے۔ کیونکہ ہر عمل کی ابتدار اخلاص ہے اور انتہار احسان ہے جس کو حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ (مشکوٰۃ) ہر مسلمان کو عموماً حصولِ احسان ضروری ہے۔ احسان و اخلاص ایک کیفیتِ راسخہ کا نام ہے جو بتدریج انسان کے قلب میں حاصل ہوتی ہے۔ اگر یہ کیفیت حاصل نہ ہو تو انسانی اعمال بے جان سا رہ جاتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتِ مبارکہ کی برکت سے یہ کیفیت صحابۂ کرام میں بدرجۂ اتم موجود تھی مگر جوں جوں زمانہ گذرتا گیا لوگوں میں یہ صفت کمزور ہوتی چلی گئی۔ اخلاص و احسان کی جگہ ریاء و نمود بڑھتا گیا اور اعمال بے جان سے ہوتے گئے۔ اسی وجہ سے ہر زمانہ میں مشائخ نے اس پر زیادہ زور دیا اور روحانی امراض خبیثہ (حسد، کینہ، بغض، عداوت، تکبر، عجب، مکر و فریب، بخل، حرص، حب دنیا، ریاکاری) کے مہلک اثرات سے امت کو روشناس کرایا اور اس کے ازالہ کی تدبیریں بھی بیان فرمائیں۔ چونکہ مشائخ کرام نبائضِ امت ہیں اس لئے حق تعالےٰ نے ہر دور میں ان سے کام لیا ہے اور امت کی دکھتی ہوئی رگ کو پکڑ کر اس کا علاج فرماتے رہے ہیں۔ جیسا کہ حدیث پاک میں فرمایا گیا: عَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَزَالُ طَائِفَۃٌ مِّنْ اُمَّتِیْ عَلَی الْحَقِّ مَنْصُوْرِیْنَ لَا یَضُرُّھُمْ مَنْ خَالَفَھُمْ حَتّٰی یَاْتِیَ اَمْرُ اللّٰہِ۔ (ابن ماجہ شریف)

امراضِ خبیثہ کا قلب سے نکل کر اخلاص واحسان کی صفت کا پیدا ہونا اتنا آسان نہیں ہے جیسا کہ آج کل ہم لوگ سمجھ بیٹھے ہیں۔ سالہا سال اپنے آپکو مجاہدہ کی چکی میں پیسنے اور راتوں میں خدا کے دربار میں فریاد اور سرد آہیں بھرنے سے حاصل ہوتی ہے اور مشائخ کرام راتوں کے شہنشاہ ہوتے ہیں۔ راتوں میں رونا گڑگڑانا ان ہی کا حصہ ہے ؎

افروختن وسوختن وجامہ دریدن پروانہ زمن شمع زمن گل زمن آموخت

ان کی صفت ہے ــــــ موجودہ دور میں قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفۂ اکبر فقیہ الامت جامع الشریعۃ والطریقۃ حاوی الاصول والفروع حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی دامت برکاتہم ومتع اللہ المسلمین جمیعًا بطول بقائہٖ کی شخصیتِ عظمیٰ امت کیلئے بہت ہی غنیمتِ کبریٰ ہے۔ حق تعالیٰ حضرتِ والا کے ظلِ عاطفت کو تمام مسلمانوں کیلئے عمومًا اور متعلقین کیلئے خصوصًا بصحت وعافیت تادیر قائم رکھے۔ اور حضرت والا کے فیوض وبرکات کو زیادہ سے زیادہ عام وتام فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

جو حضرات حضرتِ اقدس سے متعلق ہیں وہ بخوبی اس بات سے واقف ہیں کہ حضرتِ والا کتنا سخت مجاہدہ کرنیکے عادی ہیں۔ احقر راقم الحروف کا تعلق حضرتِ والا سے اُسی وقت سے ہے جس وقت کہ حضرتِ والا ۱۹۶۵ء میں کانپور سے دار العلوم دیوبند تشریف لائے۔ حضرت والا کو بہت ہی قریب سے دیکھنا نصیب ہوا۔ حضرتِ والا کا دار العلوم دیوبند میں فتاویٰ کے کام کے علاوہ چلتے پھرتے اور نمازوں میں روزانہ دسیوں پارے پڑھنے کا معمول رہا۔ حتیٰ کہ کھانا کھاتے ہوئے بھی کتابیں پڑھا کرتے تھے۔ چوبیس گھنٹہ کی زندگی مشین کیطرح متحرک رہتی کوئی وقت بھی بیکار نہیں جاتا۔ ایک مرتبہ مغرب کی نماز کے بعد احقر حضرتِ والا کی خدمت میں مسجد دار العلوم میں شیخ الادب صاحبؒ والے کمرہ میں حاضر

ہوا تو اسوقت کھانا تناول فرما رہے تھے۔ احقر سلام کرکے خاموش گردن جھکا کے بیٹھ گیا۔ حضرتِ والا نے فرمایا۔ نور اللہ! کیا خاموش بیٹھے ہو۔ میں نے عرض کیا جی نہیں حضرت۔ قرآن شریف پڑھ رہا ہوں۔ تو فرمایا۔ ہاں وقت کو ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ جامع العلوم کانپور میں میزان سے لیکر بخاری شریف تک کی مختلف کتابیں زیر درس رہتی تھیں۔ صبح ساڑھے چار گھنٹے اور شام میں ڈھائی گھنٹہ بغیر تکیہ لگائے پڑھانیکی نوبت آتی تھی۔ اور دارالعلوم دیوبند میں صبح چار گھنٹے اور شام میں دو گھنٹہ مسلسل دارالافتاء میں فتاوی کا جواب تحریر فرمایا کرتے تھے اور بعد نمازِ عشاء بخاری شریف کا درس روزانہ دو ڈھائی گھنٹہ دیا کرتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرتِ والا ہر فن میں پورا پورا عبور رکھتے ہیں۔ اکثر کتابوں کی عبارتیں حفظ ہیں۔ حضرتِ والا جب کتابوں کی عبارتیں پڑھنے پر آتے ہیں تو صفحات کے صفحات پڑھ ڈالتے ہیں۔ ہر فن میں یہی حال ہے اور جب کبھی کسی بھی فن میں کلام فرماتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کہ حضرت نے ساری زندگی اسی میں گذاری ہے۔ احقر راقم الحروف کو درسی کتابوں میں شرح جامی، شرح تہذیب، مقاماتِ حریری، قطبی، کنز الدقائق، ھدایہ کی چاروں جلدیں، جلالین شریف، مشکوٰۃ شریف کے اسباق کو روزانہ بعد نمازِ مغرب حضرتِ والا کی خدمت میں رہ کر یاد کرنیکا موقع ملا۔ اور شرح وقایہ، بخاری شریف جلد ثانی سبقاً سبقاً پڑھنا نصیب ہوا۔

جس سال احقر تکمیلِ ادب میں تھا حضرتِ والا نے ایک استاذ، ایک شاگرد کے فضائل بیان فرما کر قصیدہ بردہ پڑھنے کی ترغیب دلائی۔ احقر نے قصیدہ بردہ حضرتِ والا سے بعدِ نمازِ ظہر جب پڑھنا شروع کیا تو حضرتِ والا کا یہ حال تھا کہ ایک ایک لفظ کی تحقیق پر علوم کا سمندر امنڈ پڑتا تھا۔ ہر لفظ کی تحقیق کے ساتھ ساتھ فارسی یا عربی یا اردو کا شعر پڑھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ قصیدہ بردہ غور سے

پڑھو۔ اس میں شرافت ہے، کرامت ہے، بزرگی ہے۔ اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اس میں عربی ادب بھی ہے۔ مگر افسوس کہ احقر ناپاک نے اس کی قدر نہ کی اور ضبط نہ کرسکا۔ آج رہ رہ کر اس کا خیال آکر رُلاتا ہے اور اپنے کو ملامت کرتا ہوں کہ اگر تو (معاذ اللہ) چاہتا تو روزانہ کا درس (دوسرے اسباق کیطرح) ضبط کرسکتا تھا۔ مگر ہائے افسوس۔ زمانہ گذرگیا۔ وہ درس کی تقریر اور حضرت والا کی توجہ یاد کرتا ہوں تو سینہ پر آرے چل جاتے ہیں۔ اِس درس کو سنکر حضرت حافظ محمد طیب صاحب مدظلہٗ مکتبہ نعمانیہ دیوبند اور حضرت مولانا حامد میاں صاحب زید مجدہ مدرس دارالعلوم دیوبند بھی شرکت فرمایا کرتے تھے۔ مجاہدہ اور اپنے آپ کو مٹانے کا یہ عالم کہ ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ کانپور میں ایک مرتبہ ایک مہمان آگئے تھے۔ سردیوں کا زمانہ تھا اور اپنے پاس سوائے ایک لحاف کے اور کچھ نہ تھا۔ میں نے وہ لحاف مہمان کو دیدیا اور خود رات بھر نفلیں پڑھتا رہا۔ ساری رات اِسی طرح گذاردی۔ کثرت سے یہ دیکھنے کا موقع ملا کہ حضرت والا اپنی سخت سے سخت ضرورت کو بھی مٹاکر دوسروں کی ضرورت کو پورا کیا کرتے ہیں اور خود کو اسکی جو تکلیف ہوتی ہے اس کا اظہار کبھی نہیں فرماتے۔ جس زمانہ میں حضرت والا کی آنکھ کا پردہ پھٹ گیا تھا اور حضرتِ والا ہرگز بھی علاج کروانا نہیں چاہتے تھے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ مفتی صاحب! اپنی آنکھ کا آپریشن کیوں نہیں کراتے۔ آپریشن کرالو۔ تو جواب میں فرمایا کہ حضرت! اب آپریشن کراکے کیا کروں گا۔ حق تعالیٰ کو جب تک خدمت لینا مقصود تھا لے لی۔ اب شاید منظور نہیں ہے۔ تو آپریشن کراکے کیا کروں گا۔ بلکہ میں تو یوں چاہتا ہوں کہ دوسری آنکھ بھی چلی جاوے اور گنگوہ جاکر اپنے گھر پڑا رہوں۔ اور اسی عدمِ بینائی کیوجہ سے پیروں میں کبھی لوٹا لگے، کہیں چارپائی لگے، کبھی اِدھر گروں، کبھی اُدھر گروں۔ اسی حالت میں انتقال ہو جائے۔

حضرت شیخؒ نے فرمایا۔ یہ کیا کہہ رہے ہو! مجھے تو اپنی آنکھ کا کام تمہاری آنکھ سے لینا ہے۔ آپریشن کراؤ چاہے لندن جانا پڑے۔ تب حضرتِ والا نے فرمایا کہ اگر میری آنکھ سے آپکو کام لینا ہے تو ضرور آپریشن کراؤں گا۔ اس کے بعد حضرتِ والا نے اپنی آنکھ کا علاج کرایا۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے مجھے نماز میں ایک مرتبہ غور سے دیکھا۔ دو مرتبہ دیکھا۔ پھر کہا کہ حضرت۔ مجھے آپ سے کچھ عرض کرنا ہے۔ کمرہ میں تشریف لے چلئے۔ میں گیا کمرہ میں بیٹھ گیا۔ انھوں نے گردن نیچے جھکالی۔ تھوڑی دیر کے بعد کہا کہ آپ کسی کو بڑا بنالیں۔ اچھا ہے۔ میں نے کہا کیوں۔ خدا نے میرے بڑے بنا رکھے ہیں تو ہمیں خود کسی کو بڑا بنانے کی کیا ضرورت ہے۔ پھر انھوں نے سہ بارہ دیکھا اور کہا کہ بہتر ہے کہ آپ کسی کو بڑا بنا لیجئے۔ میں نے کہا کہ۔ میں نے تو کہا نا۔ کہ کسی کو بڑا بنانے کی کیا ضرورت ہے۔ میرے بڑے تو اللہ کے فضل سے موجود ہیں۔ پھر اسکے بعد ان صاحب نے گردن جھکالی۔ پھر کہا کہ اللہ اکبر۔ (شعر)

جس قلب کی گرمی نے دل پھونک دیئے لاکھوں اس قلب میں یا اللہ کیا آگ بھری ہوگی

آپ تو منتہی ہیں۔ میں نے کہا (مزاحاً) آپ کی ایک ہی توجہ کی برکت سے میں منتہی ہوگیا۔ پھر احقر (راقم الحروف) سے فرمایا کہ دیکھو ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں کہ ذرا سا اُن کو کچھ مقام مل جاتا ہے تو دوسروں کے مقامات تلاش کرتے پھرتے ہیں یہ حال ہے مکاشفہ کا کہ جس پر ان کو بڑا اعتماد تھا۔

پھر حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ نمازِ فجر کے بعد بیٹھ کر فتوے لکھ رہا تھا۔ ایک صاحب آئے اور گردن جھکا کے بیٹھ گئے۔ میں نے بھی قلم اور کاغذ رکھدیا اور اور گردن جھکا کے بیٹھ گیا۔ وہ صاحب گھبرا گئے اور کہا۔ حضرت۔ حضرت۔ گستاخی معاف کیجئے۔ میں نے کہا ٹھہر جائیے ابھی مزہ چکھاتا ہوں۔ دوسروں کے قلب کو ٹٹولتے پھرتے ہو۔ اسی طرح ایک مرتبہ بعد نمازِ فجر ایک صاحب نے

آکر ایسی ہی حرکت کی۔ میں نے کہا۔ ہوں۔ کیا کر رہے ہو۔ کسی کے گھر میں داخل ہونے کیلئے قرآن پاک میں اصول فرمایا گیا کہ لَا تَدْخُلُوا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ؕ تو کسی کے باطنی گھر میں بغیر اذن کے داخل ہونا کہاں جائز ہے۔

حضرت والا کو کشف بہت ہوتا ہے مگر کبھی اس کا اظہار ہونے نہیں دیا۔ کثرت سے یہ بات دیکھی گئی کہ اپنے متعلقین میں سے کسی کی غلط حرکت کا حضرت کو کشف ہو گیا تو اس کا اظہار مجمع عام میں عمومی تذکرے کے طور پر فرما دیتے۔ سمجھنے والا سمجھ جاتا ہے اور اگر وہ نہ سمجھے تو تنہائی میں بلا کر ایسے انداز سے تذکرہ فرماتے ہیں کہ وہ سمجھ جائے۔ حضرت والا کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ اس کا علاج بھی ہو جائے اور وہ حضرت والا کے سامنے شرمندہ بھی نہ ہونے پائے۔ فللّٰہ درہ۔

احقر نے طالب علمی کے زمانہ میں حضرت والا کے بہت سے ملفوظات جمع کئے تھے۔ ان کو سنا کر اصلاح کرا لینا چاہتا تھا۔ محترم مرحوم مولوی محمد شریف صاحب ہردوئی (جو اس وقت حضرت والا کے خادم خاص تھے) نے کہا کہ حضرت والا تو سختی سے یہ کہہ کر انکار فرما دیتے ہیں کہ میری باتیں جمع کئے جانیکے قابل نہیں۔ میں (مرحوم) نے بھی ملفوظات سنائے تھے۔ حضرت والا نے سنکر اصلاح تو فرما دی مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ اسکو شائع کرنیکی ہرگز اجازت نہیں ہے۔ نہ میری زندگی میں نہ میری زندگی کے بعد۔ یہ سنکر میری ہمت پست ہو گئی۔ کیونکہ اگر مجھے بھی انکار فرما دیا تو ہمیشہ کیلئے طبع کرانا ممنوع ہو جائیگا۔

لیکن چند سالوں کے بعد حق تعالیٰ نے رفیق محترم مولانا محمد ابراہیم صاحب افریقی کو حضرت والا کی خدمت کے لئے منتخب فرما دیا۔ واقعہ یہ ہے کہ خدائے پاک نے موصوف کو حضرت والا کی خدمت کے نتیجہ میں ایک دُرِّ یکتا بنا دیا ہے۔

موصوف کے متعلق حضرت والا نے بہت چاہا کہ افریقہ ہی میں رہ جائیں۔ اہل و عیال ساتھ رہیں مگر انھوں نے نہ مانا۔ پھر ان کے والد بزرگوار مرحوم سے فرمایا

کہ اپنے فرزند کو اپنی خدمت کیلئے روک لیں۔ انھوں نے فرمایا کہ میری خدمت کیلئے چھ لڑکے کافی ہیں۔ ساتواں لڑکا آپکی خدمت کے لئے وقف ہے۔ زندگی بھر یہ لڑکا آپکی خدمت میں رہے گا۔ پھر مولانا ابراہیم صاحب کی اہلیہ سے کہا۔ انھوں نے بھی یہی جواب دیا کہ آپکی خدمت میں رہیں گے۔ یہانتک کہ حضرت والا جب حضرت اقدس مولانا مسیح اللہ صاحب جلال آبادی زیدمجدہم سے ملاقات کیلئے جلال آباد تشریف لے گئے تو وہاں بھی موصوف کے متعلق حضرت جلال آبادی سے فرمایا کہ ان کو (مولانا ابراہیم کو) سمجھائیے کہ یہ اپنے وطن افریقہ چلے جائیں۔ یہ مجھے چھوڑکے کیوں نہیں جاتے۔ تو حضرت جلال آبادی مدظلہٗ نے فرمایا کہ نہیں نہیں۔ ان کو تو آپ کیساتھ ہی رہنا چاہئے اور حضرت جلال آبادی نے موصوف کو بہت دعائیں دیں۔ حضرت اقدس ان کے اور سب بھائیوں کے احوال ارشاد فرماتے ہوئے آبدیدہ ہوگئے۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور فرمایا۔ اچھا بھائی اگر حق تعالیٰ ہی کی جانب سے مسلط ہیں تو میں کیا کروں۔ الحمدللہ موصوف حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ کے خلفاء و مجازین میں سے ہیں۔

اور مولانا محمد ابراہیم صاحب ہی ایسی شخصیت ہیں کہ جنھوں نے تصنیف و تالیف کا کام مسلسل شروع کروایا اور کتابوں کے طبع کرانیکا اہتمام فرمایا۔ رفیق محترم مولانا محمد فاروق صاحب مدظلہٗ نے حضرت والا کے علوم کو جمع فرمانا شروع فرمادیا اور موصوف حضرت والا کی خاص توجہات کا مرکز بن گئے۔ حق تعالیٰ نے موصوف کو تحریر کا بہت اچھا سلیقہ دے رکھا ہے۔ حضرت والا کے تمام فتاویٰ و مواعظ اور مختلف کتابیں موصوف نے اپنی تدریسی خدمات کی مشغولیت اور جامعہ محمودیہ کے اہتمام کی مصروفیت کے باوجود تحریر فرماکر حضرت اقدس کے علوم کو ساری دنیا میں پہنچادیا۔ حق تعالیٰ ان سب حضرات کو اپنی شان کے لائق بدلہ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

اس طرح حضرتِ اقدس کے سارے علوم محفوظ ہوگئے۔ حضرتِ اقدس اپنے آپکو جتنا مٹانا چاہتے تھے حق تعالیٰ نے اتنا ہی آپکے علوم کو ساری دنیا میں پھیلا دیا اور سارا عالم آپکے علوم سے فیض حاصل کرنے لگا۔ حضرتِ اقدس کی اس اٹھاسی سالہ عمر میں ضعف و نقاہت کے عالم میں صرف اور صرف مولانا محمد ابراہیم صاحب ہی کا حصہ ہے کہ ہر وقت حضرت کی صحت کا خیال رکھتے ہیں۔ دواؤں کا وقت پر کھلانا، پرہیزی کھانا تیار کروانا، پھر کتابوں کی طباعت کا کام۔ کثرت سے مہمان تشریف لاتے رہتے ہیں ان کے لائق ان کی خدمت کرنا، حضرتِ اقدس کو دور دراز ملکوں میں لیجانا۔ یہ حضرت مولانا موصوف کو حق تعالیٰ ہی کا عطیہ ہے۔

پیشِ نظر رسالہ ملفوظات کا وہ مجموعہ ہے جو احقر نے وقتاً فوقتاً طالب علمی کے زمانہ سے تھوڑے تھوڑے جمع کئے تھے۔ ان سب میں مکررات کے کانٹ چھانٹ کرنیکا زیادہ تر کام رفیقِ محترم مولانا مسعود احمد صاحب قاسمی نے انجام دیاہے۔ جن کا احقر بہت ہی مشکور ہے۔ حق تعالےٰ موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

آخر میں احقر کی ناظرین سے درخواست ہے کہ میرے لئے دعا فرمائیں کہ حق تعالیٰ مجھ جیسے نالائق و ناکارہ آوارہ کو حضرتِ والا سے فیض حاصل کرنیکی توفیق عطا فرمائے۔ آخر ساری دنیا کے لوگ حضرتِ والا کے فیوض و برکات سے مالا مال ہو رہے ہیں۔ اور یہ ناکارہ حضرتِ والا کے قریب ہونیکے باوجود بھی محروم ہے۔

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

فقط والسّلام

محتاج دعا۔ نالائق ۔ احقر محمد نور اللہ قاسمی عفی عنہ
ٹرنک روڈ رائے چوٹی ۔ اے پی

فہرست مضامین ملفوظات فقیہ الامتؒ

قسط سادسؒ

حدیث کی حفاظت کا وعدہ

ایک طالب علم نے سوال کیا کہ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ کی تشریح میں علامہ ایوب نے لکھا ہے کہ اس سے مراد قرآن وحدیث دونوں ہیں اور کہا کہ فرقہ قرآنیہ صرف قرآن کو مانتا ہے حدیث کو نہیں مانتا اس پر ارشاد فرمایا کہ جو مقدمات تم اپنے ذہن میں لیکر سوال کرو تو اس کا جواب ضروری نہیں علامہ ایوب کو ہم نہیں جانتے دیکھو نزلنا سے مراد قرآن شریف ہی ہے یاد رکھو اصولی بات یہ ہے کہ جو شخص قرآن کو مانتا ہے اور حدیث کو نہیں مانتا در اصل وہ خدا اور رسول اور قرآن وحدیث کسی کو بھی نہیں مانتا کیونکہ اسکو کس نے بتایا کہ یہ قرآن ہے۔

ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے بتایا کہ قرآن مجھ پر اترا ۔ میں رسول ہوں ۔ تو ہم کو خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے معلوم ہوا تو حضور نے جو کچھ فرمایا وہی حدیث ہے اب ۔ ہا اس کا سوال کہ جس طرح قرآن کی حفاظت ہے اسی طرح احادیث کی حفاظت کا بھی خدا نے ذمہ لیا ہے یا نہیں۔

سو دیکھو قرآن میں فرمایا گیا : قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ : وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ : مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ : وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَہُمُ الْخِیَرَۃُ الخ : فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَہُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِہِمْ الخ :

متعدد آیات ہیں جن میں اطاعتِ رسول کو کہا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ اطاعت رسول فرض و واجب ہے قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری تو ہے ہی اسکا تو وعدہ فرمایا گیا ہے ۔ رہی حدیث تو جب اطاعتِ رسول کو فرض کیا گیا تو انکی اتباع اس وقت ہو سکے گی جبکہ ان کے اقوال محفوظ ہوں ورنہ حق تعالےٰ تکلیف مالایطاق کیسے دیتے اسلئے ان احادیث کی حفاظت ضروری ہے جبکی کہ اطاعت لازم ہے مثلاً نماز کیلئے وضو یا تیمم شرط ہے اور شرط قرار دیکر پانی یا مٹی ہی وضو اور تیمم کیلئے نہ دیں یہ کیسے ہوگا یہ تو تکلیف مالایطاق والی بات ہو جائے گی ۔

تم ہی بتاؤ ایک مؤرخ کسی تاریخ کو لکھنا چاہے تو وہ اولاً اپنے ذہن میں کسی شخص کے متعلق ایک خاکہ تیار کرتا ہے اور اس کے بعد اُسی کے مطابق مواد تلاش کیا کرتا ہے اور اسکی بات کو لوگ معتبر مانتے ہیں بسا اوقات ان میں سے ثقہ بھی نہیں ہوتا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، اطوار، اعمال کو نقل کرنے والے ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں اور ان میں سے وہ شخصیات ہیں کہ اللہ اکبر ! کہ دنیا ان کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے ایسے ثقہ حضرات سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال منقول ہیں اسکے بعد محدثین نے کیا کیا کارنامے انجام دیئے کیسی کیسی شخصیات پیدا ہوئیں امام بخاریؒ کے سامنے دس محدثین نے امتحاناً دس دس حدیثیں راویوں کے نام غلط کرکے

پڑھی تھیں امام بخاریؒ نے اولاً انکی پڑھی ہوئی حدیثوں کو سُنایا اور پھر صحیح کرکے بتایا کہ جو تم نے پڑھا تھا وہ غلط تھیں صحیح اس طرح ہے۔ نوّے ہزار نے ان سے سندِ بخاری حاصل کی۔ کسی شخص نے ایک شخص سے کہا کہ تم احادیث کو کسطرح سمجھوگے کہ یہ قولِ رسول ہے جبکہ میں نے اس میں اتنی اتنی احادیث موضوع بھر دی ہیں تو کہا کہ احمد ابن حنبل اور یحیٰ ابن معین جیسے حضرات تمہاری موضوعات کے پرخچے اڑا کر رکھدیں گے۔

اسی طرح ندوۃ العلماً کے بیس بیس آدمی سفر کیلئے نکلے تاکہ طلباً کو تجربات ہوں ان میں دو استاذ بھی تھے یہ حضرات سہارن پور پہنچے ان حضرات کا طریقہ یہ تھا کہ گول حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے دو تین سطر کی عبارت لکھتے اور اُس پرچہ کو ایک طالب علم کو دکھاتے اور وہ پرچہ واپس لے لیتے پھر یہ طالب علم سے کہتے کہ اسی عبارت کو اپنی یادداشت سے لکھو۔ اُس طالب علم کی لکھی ہوئی عبارت کو دوسرے طالب علم کو دکھاتے اور وہ پرچہ پہلے والے طالب علم کو دیتے اور اس دوسرے طالب علم سے کہتے کہ تم اپنی یادداشت سے اس عبارت کو لکھو وہ دوسرا طالب علم لکھتا تو اُس پرچہ کو تیسرے طالب علم کو دیتے اسی طرح تمام طلباً سے لکھواتے آخر میں تمام پرچوں کو دیکھتے تو کوئی دو پرچے ایسے نہیں تھے جنکی عبارت یکساں ہوں مقصود اس سے یہ تھا کہ جب یہیں سامنے ہی بیٹھکر اتنی سی عبارت یکساں نہیں لکھی جاسکتی تو یہ احادیث مبارکہ جو دو صدی کے بعد لکھی گئی ہیں اُن پر کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے جب یہ حضرات سہارن پور پہنچے تو اس وقت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیمل پوری اور حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ اور حضرت مولانا عبداللطیف صاحب رح سب کی طبیعت خراب تھی مگر اتفاق سے سب سنبھل گئے تو سبق پڑھانے آگئے۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کے سبق میں ایک طالب علم نے کہا کہ حضرت! محشیؔ اسطرح کہتا ہے تو فرمایا کہ میں کیا کروں (حضرت کی عادت تھی کہ جبتک کہ سوال پورا نہ کرے جواب

نہیں دیتے تھے} تو طالب علم نے پوچھا کہ آپ نے تقریر اسطرح کی تو فرمایا ! کہ ہاں پھر کیا ہوا۔ تو کہا کہ دونوں میں {محشی اور آپ کی تقریر میں} تعارض ہے۔ حضرت نے چابی پھینکی اور فرمایا کہ الماری کھولو نکالو قسطلانی، فتح الباری، عمدۃ القاری، شامی درمختار، بحرالرائق اور کتابیں کھول کھول کر دکھایا کہ فلاں کتاب میں فلاں صفحہ پر اس کی تقریر اسی طرح ہے دیکھو میں فلاں کتاب سے بول رہا ہوں میں بحرالرائق سے بول رہا ہوں میں کیا جانوں کہ محشی کیا کہہ رہا ہے۔

یہاں سے اٹھ کر حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے سبق میں گئے ایک طالب علم نے سوال کیا کہ نماز میں کیا کیا اختلاف ہے تو فرمایا کہ تکبیر تحریمہ سے آخر تک اختلاف ہے سب سے پہلے فلاں مسئلہ میں اختلاف ہے اور امام ابوحنیفہؒ کا یہ مسلک ہے امام مالکؒ کا یہ مسلک ہے امام شافعیؒ کا یہ ہے امام احمدؒ کا یہ ہے اور فلاں امام کا ماخذ و مستدل فلاں حدیث ہے فلاں امام کا مستدل فلاں حدیث ہے اسی طرح شروع سے آخر تک پچانوے اختلاف بتلائے اور ہر ایک میں ہر ایک امام کا مسلک اور اسکا ماخذ بتاتے چلے گئے یہ لوگ وہاں سے یہ کہتے ہوئے لوٹے کہ ادہر یہ کتابیں تو ہم نے بھی پڑھی ہیں مگر ان سب چیزوں کی ہمیں ہوا بھی نہیں لگی اللہ اکبر! اس قدر حافظہ کے لوگ اب بھی موجود ہیں۔ تو بھائی جب حق تعالےٰ ایسے لوگوں سے دین کی خدمت لیتے ہیں تو حدیث کا ذخیرہ کیسے ختم ہو جائے گا اللہ تعالیٰ ہر دور میں کسی نہ کسی کو پیدا فرماتے ہیں جو دین کی خدمت کرے۔

ہمارے خاندان میں اب بھی علم باقی ہے

ارشاد فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے

مطالعہ کے وقت پانی مانگا تو حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ بہت افسوس کرنے لگے کہ افسوس

اب ہمارے خاندان سے علم رخصت ہو گیا تو بیوی نے کہا کہ گھبرایئے نہیں ابھی پتہ چل جائے گا۔ گلاس میں پانی کے بجائے سرکہ بھیجا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ پورا سرکہ پی گئے یہ بھی پتہ نہ چلا کہ پانی پیا یا سرکہ تو حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے فرمایا کہ الحمدللہ ہمارے خاندان میں اب بھی علم باقی ہے۔

نحن الصیادلۃ وانتم الاطباء

ارشاد فرمایا کہ سلیمان ابن مہران اعمش جو کہ استاذ ہیں امام ابو یوسفؒ کے اور رجالِ بخاری میں سے ہیں امام ابو یوسف سے انھوں نے ایک مسئلہ پوچھا انھوں نے بتایا تو سلیمان اعمش نے فرمایا کہ آپ نے یہ مسئلہ کہاں سے لیا؟ تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ فلاں روایت سے جو آپ نے ہی مجھ سے نقل فرمائی ہے تو ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرمایا کہ تمہارے ماں باپ ایک بستر پر جمع نہیں ہوئے تھے { یعنی نکاح نہیں ہوا تھا } اس وقت سے یہ حدیث مجھے یاد ہے مگر اس کا مطلب آج سمجھ میں آیا پھر فرمایا کہ ہماری مثال دوا فروش کی سی ہے (نحن الصیادلہ وانتم الاطباء) اور تمہاری مثال طبیب کی سی ہے۔ ترمذی شریف میں کتاب الجنائز میں لکھا ہے " الفقہاء اعرف بمعانی الحدیث "۔

بڑے بھائی سے دُنیا کا مال مراد ہے

ارشاد فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور مثال بیان فرمایا کہ ایک شخص کے تین بھائی تھے اس شخص کے انتقال کا وقت قریب آیا تو اس نے بڑے بھائی سے عرض کیا کہ آپ میرے بڑے بھائی ہیں باپ کی جگہ ہیں میں نے ہمیشہ آپ کا احترام کیا ہے آپ کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھا آج میرے انتقال کا وقت ہے آپ میری کیا مدد کریں گے؟ اس نے جواب دیا کہ جب تک تمہاری زندگی ہے تمہارے

پاس نہ رہوں گا تمہارے انتقال کے بعد دور چلا جاؤں گا کوئی مدد نہیں کرسکوں گا اس کو بڑا افسوس ہوا کہ میری ساری عمر کی خدمت اور محنت بیکار گئی۔

پھر منجھلے (درمیانی) بھائی کو بلایا اس سے کہا کہ بھائی! بڑے بھائی کے برابر تو میں نے تم کو نہیں سمجھا لیکن پھر بھی آپ کا احترام کرتا رہا ہمیشہ عزت کی آج میرا آخری وقت ہے آپ میری کیا مدد کریں گے؟ تو جواب دیا کہ جبتک تمہاری زندگی ہے تمہارے پاس بیٹھوں گا مرنے کے بعد غسل وکفن دونگا جنازہ کی نماز پڑھکر قبر میں لیجاکر دفن کردوں گا پوچھا اور آگے؟ تو کہا کہ آگے میں کچھ نہیں کرسکتا اس پر بھی افسوس ہوا۔

پھر چھوٹے بھائی سے کہا کہ میں نے تمہاری کوئی عزت نہیں کی کان پکڑکر ہمیشہ تمکو اپنا محکوم بنایا تم میری کیا مدد کروگے؟ اس نے کہا کہ قبر میں بھی تمہارا ساتھ دوں گا حشر میں بھی ساتھ دوں گا۔ میزان میں بھی ساتھ دوں گا۔ پلصراط پر بھی ساتھ دوں گا یہاں تک کہ تمکو جنت میں پہنچادوں گا وہ بہت خوش ہوا۔

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑا بھائی تو مال ہے جسکی خدمت میں ہمیشہ آدمی لگا رہتا ہے مرنیکے بعد اسکی ملکیت ختم ہو جاتی ہے کچھ نہیں کرسکتا وہ سب وارثوں کا بن جاتا ہے جو مال دنیا میں چھوڑا وہ مال کوئی مدد نہیں کرسکتا بلکہ اخیر وقت میں صرف ایک تہائی مال میں وصیت کرنے کا حق باقی رہ جاتا ہے دو تہائی میں نہیں رہتا اور منجھلا (درمیانی) بھائی عزیز رشتہ دار ہیں جو بیمار کی دوا دارو بھی کرتے ہیں اور مرنے پر غسل کفن دیکر دفن بھی کردیتے ہیں قبر میں کوئی ساتھ نہیں دیتا چھوٹا بھائی نیک عمل ہے انسان اپنی زندگی میں اسکی کوئی عزت نہیں کرتا موقع مل گیا عمل کرلیا نہ ملا نہ سہی اپنی دوسری خواہشوں کے ماتحت نیک عمل کو بنالیتا ہے مگر یہی نیک عمل قبر میں کام دیتا ہے۔ سر کی طرف سے داہنے طرف سے بائیں طرف سے پیر کی طرف سے جو عذاب آتا ہے تو

اعمال صالحہ اسکو روکتے ہیں میدان حشر میں جب سورج اتنا قریب ہوگا کہ لوگوں کے دماغ ہنڈیا کی طرح کھولتے ہوں گے وہاں نیک عمل کا سایہ ہوگا اسوقت نیک عمل ہی کے ذریعہ سے ترازو کا پلہ بھاری ہوگا اور بخشش کا ذریعہ بنے گا پلصراط سے نیک عمل ہی کی برکت سے گزرنا آسان ہوگا تیز ہوا کی طرح یا تیز رفتار گھوڑے کیطرح جیسا جیسا نیک عمل ہوگا آدمی گذر جائے گا لہٰذا زندگی نیک عمل ہی میں گذارنی چاہیئے مال کمانیکی خاطر اور رشتہ داروں کے لحاظ سے خدا کی نافرمانی ہرگز نہ کی جائے۔

خدا ہر جگہ موجود ہے

ارشاد فرمایا کہ ابن جوزی سے کسی نے پوچھا کہ خدا کہاں ہے تو فرمایا کہ ہر جگہ ہے تو پوچھا کیا دلیل ہے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ حدیث میں ہے **لا تفضلونی علیٰ یونس بن متی** (کہ مجھ کو یونس ابن متی پر فضیلت مت دو) اس نے کہا یہ کیا دلیل ہوئی صاحب فرمایا بات یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام جب مچھلی کے پیٹ میں تھے تو وہاں اللہ کا ذکر کیا جس سے وہاں ان کو وہی قرب حاصل تھا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قاب قوسین او ادنیٰ میں حاصل تھا لایُحَدّ ولایتصوّر مکان وحدود کی قید سے خدا بالاتر ہیں سمندر کی تہہ میں مچھلی کے پیٹ میں حضرت یونس علیہ السلام نے خدا کو پکارا۔

بڑوں سے درگذر کرو

ارشاد فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذوی الہیئات کے عثرات سے اقالہ کرو یعنی جو باحیثیت لوگ ہیں ان سے اگر کوتاہی ہو جائے تو درگذر کرو صحابہ سے اور انصار سے درگذر کرنیکی تاکید آئی ہے۔

قیامت میں خدائے پاک کی شفقت بھری آواز

ارشاد فرمایا کہ حدیث شریف میں

آتا ہے کہ حساب کتاب کے بعد کہا جائے گا کہ اہل جنت جنت میں چلے جاویں اور اہل دوزخ دوزخ میں چلے جائیں سب اپنے اپنے معبودوں کے ساتھ چلے جائیں گے صرف مسلمان رہ جائیں گے وہاں ایک آواز آئے گی۔ میں تمہارا معبود ہوں اسکو سنکر سب انکار کردیں گے اور کہیں گے کہ آپ ہمارے معبود نہیں دوبارہ آواز دیں گے مگر اس وقت دوسری ہیئت میں ہوں گے اور کہیں گے کہ میں تمہارا معبود ہوں تب سب سجدے میں گر جائیں گے۔ پہلی دفعہ کیوں انکار کردیں گے کہ تو ہمارا رب نہیں دوسری مرتبہ کیسے مان لیں گے کہ آپ حق تعالےٰ ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ پہلی مرتبہ والی آواز کرخت ہوگی اور دنیا میں حق تعالیٰ کی بے انتہا شفقتوں کا ساری عمر جو تجربہ کیا وہ آواز ان شفقتوں سے خالی ہوگی کہ ہمارے ساتھ اتنی شفقتوں والے رب اسطرح بولتے ہیں اور اتنی سختی اس آواز میں ہے یہ رب کی آواز ہے ہی نہیں پھر دوبارہ جو آواز ہوگی وہ شفقت کے ساتھ ہوگی جس کا دنیا میں تجربہ ہوا تھا اسلئے سب سجدے میں گر جائیں گے۔ اگر آپ کا بیٹا ہو اور آپ اس کو آواز دیں وہ بہت گھناؤنی سخت آواز میں جواب دے تو آپ کہیں گے کہ یہ بیٹے کی آواز نہیں ہے یہ کوئی اور ہے ہمارا بیٹا اتنی سختی سے جواب نہیں دیتا۔

امام غزالیؒ اور صاحب ہدایہ کا حال حدیث میں

حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے عبقات میں تحریر فرمایا ہے کہ امام غزالیؒ اور صاحب ہدایہ پر باوجود تبحر علمی کے حدیث کا صحت وسقم مخفی رہا دیکھ لیجئے منصب الرایہ اور حاشیۂ ہدایہ محشیؒ اکثر جگہ کہتا ہے شاذ۔ غریب۔ لم اجد۔ لم یوجد۔ لایوجد لیکن ایک صاحب نے صاحب ہدایہ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ امام الفقہ والحدیث تھے

جیسا کہ ان کی احادیث دیکھنے سے پتہ چلتا ہے شیخ سعدیؒ ہی کو دیکھ لیجئے کہ کتنے بڑے صوفی ہیں مگر ان کی کتاب میں کہیں کہیں تو حدیث ضعیف ملتی ہے ورنہ اکثر موضوع روایات ہیں صوفیوں کی روایات ایسی ہی ہوتی ہیں کیونکہ ان کے اوپر حسن ظن غالب ہوتا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط بات منسوب نہیں کرسکتا جھوٹ نہیں بول سکتا۔

بخاری شریف میں بیس روایات کے سب راوی حنفی ہیں

ارشاد فرمایا کہ بخاری شریف میں ۲۲ حدیثیں ثلاثی ہیں ان میں سے بیس احادیث ایسی ہیں جن میں راوی سب حنفی ہیں اور دو حدیثوں میں غیر حنفی ہیں اسی طرح امام بخاری کے استاذ امام احمد ابن حنبل ہیں مگر پوری بخاری شریف میں صرف چار جگہ امام احمد ابن حنبل کا نام ہے حالانکہ امام احمد بہت بڑے محدث ہیں امام بخاریؒ نے ان کا تذکرہ صرف چار جگہ کیا ہے {جن کی تفصیل ملفوظات قسط سوم ص۱۱۱ پر آگئی ہے۔ ملاحظہ کرلیا جائے} ——— اور شور ہے کہ بخاری شریف امام ابو حنیفہؒ کی روایت سے خالی ہے حالانکہ امام شافعیؒ کی بھی تو کوئی حدیث بخاری میں نہیں۔ ایک کتاب ہے علامہ حازمی کی شروط الائمۃ الخمسۃ اس پر حاشیہ ہے علامہ زاہد کوثری کا وہ حاشیہ کتاب کے مقابلہ میں بہت عمدہ ہے اور مختصر اسی مسئلہ پر ہے کہ۔

امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کی احادیث بخاری میں کیوں نہیں ہیں۔

❊ ❊ ❊

مسلم فنڈ کے بارے میں حکم

ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضرت! مسلم فنڈ والے ایک فارم دس روپیہ میں بیچتے ہیں اور ایسا ہی فارم دوسرے کو پچاس روپیہ میں دیتے ہیں غرض اس کو مختلف قیمتوں میں دیتے ہیں اور اگر یہی کام کوئی تنہا شخص کرتا ہے تو اس پر سود کا حکم لگاتے ہیں تو اس کے متعلق ارشاد فرمایا کہ حلال کو حرام قرار دینا بہت بڑا گناہ ہے اسی طرح حرام کو حلال کرنا بھی بہت سخت گناہ ہے اور یہ بھی ہے کہ بیع کی حلت منصوص ہے اور ربٰو کی حرمت بھی منصوص ہے: اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا: حلال کو حرام کرنے کے بارے میں یہ آیات ہیں: یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ: یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ: قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ: اسی طرح حرام کو حلال کرنے کے سلسلہ میں فرمایا: وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ

وَهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ‎۞‎ البتہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چادر کی قیمت میں ستائیس اونٹنیاں دی ہیں کیا اس کو حرام کہو گے ایک چیز کی قیمت کا تعلق عاقدین کی رضامندی پر ہے فتح القدیر میں ہے شامی میں بھی چوتھی جلد میں باب العینہ میں ہے کتاب الکفالہ میں بھی ہے کہ لو باع کاغذۃ بالف یجوز ولا یکرہ ان کو اختیار ہے کہ جس قیمت پر چاہیں کاغذ کو بیچ لیں اب ایک آدمی ان پڑھ ہے لکھنا نہیں جانتا اُس نے کاغذ لیا دوسرے سے کہا کہ لکھدو اُس نے کہا کہ لکھنے کے پانچ روپے لوں گا تو کیا ان پانچ روپیوں کے لینے کو ناجائز کہو گے (جائز ہی کہنا ہوگا) اسی طرح وہ لوگ کاغذ پر لکھ کر چھاپ لیتے ہیں اور فروخت کرتے ہیں اب لینے والے کی مرضی کہ لینے والا چاہے استعمال کرے چاہے آگ میں جلادے اس فارم پر قرض لینے کو یہ لوگ مجبور نہیں کرتے۔ اب قرض لینے کا مسئلہ دوسرا ہے اور فارم بیچنے کا معاملہ دوسرا ہے دو معاملے الگ الگ ہیں۔ اب رہا ایک آدمی نے چھپوا لیا اور قرض لینے والوں کو مجبور کرتا ہے کہ یہ فارم خرید و تب قرض دوں گا تو اُسکی نیت دیکھی جائے گی پہلے اُسکی نیت دیکھو کہ وہ سود کی نیت سے کرتا ہے یا کیا کرتا ہے اُسی پر فیصلہ ہوگا۔

عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا

ایک طالب علم نے عرض کیا کہ حضرت عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا کیسا ہے؟ تو فرمایا کہ افضل ہے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری ؒ ہمیشہ عمامہ باندھنے کے عادی تھے ایک جگہ تشریف لے گئے تو لوگوں نے نماز کیلئے آگے بڑھادیا تو حضرت نے مصلے پر پہنچکر اپنا عمامہ اتار دیا صرف ٹوپی پر نماز پڑھائی

کیونکہ وہاں مصلے پر عمامہ رکھا رہتا تھا اور امام ہمیشہ عمامہ ہی باندھ کر نماز پڑھاتا تھا اسوجہ سے اتار دیا کہ غیر لازم کو لازم کرنا غلط ہے۔

اقامت کے وقت مقتدی کب کھڑے ہوں

حضرت حافظ محمد طیب صاحب مکتبہ نعمانیہ نے سوال کیا کہ اقامت کے وقت مقتدی کب کھڑے ہوں اس پر فرمایا کہ اس سلسلہ میں تو بریلوی حضرات بہت تشدد برتتے ہیں جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ پر پہنچتا ہے تب کھڑے ہوتے ہیں اس سے پہلے جو شخص کھڑا ہو جاتا ہے تو اسکو بہت غور سے گھورتے ہیں اور بہت غصہ سے دیکھتے ہیں موقع ہوتا ہے تو زبردستی ہاتھ پکڑ کر بٹھا دیتے ہیں یہ ان کا شعار ہو گیا ہے اس کے مقابلہ میں آپ حضرات کا عمل یہ ہے کہ شروع ہی سے کھڑے ہو گئے۔ رہا یہ کہ نفس مسئلہ کیا ہے سو فقہ میں شرح وقایہ کے باب آداب الصلوٰۃ میں یہ لکھا ہے کہ حی علی الصلوٰۃ پر کھڑا ہو اور قد قامت الصلوٰۃ پر نماز شروع کر دے یہ آداب صلوٰۃ میں سے ہے ایسا ہی درمختار میں لکھا ہے مگر اس میں تھوڑی سی تشریح ہے وہ یہ کہ اگر امام محراب کے قریب ہے اور مؤذن نے تکبیر شروع کی تو حی علی الصلوٰۃ پر کھڑا ہو جاتے اور مقتدی بھی کھڑے ہو جائیں اور قد قامت الصلوٰۃ پر شروع کر دیں اسکی مثال ایسی سمجھئے کہ عصر کی نماز پڑھی گئی نماز کے بعد امام صاحب نے وعظ کہنا شروع کیا یا کتاب سنانا شروع کیا سب اپنی اپنی جگہ پر موجود ہیں یہاں تک کہ مغرب کا وقت ہو گیا اذان ہوئی اقامت ہوئی اب پہلے سے کھڑے ہونے کی کیا ضرورت ہے حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہو جائیں اور قد قامت الصلوٰۃ پر نماز شروع کر دی جاتے یہ اس وقت کی بات ہے اور اگر امام وہاں پہلے سے موجود

نہیں ہے بلکہ سامنے سے آرہا ہے جدارِ قبلہ کی طرف سے جدار قبلہ میں کمرہ ہے وہاں سے آرہا ہے تو جیسے امام پر نظر پڑے ویسے ہی فوراً کھڑے ہوجائیں وہاں حی علی الصلوٰۃ وغیرہ کی بحث نہیں ہے۔ اور اگر مقتدی کی پشت کی طرف سے امام آرہا ہے مثلاً وضوخانہ ہے حوض ہے وہاں سے وضو کرکے آرہا ہے تو جس صف پر پہنچتا جائے وہ صف کھڑی ہوتی جائے یہاں تک کہ جب مصلے پر کھڑا ہوجائے تو سارے مصلی کھڑے ہوجائیں یہ تمام تفصیل در مختار ج ا صفحہ ۳۳۲ وغیرہ میں موجود ہے ان لوگوں نے جیسا کہ ان کا طریقہ ہے کہ بغیر تفصیل کے ایک گول مول عبارت سے استدلال کرکے اپنی بات پر حجت قائم کرتے ہیں وہی طریقہ یہاں بھی اختیار کر رکھا ہے عہ

اساتذہ کو تبلیغی جماعت میں بھیجنا

ایک صاحب نے سوال کیا عرض :- عربی مدارس کے اساتذہ کو تبلیغی جماعت میں جانے کیلئے ماہانہ یا تین دن یا سالانہ ایک چلہ یا زندگی کے تین چلہ یا ایک سال کی تعطیل تنخواہ کے ساتھ دیجاسکتی ہے یا نہیں ؟ ارشاد : اگر ضرورت ہو تو دیجاسکتی ہے تعلیم کا مقصود دین کی اشاعت ہے آخر مدرسہ والے مدرسہ کے پیسے سے رسالہ بھی نکالتے ہیں مدرسہ کے پیسے سے وعظ کے لئے بھی بھیجتے ہیں جلسوں میں شرکت کیلئے بھی بھیجتے ہیں یہ سب کا سب تعلیم کے مقاصد سے ہے اگر وہاں کے لوگ اس سفر کو مناسب سمجھتے ہیں اور اسکی ضرورت بھی ہے تو وہاں کرسکتے ہیں۔

عہ اس مسئلہ کی پوری وضاحت جواہر الفقہ جلد اول میں ہے اس میں مسلم شریف ج ا صفحہ ۲۲۰ وغیرہ کتب کے حوالہ سے کچھ احادیث درج کی ہیں جن سے بریلوی حضرات کے طریق کار کا خلاف سنت ہونا واضح ہے فتاویٰ محمودیہ ج ۲ میں بھی چند مدلل فتاویٰ اس مسئلہ سے متعلق درج ہیں۔۱۲ مس

ماہواری کو روکنے کیلئے انگریزی دوا کا استعمال

عرض: ماہواری (حیض) کو روکنے کیلئے انگریزی دوا کھانا کیسا ہے؟ ارشاد: یہ بات ڈاکٹر اور حکیم سے پوچھنی چاہیئے کہ اس میں کوئی مضرت تو نہیں ہے۔ اگر حج کا موقع ہے اور عورت کو حیض آجائے گا تو پھر طواف نہیں کرسکتی جہاز کی واپسی بھی ساتھ میں ہے اور اسکی وجہ سے نہ جہاز روکا جاسکتا ہے نہ وہ بغیر طواف کئے جاسکتی ہے نہ حالتِ حیض میں طواف کرسکتی ہے ایسی کوئی مجبوری ہو تو اسکی وجہ سے شرعاً اس کی اجازت ہے لیکن صحت کیلئے مضر ہے یا نہیں یہ حکیم اور ڈاکٹر سے پوچھنے کی بات ہے۔

تہجد کی نماز جماعت کے ساتھ

عرض: احقر (مرتب) نے عرض کیا کہ حضرت تہجد کی نماز جماعت کے ساتھ جائز ہے یا نہیں حضرت مدنیؒ تو تہجد کی نماز جماعت کے ساتھ رمضان المبارک میں پڑھا کرتے تھے اسی پر عمل کرتے ہوئے احقر نے بھی اپنے وطن راجکوٹ میں تہجد جماعت کے ساتھ شروع کردی ہے۔ ارشاد: اس پر فرمایا کہ حضرت مدنیؒ بہت بڑے محدث اور فقیہ تھے ان کو حدیث و فقہ میں مہارت تامہ حاصل تھی ان کو حق تھا وہ استنباط کرسکتے تھے ہمارا منہ نہیں کہ ہم ان پر اعتراض کریں مگر کسی شخصیت کے انفرادی استنباط کی وجہ سے فقہ حنفی نہیں بدلے گا اور فقہ حنفی کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک امام ہو دو مقتدی ہوں یا ایک امام اور تین مقتدی ہوں تو جماعت کی اجازت ہے نوافل میں اور اگر اس سے زائد ہوں تو پھر وہ تداعی کہلاتی ہے وہ منع ہے سہارنپور میں حضرت شیخؒ کے یہاں بھی کچھ لوگ تہجد اس طریقہ پر پڑھا کرتے تھے اسکو میں نے منع کردیا تھا۔

اللہ کے لام کو کتنا کھینچ سکتے ہیں

عرض: اسم اللہ کے لام کو کھینچنا جائز ہے یا نہیں

ارشاد: ہمارے بزرگ مولانا ابرار الحق صاحب ہیں وہ اس میں زیادہ متصلب ہیں متشدد تو نہیں کہوں گا متصلب ہی کہوں گا وہ بالکل منع کرتے ہیں ان کے نزدیک ممانعت کیلئے شرح جزری کی ایک عبارت ہے کہ اللہ کے مد کو زیادہ کھینچنا ممنوع اور ناجائز ہے اسلئے وہ منع کرتے ہیں یہ ضروری نہیں کہ سب منع ہی کرتے ہوں جلال آباد تشریف لے گئے تھے وہاں بھی منع کیا وہاں حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب نے اپنے لوگوں سے فرمایا کہ بھائی اس مسئلہ کو تلاش کرو کتابوں میں دیکھو۔ دیکھا تلاش کیا تو وہاں بھی کتابوں میں دیکھنے کے باوجود اتنا قصر نہیں کرتے جتنا مولانا ابرار الحق صاحب کہتے ہیں۔ یہاں بھی سمجھایا سب جگہ پر سمجھاتے ہیں۔

ایک صاحب نے مولانا کی تردید میں مستقل رسالہ لکھا انھوں نے سب عبارتیں جمع کیں وہ رسالہ انھوں نے میرے پاس بھیجا وہ بھی بڑے قاری انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ اس رسالہ کو چھپوا کر ان کی خدمت میں بھیجدوں۔ میں نے کہا بھائی آپ بھی قاری وہ بھی قاری اور یہ بندہ امی۔ دو قاریوں کے درمیان امی کیا فیصلہ کرے باقی لفظ اللہ کی کچھ خصوصیات ضرور ہیں وقالوا یا اللہ خاصۃ کافیہ میں ہے یا حرفِ ندا ہے جب کسی معرف باللام پر داخل ہوتا ہے تو اَیُّہَا کا فصل لاتے ہیں جیسے یا ایہا الکفرون یا ایہا المومنون یا ایہا الذین ، مگر لفظ اللہ پر جب داخل ہوگا تو اَیُّہَا کا فصل درمیان میں نہیں لایا جائے گا بلکہ یا اللہ کہا جائے گا۔ ندا میں جب زیدٌ کو کھینچیں گے تو زید کی دال پر ضمہ نہیں پڑھیں گے بلکہ فتحہ کر کے الف لائیں گے جیسے یا زیداہ۔ منادی میں مدصوت ہے یہ چیزیں

ہیں مگر صاف جزئیہ نہیں البتہ کل یا پرسوں ایک کتاب پڑھی گئی جس میں مولانا یحییٰ صاحب کا تذکرہ تھا جس میں انھوں نے فرمایا تھا کہ میں بہت لمبی اذان کہتا تھا وہ بھی لمبی اذان کہا کرتے تھے اذان اور اقامت میں فرق بیان کیا ہے کنز الدقائق میں ہے یترسل فی الاذان ویحدر فی الاقامۃ اور یترسل کا ترجمہ کیا ہے یتطویل الکلمات باطالۃ الکلمات کلمات کو طویل کرنے کا تذکرہ ہے میں نے وہ عبارت مولانا ابرار الحق صاحب کو دکھلا دی تھی انھوں نے کچھ دیر کے بعد اس کا مطلب بتایا کہ جہاں مد عارض ہے جیسے حی علی الصلوٰۃ اسمیں تطویل ہے حی علی الفلاح اس میں تطویل ہے لا الٰہ الا اللہ اس میں تطویل ہے اشھد ان محمد رسول اللہ اس میں تطویل ہے اِن سب میں مد ہے اور مد عارض میں طول بھی درست ہے قصر بھی درست ہے اور توسط بھی درست ہے اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ یہاں پر {مد عارض میں} طول کیا جائے۔

میں نے کہا آپ جانیں حافظ صاحب {حافظ محمد طیب صاحب مالک مکتبہ نعمانیہ} کا بھی ایک رسالہ ہوگا "الحد التعظیمی لاسم الجلالۃ" اور میرا {حضرت والا کا} حال یہ ہے کہ اگر کوئی نہیں کھینچتا تو اسے نہیں کہتا کہ کھینچو۔

غیر مُسلم سے خریدی ہوئی زمین سے عُشر ساقِط ہے

ارشاد فرمایا کہ جو مُلک شمشیر کے ذریعہ سے فتح کیا گیا وہاں کی جو زمینیں ہیں وہ زمینیں بیت المال کی ہیں ان کو عُشری پانی سے سیراب کیا جاتا ہے امیر المومنین کو اختیار ہے کہ وہ زمین کو بیت المال کیلئے رکھیں یا نمازیوں میں تقسیم کردیں چنانچہ کچھ زمینیں بیت المال کے لئے رکھی جاتی تھیں تاکہ اسکے ذریعہ سے علماء وغیرہ کی

امداد کی جاسکے اور کچھ زمینیں تقسیم کردی جاتی تھیں اسکے بعد پھر جب وہ مُلک دارالاسلام نہ رہا اور دارالکفر بن گیا کافروں نے اسکے اوپر مالکانہ قبضہ کرلیا تو ان سے عشر ساقط ہوگیا ۔ عرض : ہندوستان میں کیا عشری زمین کا وجود ہے ؟ ارشاد : تقسیم ہند سے پہلے کے جو فتاویٰ ہیں وہ یہی ہیں کہ جو زمین اس ملک میں مسلمان کے قبضہ میں ہے اور وہ زمین باپ دادا کے زمانہ سے چلی آرہی ہے درمیان میں کسی غیر مسلم کا مالکانہ قبضہ اس پر ثابت نہیں وہ زمین عشری ہے ۔ جو زمین مسلمان نے غیر مسلم سے خریدی یا پہلے سے مسلمان کے قبضہ میں تھی پھر غیر مسلم کا قبضہ اس پر ہوگیا چاہے تھوڑی دیر کے لئے ہوا ہو تو اُس زمین سے اس کا عشر ساقط ہوگیا جب سے حکومت نے زمینداری ختم کیا ہے اور تمام زمینیں حکومت کی قرار دیدی گئیں تو انکی ملکیت ختم ہوگئی عرض : ایسی زمین کی پیداوار پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں ارشاد : وہ زمین عشری نہیں ہے اور عشری زمین پر ہی زکوٰۃ (عُشر) واجب ہے اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس زمین کو پانی کی قیمت دیکر سیراب کیا جاتا ہے رہٹ کے ذریعہ یا اونٹ کے ذریعہ یا بیلوں کے ذریعہ سیراب کیا جاتا ہے تو اس میں نصف عشر واجب ہے (یعنی بیسواں حصہ اس کے مجموعہ سے) اور جو زمین ایسی ہے کہ وہ بارانی ہے بارش کے پانی سے اسکو سیراب کیا جاتا ہے اس پر عشر واجب ہے ۔

میلاد مروجہ کی شرعی حیثیت

عرض : حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت وغیرہ کیلئے مجلس منعقد کرنا کیسا ہے ارشاد : نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک خواہ ولادتِ شریفہ کا ذکر ہو یا دودھ پینے اور دودھ چھڑانے کا ذکر ہو بچپن کا ہو جوانی کا ہو زیادہ عمر کا ہو بلکہ آپ سے متعلق کسی بھی چیز کا ذکر ہو کہ آپ نے کس بکری کا دودھ پیا کس اونٹنی پر

سوار ہوئے کونسی تلوار لیکر میدان میں گئے جو بھی چیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے تعلق رکھتی ہو اس کا ذکر کرنا عین سعادت ہے باعثِ فلاح ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے اور یہ جتنے حدیث پڑھنے پڑھانے والے ہیں سب اسی ذکر میں مشغول رہتے ہیں مطالعہ کرتے ہیں تو حدیث کا سبق پڑھاتے ہیں تو حدیث کا تکرار کرتے ہیں تو حدیث کا لکھتے ہیں تو حدیث۔ یہ سب اسی میں شامل ہے۔ جس کا نام آجکل میلاد ہے اس کے ساتھ ایک قید لگا لینا چاہیئے میلاد مروجہ ہمارے زمانہ میں جو میلاد مروج ہے یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ شریفہ کا ذکر خیر کرنے کیلئے مجلس منعقد کرنا یہ مجلس کبھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منعقد نہیں فرمائی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منعقد نہیں فرمائی حضرت عمر رضی حضرت عثمان رضی حضرت علی رضی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی نے حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی نے غرض صحابہ میں سے کسی نے بھی منعقد نہیں فرمائی پھر آگے چل کر تابعین میں بھی نہیں حضرت حسن بصری حضرت محمد بن سیرین مکحول شامی کسی نے بھی منعقد نہیں فرمائی اور اس سے نیچے اتر کر ائمہ مجتہدین امام ابو حنیفہ امام مالک امام شافعی امام احمد ابن حنبل ان حضرات نے بھی نہیں کی اور اس سے نیچے اتر کر بزرگانِ دین چاروں سلسلوں کے مشائخ نے بھی منعقد نہیں کی سب سے پہلے یہ مجلس شاہِ اربل کے یہاں جس کا نام ظفر یا مُظفر تھا اس کے یہاں منعقد ہوئی اور شاہانہ شان و شوکت کے ساتھ ہوئی روشنی کا بھی انتظام کیا گیا پھولوں کا بھی انتظام کیا گیا گدے اور فرش کا بھی انتظام کیا گیا خوشبو اور لوبان کا بھی نظم کیا گیا اور یہ ۶۰۱ھ میں یا ۶۰۴ھ میں منعقد ہوئی چھ صدی مسلسل ایسی گذر گئیں کہ امت میں اسکا کہیں وجود نہیں ۶۰۰ھ پر پہنچکر المدخل میں علامہ ابن الحاج نے اس پر بہت شدید رد کیا ہے بتیس ۳۲ صفحات

میں انھوں نے اسکی تردید لکھی اور اسکے مفاسد بیان کئے۔

مجلسِ میلاد میں کیا ہوتا ہے

میلاد میں کیا ہوتا ہے کثرت سے تو روایات موضوعہ بیان کیجاتی ہیں

موضوع روایت کا بیان کرنا حرام ہے الا یہ کہ اسکی تردید کی جائے اور تردید کیلئے اسکو بیان کیا جاوے پھر مجلس میں آواز ملا کر گاتے ہیں پڑھتے ہیں بسا اوقات تالی بھی بجاتے ہیں موسیقی بھی اس میں ہوتا ہے ڈھول ڈھپڑہ بھی ہوتا ہے سارنگی بھی ہوتی ہے پڑوس والوں کو سونا مشکل ہوتا ہے اس مجلس میلاد میں اتنا انہماک ہوتا ہے کہ رات کا بیشتر حصہ اس میں گذر جاتا ہے اس کے بعد سوتے ہیں تو صبح کی نماز قضاء ہوتی ہے لہذا ان سب قبائح کی بنا پر مجلس میلاد مروجہ بالکل ممنوع ہے باقی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک جس طرح سے دل چاہے کیا جائے بخاری شریف کا سبق ہوتا ہے یہ بھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے اس میلاد مروجہ میں جو خرابیاں ہوتی ہیں ان میں سے صرف ایک چیز کو میں بتلاتا ہوں۔

دیکھو قیام ہے مجلس میلاد میں قیام کرتے ہیں بسا اوقات بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت ولادت ہورہی ہے پردے کے پیچھے ایک عورت لیٹتی ہے اسکی گود میں بچہ ہوتا ہے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہو ولادت کا اور آپ کی والدہ آمنہ کے دردِ زہ کا تو وہ عورت بچہ کے چٹکی لیتی ہے نوچتی ہے جس سے بچہ ایک دم چیخ اٹھتا ہے روتا ہے بس سب کے سب کھڑے ہو کر یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک یا حبیب سلام علیک سب پڑھنا شروع کر دیتے ہیں بعض جگہ جھولا ہوتا ہے اس جھولے میں لٹا دیا جاتا ہے ایک بچہ کو اسس کے اوپر درود وسلام پڑھا جاتا ہے بعض جگہ چھیتڑے وغیرہ

ہوتے ہیں اس کے اوپر خون کے دھبے لگا کر لٹکایا جاتا ہے جیسے کہ ولادت کے
وقت نفاس کی کیفیات ہوتی ہیں یہ سب خرافات اس میں ہوتی ہیں اگر یہ چیزیں ان
میلاد کرنے والوں میں سے کسی کے باپ کے متعلق کی جائیں تو یہ ہرگز اسے برداشت
نہیں کرسکتے ایسا معاملہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے ساتھ کیا جاتا ہے کثرت
سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح تشریف لاتی ہے
حضور کی روح کا تشریف لانا دو طرح ثابت ہو سکتا ہے یا تو کسی مستند حدیث
میں موجود ہو کہ حضور نے فرمایا ہو کہ جہاں کہیں میلاد ہوتی ہے میں اس میں جاتا
ہوں وہ اگر ہو تو بتلاؤ آج تک تو بتا نہیں سکے یا پھر خود ان کو نظر آتا ہو جنکو نظر
آتے ہوں وہ کھڑا ہو جائے یہ ایک موہوم چیز ہے کہ حضور تشریف لاتے ہیں تحقیقی چیز
نہیں جس وقت اس دنیا کی حیاتِ ظاہرہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھی اس
وقت آپ کے ساتھ صحابۂ کرام کا کیا عمل تھا اسکو دیکھ لیجئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کو دیکھ کر صحابۂ کرام کھڑے ہوتے تھے یا نہیں۔ باب القیام مشکوٰۃ شریف ص۴۰۳ میں تین
حدیثیں ہیں دیکھ لیجئے ۱ ایک حدیث میں ہے حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے متکئا علیٰ عصاً
لاٹھی پر سہارا لیکر تشریف لائے فقمنا لہ آپ ہم کو نظر آئے فوراً ہم کھڑے
ہوگئے آپ نے اسکو منع فرمایا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ ظاہرہ
میں اپنے لئے قیام سے منع فرمادیا اب اتنی صدیوں کے بعد کیا خیال کیا جاسکتا
ہے کہ حضور اس سے خوش ہوں گے ۲ حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی
روایت ہے کہ لم یکن شخص احب الیھم من النبی صلی اللہ علیہ
وسلم وکانوا اذا راوہ لا یقومون لما یعلمون من کراھیتہ

ذٰلِكَ ؎ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ صحابہ کی نظروں میں کوئی بھی محبوب نہیں تھا لیکن جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ دیکھتے تھے تو صحابہ قیام نہیں کرتے تھے کیونکہ حضور کو ناگوار ہوتا ہے تو جو چیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گذرے محبت کے جوش میں آکر اس کا ارتکاب کرنا یہ کہاں تک مناسب ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں پیر کے دن پیدا ہوا بتاؤ یہ بھی ذکرِ ولادت ہے یا نہیں لیکن اس روایت کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

؎ ہمارے رفیق اور دوست مولانا سید صادق حسن صاحب عقیل قاسمی مرحوم کے پاس ایک کتابچہ قیام ضعف کے ثبوت کا لایا گیا کہ مرحوم اسکی کتابت کردیں مرحوم نے ایک شرط لگائی کہ صرف ایک صفحہ مجھے دیدو مگر ان صاحب نے انکار کردیا مرحوم نے فرمایا کہ اگر وہ ایک صفحہ کی اجازت دیدیتے تو ان کے کتابچہ کو ایک ہی صفحہ میں ڈائنامیٹ کردیتا ہمارے پاس جبکہ صاف صاف احادیث ممانعت کی ہیں تو خواہ مخواہ کی تاویلات کرنا اور توڑ مروڑ کر اپنی ضد اور ہٹ دھرمی چلانا کہاں کی عقلمندی ہے وہ روایات یہ ہیں۔

(۱) عن انسؓ قال لم یکن شخص احب الیھم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانوا اذا راوہ لم یقوموا لما یعلمون من کراھیتہ لذالک مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۰۳

(۲) عن معاویۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سرّہ ان یتمثل لہ الرجال قیاما فلیتبوا مقعدہ من النار مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۰۳

(۳) عن ابی امامۃ قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متکئا علی عصا فقمنا لہ فقال لا تقوموا کما یقوم الاعاجم یعظم بعضھا بعضا مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۰۳ والسلام احقر مرتب

کھڑے ہوکر بیان نہیں فرمایا نہ صحابہ کو فرمایا کہ تم قیام کرو محدثین نے بھی اس حدیث
کو روایت کرتے ہوتے قیام نہیں کیا اور جب بخاری شریف میں یہ روایت پڑھی جاتی
ہے نہ استاذ کھڑے ہوتے ہیں نہ شاگرد کھڑے ہوتے ہیں اور جو لوگ میلاد کے
قائل ہیں وہ لوگ بھی اس روایت کو پڑھتے ہوئے کھڑے نہیں ہوتے ۔ حضرت
معاویہؓ کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص
اس بات سے خوش ہو کہ لوگ اسکو دیکھ کر کھڑے ہوا کریں تو اسکو چاہیئے کہ
اپنا ٹھکانہ جہنم کو بنالے ۔

آجکل کے میلاد خوانوں نے ساری شریعت کا خلاصہ میلاد کو قرار دیدیا :-

اور اب تو میلاد شریف نے ایسی صورت اختیار کرلی ہے کانپور میں مدرسہ
کے قریب ایک گلی میں ایک جگہ میلاد ہو رہی تھی ایک صاحب کہہ رہے تھے جو میلاد
خواں تھے سُنّی بھائیو نماز نہ پڑھو روزہ نہ رکھو شراب پیو غیبت کرو چوری کرو ساری
کی ساری بدکاریاں کرو کسی چیز پر پکڑ نہیں بشرطیکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت
کرو اگر حضور سے محبت کرو تو تمہاری کسی چیز پر پکڑ نہیں سیدھے جنت میں جاؤ گے
اور اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں تو چاہے کتنی ہی نمازیں پڑھ لو کتنے
ہی روزے رکھ لو کتنا ہی قرآن پڑھ لو ہرگز ہرگز بخشش نہ ہوگی اور حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم سے محبت کی سب سے بڑی علامت میلاد شریف اور قیام ہے تو گویا کہ میلاد
کو ساری شریعت اور دین کا خلاصہ اور نچوڑ قرار دیدیا ۔

ان اسباب کی بنا پر یہ میلاد شریف ممنوع ہے ۔ باقی میں نے کہدیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو کوئی منع نہیں کرتا وہ ذکر تو کرنا چاہیئے عین سعادت ہے لیکن ان قبائح اور خرافات کی بنا پر شامی نے لکھا ہے کہ میلاد کی نذر ماننا قبیح ہے ۔

تراویح میں ختم قرآن شریف پر مٹھائی

عرض، قرآن شریف کے ختم پر مٹھائی کا تقسیم کرنا کیسا ہے ؟ ارشاد، قرآن شریف کے ختم پر مٹھائی کا التزام غلط ہے تھانہ بھون میں تراویح میں قرآن شریف ختم کیا گیا اس میں مٹھائی تقسیم نہیں کی گئی کسی صاحب نے چپکے سے حضرت تھانوی ؒ سے عرض کیا میرا جی چاہتا ہے کہ مٹھائی بانٹوں حضرت نے فرمایا آج نہیں آپ کا دل چاہے تو کل کو بانٹ دیجئے { اکابر کا رمضان ص۳۱ }

قرآن شریف کے ختم پر عامۃً جو مٹھائی تقسیم کی جاتی ہے اس کے لئے چندہ کیا جاتا ہے باقاعدہ فہرست بنائی جاتی ہے پچھلے سال جو چندہ کیا گیا تھا وہ فہرست بھی سامنے رکھی جاتی ہے کہ فلاں صاحب نے گذشتہ سال اتنے روپے دیئے تھے مقابلہ ہوتا ہے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جاتا ہے کہ اتنے بڑے آدمی ہو کر اتنے ذرا سے پیسے دیئے لا یحل مال امرئ مسلم الا بطیب نفس منہ اسطرح سے چندہ وصول کر کر کے مٹھائی تقسیم کرنا منع ہے اور اس کا کھانا بھی درست نہیں چھتہ مسجد ہو یا دارالعلوم کی مسجد ہو یا کوئی اور مسجد ہو کسی بھی مسجد کا جو عمل ہے وہ شرعاً معتبر نہیں ۔

شرعی دلائل چار ہیں کتاب اللہ سنتِ رسول اللہ اجماع امت قیاسِ مجتہد باقی ان چاروں کے علاوہ کوئی شئ معتبر نہیں ۔

روزے کی نیت کے الفاظ

ارشاد فرمایا کہ حضرت مہتمم صاحب {قاری محمد طیب صاحبؒ}
نے سنایا تھا کہ ایک بوڑھیا نے مجھ سے کہا تھا کہ بیٹے میں روزے کی نیت کیا کروں
سُن لے ٹھیک بھی ہے "بِسُو گَدَتَے وَنَتَے تَے" {بصوم غدٍ نویتُ} یہ تھی
نیت روزے کی۔ حافظ طیب صاحب نے سوال کیا غد تو کل کو کہتے ہیں نیت تو
کل کی ہوئی آج کی کہاں ہوئی حالانکہ فقہ میں جو الفاظ ہیں وہ غد {بصوم غد نویت}
کے ہیں اور آج تو ختم ہوجائے گی غروبِ آفتاب پر کیونکہ مغرب کو تاریخ بدل جاتی ہے اور
روزہ نہیں بدلتا روزہ شروع ہوتا ہے صبح صادق سے۔ تو اس پر فرمایا کہ فقہ میں
الفاظ اسلئے آئے ہیں کہ ہر روز نیت کیا کرے یہ نیت نہ کرے کہ مہینہ بھر کے
روزے رکھوں گا اور غد کا مطلب یہ ہے کہ صبح صادق کے بعد جو دن آئیگا اس کا روزہ۔

سجدہ میں پیر کی اُنگلیاں اُٹھ جائیں تو کیا حکم ہے؟

عرض: اگر نماز میں سجدہ کی حالت میں زمین پر انگلیاں نہ ٹکیں تو نماز ہوگی
یا نہیں ارشاد: انگلیوں کا زمین پر ٹیکنا سجدہ کیلئے شرط ہے اگر انگلیاں نہیں
ٹکیں دونوں پیر کی اٹھی رہیں کوئی حصہ نہیں لگا تو سجدہ نہیں ہوا نماز بھی نہیں ہوئی
بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ داہنے پیر کا انگوٹھا قطب ہے یہ اپنی جگہ سے ہلنا
نہیں چاہیے اگر یہ اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو قطب اپنی جگہ سے ہٹ گیا نماز نہیں
ہوئی یہ غلط ہے۔

زمزم میں بھگویا ہوا کپڑا کفن میں

ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضرت لوگ آجکل زمزم کے پانی میں کپڑے بھگو کر لاتے ہیں تاکہ کفن میں اسکو استعمال کیا جائے اسکی کیا حقیقت ہے اور ایسا کر سکتے ہیں یا نہیں تو ارشاد فرمایا کہ فتاوی امدادیہ میں لکھا ہے کہ زمزم میں بھگویا ہوا کپڑا کفن میں نہ دیا جائے کیونکہ جس میں کفن دیں گے اس میں لاش پھولے گی پھٹے گی خون پیپ بہے گا آب زمزم میں بھگوتے ہوئے کپڑے کی بے حرمتی ہوگی اور فتاوی عزیزیہ میں لکھا ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے پاس ایک شخص نے آکر کہا کہ میرے فلاں عزیز کا انتقال ہوگیا ہے زمزم میں بھگویا ہوا کپڑا عنایت فرمائیے تو جواب میں فرمایا کہ دادہ خواہد شد۔ یعنی تم کو دیدیا جائے گا اس پر کچھ نکیر نہیں فرمائی۔

میں کہتا ہوں کہ زمزم میں ترکئے ہوئے کپڑے سے بہت زیادہ مبارک اور متبرک کپڑا تو وہ ہے کہ جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زیب تن فرمایا اور پھر عبد اللہ بن ابی بن سلول کیلئے مرحمت فرمایا جس میں اسکو اس کے صاحبزادہ صحابی نے کفن دیا۔ اسی طرح ایک مرتبہ ایک صحابی نے ازار ہدیہ میں پیش کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو بہت پسند فرمایا اور حضور نے اسکو پہن لیا ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ تو بہت اچھی لگتی ہے یہ مجھے عنایت فرما دیجئے حضور نے فرمایا بہت اچھا اندر تشریف لے گئے۔ اور ازار بدل کر لاکر عنایت فرمادیا ان صحابی نے اس کو لیا جسکو آپ نے پسند فرمایا تھا صحابی نے کہا کہ میں نے پہننے کیلئے تھوڑا ہی لیا میں نے تو اپنے کفن کیلئے تبرک کے طور پر لیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ کپڑا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے لگا زمزم سے بہت زیادہ متبرک

ہے مگر اس کا اہتمام کرنا بُرا ہے جیسا کہ حاجی لوگ زمزم میں ڈبو کر سکھا کر لاتے ہیں ایسا اہتمام غلط ہے ہاں بغیر اہتمام کے ایسا کیا جائے تو کچھ حرج نہیں۔

قرآن وحدیث کی عبارت ہندی رسم الخط میں نہ لکھی جائے

مولانا عبدالاول صاحب لکھنوی تشریف لائے اور ملاقات کر کے حضرت سے کہا کہ کچھ مسائل پوچھنے ہیں جیسا حضرت فرمائیں گے ویسا ہی عمل کریں گے وہ یہ کہ لکھنؤ میں ہم علماء کی کانفرنس نے یہ طے کیا ہے کہ قرآن شریف اور احادیث کو ہندی میں چھاپیں گے اور عربی الفاظ بھی ہندی میں لکھنا چاہتے ہیں آپ کیا فرماتے ہیں ؟ تو فرمایا کہ ایسا نہ کرو کیونکہ عربی میں حروف تہجی میں ج ، ظ ، ز ، ض کا تلفظ الگ الگ ہے اور ہندی میں سب کے لئے ج ہی ہے تو ایسی صورت میں کتنا غلط ہو جائے گا اسکی صورت یہ ہے آپ قرآنی الفاظ عربی رسم الخط میں لکھ لیں اور اس کا ترجمہ اور تشریح ہندی میں کر لیں تو مولانا نے پوچھا کہ کلمۂ طیبہ اور ایمان مجمل بھی ہندی میں نہ لکھیں ؟ تو فرمایا کہ کلمۂ طیبہ قرآن شریف میں ہے اور ایمان مجمل احادیث میں ہے تو کیا قرآن اور احادیث کو ہندی میں نقل کرنا نہ ہوگا۔

پھر فرمایا کہ اٹاوہ کے مولوی فدا حسین نے ایک کتاب " قرآن کی روشنی " نامی لکھی ہے اگر آپ اسے منگوا لیں تو شاید آپکے موضوع میں معین ومددگار ثابت ہو۔

توسیع قدرت یا امکانِ کذب

ارشاد فرمایا کہ ممتنع کی دو قسمیں ہیں ایک ممتنع بالذات

{جس کا تحقق کسی طرح نہ ہو سکے} دوسرے ممتنع بالغیر ممکن بالذات {جس کا تحقق فی نفسہ ممکن ہے لیکن غیر کی وجہ سے ممتنع ہے وہ غیر مرتفع ہو جائے تو امتناع بھی ختم ہو جائے گا} کذب کی نسبت واجب تعالےٰ کی طرف ممکن بالذات ہے ممتنع بالغیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جس کے لئے جنتی ہونا فرمادیا اسکو جہنم میں بھیجنا ممکن بالذات ہے ممتنع بالغیر ہے یعنی واجب تعالیٰ اس بات پر قادر ہیں کہ اسکو جہنم میں بھیجدیں مگر چونکہ وہ جنت میں بھیجنے کا وعدہ کرچکے ہیں اسلئے جہنم میں نہیں بھیجیں گے مگر قادر ضرور ہیں اسی طرح جسکے لئے جہنمی ہونا فرمادیا ہے اسکو جنت میں بھیجنے پر قادر ہیں مگر بھیجیں گے نہیں کیونکہ اسکی بات سچی ہے اسکو امکانِ کذب کہتے ہیں جیساکہ اللہ تعالےٰ کا قول ہے وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم اس آیت میں وعدہ ہے کہ عذاب نہیں دینے کا اور یہ سچا ہے کہ اللہ تعالےٰ عذاب نہیں دیں گے لیکن قادر ضرور ہیں جیساکہ خدائے پاک کا ارشاد ہے قل ھو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم او من تحت ارجلکم دوسری جگہ فرمایا ولو شئنا لاٰتینا کل نفس ھداھا ولکن حق القول منی لاملئن جھنم من الجنۃ والناس اجمعین اس میں وعدہ ہے کہ جہنم کو انسانوں سے اور جنات سے بھر دینگے مگر اس کے خلاف پر قدرت ضرور ہے جسکو فرمایا کہ اگر ہم چاہیں تو سب کو ہدایت دیں جب سبکو ہدایت دیدیں تو جہنم کو کس طرح بھریں گے پھر جہنم میں کون جائے گا حدیث پاک میں بعض صحابہ کا نام لیکر فرمادیا کہ یہ جنتی ہیں جن میں حضرت عمرؓ بھی ہیں اور حضرت عمرؓ کو اس حدیث کی خبر بھی ہے پھر بھی حضرت حذیفہ سے چپکے سے دریافت کرتے تھے کہ منافقین میں میرا نام تو نہیں؟

کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منافقین کے نام بتا رکھے تھے کہ فلاں فلاں شخص منافق ہے اور منافق جنت میں نہیں جائیں گے وہ دوزخی ہیں جیسا کہ فرمایا گیا ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار جنت کا وعدہ ہونے کے باوجود بھی حضرت حذیفہ سے پوچھتے ہیں کہ منافقین میں میرا نام تو نہیں کیونکہ خدا کو اس پر قدرت ضرور ہے۔ جب بادل آتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پریشان ہو جاتے لوگوں نے عرض کیا کہ بادل کو دیکھ کر تو سب خوش ہوتے ہیں کہ برسے گا مگر آپ پریشان ہو جاتے ہیں کیا بات ہے ارشاد فرمایا کہ پچھلی بعض امتوں پر عذاب بادل کی شکل میں آیا اس کا کیا اطمینان ہے کہ اس میں عذاب نہیں۔ حالانکہ آپ سے وعدہ تھا کہ عام عذاب نہیں دینے کا مگر جانتے تھے کہ قدرت ضرور ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا گیا فلما راوہ عارضا مستقبل اودیتہم قالوا ھذا عارض ممطرنا بل ھو ما استعجلتم بہ ریح فیھا عذاب الیم تدمر کل شئ بامر ربھا {الیٰ اخر الاٰیۃ} اس امکانِ کذب کا نام حضرت شیخ الہند نے توسیعِ قدرت رکھا ہے۔

غیر مقلدین میں تقلید بدرجۂ اتم موجود ہے

ارشاد فرمایا کہ غیر مقلدین تقلید کو بہت بُرا بلکہ شرک مانتے ہیں مگر ان لوگوں کو لفظ تقلید سے چڑ ہے مضمون اس کا بدرجۂ اتم ان کے اندر موجود ہے ان کی تقلید کا یہ عالم ہے کہ علامہ شوکانی نے تفسیر فتح القدیر لکھی تو نواب صدیق حسن خاں صاحب نے تفسیر لکھی اور اس کا نام رکھا تفسیر فتح البیان

فتح القدیر ہی سے ماخوذ ہے۔ علامہ شوکانی نے رسالہ لکھا " ارشاد الفحول فی علم الاصول"
تو نواب صدیق حسن خاں صاحب نے لکھا " حصول المامول فی علم الاصول "
جو کہ اسی کا خلاصہ ہے۔ ہر جگہ یہ تقلید کرتے نظر آتے ہیں خلع پر بحث کرتے ہوئے
شوکانی نے لکھا خلع فسخ ہے طلاق نہیں تو نواب صدیق حسن خاں صاحب نے
بھی لکھا کہ خلع فسخ ہے طلاق نہیں۔ دوسرے مقام پر علامہ شوکانی کی رائے بدل گئی
اور کہا کہ خلع طلاق ہے فسخ نہیں ہے تو نواب صاحب بھی لکھتے ہیں کہ خلع طلاق
ہے فسخ نہیں ہے تیسرے مقام پر شوکانی نے لکھا کہ دراصل خلع خنثیٰ مشکل ہے
نہ فسخ نہ طلاق بلکہ بین بین ہے اسی طرح نواب صاحب نے بھی لکھا۔ یہ
تقلید ہے یا غیر تقلید۔ نواب صاحب تقریباً ایک سو برس کے بعد شوکانی سے
مدد مانگ رہے ہیں۔ یوں کہیں کہ جب ان حنفیوں نے سرہانے پائنتی ہر
طرف سے گھیر لیا کسی طرف جگہ نہیں کہ نکل سکیں تب شوکانی سے مدد چاہی۔ شعر

زمرۂ رائے در افتاد بارباب سنن ٭ شیخ سنت مددے قاضی شوکاں مددے

کسی حنفی کو نہیں دیکھا ہوگا کہ بحث مباحثہ میں پریشان ہو کر امام ابو حنیفہ کو پکارتا
ہو اور استغاثہ کرتا ہو۔ ایک جگہ کسی غیر مقلد سے گفتگو ہوئی تو اس نے کہا کہ ــ
اقوال رجال پیش نہ کیجئے۔ حدیث صحیح صریح مرفوع متصل پیش کیجئے۔ میں نے کہا کہ
آپ ذرا حدیث صحیح صریح مرفوع متصل کی تعریف کر دیجئے۔ مگر اقوال رجال پیش
نہ کیجئے بلکہ اس کے لئے حدیث صحیح صریح مرفوع متصل پیش کیجئے۔ اسکے بعد انھوں نے
کہا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ابو حنیفہؒ کو بڑا امام مانو!
میں نے کہا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امام بخاری کو
بڑا امام مانو اس پر وہ خاموش ہو گئے۔

سُلوک و تصوّف

فتوحاتِ مکیّہ قابلِ مُطالعہ کتاب ہے

ارشاد فرمایا کہ

شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ نے اپنے ایک مُسترشد کی فرمائش پر کتاب لکھی "فتوحات مکیہ" جو موٹی موٹی آٹھ جلدوں میں ہے اسکو خانۂ کعبہ کی چھت پر رکھا اور دعا کی کہ یا اللہ جو چیز اس میں آپ کے منشاء مبارک کے خلاف ہو وہ مٹ جائے بارش میں دُھل جائے ہوا میں اُڑ جائے ! اُس سال ہوائیں بھی بہت چلیں بارشیں بھی خوب ہوئیں مگر اُس میں سے کچھ بھی نہ مٹا اسکے بعد اس کے پڑھنے کی اجازت دی۔

مشکل بہت ہے علماء سے بھی حل ہونا مشکل : شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ نے اسکو آسان کرکے لکھا اس کا نام رکھا "الیواقیت والجواہر" انھوں نے لکھا ہے کہ ہر مبحث کو شروع کرتے وقت میں نے پوری کتاب (فتوحات مکیّہ) کا مطالعہ کیا اسکے بعد مبحث شروع کی اور اس کتاب کی تصنیف میں ایک ماہ کی مدت لگی تو اس طرح روزانہ پچیس جلدوں کے مطالعہ کی نوبت آتی تھی اسکو اُسوقت کے علماء نے میری

کرامات میں شمار کیا ہے۔ سب سے پہلے میں اپنی کرامت پر ایمان لاتا ہوں کیونکہ انھوں نے
خود کرامت کی بحث میں لکھا ہے کہ صاحب کرامت کا خود اپنی کرامت پر ایمان لانا ضروری ہے
میرے (حضرت اقدس دام مجدہم کے) بھی جی میں آیا کہ اسکو دیکھوں پڑھنا شروع کیا تو
عبارت آئی ماخطو ببالک فالله خلاف ذالک میں نے سوچنا شروع کیا
کہ یہ کیا عبارت ہے! ہمارے جی میں تو یہ آوے کہ اللہ ایک ہے تو اللہ کے ایک ہونیکا خطرہ
جو آیا تو کیا اللہ اس کے خلاف ہے پریشان ہو کے کتاب بند کر کے رکھدی کہ یہ کتاب
میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ آخر شب میں دل میں یہ بات آئی کہ یہ کلام درحقیقت خدا کی
حقیقت کے بارے میں فرمارہے ہیں کہ خدا کی حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ دل میں آوے خدا
کی ذات اس سے بالاتر ہے تب پھر پڑھنا شروع کیا۔

وہ کتاب مدرسہ کی تھی پھر میں نے وہ کتاب ذاتی بمبئی سے خریدی اسکو پڑھ کے
ختم کیا اس کے تمام مضامین کی فہرست بنائی میرے استاذ مولانا عبدالرحمٰن صاحب
کامل پوری اس کتاب سے بہت محبت کیا کرتے تھے اسباق میں بھی اسکے مضامین
کو بیان کیا کرتے تھے وہ پاکستان تشریف لے گئے تو میں نے ان کی خدمت میں وہ
کتاب دہیں بھیجدی تھی جس پر انھوں نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا تھا۔

ترقی کیلئے فنائیتِ شیخ ضروری ہے

ارشاد فرمایا کہ شیخ کی توجہ اگر نہو تو مرید ایک
قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتا دراصل شیخ کی توجہ اسکو لیکر چلتی ہے مگر اس کے لئے فنائیت شیخ
اور عقیدت و محبت کی ضرورت ہے آجکل یہی مفقود ہے حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے
ایک مرید حضرت جلال الدین تھانیسری تھے ذکر وغیرہ خوب کرتے تھے حضرت کو خط لکھا کہ
نفع نہیں ہوتا تو فرمایا کہ اگرچہ دیر است ۔ آہو بچنگ شیر است۔

شیخ ہر شخص نہیں بن سکتا

ارشاد فرمایا کہ مولانا وصی اللہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ ولی ہر شخص بن سکتا ہے مگر شیخ ہر شخص نہیں بن سکتا ولی تو یہ ہے کہ اسکو بتا دیا کہ فلاں دوا کھانا اور فلاں چیز سے پرہیز کرنا بس یہ معاملہ اسکی ذات کی حد تک ہے۔ مگر شیخ کا تو مسئلہ ایسا ہے کہ مخلوق کے ساتھ اس کا تعلق ہوتا ہے مختلف بیماریوں کی تشخیص اور ان کا علاج کرنا پڑتا ہے اور مخلوق کو واصل الی الحق کرنا ہے یہ ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔

ذرا اس مسجد میں جھاڑو دیدو

ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے تو ان بزرگ نے فرمایا کہ ذرا اس مسجد میں جھاڑو دیدو ! وہ صاحب نکل کر چلے گئے راستہ میں کسی شخص سے ملاقات ہوئی جو ان بزرگ کی مجلس میں اسوقت موجود تھے انھوں نے ان سے پوچھا کہ تم نہیں آرہے ہو کیا بات ہے کیا جھاڑو دینے کو جو کہا وہ ناگوار گذرا ؟

تو انھوں نے کہا کہ یہ بات نہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ مسجد میں کوڑا وغیرہ کچھ نہ تھا بلکہ کوڑا تو وہاں پر میں ہی تھا اسلئے چلا آیا۔

شان وشوکت کیلئے کھلانا بے سود ہے

ارشاد فرمایا کہ حضرت گنگوہیؒ کا ایک معتقد تھا اس نے بیان کیا کہ ہمارے گاؤں میں بہت زیادہ طاعون پھیل گیا ایک بزرگ نے کہا کہ اللہ کے نام پر کھانا کھلانا چاہئے چنانچہ خوب پکایا گیا اور کھانا نکالنے سے پہلے فقراء میں سے ایک لمبے قد کا آدمی آیا اور کھانا مانگا لوگوں نے کہا کہ تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ جلدی نہ کرو تو اس نے کہا کہ میں فقیم قسم کا آدمی ہوں بھوکا ہوں مجھ کو ایک پلیٹ دیدو ! مگر لوگوں نے نہیں دیا اور اس کو

ڈانٹ ڈپٹ کردیا اور کہا کہ سب کے ساتھ بٹھا کر شاندار طریقہ پر کھلائیں گے۔
وہ تیزی سے لوٹنے لگا اور اتنا تیزی سے گیا کہ مجھے اسکے پیچھے چلنا دشوار ہوگیا تو میں نے پکارا کہ کہا اتنا جلدی نہ کرو آبادی سے باہر کیوں نکلے جارہے ہو میں تمکو کھلادوں گا! تو اس نے کہا کہ میں بھوکا وغیرہ کچھ نہیں ہوں بلکہ میں قوم جنات سے ہوں دیکھو ہمارا پڑاؤ وہاں پر ہے اس نے اپنی قوم کے لوگوں کو دکھایا اور کہا کہ میں صرف آزمائش اور امتحان کیلئے آیا ہوں کہ تم لوگ خدا سے ڈرکر کھلارہے ہو یا محض شان وشوکت کیلئے ہے؟
اسلئے صبح کی اذان کے وقت تم پر ہمارا حملہ ہوگا اگر تمکو اس سے بچنا ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ تم اپنے اہل وعیال کو لیکر یہاں سے چلدو چنانچہ وہ شخص وہاں سے چلا گیا۔ صبح کو معلوم ہوا کہ اسکے گلٹی نکلی اس کے نکلی وغیرہ وغیرہ مستقل جنازے نکلنے لگے۔

اس مجلس میں کون چشتی ہے

ارشاد فرمایا کہ حضرت مرزا جان جاناں قدس اللہ سرہ ایکمرتبہ سلسلۂ ذکر مریدین جاری فرمایا اور گردن جھکاتے ہوئے مریدین پر توجہ ڈال رہے تھے! گردن اٹھا کر فرمایا کہ اس مجلس میں کون چشتی ہے؟ تو ایک شخص نے اٹھکر کہا کہ حضرت! یہ خادم ہے۔ فرمایا کہ ہاں ہاں میں بھی سوچ رہا تھا کہ میری توجہ کیوں واپس لوٹ رہی ہے اور کیوں قبول نہیں کر رہا ہے۔
حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھکو روئے زمین کا کشف حاصل ہے تمام روئے زمین میرے سامنے مثل خطوط کف دست ہے۔ آج مرزا مظہر جانِ جاناں سے اونچا کوئی شخص نہیں ہے۔

حضرت! سماع سُننے کو جی چاہتا ہے

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا ظفر احمد صاحبؒ بیعت تھے حضرت سہارن پوریؒ سے ایک مرتبہ عرض کیا کہ حضرت! سماع سننے کو جی چاہتا ہے تو حضرت سہارنپوری نے فرمایا کہ میاں ظفر احمد! تمہارا ذکر سماع سے کیا کم ہے ؏۔

گر ہوس کشد کہ بہ سیر سرو و سمن درآ   تو ز غنچہ کم نہ دمیدئی در دل کشا بہ چمن درآ

حضرت سہارن پوری کا سفر حجاز پیش آیا اس درمیان مولانا ظفر احمد صاحب نے کوئی خواب دیکھا جس کا حاصل یہ تھا کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے عرض کیا کہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے صاحب نسبت کر دیں۔ انھوں نے فرمایا کہ نسبت تو تمکو حاصل ہے اگر اصلاح اخلاق چاہتے ہو تو اپنے ماموں کی طرف رجوع کرو! چنانچہ رجوع کیا پھر کچھ مدت بعد حضرت تھانویؒ نے ان کو اجازت بھی مرحمت فرمادی۔

حضرت تھانویؒ اس خواب پر فرماتے تھے کہ افسوس میں مُردوں میں بھی بدنام ہوا۔

گنگوہ کے تالاب پر الا اللہ کی ضربیں

ارشاد فرمایا (عید الفطر کے تیسرے دن گنگوہ سے واپس تشریف لاکر) کہ حضرت قطب عالم مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خانقاہ کے بازو کا جو تالاب ہے وہ اُس زمانہ میں آج سے دوگنا تھا اس میں صبح ہی صبح تہجد کے وقت دھوبی کپڑے دھویا کرتے تھے اور کپڑوں کو چھانٹتے ہوئے کپڑا اٹھا کر کہتے تھے لا الٰہ اور کپڑے کو زور سے نیچے مار کر کہتے تھے الا اللہ اسطرح تمام دھوبی لا الٰہ الا اللہ لا الٰہ الا اللہ الا اللہ الا اللہ کی زور سے ضربیں ایسی لگاتے تھے کہ رات کے اندھیرے میں دو میل دور تک یہ آواز جاتی تھی اور سہارن پور سے آنے والے

(ریل گاڑیوں اور بسوں میں) اسکو سُنا کرتے تھے ۔

لیلیٰ تو میں ہی ہوں

صبح جو حضرت رائپوری کے ملفوظات پڑھے اس میں یہ تھا کہ جب محبت انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو محبوب کے اوصاف محب میں منتقل ہو جاتے ہیں چنانچہ مجنون کا یہ حال تھا کہ جب کوئی لیلیٰ کو پکارتا تھا تو وہ یہ سمجھتا تھا کہ مجھے پکارا گیا ہے اور یہ کہتا تھا کہ لیلیٰ تو میں ہی ہوں !

اس پر حضرتِ والا نے فرمایا کہ صبح سے ایک بات میرے جی میں بھی آرہی ہے کہ محبت میں جب محبوب کے صفات محب میں آجاتے ہیں اور محب اپنے آپ کو ہی سمجھنے لگتا ہے کہ میں ہی محبوب ہوں جیسا کہ مجنون اپنے آپ کو لیلیٰ سمجھتا تھا ۔

تو منصور نے جو انا الحق کہا وہاں بھی یہی صورت ہوئی کہ منصور نے اپنے آپ کو فنا کر لیا تھا اور ان کا وجود ذات باری تعالےٰ میں فنا ہو چکا تھا اسلئے انھوں نے انا الحق کہا کیونکہ مبتدا خبر میں جو حمل ہوتا ہے وہ دونوں مفہوم کے اعتبار سے الگ الگ ہوتے ہیں لیکن وجود کے اعتبار سے ایک ہوتے ہیں مثلاً زیدٌ شاعرٌ اس جملۂ اسمیہ میں زید کا مفہوم الگ ہے اور شاعر کا الگ ہے لیکن شاعر زید کے اندر ایسا فنا ہو چکا ہے کہ زید کی جو شخصیت ہے وہی شاعر بھی ہے ۔

اسی طرح انا الحق میں انا فنا ہو کر حق میں ایسا ختم ہو چکا ہے کہ انا کا کوئی مستقل وجود باقی نہیں رہا ۔ اسکے برعکس فرعون نے جو " انا ربکم الاعلیٰ " کا دعویٰ کیا اس میں اُس نے اپنی ذات اور انانیت کو فنا کرکے ربکم الاعلیٰ میں ضم کرنے کے بجائے ربکم الاعلیٰ کو اپنے اندر ختم کرنا چاہا تھا تو وہ مارا گیا ۔

انا الحق کی اور توجیہ بھی ہو سکتی ہیں ان میں سے ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ انا الحق خود متکلم کا کلام نہیں ہے بلکہ ایک آواز ہے جو انھوں نے سُنی تھی اُسی کو

وہ بول رہے تھے جیسا کہ ایک بزرگ کے پاس ایک عورت اپنا بچہ لیکر آئی کہ اس کو اچھا کردیں۔ تو انھوں نے جواب دیا کہ میں کون ہوں اچھا کرنے والا میں کوئی موسیٰ ہوں عیسیٰ ہوں؟ اس پر وہ عورت مایوس ہوکر چلی گئی۔ تو ان کو آواز آئی کہ تو کون عیسیٰ کون؟ موسیٰ کون؟ مامی کنیم مامی کنیم ہم کرتے ہیں! فوراً اس عورت کو بلوایا اور بچے پر مامی کنیم کہتے کہتے دم کیا۔ چنانچہ وہ لڑکا اچھا ہوگیا۔

یہ لفظ مامی کنیم ان بزرگ کا دعویٰ نہیں تھا بلکہ اس غیبی آواز پر مست ہوگئے تھے اور اس آواز کو مزے لے لیکر دہرا رہے تھے۔

جُبِّ مال جُبِّ جاہ

ارشاد فرمایا کہ دو جُب ہیں ایک جب مال اور ایک جب جاہ۔ حب مال اور حب جاہ کو میں جب مال وجاہ کہا کرتا ہوں۔ یہ دو جُب ایسے گہرے اور خطرناک ہیں کہ اس سے نکلنا مشکل ہوجاتا ہے (جُب کہتے ہیں تاریک کنویں کو ارشاد باری ہے والقوہ فی غیٰبت الجُب) اور اہل علم حضرات کو اس کا تسلیم کرنا بہت دشوار ہوتا ہے کسی طرح اس کا جواب نکال لیتے ہیں۔

وہ میرے مال میں خیانت کرتا ہے

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے کسی اجنبیہ کو غیر نظر سے دیکھا تو رات کو خواب میں کوئی کہنے والا کہتا ہے (اللہ تعالیٰ کہتے ہیں) کہ ساری مخلوق میری ہے دنیا میرا گھر ہے عورت دمرد میرے غلام و باندیاں ہیں۔ جو شخص میری اجازت کے بغیر انکی طرف نظر کرتا ہے تو وہ میرے مال میں خیانت کرتا ہے۔

نوجوان طبقہ کے ذریعہ مدرسہ کی بربادی

ارشاد فرمایا کہ گنگوہ میں مدرسۂ قدوسیہ تھا اسکے

ناظم حکیم محمد یوسف صاحب تھے مولانا زکریا صاحب قدوسی وہیں کے پڑھے ہوئے تھے گنگوہ کا نوجوان طبقہ اٹھا اور کہا کہ مدرسہ ہم چلائیں گے ۔ چنانچہ حکیم محمد یوسف صاحب نے مدرسہ کے تمام حسابات وغیرہ صاف کرکے ان کے حوالہ کردیئے ۔

نوجوانوں نے اپنے ہاتھ میں لیتے ہی کہا کہ فلاں چیز برابر نہیں فلاں چیز برابر نہیں اسکو ٹھیک کرنا چاہیئے پیسہ پاس نہیں تھا اسلئے طے کیا کہ حکومت سے مدد لینی چاہیئے چنانچہ مدد لی گئی حکومت کی طرف سے آدمی آتا تھا اور حسابات چیک کرتا تعلیم کا معائنہ کرتا تھا حکومت کی طرف سے ممتحن آیا اور سب طلباء کو فیل کرکے اساتذہ کو نااہل قرار دیدیا ۔ حکومت کے مدرسین آئے ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کل ڈیڑھ سال ہی میں وہ مدرسہ بند ہوگیا اب اسکی دیواریں منہدم پڑی ہوتی ہیں ۔

اسی وجہ سے میں کہا کرتا ہوں کہ کوئی فریق چلائے مگر مدرسہ چلنا چاہیئے بند نہ ہونا چاہیئے اختلافات سے تناؤ اور بعد پیدا ہوتا ہے ۔

اختلاف کیوجہ سے مدرسہ بند نہ ہونا چاہیئے

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ سہارن پور کے مدرسہ میں اختلاف ہوا تو کچھ طلباء کا نام خارج کردیا گیا طلباء نے کہا کہ ہم نہیں جائیں گے اور کمرہ خالی نہیں کیا ۔

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے تمام اساتذہ کو اپنے گھر میں جمع فرمایا اور کہا کہ کیا بات ہے اور ایسا کیوں ہوا اگر یہ نظامت کی وجہ سے ہے تو نظامت یہ رکھی جس کا جی چاہے اٹھالو ۔ میں ناظم صاحب کی طرف سے کہہ رہا ہوں اور اگر میری وجہ سے ہے تو میں کل ہی سہارن پور چھوڑ کر چلا جاؤں گا ۔

اور اگر جس اخلاص پر اکابر نے مدرسہ قائم کیا تھا اسکی مدت ختم ہوگئی تو

مدرسہ بند کرنے کا ہم اعلان کردیں گے اور پھر فتوے پوچھتے رہیں گے کہ ان عمارت کو کیا کیا جائے؟ کتب خانہ کو کیا کیا جائے؟ اس پر سب نے کہا کہ نہیں۔ نہیں مدرسہ بند نہ کیا جائے۔

ایک سبق کا حرج ناقابلِ تلافی نقصان ہے

ارشاد فرمایا کہ مجھے ایسے شخص سے بہت اذیت ہوتی ہے جو طلبا کا حرج کرتا ہے مجھے تو سالہا سال گذر جاتے تھے میری چھٹی کی درخواست نہیں ہوتی تھی بیمار رہتا تھا اسکے باوجود پڑھاتا تھا محض اس اندیشہ سے کہ طلبار کا حرج نہو!

حضرت شیخ کے چچا (حضرت مولانا الیاس صاحبؒ) حجاز سے سہارنپور واپس تشریف لا رہے تھے اور ٹرین ایسے وقت پہنچ رہی تھی کہ وہ وقت حضرت شیخ کے سبق کا وقت تھا چنانچہ حضرت شیخ اسٹیشن تشریف نہیں لے گئے کہ طلبا کا حرج ہوگا۔ میں جب دیوبند میں پڑھتا تھا تو مجھے معلوم ہوا کہ شیخ کی طبیعت خراب ہے تو میں نے خط لکھا کہ معلوم ہوا کہ آپ کی طبیعت ناساز ہے جی چاہتا ہے کہ آکر دیکھ لوں صرف ایک سبق کا حرج ہوگا۔ تو حضرت شیخ نے جواب دیا کہ ایک سبق کا حرج تو بہت ہے صرف ایک حدیث کا بھی استاذ کی نظروں سے چھوٹ جانا میرے نزدیک ناقابل تلافی نقصان ہے۔

میرے والد صاحب بیمار تھے لوگ آتے رہتے تھے اسکے باوجود بھی گھر ہی پر سبق پڑھاتے تھے طلبا گھر آجایا کرتے تھے صرف اس وجہ سے کہ طلبا کا حرج نہ ہو۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ جیل میں تھے وہاں ایک شخص کو ــــ قرآن شریف شروع کرادیا تھا قرآن ابھی کچھ باقی رہ گیا تھا۔ جیل سے رہائی کا مولانا کو

پروانہ مل گیا اور جیل والوں نے کہدیا کہ آپ جا سکتے ہیں ۔ اس پڑھنے والے نے کہا کہ آپ اگر چلے جائیں گے تو میرے قرآن کا کیا ہوگا ۔ تو فرمایا کہ نہیں ۔ میں ٹھہروں گا چنانچہ اس کا قرآن شریف پورا کرایا اسکے بعد جیل سے تشریف لے گئے ۔

آجکل تو اساتذہ چھٹی کا بہانہ ڈھونڈتے ہیں کہ چھٹی کب ملے بس اساتذہ دو گھنٹہ یا زیادہ سے زیادہ تین گھنٹہ پڑھاتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ ہم اتنا دماغ کہاں سے لائیں اور جب تنخواہ کا مسئلہ آتے تو ہر شخص لڑنے کو تیار ۔

آخرت میں پتہ چلے گا بلکہ دنیا ہی میں پتہ چل جائے گا علم سے جو عزتِ نفس حاصل تھی اور علم کا جو وقار تھا وہ ختم ہوگیا لوگوں کے قلوب سے علم اور علماء کی وقعت ختم ہوگئی ۔

اس دنیا کو خدا نے دارُالاحتیاج بنایا ہے

ارشاد فرمایا کہ کلکتہ میں ایک ڈاکٹر کے پاس آنکھ کا معائنہ کرانے جایا کرتا تھا تو وہ ایک دن کہنے لگا کہ آپ تو سادھو آدمی ہیں ہر چیز جانتے ہیں میرے باپ ہیں {مجھ کو باپ کہا کرتا تھا} ذرا یہ تو بتاؤ کہ آپ تو سادھو ہیں آنکھ میں موتیا آگیا تو میرے پاس دکھانے کیوں آتے ؟ میں ہنسنے لگا تو اس نے کہا کہ یہ بات میں نے بہت لوگوں سے پوچھی تو کسی نے جواب نہ دیا سب ہنس دیتے ہیں مگر جواب نہیں دیتے ۔ میں نے کہا کہ اس وجہ سے ہنس رہا ہوں کہ آپ اتنی سی معمولی بات پوچھ رہے ہیں ۔ میں نے کہا کہ اس دنیا میں خدا نے بڑے سے بڑے آدمی کو چھوٹے سے چھوٹے کا محتاج بنایا ہے اس دنیا کو خدا نے دارالاحتیاج بنایا ہے ۔ ہر ایک دوسرے کا محتاج ہے یہ نظامِ قدرت یوں ہی چل رہا ہے ۔ اچھی طرح تفصیل سے سمجھایا ۔ آپ ڈاکٹر ہیں بڑے ماہر ہیں آنکھ جیسے نازک عضو کا آپریشن کرتے ہیں لیکن آپ کے

دونوں کندھوں کے درمیان پھانس چبھ جائے تو دوسروں سے کیوں نکلواتے ہیں خود کیوں نہیں نکال لیتے آپ کی آنت میں تکلیف ہوئی دوسروں سے کیوں آپریشن کرایا خود کیوں نہیں کرلیا کیا وجہ ہے؟

خفا نہ ہوئیو اس سے جو آگے لکھوا رہا ہوں

ایک صاحب کا خط آیا تھا جس میں لکھا تھا کہ بچے کی طبیعت خراب ہے اور میں اعتکاف میں ہوں۔ تو حضرت نے جواب لکھوایا کہ آپ کے اعتکاف سے مسرت ہے مجھ سے تو کچھ نہیں کیا جاتا۔ پھر احقر {راقم الحروف} کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا خفا نہ ہوئیو اس سے جو آگے لکھوا رہا ہوں۔ فرمایا لکھو!

حدیث پاک میں ہے کہ رمضان المبارک میں شیاطین قید کردیئے جاتے ہیں یہاں تو میرے حق میں جو شیاطین سال بھر قید رہیں {اس سے مراد احقر اور دیگر رفقاء حاضرین} وہ بھی چھوٹ جاتے ہیں کوئی کوئی ایسا ہے جو نہ چھوٹتا ہو لیکن جو نہیں چھوٹتا وہ بھی دور سے تیر چلاتا رہتا ہے {اس سے مراد وہ صاحب خط ہیں} پھر جب حضرت والا اٹھنے لگے تو احقر کی طرف دیکھ کر مسکرا کر فرمایا کہ سمجھ گئے؟ باقی اتنی بات ہے کہ یہ شیاطین ستاتے نہیں۔

ایک ہفتہ کے بعد ارشاد فرمایا کہ آج اُن صاحب کا خط آیا ہے جن کو لکھا تھا کہ میرے حق میں جو شیاطین سال بھر قید رہیں وہ بھی چھوٹ جاویں اور جو نہ چھوٹیں وہ دور سے تیر چلاتے رہیں۔ اس پر اُنھوں نے لکھا ہے کہ آپ نے صحیح ترجمانی فرمائی اور میرے حال کی صحیح تصویر کھینچی اسی لئے حضرت شیخ اور آپ کی طرف رجوع ہوا ہوں۔ تو میں نے جواب میں لکھا کہ اہل قلب حضرات کا یہی حال ہوتا ہے کہ ہر

برائی کی اپنی طرف نسبت کرلیا کرتے ہیں اور اپنے کو کمترین خلائق سمجھتے ہیں۔

خدائے پاک اس مغرور (حضرت کی اس تواضع اور انکساری کو خدائے پاک ہمارے اندر بھی پیدا فرمائے آمین) کو بھی اس کا کچھ حصہ عطا فرمائے۔ آپ نے پہلے خط میں لڑکی کا نام پوچھا تھا جو لکھنے سے بھول گیا تھا اسماء نام مناسب ہے۔

اخلاص کلی مشکک ہے

حافظ محمد طیب صاحب مکتبہ نعمانیہ نے سوال کیا کہ حضرت اخلاص کیا چیز ہے بعض چیزیں ایسی ہیں کہ اس میں اخلاص کی کمی معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً مہتمم مدرسہ چندہ کیلئے جائیں تو دینے والا پچاس روپیہ دیتا ہے اور اگر مہتمم ہی کا بھیجا ہوا سفیر جائے تو دینے والا پانچ روپیہ دیتا ہے۔ کیا یہ فرق مراتب اخلاص کے منافی تو نہیں تو اس پر ارشاد فرمایا کہ اخلاص کلی مشکک ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لیلینی منکم اولوالاحلام والنھی نماز میں میرے قریب وہ لوگ کھڑے ہوں جو زیادہ سمجھدار ہوں کوئی حادثہ پیش آجائے نماز میں نماز فاسد ہونے کا یا سہو کا اگر سمجھدار آدمی ہوں گے تو سنبھال لیں گے پھر ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مدرسہ کے سفیر میرے پاس آئے میں نے اتنے پیسے دیدیئے انھوں نے رسید دی۔ رسید دیکھی تو اس میں آپ کا نام لکھا ہوا تھا یعنی مفتی صاحب تو میں نے اتنے روپے اور دیدیئے نام کی وجہ سے دیدیئے یہ چیز تو فطری ہے۔

حضرت تھانوی کے گھر ایک عورت گئیں حضرت کو اطلاع بھیجی کہ فلاں صاحب کی بیٹی ہیں حضرت نے کہلا بھیجا کہ جی خاص ہوتا ہوں۔ پتہ معلوم ہوا کہ بیٹی نہیں ہیں بیوی ہیں حضرت نے وہیں سے کہلا بھیجا کہ اس وقت نہیں آؤں گا دوسرے وقت آؤں گا۔

ایک ذات صاحب مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور آئے اور خواہش ظاہر کی کہ حضرت تھانوی سے ملنا چاہتا ہوں سہارنپور کے مدرسہ کے مہتمم مولانا عنایت الٰہی صاحب تھے انھوں نے حضرت تھانوی کو

خط لکھا کہ نواب صاحب آتے ہوئے ہیں آپ سے ملنا چاہتے ہیں تشریف لے آدیں حضرت تھانوی نے جواب میں تحریر فرمایا کہ نواب صاحب کے کہنے سے تو میں نہیں آئیگا آپ اگر مدرسہ کی خاطر بلائیں تو جوتیاں چٹخارتا ہوا آجاؤں گا اسلئے فرق تو ہونا ہی ہے۔

اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کا پٹہ

ارشاد فرمایا کہ گھریلو کتا جو ہوتا ہے اس پر پٹہ بندھا رہتا ہے جبتک وہ مالک کے پاس رہتا ہے بالکل محفوظ رہتا ہے کوئی اسکو کچھ نہیں کرتا جب وہ مالک کے گھر کو چھوڑکر دوسری جگہ جاتا ہے تو ہر دروازے سے دھتکار دیا جاتا ہے۔ بس یہی حال ہے مسلمان کا کہ اسکے گلے میں اللہ ورسول کی اطاعت کا پٹہ لگا ہوا ہے جبتک وہ اللہ و رسول کے احکام پر چلتا ہے تو سارے فتنوں سے محفوظ رہتا ہے ورنہ ہر جگہ ذلیل ورسوا ہوتا ہے دھتکار دیا جاتا ہے۔

تمہارے قدموں کے نیچے سے پانی اُبلتا

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب کو پیاس لگ رہی تھی دیکھا کہ ایک کنواں ہے اس میں ایک ہرنی پانی پی رہی ہے اور پانی اوپر تک آرہا ہے۔ یہ وہاں پہنچے ہرنی ان کو دیکھ کر چلی گئی پانی نیچے اتر گیا۔ یہ چلدیئے وہاں سے انھوں نے کہا کہ افسوس! میری قدر آپ کے یہاں ہرنی کے برابر بھی نہیں۔ آواز آئی ہرنی بغیر پیالے اور بغیر رسی کے آئی تھی تمہارے پاس پیالہ بھی تھا رسی بھی تھی۔ جاؤ پی لو! اب آئے تو کنویں میں پانی اوپر تک آرہا تھا۔ پانی پی لیا اور اپنا پیالہ بھی بھر لیا چلم چلم آگے پہنچے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں۔ اُنھوں نے دیکھتے ہی فرمایا کہ اگر تم صبر کرتے تو تمہارے قدموں کے نیچے سے پانی ابلتا۔

ربطِ قلب بالشیخ کے معنیٰ

ارشاد فرمایا کہ ربط قلب بالشیخ کے معنیٰ یہ ہیں کہ قلب کو اپنے شیخ کیطرف متوجہ کردے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے فیضان شیخ کے قلب پر ہو رہا ہے اور ان کے واسطے سے میرے قلب پر ہو رہا ہے جسطرح حسیّ چیزیں باپ سے بیٹے کو ملتی ہیں کہ وہ روپیہ بھی دیتا ہے کپڑا بھی دیتا ہے کھانا بھی اسکے لئے لاتا ہے مٹھائی بھی لاتا ہے حالانکہ حقیقت میں باپ کے پاس بھی یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی آتی ہیں اسی طرح معنوی چیزیں بھی طالب کے قلب پر اس کے شیخ کی طرف سے وارد ہوتی ہیں اسکو محسوس ہوتا ہے کہ شیخ کے قلب سے یہ چیز آرہی ہے ظاہری چیزیں بھی بغیر واسطے کے نہیں آتی ہیں روٹی پکی پکائی اللہ تعالےٰ کی طرف سے آجاوے یہ نہیں کچھ ایسا ہی قصہ یہاں بھی ہے۔

حضرت سید احمد شہیدؒ کے ملفوظات کو مولانا عبد الحی صاحب اور مولانا اسماعیل شہیدؒ نے جمع کیا ہے ایک کتاب ہے صراطِ مستقیم، اس میں تصوف کی اصطلاحات ہیں ایک چیز اس میں ایسی ہے جس کی وجہ سے بہت ہی خطرناک صورت پیدا ہوگئی۔ مشائخ مختلف علاج کرتے ہیں جس شخص کے قلب پر وساوس اور خیالات کا ہجوم ہوتا ہے وہ تصور نہیں باندھ سکتا کہ حق تعالےٰ کی طرف سے مجھے فیض ہو رہا ہے یا میرے شیخ کی طرف سے پہنچ رہا ہے۔

قلب کیا ہے مستقل طور پر دہلی کا اسٹیشن ہے اِدھر کی گاڑی آرہی ہے اُدھر کی گاڑی آرہی ہے کوئی جارہی ہے کوئی آرہی ہے کچھ اِدھر کے مسافر ہیں کچھ اُدھر کے مسافر ہیں تو ایسے شخص کے علاج کے واسطے مشائخ صرفِ ہمت تجویز کرتے ہیں۔ صرفِ ہمت کے معنیٰ ہیں قلب کو کسی چیز کی طرف اس طرح

متوجہ کرنا کہ کسی دوسری چیز کی اس میں گنجائش نہ رہے اسکی حسی مثال ایسی ہے
جیسے کسی ایک دوکان پر قد آدم آئینہ لگا ہوا ہو بازار میں دوکان ہے سڑک پر
آدمی گذرتا ہے عورت گذرتی ہے گدھا بھی گذرتا ہے کتا گذرتا ہے ہر چیز کا عکس
اس میں آتا ہے۔ کوئی شخص یہ چاہے کہ اس میں عکس نہ آئے تو اسکی صورت
یہ ہے کہ اس آئینہ پر ایک سیاہ کپڑا لٹکا دیا جائے بس اس سیاہ کپڑے نے
اس سارے آئینہ کو گھیر لیا یہ ہے صرفِ ہمت۔ پہلے بعض مشائخ نے اسکو
تجویز کیا ہے کہ جس شخص کے اوپر وساوس کا ہجوم ہو اس کو صرفِ ہمت کرایا جائے
یعنی کسی ایک چیز کی طرف متوجہ کردے مثلاً اپنے شیخ کی طرف۔ شیخ کے تصور کو
قلب میں ایسا جمادے کہ کسی اور چیز کی گنجائش نہ رہے یا مثلاً اپنے باپ کی طرف
اپنے مکان کی طرف اپنی بھینس کی طرف جس چیز سے اسکو زیادہ تعلق ہو
محبت ہو اپنے گدھے کی طرف۔ گدھے کا تصور ایسا جما دیا کہ قلب میں کسی
چیز کی گنجائش ہی نہ رہی۔

مشائخ متاخرین کہتے ہیں کہ اس علاج کو اختیار نہ کیا جائے خاص کر نماز کی حالت
میں اگر کسی شخص نے صرفِ ہمت کیا کسی بزرگ کی طرف چاہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
ہی کی طرف صرفِ ہمت کیا تو اسکے معنی یہ ہیں کہ قلب میں حضور کے علاوہ کسی
چیز کی گنجائش نہیں ہے جب کسی چیز کی گنجائش نہیں رہی تو اب جو نماز میں کہتا
ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین تو کسے خطاب کر رہا ہے یہ تو اللہ تعالیٰ
کو خطاب نہیں کر رہا ہے صرفِ ہمت تو کر رکھا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف
اب سجدہ کرتا ہے تو حضور کے لئے رکوع کرتا ہے تو حضور کے لئے ساری نماز حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہو جائے گی۔ حالانکہ نماز توحیدِ خالص سکھاتی ہے

جس میں اللہ کے سوا کسی چیز کی گنجائش نہیں اللہ کی عبادت کرتا ہے اب یہ سارا
ساری عبادت جو اللہ کے لئے تھی وہ ہو گئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے۔ یہ
شرک بن گیا۔ چونکہ ہم کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت ہے اعلیٰ درجہ کی
اور عظمت بھی ہے حضور کی اعلیٰ درجہ کی ان ہی دو چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے
عبادت لہذا جو عبادت حق تعالےٰ کیلئے ہونی چاہیئے تھی وہ حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہوجائے گی بخلاف کسی اور چیز کے اگر گدھے کا تصور اس
طرح جمالیا کھیت کا تصور جمالیا گائے کا تصور جمالیا تو وہاں شرک کا احتمال نہیں اس
واسطے کہ ان چیزوں کا جو تصور آئے گا تو حقیر اور ذلیل ہوکر آئے گا اسکو خود ندامت
ہوگی کہ نماز جیسی عبادت اور اس میں ان حقیر ذلیل چیزوں کا تصور آگر میری تو نماز ہی
خراب ہوگئی اسلئے وہاں شرک کا احتمال نہیں۔

چنانچہ صراط مستقیم میں لکھا ہے کہ صرفِ ہمت اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کی طرف ہو تو یہ ٹھیک نہیں ہے یہ گاؤخر کے تصور سے بھی بدتر ہے اسلئے کہ گاؤخر
کا جو تصور آئے گا وہ ذلیل اور حقیر ہوکر آئے گا معبود بن کر نہیں آئے گا۔ اور
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں معبودیت کا شائبہ ہوکر وہ شرک ہوجائے گا

اب صرفِ ہمت کا ترجمہ کسی اللہ کے بندے نے کر دیا خیال حالانکہ خیال
آنا اور چیز ہے صرف ہمت کرنا اور چیز ہے نماز کو تو چونکہ سمجھ کر پڑھنے کا حکم ہے
نماز میں پڑھے گا محمد رسول اللہ تو تصور آئے گا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا
التحیات میں پڑھے گا السلام علیک ایہا النبی تو تصور آئے گا حضور کا
اس خیال کو منع نہیں کیا بلکہ منع کیا ہے صرف ہمت کو۔

چونکہ کتاب تصوف کی ہے لہذا جو شخص صرفِ ہمت کرنے کا مطلب سمجھتا ہے

وہ اس کا صحیح مطلب سمجھے گا اور جو تصوف کی کتاب کو نہیں سمجھتا وہ تو غلطی میں مبتلا ہوگا ۔ صرفِ ہمت سے تو یہ ہوتا ہے کہ ان وساوس اور خیالات پر ایسا پردہ ڈالدیتے ہیں سینہ پر کہ کسی چیز کا تصور نہیں رہتا سوائے اس چیز کے جسکی طرف صرفِ ہمت کر رکھا ہے اور یہ چیز ایک دم حاصل نہیں ہوتی ۔ آہستہ آہستہ کئی سال بعد حاصل ہوتی ہے ۔

ایک شخص کو کسی شیخ نے اُسکی بھینس کی طرف صرفِ ہمت کرایا اور تنہائی میں بٹھادیا جب چلہ پورا ہوگیا اور شیخ نے دروازہ کھولا اور اسکو بلایا تو کہتا ہے کہ کہاں کو آؤں وہ تو راستہ میں بھینس کھڑی ہے حالانکہ وہاں بھینس وغیرہ کچھ نہیں تھی اتنا شدید صرفِ ہمت اسکے اوپر ہوگیا تھا پھر بھینس سے صرفِ ہمت ہوگا شیخ کی طرف پھر شیخ کے شیخ کی طرف یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھر اللہ کی طرف یہ پورے چودہ سو سال کی مسافت طے کرنی ہے ۔ شعر

آتے آتے آئیگا ان کو خیال جاتے جاتے بے خیالی جائیگی

ربط قلب بالشیخ کی مزید وضاحت

عرض: حضرت نے پرسوں جو ربط قلب بالشیخ کی تفصیل ارشاد فرمائی تھی اگر اسکی مزید وضاحت ہوجائے تو بہتر ہے

ارشاد: میں دوسرا عنوان اختیار کرتا ہوں مرید کو شیخ کے ساتھ محبت ہوتی ہے اور یہ محبت بڑھتے بڑھتے درجۂ عشق تک پہنچ جاتی ہے جس کے بعد پھر اس کے اندر فنائیت آجاتی ہے فنائیت کا حاصل یہ ہے کہ اس کے اوصاف فنا ہوکر شیخ کے اوصاف اس کے اندر منتقل ہوجاتے ہیں بس جب شیخ کے اوصاف منتقل ہوتے ہیں تو وہ صاحب نسبت تو یہ ہوجاتا ہے ایک بات شیخ کے جی میں

آتی ہے وہی بات اسکے جی میں بھی آتی ہے شیخ ایک بات کو ناپسند کرتا ہے وہی بات اسکو بھی ناپسند ہوتی ہے اور بغیر کہے یہ چیز حاصل ہوتی ہے ۔

عرض :۔ یہ کوشش طالب کی طرف سے ہوتی ہے ؟

ارشاد : جی ہاں اگر شیخ کے قبضہ میں یہ بات ہوتی تو مشائخ کی اولاد محروم نہ رہتی سب سے زیادہ محبت ان کو اپنی اولاد سے ہوتی ہے اور اولاد میں ماشاء اللہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے ایک دفعہ حضرت سہارنپوریؒ کو خط لکھا تھا کہ میرا دل چاہتا ہے طبیعت میں تقاضہ ہے کہ کچھ روز آکر رہوں ؟ حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ تمکو مجھ سے کچھ حاصل کرنے کیلئے یہاں آنے کی ضرورت نہیں دور نزدیک سب برابر ہے یہ ہے ربط قلب بالشیخ ۔

عرض : اسکے اثرات کس طرح محسوس ہوں گے ؟

ارشاد : کس کو ۔۔ آپ کو ؟ {حافظ طیب صاحب} طالب کو تو محسوس ہوتا ہے کہ جی میں بات آرہی ہے مولانا عبداللہ صاحب گنگوہیؒ تیسیر المبتدی کے مصنف تھانہ بھون میں رہتے تھے بیعت تھے حضرت سہارنپوریؒ سے اگرچہ ابتداءً بیعت کی تھی حضرت گنگوہیؒ سے اسکے بعد رجوع کیا تھا حضرت سہارنپوریؒ سے بیٹھے بیٹھے تھانہ بھون میں تقاضہ ہوتا سہارنپور چلنے کا گھڑی میں دیکھتے معلوم ہوتا کہ وقت تو رہا نہیں ٹرین نکل گئی خیر مجھے تو جانا ضروری ہے چنانچہ ارادہ کرکے اصرار کرتے اور چلدیتے اور ریل مل جاتی یہاں سہارنپور پہنچتے تو حضرت فرماتے کہ میں تمہیں یاد ہی کررہا تھا ۔ ہاں حضرت یہی بات ہے ربط قلب کی ۔

مولانا عاشق الٰہی فرماتے ہیں میں سو رہا تھا حضرت سہارنپوری تشریف لائے اور مسجد میں قیام فرماکر چٹائی پر لیٹ گئے تہجد کیلئے اٹھکر حضرت سہارنپوریؒ نے

کنویں میں ڈول چھوڑا اِدھر مولانا عاشق الٰہیؒ نے خواب دیکھا حضرت سہارنپوری تشریف لائے ہیں اور کنویں میں ڈول چھوڑ رکھا ہے فوراً آنکھ کھلی {چونکہ مکان مسجد ہی کے متصل تھا} تو واقعی کنویں میں ڈول کی آواز تھی فوراً بھاگے ہوئے گئے تو دیکھا کہ حضرت سہارنپوری ہیں۔ بس یہی بات ہے ربط قلب کی۔

{مظفر نگر سے} کچھ میل کے فاصلہ پر ایک صاحب رہتے تھے جو حضرت سہارنپوری سے بیعت تھے ان کے دل میں وہاں سے تقاضہ پیدا ہوا کہ مظفر نگر اسٹیشن چلو وہ گھر کے کام وغیرہ سب چھوڑ چھاڑ کے تیزی کے ساتھ اسٹیشن مظفر نگر آئے اسٹیشن آکر دیکھا تو حضرت سہارنپوری کو دیکھا ملاقات ہوئی حضرت سہارنپوریؒ نے فرمایا کہ میری طبیعت میں تقاضا ہو رہا تھا کہ تم سے ملاقات ہو جاتی تو اچھا تھا۔ انھوں نے کہا حضرت بس یہی بات ہے {ربط قلب کی} اگر آپ سے ملاقات نہ ہوتی تو میں ڈاکٹر کے پاس جاتا کہ آخر میں یہاں آیا کیوں۔

اللہ معاف کرے آجکل تو جو طالبین ہیں ان کا بڑا پختہ عقیدہ ہے کہ غیب کی خبر تو اللہ کو ہے اور کسی کو تھوڑا ہی۔ اِن بزرگوں کو غیب کی خبر تو نہیں ہوتی جو چاہے کرو جو چاہے کرتے رہیں پھر وہاں بھی پہنچ جاتیں وہ کہتے نہیں۔

دیوبند کا واقعہ ہے ایک صاحب حضرت مدنیؒ سے بیعت تھے ان کی کچھ شکایتیں پہنچیں حضرت نے ان سے اعراض کیا رُخ بدل دیا دوسری طرف کو ان صاحب کو احساس ہوا انھوں نے پرچہ لکھ کر دیا کہ اگر میری کچھ شکایتیں پہنچی ہوں تو پہلے اسکی تحقیق کر لیتے اگر شرعاً اس کا ثبوت ہو جاتا تو میرے لئے کوئی سزا تجویز کر دی جاتی ان صاحب نے یہ پرچہ تنہائی میں دیا۔ حضرت نے پرچہ پڑھا اور فرمایا کہ آپ کو کچھ شرم معلوم نہیں ہوتی ایسا لکھتے ہوئے۔ مجھ سے کہتے ہیں کہ شرعی ثبوت تو ہوتا

یہاں آنے سے پہلے فلاں مقام پر آپ کا فلاں واقعہ ہے فلاں مقام پر فلاں واقعہ ہے بہت سارے واقعات دیوبند آنے سے پہلے کے حضرت نے بتا دیئے اور فرمایا کہ مجھ سے کہتے ہیں کہ کوئی شرعی ثبوت ہوتا آپ مطمئن ہیں کہ کیا بات ہے ۔ ہمیں کیا خبر خدا ہی کو خبر ہے یہ بات بھی صحیح ہے کہ غیب کی خبر خدا ہی کو ہے لیکن چہرے سے اندازہ ہو جاتا ہے کیوں فرمایا گیا کہ فراست مومن سے بچو اتقوا فراسة المومن فانه ينظر بنور الله نیکی ہو اس کا اثر بھی چہرے پر ظاہر ہوتا ہے نافرمانی ہو اس کا اثر بھی چہرے پر ظاہر ہوتا ہے ۔ ایک روز حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے فرمایا کہ تبلیغ کی ضرورت سمجھ میں نہیں آسکتی جب تک امت کے عیوب و ذنوب کا پورا انکشاف نہ ہو اور اتنی ہمدردی کا تقاضہ نہ ہو کہ ان کے اوپر پردہ ڈالنے اور ان کو چھپانے کی پوری کوشش کی جائے بے چین ہو جائے ان کے چھپانے کیلئے اسوقت تک تبلیغ کی ضرورت سمجھ میں نہیں آتی ۔

خواب کی چار قسمیں

ارشاد فرمایا کہ اب خواب شروع ہو گئے بھائی (رمضان المبارک کا) دوسرا عشرہ خوابوں کا ہے روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خواب کئی قسم کے ہوتے ہیں (۱) ایک خواب رات دن کے ماحول اور تخیلات سے ہوتا ہے لونڈے نے خواب میں دیکھا کہ میں کھیل رہا ہوں ساتھیوں کے ساتھ کھیلتے کھیلتے تقاضہ پیشاب کا ہوا جا کے نالی پر بیٹھا پیشاب کی دھار ماری وہ بستر پر گری ۔ بنیا دیکھتا ہے کہ وہ سودا تول رہا ہے ترازو باٹ لئے ہوئے ہے ۔ مولانا صاحب دیکھتے ہیں کہ میں جلالین شریف پڑھا رہا ہوں ۔ غرض جس مشغلہ میں رات دن لگا ہوا ہے وہی دیکھتا ہے وہ خواب تو کوئی تعبیر طلب نہیں ہوتا کیونکہ یہ رات دن کے ماحول کا اثر ہوتا ہے اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ خواب دماغی تخیلات اور ماحول کے اثرات سے کم خالی ہوتا ہے

شیطان ہر شخص کی عبادت میں سے اپنا کچھ حصہ ضرور نکال لیتا ہے ادھر کی بات جی میں ڈالدی اُدھر کی بات جی میں ڈالدی شیطان بھی کچھ نہ کچھ کرتا رہتا ہے اور کچھ نہیں تو نظر ہی سہی دیوار پہ نظر پہنچ گئی اسی کو دیکھنے لگے کہ کیا لکھا ہوا ہے۔

(۲) اور ایک خواب ہوتا ہے جسکو تحزین من الشیطان کہتے ہیں مثلاً ایک طالب علم ہے بڑے اطمینان کے ساتھ پڑھ رہا ہے تعلیم میں مشغول ہے اسکو خواب دکھلایا کہ تمہاری والدہ بیمار ہے گھر میں آگ لگ گئی۔ فلاں مرگیا تاکہ اس بیچارے کو خواہ مخواہ کی پریشانی ہو یہ شیطان دکھلاتا ہے جب ایسا خواب دیکھے لاحول پڑھ لے اور بائیں طرف تھوک دے اور دعا کرے کہ یا اللہ اس پریشان خواب کے بُرے اثرات سے محفوظ فرما۔ اور کسی سے کہنے کی ضرورت نہیں۔

(۳) ایک خواب خلط کے اثرات سے ہوتا ہے سودا صفرا، بلغم اخلاط ہیں ان اخلاط کے اثرات سے بھی ہوتا ہے جس شخص کے اوپر خلط سودا کا غلبہ ہوتا ہے وہ کالی کالی چیزیں دیکھتا ہے بھینس ہے سانپ ہے کالا درخت ہے کالا پہاڑ ہے یہ سب چیزیں کالی کالی نظر آتی ہیں۔

(۴) ایک خواب ہوتا ہے واقعی۔ واقعی خواب کی دو صورتیں ہیں ایک عینی ایک تمثیلی۔ تمثیلی کا حاصل یہ ہے کہ یہ ایک عالم ہے صوفیاء اس کے قائل ہیں وہ ہے عالم مثال کہ روح عالم مثال میں پہنچ گئی وہاں کی چیزیں روح دیکھتی ہے جس شخص کو زیادہ کشف ہوتا ہے اور عالم مثال سے اسکو مناسبت ہوتی ہے وہ تعبیر زیادہ صحیح بیان کرتا ہے۔ اس دنیا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مبارکہ چودھویں رات کے چاند کی جیسی تھی احادیث میں موجود ہے مگر عالم مثال میں بدر کی صورت ہے نہایت روشن۔ اس دنیا میں کتاب ہے متن ہے حاشیہ ہے۔

شرح ہے۔ ترجمہ ہے۔ استاذ کی تقریر ہے اسکی تمثیل عالم مثال میں پانی کی نہر ہے شہد کی نہر ہے دودھ کی نہر ہے دودھ پلایا یہ سب تمثیلی چیزیں ہیں۔

تمثیل میں کثرت سے یہ ہوتا ہے کہ مال سانپ اور بچھو کی شکل میں اکثر نظر آتا ہے بعض آدمی اپنے متعلق بہت خواب دیکھتے ہیں کہ اڑ رہے ہیں آسمان پر پہنچ گئے ہیں رائے پور میں ایک صاحب بیان کرتے تھے کہ میں آسمان پر اڑ رہا ہوں حضرت رائپوری نے کوئی جواب نہیں دیا دوسری طرف کو منھ پھیر لیا پھر دوبارہ بیان کیا سہ بارہ بیان کیا تو حضرت نے فرمایا کہ اسبغول کی بھوسی لیکر اسے کھالو معدہ کی خرابی ہے۔

چیز تو وہ ہے جو بیداری میں ملے

ارشاد فرمایا کہ رائے پور میں مولانا داجد علی صاحب مرحوم صاحب کشف تھے حضرت رائے پوری کے یہاں کتاب پڑھی جاتی تھی حضرت خواجہ محمد معصوم کے مکاتیب پڑھے جاتے تھے اس میں کسی شخص نے اپنا خواب بیان کیا تو حضرت نے فرمایا کہ بھائی مولانا داجد علی صاحب کو بلاؤ اُن کو بُلا کے اپنے پاس بٹھالیا ان صاحب نے بیان کیا کہ عرش دیکھا یہ دیکھا خواب میں وہ دیکھا وغیرہ وغیرہ نہ جانے کیا کیا دیکھا۔ خواجہ محمد معصوم صاحب نے فرمایا مکوبا۔ چیز تو وہ ہے جو بیداری میں ملے خواب میں کسی کے سر پر تاج رکھدیا جائے تو بادشاہ نہیں بن جاتا اسلئے جو کچھ خواب میں دیکھ رہے ہیں کہ فلاں صاحب کو دیکھا فلاں صاحب کو دیکھا یہ سب احوال ہیں اور بس۔

حضرت سید احمد شہید نے اپنا حال تحریر فرمایا اپنے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں۔ اسطرح دیکھا وغیرہ وغیرہ تو حضرت نے فرمایا

کہ تلک احوال تربی بہا اطفال الطریقۃ یہ احوال ہیں طریقت کے بچوں کی ان کے ذریعہ سے پرورش ہوتی ہے اسلئے ان کے اوپر اعتماد کرکے بیٹھ جائے یہ غلط ہے ایک صاحب کہتے ہیں کہ مجھے خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کی اجازت دی کہ بیعت کیا کرو ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں شیطان تو نہیں آسکتا اسکو قدرت ہی نہیں دی گئی لیکن یہ اس سے مطمئن ہو گئے یوں سمجھے کہ میں کہیں کا کہیں پہنچ گیا یہ کوتاہ فہمی ہے۔

اس واسطے اگر خواب اچھا نظر آئے تو حق تعالیٰ کا شکر ادا کریں دعا کریں کہ حق تعالیٰ اس خواب کی بہترین تعبیر عطا فرمائے۔ جو خواب خراب نظر آئے تو لاحول پڑھے اور کروٹ بدل کر سو جائے۔

نسبت کی چار قسمیں

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر فتح العزیز میں نسبت کی چار قسمیں لکھی ہیں (۱) ایک نسبت انعکاسی ہوتی ہے مثلاً کسی جگہ خانقاہ میں کوئی شخص گیا وہاں کے لوگوں کو دیکھا ذکر تسبیح مراقبہ تلاوت وغیرہ میں مشغول ہیں اس کے اوپر بھی اثر پڑا اسکو نسبت حاصل ہو گئی۔ یہ تو نسبت ہے بالکل ہے اسمیں کوئی شک نہیں لیکن یہ نسبت پائدار نہیں اور خود اسکی نہیں یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی عطر فروش کی دکان پر جائے اور وہاں اگربتی جل رہی ہے وہاں سب قسم کی شیشیاں کھول کھول کر سنگھا رہا ہے اسکو خوشبو محسوس ہوئی لیکن جب وہ وہاں سے آیا تو خالی ہاتھ آیا کچھ نہیں۔ کتنے لوگ ایسے ہیں جو آتے بھی ہیں ذکر وشغل کرتے ہیں دیکھتے بھی ہیں نسبت بھی حاصل ہو جاتی ہے مگر وہ پائدار نہیں بس انعکاس ہے وہاں گئے اس کا عکس حاصل ہو گیا

جب وہاں سے واپس آتے تو وہ نسبت وہیں چھوڑ آتے ۔

(۲) اسکے بعد دوسری نسبت ہے القائی ۔ اس کا نام القائی رکھا ہے یہ ایسا ہے جیسے چراغ جل رہا ہے آدمی اپنا چراغ لیکر وہاں پہنچ گیا اپنے چراغ کی بتی کو اس لَو سے ملالی اس میں روشنی پیدا ہو گئی چراغ کو لے آیا یہ چراغ گھر تک بھی پہنچ سکتا ہے بشرطیکہ درمیان میں تیز ہوا نہ آجائے بچاکے گھر لے آیا لاکر رکھا اب اسکی خبر گیری کی ضرورت ہے تیل ختم ہو جائے تیل ڈالدیجئے بتی ختم ہو جائے بتی ڈالدیجئے ورنہ ہوا کا جھونکا آجائے تو یہ بھی بجھ سکتا ہے پانی کا چھینٹا پڑجائے تو بجھ جائے اوپر سے کوئی چیز گر پڑے تو بجھ جلئے تو یہ نسبت ایسی ہے کہ معاصی سے ختم ہو جاتی ہے ۔

(۳) تیسری نسبت اصلاحی ہے اس کا حال ایسا ہے جیسا کہ ایک بڑے سمندر سے ایک نہر کھودی کھود کر آپ اپنے باغ میں لے آئے اور برابر اس باغ میں نہر سے پانی آرہا ہے پانی قوت کے ساتھ سمندر سے نہر کے ذریعہ سے آرہا ہے وہ ایسی قوی ہے کہ اگر جھاڑ جھنکاڑ ہوں گے بلکہ پتھر بھی ہوں گے تو وہ پانی میں بہہ جائیں گے پانی کی روانی کو یہ پتھر نہیں روک سکتے البتہ اسکی ضرورت ہے کہ نہر کی دیکھ بھال رکھی جائے اگر اس کے اندر پہاڑ کے پتھر زیادہ گر گئے درخت کٹ کٹ کر اتنے گرے کہ انھوں نے پانی کو بند کر دیا تو اس میں بھی اثرات پیدا ہوں گے ۔ یہ نسبت اصلاحی ہے پہلے حضراتِ اکابر مشائخ حضرت گنگوہیؒ حضرت سہارن پوریؒ کی نسبت ایسی ہی ہوا کرتی تھی ۔

(۴) چوتھی نسبت اتحادی کہلاتی ہے یہ ایسی ہے کہ شیخ اپنی روحِ باکمال کو طالب کی روح کے ساتھ خوب زور سے ملادے کہ شیخ کی روح کا کمال طالب کی روح

میں اثر کر جائے اور یہ طریقہ سب سے زیادہ قوی ہے چنانچہ حضرت خواجہ باقی باللہ کا واقعہ مشہور ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ صاحب کے یہاں مہمان آ گئے اس روز آپ کے پاس کچھ نہیں تھا آپ کے مکان سے متصل ایک نانبائی کی دوکان تھی اس نے دیکھا کہ حضرت کے یہاں مہمان ہیں اس نے اپنے یہاں سے روٹیاں اور مرغن سالن تیار کر کے حاضر کر دیا حضرت خواجہ صاحب اسکو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے۔ اُس نے عرض کیا کہ مجھ کو اپنے جیسا بنا دیجئے حضرت خواجہ صاحب نے منع فرمایا کہ اس چیز کو مت مانگ تو اس کا تحمل نہیں کر سکے گا مگر وہ اس بات کا اصرار کرتا رہا تو حضرت خواجہ صاحبؒ اسکو اپنے کمرہ میں لے گئے اللہ بہتر جانے کہ اندر جا کر کیا کیا جب کمرہ سے باہر نکلے تو خواجہ صاحب میں اور اُس نان بائی کی صورت میں کوئی فرق نہیں رہا تھا لوگوں کو پہچاننا مشکل ہو گیا تھا البتہ اتنا فرق تھا کہ خواجہ صاحب ہوشیار تھے اور وہ نانبائی بے ہوش تھا چنانچہ اسی سُکر اور بے ہوشی کے عالم میں اُس نان بائی کا تین روز کے بعد انتقال ہو گیا رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

کڑوے گھونٹ میں راحت ہے

ارشاد فرمایا کہ حج میں جدال کو منع کیا گیا ہے ذرا ذرا سی بات پر لڑائی ہو جانے کا موقع ہوتا ہے ایک چیز وہاں برتنوں کے دھونے کی ہوتی ہے کئی ایک ساتھی ہیں کھانا کھالیا اب ہر شخص یہ سمجھتا ہے کہ بس آزاد۔ میں نے کھالیا دوسرا ساتھی برتن دھو دے گا۔

خیر الحمدللہ یہاں معتکفین حضرات کو برتن وغیرہ دھونا تو کچھ نہیں ہے اللہ پاک نے اس کا انتظام فرما دیا ہے البتہ جگہ میں ہو سکتا ہے کہ ایک کی ٹانگ دوسرے

کی جگہ پر پڑ جائے رات کو سوتے ہیں۔ سوتا آدمی تو ویسے بھی غیر مکلف ہوتا ہے
رفع القلم عن ثلاث عن نائم حتی یستیقظ لہٰذا اگر ایسی بات
ہو جائے کسی کے بستر پر کسی کے پیر پڑ جائیں ہاتھ آجائے تو اس سے ناراض نہ ہوں
معافی سے کام لیں اور ہر کام میں یہی سوچنا چاہیے۔ جو کام بھی مزاج کے خلاف ہو
اس سے اذیت پہنچے فوراً سوچنا چاہیے کہ میرے بھی تو گناہ ہیں میں اسکی خطا کو
معاف کر دوں گا تو اللہ تعالیٰ میری خطا معاف کر دیں گے۔ سودا ہے ارحموا
من فی الارض یرحمکم من فی السماء ۔ شعر

کرو مہربانی تم اہل زمین پر　　　خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

اور ہر تکلیف کے متعلق سوچنا چاہیے کہ یہ تکلیف مجھے جنت میں بھیجنے کیلئے
دی جارہی ہے جنت میں آدمی جائے گا تو سب چیزوں سے پاک صاف ہو کر جائیگا
اس دنیا میں جو کدورتیں میل کچیل جو اس کے ساتھ لگا ہوا ہے اس میل کچیل کو ان
تکالیف کے ذریعہ سے دور کر دیا جاتا ہے اور اسکو جنت میں بھیجنے کے قابل بنا
دیا جاتا ہے آدمی اسکی ذرا تھوڑی سی مشق کرے تو انشاء اللہ بڑی عافیت کی زندگی
گزرے گی ہر آدمی کوشش کرے کہ دوسرے کو راحت پہنچائے میری تکلیف سے
دوسرے کو آرام مل جائے تو بہت اچھا ہے اس گھونٹ میں ذرا سی کڑواہٹ ضرور
ہے مگر تھوڑی سی مشق کر لینے سے وہ کڑواہٹ جاتی رہے گی۔

رگ رگ سے کھوٹ نکل جائے تب جنت میں جائیگا

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوب میں مثال دی ہے۔ ایک
کپڑا ہے اس میں میل لگا ہوا ہے اسکو دھوبی کے یہاں دیا جاتا ہے دھوبی

اسکو دھوتا ہے اٹھا اٹھا کر سر کے اوپر سے پٹڑے پہ دے مارتا ہے لاٹھی سے پٹائی کرتا ہے اس کے اوپر ریہہ ڈالتا ہے راستہ میں بچھا دیتا ہے چلنے والے اس کے اوپر سے گذرتے ہیں بھٹی پر رکھتا ہے اسکو جلاتا ہے اسکو خوب پکاتا ہے تاکہ اس کے تاگہ تاگہ سے رگ رگ سے میل نکل جائے لکڑی سے کوٹتا ہے ابرق اس پر ڈالتا ہے اسکو پھیلا دیتا ہے ان سارے مراحل کے بعد وہ اس قابل ہوتا ہے کہ وہ شہزادے کا لباس بن سکے شہزادہ اسکو پہن سکے یہ اسکی ذلت ہوئی نیچے بچھا دیا لوگ اسکے اوپر کو چل رہے ہیں ریہہ ڈالدی لاٹھی سے پٹائی کی اسکے بعد اسکو کتنا بڑا عہدہ ملا مقام کتنا بڑا ملا اسی طریقہ پر جنت میں جانے کیلئے جو مقام حاصل کرنا ہے اسکے واسطے ضرورت ہے کہ اپنی رگ رگ سے ریشہ ریشہ سے کھوٹ نکل جائے۔ وہ یہیں ختم ہو جائے۔

دنیا سے پاک صاف جائے جنت میں

حدیث پاک میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو بڑا مقام دینا چاہتے ہیں اور اُسکے اعمال ایسے نہیں ہیں کہ وہ اس مقام پر پہنچ سکے تو اسکو پریشانیوں اور امراض میں مبتلا کر دیتے ہیں بیماریوں میں مبتلا کر دیتے ہیں اس پر وہ صبر کرتا ہے تو وہ اس قابل ہوجاتا ہے کہ جنت میں جائے بس دنیا میں طرح طرح سے پریشانیاں اسکے ساتھ لگی ہوئی ہوتی ہیں افکار و احزان میں مبتلا رہتا ہے جب ان پریشانیوں کے ذریعہ سے اس کا میل کچیل دور ہوجاتا ہے تو پاک صاف ہو کر جنت میں چلا جاتا ہے بس اپنے نفس کو یہ سمجھانا چاہیئے اگر

طبیعت میں تکدر پیدا ہوجائے تو یہ ہوتا ہے کہ اس نے میرے بستر پر پیر کیوں رکھا اس نے مجھ سے بات کیوں کی ایک آفت برپا ہے۔

اوّل تکبر پر قابو پالیا جائے

بس تکبر پر اگر قابو پالیا تو انشاء اللہ بہت سارے گناہوں پر اور بڑے اخلاق پر قابو پا سکتا ہے جھوٹ بولا جاتا ہے تکبر کی وجہ سے لالچ ہوتا ہے تکبر کی وجہ سے حسد ہوتا ہے تکبر کی وجہ سے ایک مستقل مصیبت ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میرے والد صاحب خطوط لکھوایا کرتے تھے میرے ذریعہ سے اس زمانہ میں عام طور پر فارسی میں خط وکتابت ہوتی تھی ایک مرتبہ والد صاحب نے بولا استمزاج مجھے اسکے معنیٰ معلوم نہیں تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے والد صاحب سے یہ نہیں کہا کہ اس لفظ کے معنیٰ بتادو مجھے معلوم نہیں بلکہ یہ کہا کہ یہ لفظ کچھ غیر مستعمل سا ہے ایسا نہ ہو کہ آپ کا مخاطب اور مکتوب الیہ اسکو سمجھ نہ پائے لہذا اسکی جگہ پر دوسرا لفظ اسکے مرادف بول دیجئے انھوں نے بول دیا تو فرمایا کہ دیکھو نفس کی شرارت کہ اپنے جہل کو اپنے باپ تک سے چھپایا یہ کیا بات ہے یہ وہی ہے کہ اپنے لئے ایسا بڑا مقام تجویز کرلیا کہ کسی کا وہ مقام ہو ہی نہیں سکتا۔ استمزاج فارسی کا لفظ ہے عربی لفظ نہیں جیسے استصواب رائے استمزاج کے معنیٰ ہیں۔ آپ کے مزاج میں یہ بات کیسی ہے۔

ہوں! شہد کی مکھیوں کا چھتہ سامنے آرہا ہے

اللہ تعالیٰ جس شخص کی عمدہ طور پر اصلاح کرنا چاہتے ہیں تو اپنے عیوب کا انکشاف ہوتا ہے ایک میرے دوست حضرت رائے پوریؒ سے بیعت ہوتے انھوں نے خود

ہی بتایا کہ بیعت ہونے کے بعد بس جتنا زندگی کا حساب کتاب تھا سب سامنے آگیا یہ گناہ کیا یہ کیا۔ یہ کیا۔ ایسا جیسے اس وقت گناہ کر رہا ہوں طبیعت کو بہت وحشت ہوئی۔ حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا ہوں شہد کی مکھیوں کا چھتہ سامنے آیا ہے جب اپنے شیخ کے سامنے خدمت میں بیٹھے اپنے گناہ سامنے آتے ان سے تائب ہوتے۔ مریدین پر اپنے شیخ کا عکس پڑتا ہے شیخ کے اندر جو کمالات ہیں وہ انکو نظر آتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارے اپنے کمالات ہیں ایسے لوگ بہت غلطی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اس وجہ سے جب وہ شیخ کی مجلس سے اٹھکر چلے جاتے ہیں تو وہ عکس بھی سارا ختم ہوجاتا ہے کچھ نہیں رہتا۔

مدارس میں تعلیم کی کمی

ارشاد فرمایا کہ آجکل مدارس میں چھٹیاں زیادہ ہو گئیں اور تعلیم کم ہوگئی ہر جگہ دیکھ لیجئے اساتذہ تنخواہیں برابر لیتے ہیں اور چھٹیاں بھی برابر لیتے ہیں اسکے باوجود پڑھاتے بھی نہیں کالجوں اور مدرسوں میں سب جگہ یہی حال ہوگیا۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ نے ایک صاحب کو راندیر مدرس بنا کر بھیجا ان صاحب نے مدرسہ میں آکر ناظم صاحب کے نام پرچہ لکھا کہ مجھے ایک سال کی پیشگی تنخواہ دید یجئے اور ہر ماہ تھوڑی تھوڑی وضع کرتے رہیے۔ اس پر ناظم صاحب نے ان کو تو کچھ جواب نہیں دیا البتہ وہ پرچہ بعینہٖ حضرت سہارنپوریؒ کے یہاں بھیجدیا۔ حضرت سہارنپوریؒ نے ناظم صاحب کو جواب لکھا کہ ایک پائی بھی مت دینا اور ان صاحب کو لکھا کہ تم کو وہاں گئے ہوئے کتنے روز ہو گئے جو اتنے روپے طلب کئے کیا تم کو اس بات کا یقین ہے کہ تم ایک سال تک زندہ رہوگے۔ وہ صاحب ناظم صاحب پر بہت خفا ہوئے کہ بندۂ خدا نے وہیں بھیجدیا مجھ سے ہی کہدیا ہوتا۔ جن صاحب کا

یہ واقعہ ہے انھوں نے خود ہی مجھے سنایا تھا وہ بچارا اب بھی حیات ہیں اور ہمیشہ پریشان ہی رہتے ہیں ۔

مدارس میں باہم ربط ہونا چاہیئے

ارشاد فرمایا کہ مدارس میں ایک دوسرے سے ربط ہونا چاہیئے پھر فرمایا کہ میں چاہ رہا تھا کہ ہوائی اڈہ (کلکتہ) کے پاس مولانا محمد طاہر صاحب کا مدرسہ ہے وہاں کو چلیں گے اور وہ مدرسہ دیکھیں گے تو مولوی ابراہیم صاحب نے کہا کہ شنبہ کو چلیں گے تو اس پر فرمایا کہ مہمانوں کو بجائے میں شاید آپریشن روم میں رہوں گا پھر فرمایا کہ مدارس کے آپس میں ربط ضبط رکھنے میں بہت سے فائدے ہیں مثلاً یہ کہ طلباء کا نگراں ان کی تہذیب صفائی رہن سہن طریقۂ تعلیم معلوم ہوگا پھر جو چیز پسند آئے اسکو اپنے مدرسہ میں جاری کردیں وہ مدرسہ والے آپ کے مدرسہ میں آئیں تو آپ کے مدرسہ میں جو چیز اچھی لگے اسکو اپنے مدرسہ میں جاری کردیں ۔ لیکن آج کل مدارس میں ایسا تعلق ختم ہوگیا ۔

حق تعالیٰ کے یہاں اخلاص کی قدر ہے

ارشاد فرمایا کہ بھاولپور (پاکستان) میں مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی جس مدرسہ میں پڑھایا کرتے تھے وہ عیدگاہ میں تھا عمارت بھی نہیں تھی بلکہ عیدگاہ میں درختوں کے نیچے بیٹھکر پڑھایا کرتے تھے ایک درخت کے نیچے ایک استاذ بیٹھکر پڑھارہے ہیں دوسرے درخت کے نیچے دوسرے استاذ پڑھارہے ہیں حالانکہ حضرت مولانا بدر عالم صاحب انتہائی نازک مزاج آدمی تھے حق تعالیٰ کے یہاں اخلاص کی قدر ہے اسی وجہ سے حدیث پاک میں آتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہ کا دو مد گیہوں کا دینا بعد والوں کے ایک پہاڑ سونے سے بھی بڑھکر ہے کیونکہ خدا کے یہاں اخلاص کی قدر ہے خدائے پاک کیف کو دیکھتے ہیں ۔

ظاہری زیبائش سے علوِ مرتبت کا اندازہ کرنا غلط ہے

ارشاد فرمایا کہ امام شافعیؒ ایک جگہ (سُر من رائے بغداد کے متصل ایک شہر کا نام ہے جسکو خلیفہ معتصم باللہ نے آباد کیا اور دارالخلافہ بنایا تھا) نائی کے پاس اپنے بالونکی اصلاح کرانے تشریف لے گئے۔ نائی نے دیکھا کہ پرانے کپڑے ہیں یہ ہم کو کیا دیں گے اس نے بالوں کی اصلاح کرنے سے انکار کردیا کیونکہ وہ بالوں کے اصلاح کی اجرت زیادہ لینے کا عادی تھا وہ تو بادشاہوں اور امیروں کے بالوں کی اصلاح کیا کرتا تھا ان کو کیا خاطر میں لاتا۔ حضرت امام صاحب اس بات کو تاڑ گئے آخر امام تھے مجتہد ذکی اور فطین تھے غلام سے پوچھا کہ تمہارے پاس کیا ہے اس نے کہا کہ دس اشرفیاں ہیں۔ فرمایا اس نائی کو دیدو! چنانچہ دیدیا اور چلے گئے بالوں کی اصلاح نہیں کرائی۔ وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ کیا دیں گے حضرت نے دیدیا

اور اشعار پڑھتے ہوئے چلے گئے ؎۱

؎۱ وہ اشعار مع ترجمہ کے یہ ہیں۔

عَلَیَّ ثِیَابٌ لَوْ یُبَاعُ جَمِیْعُهَا بِفَلْسٍ لَکَانَ الْفَلْسُ مِنْهُنَّ اَکْثَرَا

میرے بدن پر ایسے کپڑے ہیں کہ اگر ان کو فروخت کیا جائے تو ایک فلوس کی برابر بھی قیمت نہ ملے۔

وَفِیْهِنَّ نَفْسٌ لَوْ یُقَاسُ بِمِثْلِهَا جَمِیْعُ الْوَرٰی کَانَتْ اَجَلَّ وَاَخْطَرَا

لیکن اسکے اندر ایسا نفس ہے کہ اگر تمام مخلوق کا اس جیسے سے موازنہ کیا جائے تو اسی کا مرتبہ بڑھا رہے گا۔

وَمَا ضَرَّ حَدَّ السَّیْفِ اِخْلَاقُ غِمْدِهٖ اِذَا کَانَ عَضْبًا حَیْثُ اَنْفَذْتَهٗ بَرٰی

کوتاہ نظر اور حقیقت ناشناس لوگ ہمیشہ ظاہری طمطراق اور مادی طاقت کی طرف مائل ہوتے ہیں اور وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اخلاق کی پاکیزگی اور نفوس کی تقدیس و تطہیر اصل چیز ہے۔

ظاہر بین حضرات لباس کی زینت سے جلالتِ قدر اور رفعتِ شان کا اندازہ کرتے ہیں اور حقیقت الامر اسکے بالکل خلاف ہے۔ ظاہر بات ہے کہ امام شافعیؒ مجتہد مطلق اور اپنے وقت کے فرید امام ہیں خلیفۂ وقت بھی ان کی تعظیم کرتا تھا مگر نائی نے کپڑوں کو دیکھ کر نفرت کا اظہار کیا اور اُن کے پاک اخلاق و اوصاف کا اسکو اندازہ نہ ہوا اور اسکو یہ بھی خبر نہ تھی کہ بوسیدہ کپڑوں میں بسا اوقات قلوب کے شہنشاہ بھی آجایا کرتے ہیں جن کا لحاظ بادشاہ تو بادشاہ دونوں جہاں کے شہنشاہ بھی کرتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے رب اشعث اغبر مدفوع بالابواب لو اقسم علی اللہ لابرہ او کما قال

احقر محمد نور اللہ

میں نے اپنے آپ کو کبھی غریب نہیں سمجھا

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا وصی اللہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں نے کبھی اپنے آپ کو غریب نہیں سمجھا کیونکہ خدا سے ہمارا تعلق ہے تمام چیزوں کے خزانے اُس کے پاس ہیں ہر چیز کا واحد مالک وہی ہے جب اس سے ہمارا تعلق ہے تو ہم اپنے کو کیوں غریب سمجھیں۔ حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس شخص کا ہدیہ لیتے ہوئے حجاب معلوم ہوتا ہے جو یہ کچھ کر دیتا ہے کہ یہ حاجت مند ہیں۔ اور یہاں پر تو لوگوں کا حال یہ ہے کہ دس دفعہ کہیں کہ ہم حاجتمند ہیں ہمیں دیدو۔

ایران کے بادشاہ کا قالین

ارشاد فرمایا کہ ایران کے بادشاہ کے بیٹھنے کا جو قالین تھا وہ سب سے زیادہ دنیا میں قیمتی تھا وہ بھی مالِ غنیمت میں لایا گیا تھا حضرت عمرؓ نے مشورہ کیا کہ اسکو کیا کرنا چاہئیے کسی نے کہا کہ جب باہر کے ملکوں کے سفیر آئیں تو اسکو بچھا کر اس پر تشریف رکھیں۔ کسی نے کہا کہ آپ اس پر بیٹھ کر اجلاس کیا کریں۔ کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ کہا۔

سب کے جذبات دیکھ لئے کہ ان کی نظر میں یہ قالین کتنا عزیز ہے حضرت عمرؓ نے قینچی منگا کر اسکو کاٹ کر صحابہ میں تقسیم فرمادیا۔ حضرت علیؓ کے حصہ میں جو قالین کا ٹکڑا آیا وہ چالیس ہزار میں فروخت ہوا تھا۔ یورپین مورخین اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ فضول حرکت کی کہ اتنے قیمتی قالین کو بیکار کر دیا۔ حالانکہ حضرت عمرؓ کے دل میں کچھ اور ہے جہاں تک دوسروں کی رسائی نہیں۔ ان حضرات کے نزدیک یہ سب کچھ چیزیں بے حقیقت تھیں اسلئے حضرت عمرؓ نے عملی طور پر دکھلا دیا کہ جو چیز اہل دنیا کی

نظروں میں اس قدر باعزت اور قیمتی ہے وہ چیز ہمارے نزدیک قینچی سے کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کردینے کے قابل ہے تاکہ جو بھی جہاد میں شریک ہو وہ قیمتی مال کے لالچ میں نہ ہو بلکہ اللہ کو خوش کرنے کیلئے ہو۔

معرکۂ ایران

ارشاد فرمایا کہ جب ایران پر حملہ کی تجویز ہورہی تھی تو مشورہ ہوا کہ ایران کو جانے والے لشکر کا امیر کون ہے اکثر لوگوں کی رائے تھی کہ حضرت عمرؓ خود چلیں لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد ابن ابی وقاص کو بلایا وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ میں ماموں تھے اور اسلام لانے والوں میں تیسرے تھے اُن کے بہت فضائل ہیں جب انکا نام آیا تو ان کو سب نے پسند کیا کہ اگر یہ جہاد میں جائیں گے تو پھر حضرت عمرؓ کی بھی ضرورت نہیں چنانچہ ان کو امیر بنایا گھوڑے پر سوار کرایا اور خود حضرت عمرؓ رکاب تھامے ہوئے پیدل چلتے ہوئے حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو ہدایات دے رہے تھے تاکہ سب لشکر دیکھ لے کہ ہمارے امیر کے ساتھ امیر المومنین کا یہ معاملہ ہے اور سب لوگ پورے طور پر اپنے امیر کی اطاعت کریں۔ حضرت عمرؓ نے اسلئے ایسا کیا کہ اُن سے پہلے والے امیر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسیلمہ کذاب کی طرف جنگ یمامہ کیلئے لشکر بھیجا تو اس کا سپہ سالار حضرت خالد ابن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا تھا جب اس لشکر کو رخصت کر رہے تھے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو گھوڑے پر سوار کرا کے خود پیدل چلتے ہوئے ہدایات دی تھیں اُنھوں نے اسلئے کیا تھا کہ اُن سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا تھا جس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو اونٹ پر

سوار کرایا اور خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیدل چل کر حضرت معاذ کو ہدایات دیتے جارہے تھے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا لشکر پہنچا تو جنگ کے موقع پر حضرت سعد بن ابی وقاص کی پیٹھ پر دنبل نکل آیا تھا نہ گھوڑے پر سوار ہو سکتے تھے نہ میدان میں جا سکتے تھے بلکہ مکان کی چھت پر بیٹھ کر بڑے تکیہ پر دونوں کہنیاں ٹیک کر فوج کی کمان کرتے تھے اور لشکر کو وہیں سے ہدایات دیتے تھے۔

صحابہ کرامؓ کا لشکر تیس ۳۰ ہزار کا تھا اس جنگ کیلئے {کفار کی طرف سے} بیس لاکھ فوج تو ایک جگہ سے آئی تھی اور تیس ہزار دخت نے بھیجی تھی اور اِدھر قوم سے اسکے علاوہ مزید جمع ہو گئے تھے تیس ہزار جنگی ہاتھی تھے جس روز جنگ شروع ہو رہی تھی اس روز حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ جب میں اللہ اکبر کہوں تو تم سب ہتھیاروں کو اپنے سامنے رکھ لینا جب دوسری مرتبہ اللہ اکبر کہوں تو تم سب ہتھیار پہن لینا جب تیسری مرتبہ اللہ اکبر کہوں تو گھوڑوں پر سوار ہو جانا جب میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہوں تو تم آگے چل دینا اور یہی کلمہ پڑھتے ہوئے آگے چلنا۔ یہ حضرات گھوڑوں پر سوار تھے اور ایرانیوں کے تیس ہزار ہاتھی تھے جن پر بڑے عجیب عجیب قسم کے ہتھیار لئے ہوئے تجربہ کار لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور قسم قسم کے تاج نخوتی سروں پر تھے ہاتھیوں کا یہ حال کہ سونڈوں کو سامنے سے اٹھائے ہوئے دُم پیچھے سے اٹھائے ہوئے لمبے لمبے دانت باہر نکالے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے کہ گھوڑوں کی ان کے سامنے جانے کی ہمت نہ ہو۔ اس منظر کو دیکھ کر حضرت سعدؓ نے حکم دیا کہ گھوڑے سوار گھوڑوں سے اتر جائیں اور ہودوں کی رسیاں کاٹ ڈالیں جو لوگ اوپر بیٹھے ہوئے ہیں ان کو کھینچ کر نیچے گرا دیں ہاتھیوں کے سونڈ کاٹ ڈالیں ان کے حکم پر ایسا ہی کیا گیا سب سے

پہلے ایک دستہ کے افسر آگے بڑھے انھوں نے سفید ہاتھی کی سونڈ کاٹ دی وہ ہاتھی انکی طرف آگے بڑھا یہ پچھلے پیروں پیچھے گر گئے ہاتھی نے بڑھکر سینہ پر پیر رکھدیا یہ سفید ہاتھی بہت متبرک سمجھا جاتا تھا یہ ہاتھی جس جنگ میں شریک ہوتا تھا اسمیں کامیابی ہوتی تھی اس دستہ کے افسر کے شہید ہونے پر جوش پیدا ہوا کہ شہادت تو آج سستی ہے اسلئے ایک افسر آگے بڑھا دوسرا بڑھا اسی طرح چھ افسر اسی وقت ہاتھی کے ہاتھ شہید ہوئے۔ حضرت سعدؓ نے دوسرا اعلان کیا کہ نیزوں کے ذریعہ ہاتھیوں کی آنکھیں پھوڑ دو! انھوں نے بڑھکر حملہ کیا ہاتھیوں کی آنکھیں پھوڑنا شروع کیں سونڈیں کٹیں آنکھیں پھوٹیں ہاتھیوں نے چیخیں ماریں جس سے سارا میدان گونج اٹھا جو ہاتھیوں پر سوار تھے خود بے قابو ہو گئے ہاتھی میدان چھوڑ کر بھاگے ایرانیوں کو شکستِ فاش ہوئی چھ ہزار مسلمان اس معرکہ میں شہید ہوئے ایک لاکھ سے زائد ایرانی مارے گئے۔

حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ مستجاب الدعوات تھے (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ سعد بن ابی وقاصؓ کو مستجاب الدعوات بنا دے) ایک روز بڑا معرکہ ہوا تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے مکان سے نیچے آکر کمر کھول کر دنبل دُھلوائے تاکہ کسی کو اعتراض اور گمان کرنے کا موقع نہ ہو کہ میدان جہاد میں کیوں نہیں آئے۔ کسی شاعر نے شعر کہے جس میں یہ بھی تھا کہ آج کا معرکہ بہت زوردار رہا - ہم میں سے بہت سوں کے بچے یتیم ہو گئے بہت سوں کی عورتیں بیوہ ہو گئیں مگر ہمارے سپہ سالار کاشانۂ عشرت میں آرام فرمایا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ہاتھ اٹھا کر بددعا فرمائی اَللّٰهُمَّ اقْطَعْ لِسَانَهٗ عَنِّیْ ابھی ہاتھ منہ پر نہیں پھیرے تھے کہ اس شاعر کے حلق میں ایک تیر آکر لگا وہ اُسی وقت ختم ہو گیا۔

حضرت خالدؓ نے گھوڑے کی دُم پکڑلی

ارشاد فرمایا کہ حضرت خالد ابن الولیدؓ نے ایک کافر کو نیچے ڈال رکھا تھا ذبح کرنے کیلئے دوسرا کافر آیا گھوڑے پر سوار یہ دیکھتے ہوئے کہ کسی مسلمان نے کسی کافر کو نیچے ڈال رکھا ہے اس نے حملہ کرنے کا ارادہ کیا حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نے اسکے چہرہ کی طرف دیکھا اس نے پہچان لیا ارے یہ تو خالد ہیں آگے اسکی ہمت نہیں ہوئی وہیں سے گھوڑے کو لوٹا کر بھاگا انھوں نے گھوڑے کی دُم پکڑ لی ایک ہاتھ سے گھوڑے کی دُم پکڑی اور جس کو نیچے ڈال رکھا تھا اسکو دوسرے ہاتھ سے ذبح کیا اور گھوڑا بھاگ نہیں سکا دُم چھڑا کے حتیٰ کہ کافر خود ہی گھوڑے سے کود کر اُتر کے بھاگا حضرت خالد اس کافر کو قتل کرکے اور پھر اسی گھوڑے پر چڑھ کر دوڑے گئے جا کے پکڑا اور اسکو قتل کیا۔

حضرت عمرؓ کو اپنا ولی عہد بنانے کا مشورہ

ارشاد فرمایا کہ کسی نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپ اپنا خلیفہ ولی عہد بنا دیجئے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کو ۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اُسے بنا دوں اسے تو طلاق دینے کا سلیقہ تک نہیں انھوں نے حیض میں اپنی بیوی کو طلاق دی تھی ۔ لوگ مشورہ دیتے رہے کہ فلاں کو بنا دیجئے لوگ بتاتے رہے ہر ایک کے بارے میں کچھ نہ کچھ حضرت عمرؓ بتاتے رہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام آیا تو کہا کہ آدمی تو اچھے ہیں نیک ہیں مگر ان کے اندر اہل قرابت کے ساتھ ایثار کا جذبہ زیادہ ہے بنوامیہ کو عہدے دیدیں گے فتنہ برپا ہوگا ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام آیا تو فرمایا کہ علیؓ بہت بہادر ہیں مگر بھولے ہیں سیاسی حیثیت سے دھوکہ میں آجائیں گے

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا تھا کسی کو خلیفہ ولی عہد بنا دیں بعد کیلئے۔ آثار ایسے ہیں کہ آگے کو آپ کی حیات نہیں ہوگی۔ فرمایا کسے بنا دوں؟ تو لوگوں نے کہا کہ آپ جسے بنا دیں۔ تو فرمایا کہ جسے بنا دوں اسکو مان لوگے؟ چاہے عمر کو بنا دوں کہا چاہے عمر کو بنا دیجئے۔ ایک تحریر لکھی لفافہ میں بند کیا پھر اسوقت کے سربرآوردہ جو لوگ تھے ان کو بلا کر کہا کہ وعدہ کرو اقرار کرو کہ اس لفافہ میں جس شخص کا نام ہے اسکے ہاتھ پر بیعت قبول کی بتایا نہیں کس کا نام ہے اسکے بعد لفافہ کو کھولا تو حضرت عمر رضؓ کا نام نکلا کسی نے کہا کہ ایسے شخص کو ہمارے اوپر مسلط کر رہے ہیں جو ذرا ذرا سی بات پر تلوار لیکر گردن اڑانے کو تیار ہوجاتے ہیں۔ فرمایا کہ انکی سختی میری نرمی کی وجہ سے ہے جب میں نرمی کرنے والا موجود نہیں ہوں گا تو خود نرمی کریں گے۔ پھر حضرت عمر رضؓ کو بلایا فرمایا کہ تم کو ولی عہد بنایا بعد کیلئے۔ تو حضرت عمر رضؓ نے کہا نہیں۔ نہیں میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ یہ سنکر حضرت ابوبکر رضؓ غصہ میں اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ لانا میری تلوار عمر کی گردن اڑا دوں امیرالمؤمنین کا حکم نہیں مانتے۔ تب انھوں نے منظور کیا تھا۔

اور اب کا یہ حال ہے کہ الیکشن لڑے جا رہے ہیں پارٹیاں بن رہی ہیں اور سب کو اسلام کا طریقہ بتایا جا رہا ہے۔ حضرت عمر رضؓ سے کہا گیا کہ کسی کو ولی عہد بنا دیجئے تو کہا کہ تم سے نہیں بنایا جاتا زندگی میں بھی میں ہی بھگتوں زندگی کے بعد بھی میں ہی بھگتوں پھر فرمایا کہ فلانے نے بھیجا ہوگا فلانے نے فلاں کا نام لیا ہوگا۔

ایران کے کنگن

ارشاد فرمایا کہ ایران کا مال حضرت عمر رضؓ کی خدمت میں لایا گیا حضرت عمر رضؓ کے سامنے فہرست پیش کی گئی تو حضرت عمر رضؓ نے وہ فہرست ملاحظہ فرمائی دیکھ کر کہا کہ کنگن کہاں ہیں۔

{ وہ فہرست میں نہیں تھے } لوگوں نے کہا کہ وہ تو ہے نہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ نہ۔ کنگن تو ہے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کو سارے سامان کی کیسے خبر ہے تو کہا کہ ہاں خبر ہے چنانچہ سارے سامان کو ڈھونڈا گیا تو اسمیں سے کنگن نکلا فہرست میں لکھنے سے رہ گیا تھا باقی سامان میں موجود تھا حضرت عمرؓ نے وہ کنگن ہاتھ میں لئے اور فرمایا کہ سراقہ ابن مالک کو بلاؤ وہ مرض الوفات میں تھے لوگوں نے کہا کہ وہ اٹھ نہیں سکتے تو فرمایا کہ چارپائی پر اٹھا لاؤ چنانچہ لایا گیا تو حضرت عمرؓ نے وہ کنگن ہاتھ میں پہناتے اور ان کے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر سب لوگوں کو دکھلایا اور کہا کہ دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی پوری ہوگئی کیونکہ آپؐ نے ان سے فرمایا تھا کہ تیری مرض الوفات کے وقت تیرے ہاتھ میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے اس پیشین گوئی کو پورا کرنے کیلئے میں نے کنگن پہنا دیا ہے ورنہ سونے کا زیور مرد کے لئے حرام ہے۔

تمہاری ہماری مُلاقات حوضِ کوثر پر ہو گی

ارشاد فرمایا کہ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سو آدمیوں کا لشکر لیکر تشریف لے گئے وہاں بادشاہ نے بیس لاکھ فوج تیار کر رکھی تھی جب یہ سو آدمی گئے تو کیا حقیقت تھی وہاں پہنچکر بہت نڈر ہو کر گفتگو کی۔ ان کے بلند حوصلوں پر بادشاہ کو بہت غصہ آیا اس نے اپنی فوج کو خطاب کر کے کہا کہ ان سب کو گرفتار کر لو تو حضرت خالدؓ نے فوراً تلوار نکال لی ساتھیوں کو حکم دیا کہ خبردار کوئی ایک دوسرے کی صورت نہ دیکھے تمہاری ہماری ملاقات حوض کوثر پر ہوگی یہ کہتے ہی سب نے تلواریں نکال لیں بادشاہ یہ حالت دیکھ کر مرعوب ہوگیا اور کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے کہا کہ ارے یار

میں نے تو ویسے ہی مذاق میں کہا تھا ۔ حضرت خالدؓ فرماتے ہیں کہ میں ہمیشہ اس بات کی تمنا کرتا تھا کہ میری جہاد میں شہادت ہو جب کبھی میں جہاد میں دیکھتا تھا کہ اس جگہ جان کا خطرہ ہے اور شہادت مل سکتی ہے تو اس فوج میں گھسا چلا جاتا تھا کہ شہادت ہو جائے مگر مجھے شہادت نصیب نہ ہوئی آخر بستر پر انتقال فرماتے وقت افسوس کرتے ہوئے روتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آج بستر پر بوڑھی عورتوں کی طرح مر رہا ہوں میری شہادت کی تمنا پوری نہ ہوئی ۔

تیرے جی میں یہ بات کسی اور نے ڈالی ہے

احقر { نور اللہ } نے بار بار مولوی اسماعیل افریقی سے اشارۃً کہا کہ حضرتؒ کو آرام فرمالیں انھوں نے آرام فرمانے کیلئے کہا تو ارشاد فرمایا کہ تمہارے جی میں یہ بات کسی اور نے ڈالی ہوگی { یعنی نور اللہ نے } پھر فرمایا کہ مولوی محمد علی بمبئی والوں کے والد صاحب نے بتایا کہ ایک مرتبہ سورت میں مولانا یوسف بنوریؒ وغیرہ کے درمیان بحث چل رہی تھی کہ وضو میں تو قبلہ کی طرف منھ کر کے وضو کرنا سنت ہے مگر غسل میں کس طرف کو رُخ کرنا چاہیئے پھر مجھ سے { والد محمد علی صاحبؒ } کہا کہ تم جاکر خود اپنی طرف سے مفتی مہدی حسن صاحب سے سوال کرنا وہ جو جواب دیں گے وہ آکر بتانا میں گیا اور مفتی صاحب سے سوال کیا تو مفتی صاحب نے فرمایا کہ یہ سوال تیرے جی میں آ ہی نہیں سکتا بتا تجھے کس نے بتایا تو میں نے تفصیل عرض کی تو فرمایا ہاں پھر فرمایا کہ ہمارے گھر جاؤ اور فلاں کمرے میں فلاں الماری میں کتابیں کھڑی ہوئی ہیں فلاں نام کی کتاب لیکر آؤ میں جاکر لے آیا تو وہ کتاب کھول کر پورا مسئلہ نکال کر پرچہ پر نقل کر کے دیدیا { کہ غسل میں مشرق کی طرف رُخ کرنا چاہیئے } جب میں یہ مسئلہ لیکر گیا تو مولانا یوسف بنوریؒ کی

آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا کہ ہم اس بڈھے کی قدر نہیں کرتے۔

آپ نے سبق میں یہ تقریر فرمائی

ارشاد فرمایا کہ مولانا یوسف بنوری ڈابھیل چلے گئے تھے وہاں سبق پڑھا رہے تھے اچانک مفتی مہدی حسن صاحب پہنچ گئے تو یہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھ گئے اور اپنی جگہ مفتی صاحب کو بٹھایا اور خود طلباء میں جا کر سبق کی عبارت پڑھنا شروع کر دی مفتی صاحب نے اردو میں تقریر فرمائی تو مولانا بنوری نے اسی وقت اس تقریر کو عربی میں منتقل کر کے مفتی صاحب کے سامنے پیش کیا کہ آپ نے سبق میں یہ تقریر فرمائی پھر ارشاد فرمایا کہ مولانا رشید احمد گنگوہی سبق میں تقریر فرماتے تو مولانا یحییٰ صاحب اسکو اسی وقت عربی میں منتقل کرتے جاتے تھے ساری کوکب الدری اور لامع الدراری وغیرہ ایسی ہی لکھی ہوئی ہیں۔

حضرت جنیدؒ کی چونّی

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب حج کو جا رہے تھے راستہ میں بغداد پڑا تو وہاں ایک بزرگ حضرت جنیدؒ رہتے تھے انھوں نے سوچا کہ اُن سے بھی ملتا چلوں چنانچہ اُن سے ملنے گئے تو حضرت جنیدؒ نے دریافت فرمایا کہ کہاں جا رہے ہو۔ انھوں نے عرض کیا کہ حج کو جا رہا ہوں تو حضرت جنیدؒ نے ایک چونّی (درہم) دی یہ لیکر چلے تو راستہ میں ہر جگہ ان کو اپنی ضروریات مہیا ہوتی جاتی تھی کہیں ان کو خرچ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی واپسی پر حضرت جنیدؒ نے دریافت فرمایا کہ ہماری چونی (درہم) کی مہر کیسی پائی تو عرض کیا کہ بہت چالو پائی۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ بس لاؤ ہماری چونی دیدو۔ چنانچہ انھوں نے واپس دیدی۔

تجھے تو رشید احمد کھائیگا

ارشاد فرمایا کہ میں مجذوبوں سے بہت گھبراتا ہوں جس زمانہ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ دہلی میں پڑھتے تھے۔ راستہ میں ایک مجذوب بیٹھے رہتے تھے۔ حضرت گنگوہیؒ ادھر سے نہیں گذرتے تھے بلکہ بچکر دوسرے راستہ سے چلے جایا کرتے تھے حضرت نانوتویؒ کبھی کبھی ان کی خدمت میں جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت گنگوہیؒ نے دیکھا کہ وہ مجذوب ہاتھ میں امرود کو لئے ہوتے بار بار اچھال رہے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ تجھے تو رشید احمد کھائے گا حضرت گنگوہیؒ کو انھوں نے دیکھ لیا بلایا اور ان کو وہ امرود دیدیا۔

حضرت گنگوہیؒ نے ادب کے مارے لے تو لیا مگر کھایا نہیں کیونکہ سنا تھا کہ جو مجذوب کا دیا ہوا کھاتا ہے وہ ویسا ہی ہو جاتا ہے اسلئے حضرت گنگوہیؒ نے نہیں کھایا وہ امرود بہت گرم تھا لاکر اپنے کمرہ میں رکھدیا کئی دن تک رکھا رہا مگر وہ ویسا ہی گرم تھا ایک طالب علم نے اسکو کھالیا تو وہ مجذوب ہوگیا تھا۔

میں نے تجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پڑھتے دیکھا ہے

ارشاد فرمایا کہ حضرت نانوتویؒ نے ایک مرتبہ اُن مجذوب سے دعا کی درخواست کی ان مجذوب کا یہ معمول تھا کہ جب کبھی اپنے پیر کی بات نقل کرنا چاہتے تو فرماتے کہ میرے بادشاہ نے یوں کہا اور جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث نقل کرتے تو یوں فرمایا کرتے کہ دوجہاں کے بادشاہ نے یوں کہا حضرت نانوتویؒ سے فرمایا کہ قاسم تو مجھ سے دعا کیلئے کہتا ہے میں نے تجھے دوجہاں کے بادشاہ کے پاس پڑھتے دیکھا ہے۔

یہ واقعہ حضرت مدنیؒ نے ایک مرتبہ تقریر میں بیان فرمایا تھا حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں

کہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت نانوتویؒ کے قلب مبارک پر علوم براہ راست مشکوٰۃ نبوت سے اترتے تھے حضرت نانوتویؒ کے چھوٹے چھوٹے رسائل میں وہ علوم ہیں کہ امام غزالیؒ سعدالدین تفتازانیؒ میر سید شریف جرجانیؒ قاضی بیضاویؒ کی کتابوں میں نہیں ہیں حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ غزالی اور رازی پیدا ہونا بند ہو گئے مگر ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ امام غزالیؒ سے کسی طرح کم نہیں اور حضرت نانوتویؒ امام رازیؒ سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔

مجھکو مدینہ پہنچا دیا جائے

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانویؒ نے ایک مرتبہ خواب دیکھا گھبرا کر حضرت تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ میں تنہائی چاہتا ہوں تنہائی کردی گئی عرض کیا کہ خواب دیکھا کہ میرا انتقال ہو گیا ہے اور میں نے کہا کہ مجھکو مدینہ پہنچا دیا جائے اور بقیع میں دفن کیا جائے جواب ملا کہ آپ کو مدینہ نہیں پہنچایا جائیگا آپ کو یہیں دفن کیا جائے گا۔ پریشان ہوں کیا تعبیر ہے۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ پریشان ہونے کی کیا بات ہے وہاں آپ کے فیض کی ضرورت نہیں یہاں فیض کی ضرورت ہے اس وجہ سے آپ کو یہیں رکھا جائے گا۔

لوح محفوظ میں فیل ہونا لکھا ہے

ارشاد فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ سے کوئی دعا کی درخواست کرتا تو فرماتے کہ ہاں بھئی انشاءاللہ ضرور دعا کروں گا تو وہ کام ہو جاتا اور کبھی یہ فرماتے کہ آپ خود دعا کرو تو وہ کام نہیں ہوتا تھا ایک مرتبہ سہارنپور میں حضرت رائے پوریؒ تشریف لائے تھے ایک صاحب آئے اور اپنے لڑکے کے لئے امتحان میں کامیابی کیلئے دعا کی درخواست کی تو فرمایا کہ

آپ ہی اپنے لڑکے کیلئے دعا کریں انھوں نے دوبارہ کہا تو فرمایا کہ جس دلسوزی کے ساتھ آپ اپنے بیٹے کیلئے دعا کر سکتے ہیں کوئی دوسرا نہیں کر سکتا لہذا آپ ہی دعا کریں { ہمارے حضرت نے فرمایا } میں نے اُن صاحب کو منع بھی کیا مگر انھوں نے غور نہ کیا پھر کہا کہ حضرت اگر آپ ہی دعا فرمادیں تو کیا حرج ہے تو حضرت نے اوپر کی طرف سر اٹھایا پھر فرمایا کہ اگر لوحِ محفوظ ہی میں اس کا فیل ہونا لکھا ہے تو میری دعا اس کے حق میں کیا کام کرے گی۔ چند روز بعد وہ صاحب ملے تو میں نے اُن سے پوچھا کہ لڑکے کا کیا ہوا تو کہا کہ فیل ہوگیا۔

ہمارا سلام کہدیجئے

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے حضرت مدنیؒ کو خط لکھا کہ فلاں صاحب بیمار ہیں صحت کیلئے دعا فرمائیں تو حضرت مدنیؒ نے خط میں تحریر فرمایا کہ اُن صاحب سے ہمارا سلام { سلام کے الف کو ذرا کھینچ کر } کہدیجئے وہ صاحب اچھے ہوگئے۔ ایک اور صاحب نے خط لکھا کہ حضرت بیمار ہوں دعا فرمادیں تو حضرت نے جواب تحریر فرمایا کہ سب حضرات کو مرنا ہی ہے ہر ایک کا وقت مقرر ہے۔ ان صاحب کا انتقال ہوگیا۔

ہمارے سلسلہ کا نور گنگوہ میں ہے

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ کو خلافت حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوریؒ سے حاصل ہوگئی تھی اور اپنا ایک حلقہ بھی رکھتے تھے شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوریؒ کے انتقال کے بعد کلیر شریف تشریف لے گئے اور کئی روز تک مزار مبارک پر مراقب رہے کچھ معلوم نہ ہوا وہاں کوئی جانتا نہ تھا بس کام سے کام نماز و دیگر ضروریات کیلئے جاتے باقی مراقب رہتے کہ اب کہاں جاؤں۔ چنانچہ ایک مرتبہ باہر آرام فرمارہے تھے رات میں اچانک

ایسا معلوم ہوا کہ بوندیں پڑ رہی ہیں اٹھ کر اندر چلے گئے مگر وہاں نیند نہ آئی باہر آگئے لیٹنے کے بعد پھر ایسا ہی محسوس ہوا کہ بوندیں آرہی ہیں آخر کار اسی طرح تین مرتبہ ہوا اسکے بعد وضو کر کے مزار پر حاضر ہوئے آواز آئی عبدالرحیم! یہ سمجھے کہ کسی اور کو پکارا جارہا ہے پھر آواز آئی اور فرمایا عبدالرحیم! ہمارے سلسلہ کا نور اب گنگوہ میں ہے۔

حضرت مدنیؒ کو طلبا یوں بھی دیکھا کرتے تھے

احقر (مرتب) نے حضرت والا سے عرض کیا کہ حضرت آپ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا آپ زمانۂ طالب علمی میں مدنی مسجد میں مغرب کی نماز پڑھکر حضرت مدنیؒ سے کبھی کبھی ملاقات کرتے تھے جب اس بات کا اندازہ ہوتا کہ حضرت مدنیؒ نماز سے فارغ ہوکر گھر کے اندر چلے جائیں گے تو آپ حضرت مدنیؒ کے پیچھے نیت باندھ کر کھڑے ہوجاتے تھے تاکہ حضرت نہ جاویں تو فرمایا کہ جی ہاں ہم ایسا ہی کرتے تھے پھر فرمایا کہ حضرت مدنیؒ کو طلبا یوں بھی دیکھا کرتے تھے حضرت کے چہرہ میں جو بات تھی وہ عجیب تھی ساری دنیا کی خوبصورتی اور ملاحت ایک طرف اور حضرت کا چہرہ ایک طرف۔

روتا ہوا آیا

ارشاد فرمایا کہ حضرت گنگوہیؒ کے ایک خادم حضرت شاہ وارث حسین صاحب تھے ان کے صاحبزادے اس وقت حیات بھی ہیں لکھنؤ میں مسجد ٹیلہ میں رہتے ہیں بھولے میاں کے نام سے مشہور ہیں بیعت بھی کرتے ہیں ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ دیکھئے حضرت میں آپ سے بیعت ہونا چاہتا ہوں مگر یہ ہے کہ میں مولانا رشید احمد کو ایسا ویسا سمجھتا ہوں ان کو برا بھلا اور گالی دینے سے نہیں رکوں گا آپ بیعت کرسکتے ہوں تو کرلیجئے چنانچہ انھوں نے بیعت کرلیا ایک مرتبہ وہ ان کے پاس روتا ہوا آیا پوچھا کیا بات ہے کہنے لگا حضرت میں اپنی خطاؤں سے

توبہ کرتا ہوں رات میں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آپؐ کے پاس میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ بھی بیٹھے ہیں حضرت گنگوہیؒ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قدموں پر رکھا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو بتا دیجئے کہ مجھے لوگ بُرا کیوں کہتے ہیں : میرا قصور تو بتا دیجئے ! تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت گنگوہیؒ کے دونوں ہاتھ اپنے دونوں مبارک ہاتھوں سے پکڑ کر مولانا کو اپنے سینۂ مبارک سے چمٹا لیا اور فرمایا کہ میں تو بُرا نہیں کہتا ۔

سترہ ۱۷ سال تک شرح وقایہ پڑھی

ارشاد فرمایا کہ مولانا مفتی سعید احمد صاحب مرحوم جو کہ مولانا مسیح اللہ خانصاحب کے استاذ بھی تھے کیونکہ مولانا مسیح اللہ خانصاحب کا وطن قصبہ برلا ضلع علی گڑھ ہے اسی میں مفتی صاحب تعلیم دینے کیلئے تشریف لے گئے تھے تو اس وقت مولانا مسیح اللہ خانصاحب نے اُن سے پڑھا تھا حضرت مفتی صاحب موصوف سے ارشد صاحب کانپوری نے سترہ سال تک شرح وقایہ پڑھی ۔

مولانا ارشاد صاحب نے دریافت فرمایا کہ شرح وقایہ کی کیا خصوصیت ہے تو فرمایا کہ دراصل شرح وقایہ میں فقہ سے زیادہ اصول فقہ ہے دوسرا یہ کہ مفتی صاحب کے والد صاحب مولانا فتح محمد صاحب لکھنوی نے شرح وقایہ آخرین (ثالث رابع) کا حاشیہ دو جلدوں میں لکھا ہے اور اولین کا حاشیہ مولانا عبدالحی صاحب نے لکھا ہے اسوجہ اسکی خصوصیت ہے ۔ مجھے اس پر رنج اور افسوس ہوتا تھا کہ اتنا قابل اور ذی استعداد شخص کانپور میں بالکل معطل پڑا ہوا ہے کاش کہ کسی دینی درسگاہ میں جاکر تدریس کرتے آخر میں مولانا مسیح اللہ صاحب نے جلال آباد ہی بلا لیا تھا اور انتقال بھی ویں ہوا آدھے بدعتی بھی تھے رضاخانیوں کے یہاں میلاد میں تو نہیں جاتے تھے مگر مسجد میں

جاکر قیام کرکے سب بنتے تھے اوراعلیٰ حضرت مولانا احمدرضا خان صاحب کی خدمت میں زیارت کیلئے بھی گئے تھے۔

مہاراج اپنے اصلی درشن دِکھاؤ

ارشاد فرمایا کہ ایک ہندو نابینا سے میری ملاقات ہوگئی وہ بہت ساری باتیں کہتا رہا میں خاموش رہا مگر میرے ساتھی نے اس سے پوچھا کہ تمہاری تو آنکھیں نہیں ہیں تو کہا کہ پرماتما کی دی ہوئی دو آنکھیں (ظاہری) تو موجود نہیں البتہ گرو کی دی ہوئی دو آنکھیں (باطنی یعنی ہاتفِ غیبی نغمۂ آسمانی) موجود ہیں اس سے پوچھا کہ تمہارا گرو کون ہے تو کہا کہ فلاں۔

پھر اس نے مجھ سے کہا کہ مہاراج اپنے اصلی درشن دکھاؤ تو میں نے کہا کہ کیا دکھاؤں پرندے کو چمن میں سے لاکر قفس میں بند کردیا جائے اور اس سے کہا جائے کہ اپنے اڑنے کا کمال دکھاؤ تو کیسے دکھائیگا اس نے کہا کہ بس جی میں سمجھ گیا یعنی قفس عنصری میں روح کو بند کردیا گیا ہے۔

یہ اقانیم ثلاثہ ہیں

ارشاد فرمایا کہ لندن میں مولوی فیض علی صاحب نے ایک مرتبہ فون کیا اور کچھ بات کی انھوں نے اثنار گفتگو کہا کہ میرے چھوٹے بھائی سیدالاذکیار صاحب پہلے آتے ہیں۔ میں نے کہا کہ ہم نے سنا تھا کہ آپ پہلے آتے ہیں (یعنی دنیا میں) تو وہ بہت ہنسے کہا کہ دنیا میں تو میں پہلے آیا ہوں لیکن لندن میں سیدالاذکیار پہلے آئے ہیں میں نے کہا کہ لندن تو دنیا کا جزُ ہے تو جب آپ کُل میں پہلے آئے ہیں تو کیا جز میں پہلے نہیں آئے۔ خیر میں نے کہا کہ آپ تینوں حضرات (مولوی فیض علی صاحب سیدالاذکیار صاحب خالد محمود صاحب) اقانیم ثلاثہ پورے انگلستان کیلئے کافی ہیں تو کہنے لگے کہ جب میں

حضرت مدنیؒ حضرت رائے پوریؒ ثانی اور حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کو دیوبند میں یکجا دیکھتا تھا تو کہتا تھا کہ یہ اقانیم ثلاثہ ہیں ۔

کرایہ بھجوادیجئے حاضر ہوجاؤں گا

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا محب الدین صاحبؒ سے مولانا احتشام الحسن صاحبؒ نے حج کے بعد پوچھا کہ آپ بھی مدینہ طیبہ چلیں گے تو فرمایا کہ نہیں چلوں گا مولانا احتشام الحسن صاحب چلے گئے پھر دیکھا کہ مولانا محب الدین صاحب بھی آگئے تو مولانا احتشام صاحب نے پوچھا کہ آپ نے تو فرمادیا تھا کہ تشریف نہیں لائیں گے تو فرمایا کہ ہاں ارادہ تو نہیں تھا مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی تو فرمایا کہ تم ہماری ملاقات کو نہیں آتے میں نے عرض کیا کہ کرایہ کیلئے پیسہ نہیں ہے گھٹنوں میں طاقت نہیں پیدل چلا نہیں جاتا کرایہ بھجوادیجئے حاضر ہوجاؤنگا ۔ صبح دیکھا کہ ایک صاحب آئے اور کہا کہ میرے اونٹ پر جگہ ہے میں جارہا ہوں آپ کو چلنا ہو تو چلیں چنانچہ اُن کے ساتھ آگیا ۔

اعلاء السُنن کا اصل نام احیاء السُنن تھا

ارشاد فرمایا کہ مولانا احمد حسین صاحب سنبھلی جو حضرت تھانویؒ کے مرید ومجاز بھی تھے حضرت تھانویؒ نے اعلاء السنن کی تصنیف ان کے ذمہ کی تھی اس کا نام پہلے احیاء السنن رکھا تھا کچھ مسائل میں بحث وتمحیص چل رہی تھی اسی اثناء میں حضرت تھانویؒ کے یہاں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ تشریف لے گئے تو حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ مولوی احمد حسین، مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ بھی تشریف لاتے ہیں آجاؤ اس مسئلہ میں بات چیت کرلو چنانچہ گفتگو کیلئے بیٹھے تو اثناء گفتگو مولانا احمد حسین صاحب کی

آواز تیز ہو گئی تو حضرت سہارنپوری نے فرمایا کہ بھائی زور سے بولنے کی ضرورت نہیں یہ عرفی مناظرہ نہیں ہے بلکہ گفتگو ہو رہی ہے مسئلہ کے مختلف پہلو سامنے آئیں گے اسمیں جو مناسب راہ ہوگی وہ اختیار کی جائے گی پھر وہ ہلکے پڑ گئے اسی اثناء میں حضرت سہارنپوریؒ نے مولانا ظفر احمد صاحب سے فرمایا کہ مولوی ظفر احمد! فلاں کتاب میں فلاں روایت نکالو وہ اٹھنے لگے تو مولوی احمد حسین صاحب نے مولانا ظفر احمد صاحب کا ہاتھ پکڑ کر بٹھا دیا اور حضرت سہارنپوریؒ سے کہا کہ آپ کسی سے مدد نہیں لے سکتے آپ کو خود نکال کے دکھانا ہوگا تب حضرت سہارنپوریؒ نے فرمایا کہ بس بھائی گفتگو ختم کتابیں بند کرو چنانچہ بات ختم فرما دی۔ اس زمانہ میں تھانہ بھون میں اسٹیشن نہیں تھا بلکہ جلال آباد میں تھا جب حضرت سہارنپوریؒ چلنے لگے تو حضرت تھانویؒ رخصت کرنے کیلئے اسٹیشن تشریف لائے تو حضرت سہارنپوریؒ نے حضرت تھانویؒ سے فرمایا کہ آپ احیاء السنن کا کام مولوی احمد حسین کے سپرد نہ کریں ان میں غیر مقلدیت کے جراثیم محسوس ہوتے ہیں۔

حضرت تھانویؒ نے اسکو گفتگو کا وقتی تاثر سمجھا اور ان کو اس کام سے برطرف نہیں کیا بلکہ یہ کہا کہ حضرت یہ مغلوب الغضب ہیں بہت جلدی بھڑک جاتے ہیں اور بہت جلدی غصہ ختم بھی ہو جاتا ہے جب احیاء السنن کی دو جلدیں تیار ہو گئیں اور چھپکر منظر عام پر آگئیں تو حضرت تھانویؒ کے نام چاروں طرف سے خطوط آنے لگے کہ آپنے احیاء السنن حنفیہ کی تائید میں لکھی ہے یا تردید میں تب حضرت تھانویؒ نے کتاب دیکھی جہاں جہاں اس قسم کی باتیں پائی جاتی تھیں اس پر مولانا ظفر احمد صاحب سے استدراک لکھوایا اور احیاء السنن کا کام مولوی احمد حسین صاحب سے لے لیا اور مولانا ظفر احمد صاحب کے حوالہ کیا اور انکی خلافت فسخ کی بیعت فسخ کی تو اس پر مولوی احمد حسین نے حضرت تھانویؒ کو گالیاں دیں۔ حضرت تھانویؒ نے انکو یکجا جمع کیا اور اس رسالہ کا نام رکھا "موذی مُرید"

ملازمت سے برطرف پریشان حال حضرت سہارنپوریؒ کی خدمت میں

ارشاد فرمایا کہ کانپور میں ایک صاحب حکومت کے ملازم تھے وہ برطرف کر دیئے گئے تھے اسلئے پریشان تھے کسی نے اُن سے کہا کہ اگر سہارن پور کا کلکٹر سفارش کر دے تو تم بحال ہو سکتے ہو چنانچہ وہ سہارنپور آرہے تھے کسی نے کہا کہ جب سہارن پور جاؤ تو وہاں ایک مدرسہ مظاہر علوم ہے وہاں مولانا خلیل احمد صاحب رہتے ہیں ان سے بھی مل لینا یہ سہارنپور آئے کلکٹر کے پاس گئے تو معلوم ہوا کہ کلکٹر دورہ پر گیا ہوا ہے تب مولانا خلیل احمد صاحب کے یہاں آئے حضرت نے پوچھا کیا بات ہے کہاں سے آئے ہو تو انھوں نے سارا قصہ سنایا حضرت سہارنپوریؒ نے اِدھر اُدھر دیکھا پھر فرمایا کہ میرا خیال تو یہ ہے کہ آپ سیدھے کانپور ہی چلے جائیں کلکٹر وغیرہ سے ملاقات وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں یہ فرماکر کھانا منگا کر انکو کھلایا اور خادم کو بھیجکر تانگا منگایا خادم کو پیسے دیکر فرمایا کہ ان کیلئے ٹکٹ لیکر کانپور کی گاڑی میں بٹھا آؤ۔ یہ اندر ہی اندر کڑھ رہے ہیں کہ عجیب حضرت ہیں کہ ٹھہرنے کو بھی نہیں کہا وہ کانپور پہنچے تو گھر والوں نے کہا کہ اچھا ہوا آپ آگئے یہاں ایک جگہ ملازمت کی خالی ہوئی تھی ہم نے تمہاری طرف سے درخواست دی کل تمہارا انٹرویو ہے ہم پریشان تھے کہ ہم تم کو کیسے اطلاع دیکر بلائیں چنانچہ انٹرویو کے بعد ان کو ملازمت ہوگئی جو پہلی ملازمت سے اعلیٰ تھی تب سمجھ میں آیا کہ کانپور جانیکی جلدی حضرت سہارنپوریؒ نے کیوں کی تھی

جاؤ جاؤ پہاڑ پر چڑھ جاؤ

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں گنگوہ آئے اور اپنی ملازمت سے برطرفی کی شکایت کی تو حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ فلاں جنگل میں ایک مجذوب رہتے ہیں تم ان کے پاس جاکر یوں کہو کہ مولانا رشید احمد نے آپ کو سلام کہا ہے یہ صاحب

آکر کہنے لگے کہ یہ دیکھئے صاحب انھوں نے بتلادیا کہ فلاں صاحب کے پاس جاؤ چنانچہ وہ نہیں گئے اپنے گھر چلے گئے اتفاق سے وہ ادھر جنگل کی طرف گئے تو وہاں یہ مجذوب بھی تھے یہ صاحب ان مجذوب سے ملے تو ان مجذوب نے خود ہی پوچھا کہ مولوی صاحب نے بھیجا ہے اُنھوں نے کہا ہاں آپ کو سلام بھی کہا ہے تو کہا اچھا جاؤ جاؤ پہاڑ پر چڑھ جاؤ اُنھوں نے کہا کہ دیکھئے صاحب مولانا رشید احمد صاحب نے یہ کہکر ٹالا کہ ان کے پاس جاؤ اور انھوں نے یہ کہکر ٹالا کہ جاؤ پہاڑ پر چڑھ جاؤ جب وہ وہاں سے اپنے مکان پر واپس آئے تو ان کو پروانہ ملا کہ تم کو بحال کیا گیا اور نینی تال جگہ تجویز کی گئی (نینی تال پہاڑ پر ہے)

روپیوں کو سونگھ کر کہا کہ یہ طلبائ کے پیسے نہیں

ارشاد فرمایا کہ میرے والد صاحب نوراللہ مرقدہ نہٹور ضلع بجنور میں پڑھاتے تھے وہاں ایک عورت مجذوبہ تھی یا مجنونہ تھی بازار میں رہا کرتی تھی اگر ادھر کو والد صاحب گزرتے تو ان سے پیسہ مانگتی والد صاحب پیسے جیب میں نہیں رکھتے تھے بلکہ رومال میں باندھ کر رکھا کرتے تھے والد صاحب اسکو پیسے دیتے تو وہ جھٹ سے جاکر دکان سے ملتانی مٹی خریدتی اور کھالیتی یہ تھی اسکی غذا ایک دفعہ اس نے پیسے مانگے تو والد صاحب کے پاس اپنے پیسے نہیں تھے مدرسہ کے تھے اس میں سے انھوں نے نکال کر دیا تو اس عورت نے اسکو ہاتھ میں لیا اچھی طرح الٹ پلٹ کر دیکھا اور سونگھا۔ سونگھ کر واپس کر دیا اور کہا کہ دوسرے دو۔ چنانچہ والد صاحب نے دوسرے پیسے دیئے اسکو بھی دیکھا بھالا سونگھا زور سے جھٹک کر واپس کیا اور کہا کہ اپنے پیسے دے لونڈوں کے پیسے دیدے معلوم نہیں اسکو ایسے کیا بو آتی تھی۔

قوتِ تصرف کا واقعہ

ارشاد فرمایا کہ یہاں ضلع سہارنپور میں قصبہ انبہٹہ میں ایک صاحب رہتے تھے جو یہ کہا کرتے کہ میں تو کی کا

سر اپنے بغل میں دبا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرا سکتا ہوں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری سے کسی نے دریافت کیا کہ حضرت وہ جو یہ کہتے ہیں کیا یہ صحیح ہے ؟ حضرت نے فرمایا صحیح ہے وہ حضور کی تو زیارت کرا دیتے ہیں مگر ان کے پاس نہ جانا یہ وا ہیں وہ جو تھی (ہمارے حضرت نے فرمایا) وہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کے نسبتی برادر بھی ہوتے ہیں۔ مفتی فاروق صاحب نے پوچھا کہ حضرت ان کا نام کیا ہے ؟ تو فرمایا کہ مولوی شبیر علی ہے پھر فرمایا کہ اس کا مدار تو قوت تصرف پر ہے کہ یہاں سے مدینہ پاک تک کے حجابات اٹھا دیتے اور زیارت کرا دی۔ ان کے ایک مرید تھے وہ بھی صاحب تصرف تھے وہ سہارنپور میں محلہ شاہ بہلول کے رہنے والے تھے وہ بھی اپنے واقعات بتایا کرتے تھے ان سے میری ملاقات بھی رہتی تھی وہ ایک مرتبہ دیوبند آئے تھے مزارات پر مراقب بھی ہوئے تھے قبرستان سے واپس آکر ایک مجلس میں جہاں اساتذہ وغیرہ موجود تھے مراقب ہو کر سب کا حال بتا دیا تھا کبھی کبھی ان کی باتیں غلط بھی ہو جاتی تھیں وہ جب سہارنپور آتے مظاہر علوم کا کتب خانہ دیکھا اور دیکھ کر کہا کہ آہا کتنی نایاب کتابیں ہیں جب ۱۹۴۰ء میں حکومت بدلے گی خون خرابا ہوگا تب یہاں سکھ بیٹھے ہوں گے یا کوئی اور ہوگا اس کتب خانہ کو بیچا کر برباد کر دیں گے عبدالرحمٰن نامی بادشاہ ہوگا جامع مسجد سہارنپور کی مندر بنے گی یا گردوارہ بنے گا۔

پھر (حضرت نے فرمایا) وہ بیچارے تو قبر میں چلے گئے مگر حکومت ۱۹۴۰ء میں تبدیل ہوئی اور اس مدرسہ میں نہ سکھ قابض نہ کوئی اور ہم قابض بیٹھے اب ان سے کون پوچھے گا وہ تو قبر میں چلے گئے۔ ایک اور دفعہ کا واقعہ ان مرید صاحب نے بتایا کہ میں اپنے پیر مولوی شبیر علی صاحب کے ساتھ بمبئی میں تھا گھر سے (سہارنپور سے) خط آیا کہ گھر لڑکا پیدا ہوا تو مجھے شوق پیدا ہوا کہ دیکھوں۔ میں نے اپنے پیر سے کہا کہ میں تو اپنے

لڑکے کو دیکھنا چاہتا ہوں ۔ تو حضرت نے فرمایا کہ جب گھر جاؤ گے تب دیکھ لینا میں نے کہا میں تو ابھی دیکھنا چاہتا ہوں ۔ تب اُنھوں نے کہا کہ اچھا آنکھیں بند کرو گردن جھکا لو میں نے آنکھیں بند کر لیں ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ زمین چل رہی ہے فلاں شہر آیا فلاں شہر آیا پھر سہارنپور آیا اب میں نے محسوس کیا کہ میں اپنے گھر کی طرف چل رہا ہوں اپنے گھر پہنچا اور اپنے لڑکے اور اہلیہ کو دیکھا میں نے ہاتھ بڑھا کر بچے پر پھیرنا چاہا زمین سرکنا شروع ہوئی اور بہت عجلت کے ساتھ میں بمبئی پہنچ گیا تو حضرت نے مجھ کو ڈانٹا کہ یہ کیا حرکت کر رہے تھے جب اچانک ہاتھ پڑتا تو ڈر اور گھبراہٹ کے مارے کہ یہ غیب سے ہاتھ کہاں آ رہا تمہاری بیوی اور بچے کا انتقال ہو جاتا تو کیا ہوتا ۔

(ہمارے حضرت نے فرمایا) ان واقعات سے میرے دل میں کوئی اثر نہ ہوا کیونکہ یہ چیز تو قوتِ تصرف سے تعلق رکھتی ہے آدمی کے مجاہدے پر یہ چیز حاصل ہو جاتی ہے یہ چیز تو غیر مسلم کو بھی حاصل ہو جاتی ہے اس کا مدار تو مجاہدے پر ہے ۔ باقی خدا نے ہم کو ان چیزوں کے لئے پیدا نہیں کیا بلکہ اصل تو یہ ہے کہ سنت کا اتباع کرے اور شریعت کو مضبوطی سے تھام لے خدا نے تو ہم کو اس کام کے لئے پیدا کیا ہے کہ ہم شریعت کا اتباع کریں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلیں اور خلقِ خدا پر شفقت کریں ۔ یہی چیز اصل ہے ۔ مفتی فاروق صاحب نے عرض کیا حضرت کیا یہ شیطانی خیالات ہیں یا قوتِ واہمہ کا نتیجہ ! تو فرمایا کہ دونوں طریقوں سے ہوتا ہے کبھی قوتِ واہمہ کا اثر ہوتا ہے کبھی شیطانی خیالات ۔ اطباء تو اسکو خللِ دماغ کہتے ہیں ۔

احقر (راقم الحروف) نے عرض کیا کہ مولوی شبیر علی صاحب انبہٹوی کے مرید کا کیا نام تھا تو فرمایا کہ پیر جی انعام الرحمٰن تھا اُن کے داماد میرے ماموں ہوتے ہیں (یعنی میری والدہ کے چچا زاد بھائی ہوتے ہیں) وہ یہاں آنے بھی رہتے ہیں اور پیر جی کے

واقعات بھی بتاتے رہتے ہیں وہ مجھ سے کہنے لگے کہ ذکر وشغل سے کیا ہو؟ لطائف بھی جاری ہو جائیں تو کیا ہے اور اگر لطائف عشرہ بھی جاری ہو جائیں تو کیا ہوا۔

میں نے ان کو کوئی جواب نہیں دیا اسلئے کہ بدیہی چیز کا کیا جواب دوں اگر کسی کی آنکھ میں موتیا اتر آیا ڈاکٹر نے آپریشن کرکے اسکو نکال دیا اور آنکھ کو نظر آنے لگا اب اگر کوئی یوں پوچھے کہ موتیا نکال دیا اور نظر بھی آنے لگا تو کیا ہوا۔ اب ایسی بدیہی بات کا کیا جواب دیں۔

چوروں نے سب مال واپس کردیا

ارشاد فرمایا کہ حضرت مفتی محمود لطف اللہ صاحب

سہارنپور سے گنگوہ مع مستورات کے جارہے تھے اس زمانہ میں موٹریں نہیں تھیں اونٹ گاڑی چلتی تھی اور وہ بھی رات میں کسی جگہ پہنچکر کچھ چور آگئے انھوں نے گاڑی کو گھیر لیا تو مفتی صاحب گاڑی سے باہر آئے اور فرمایا کہ دیکھو بھائی ہم تمہیں سب مال نکال کردے دیں گے حملہ نہ کرنا۔ چنانچہ اپنی بہو سے کہا کہ سب مال دیدو اگر اللہ نے چاہا تو بہو الیں گے چنانچہ نکال کر حوالہ کردیا وہ چور اس مال کو لیجاکر باغ میں تقسیم کرنے بیٹھے تھے بہو نے ادھر مفتی صاحب سے کہا کہ ایک جھیلا دینے سے رہ گیا تو انھوں نے کہا کہ ہم نے کہا تھا سب دیدیں گے لاؤ اس جھیلا کو بھی دیدیں۔ گاڑی ٹھیرا کر ان چوروں کی تلاش میں نکلا وہ سڑک سے ہٹ کر ایک باغ میں جاچکے تھے وہاں پہنچکر ان سے کہا کہ ہم نے وعدہ کیا تھا کہ سب دیدیں گے یہ جھیلا رہ گیا تھا لے لو دیکر واپس چلے آئے۔

ان لوگوں نے سوچا کہ یہ مال بھلے آدمی کا معلوم ہوتا ہے اس میں ہمارے لئے خیر نہ ہوگی واپس کرنا چاہیے چنانچہ وہ آئے تو مولانا نے فرمایا کہ جب مال سب لے لیا تو حملہ کرنے کیوں آئے۔ انھوں نے کہا ہم حملہ کرنے نہیں آئے ہیں بلکہ آپ کا مال واپس

کرنے آئے ہیں اپنا مال لے لیجئے چنانچہ وہ لوگ واپس کر کے چلدیئے۔

اسکی آواز سب جگہ گھمادی

ارشاد فرمایا کہ مولانا شمس الدین صاحبؒ جو کہ مجذوب تھے وہ ایک دفعہ مولانا محمد طاہر صاحب مرحوم کے گھر پر تشریف لے گئے اور پینے کیلئے پانی مانگا انکی اہلیہ نے اپنے لڑکے سے بھجوادیا اور کہلایا کہ میرے اس لڑکے کیلئے دعا کریں مولانا شمس الدین صاحبؒ نے فرمایا ہاں ہاں اسکی آواز سب جگہ گھمادی چنانچہ وہ بچہ قاری ہوا پاکستان ریڈیو پر قرآن شریف پڑھتا تھا سب جگہ اسکی آواز جاتی تھی۔

کتے خرگوش نہیں کھاتے

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ ایک مرتبہ شیعہ مجتہد سے مناظرانہ گفتگو فرمارہے تھے ایک خرگوش شکار کیا ہوا کونے میں رکھا تھا ایک کتا آیا اور اسکی طرف وہ کتا بڑھا یہ منظر دونوں دیکھ رہے تھے کتا خرگوش کے پاس جاکر واپس لوٹ گیا تو شیعہ کے مجتہد نے کہا کہ دیکھئے مولانا اسکو کتے بھی نہیں کھاتے {شیعوں کا مسلک یہی ہے کہ وہ خرگوش نہیں کھاتے} تو مولانا نے فرمایا کہ جی ہاں اسکو کتے نہیں کھاتے {انسان کھاتے ہیں}

پرچہ خود نگرانی کر رہا ہے

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا رسول خاں صاحبؒ میرے استاذ ہیں میں نے ان سے مسلم شریف پڑھی تھی چار زانو بیٹھکر پڑھایا کرتے تھے سب سے پہلا سبق جو پڑھایا تھا وہ اسطرح تھا مسلم کی ایک جنس ہے ایک نوع ہے ایک صنف ہے یہ کتاب جنس کے اعتبار سے حدیث کی ہے نوع کے اعتبار سے صحیح ہے {تھوڑا رُک کر فرمایا} اور صنف کے اعتبار سے یہ جامع ہے اس طرح پڑھایا کرتے تھے۔

امتحان میں پرچہ بنایا تھا امتحان گاہ میں گھوم رہے تھے طلباء باتیں کررہے تھے

حضرت مدنی تشریف لائے اور فرمایا کہ طلباء آپس میں باتیں کر رہے ہیں آپ نگرانی نہیں فرماتے کیا کر رہے ہیں تو مولانا رسول خاں صاحب نے کہا کہ حضرت پرچہ خود نگرانی کر رہا ہے پرچہ بہت سخت بنایا تھا طحاوی شریف کا پرچہ تھا اس میں اکتناف ماہیات کو دریافت کیا تھا۔ بیضاوی شریف پڑھائی تھی شیخ الادب صاحب (مولانا اعزاز علی صاحب) نے اور پرچہ بنایا تھا مولانا رسول خاں صاحب نے اور پرچہ تیار کر کے حضرت شیخ الادب صاحب کو دیا طبع کرانے کیلئے چونکہ وہ ناظم امتحان تھے حضرت شیخ الادب نے پرچہ دیکھا تو کہا کہ اس میں تو منطق ہے میں تو سمجھا نہیں طلباء شاید اپنی قابلیت سے لکھ دیں تو مولانا رسول خاں صاحب نے فرمایا کہ بیضاوی میں تو ساری ہی منطق ہے بڑا خفتوں نے پڑھاہی کیا ہے جو منطق نہیں پڑھی اس میں تو سب منطق ہے بڑا خفش زیادہ فرمایا کرتے تھے۔

حضرت کے والد صاحب کے انتقال پر مدرسہ کے آنہ پائی کا بھی حساب صاف تھا

ارشاد فرمایا کہ میرے والد صاحب نہٹور ضلع بجنور میں پڑھاتے تھے حضرت شیخ الہند نے وہاں بھیجا تھا بس وہیں انتقال ہوا تقریباً پچاس سال پڑھایا انتقال کے وقت انکی تنخواہ بیالیس روپے تھی جب کبھی وہ بیمار ہوئے تو ان سے والدہ پوچھتیں کہ محمود کو اطلاع کردیں؟ تو فرماتے کہ اطلاع مت کرو اسکی یکسوئی میں خلل ہوگا توجہ ہٹ جائے گی نہایت سادہ زندگی تھی رات کی روٹی کو توڑ توڑ کر ہاتھ سے مسل مسل کر باریک کر کے پانی میں بھگو دیتے تھے وہی ناشتہ ہوتا تھا کسی کی دعوت میں نہیں جاتے تھے اگر کسی نے نکاح کی دعوت دی تو تشریف لیجاتے اگر خلافِ شرع امور نہ ہوئے تو نکاح پڑھا دیتے اور فوراً بغیر کھانا کھائے واپس آجاتے اور اگر خلافِ شرع امور ہوئے تو اصلاح فرماتے۔ اگر

اصلاح قبول نہ کی گئی تو بغیر نکاح پڑھائے واپس آجاتے کبھی حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ تشریف لاتے تو مہتمم صاحب کے مکان پر قیام فرماتے والد صاحب بھی ملاقات کیلئے وہاں تشریف لیجاتے اور دیر تک گفتگو فرماتے رہتے جب کھانے کا وقت ہوتا تو نہایت خاموشی سے اٹھکر چلے آتے۔ مہتمم صاحب حضرت مدنیؒ سے شکایت بھی کرتے کہ حضرت دیکھئے یہ میرے گھر پر کھانا نہیں کھاتے کیا میری کمائی حرام کی ہے آخر میں خود اپنی کھیتی میں ہل چلاتا ہوں پھر میرے گھر پر یہ کھانا کیوں نہیں کھاتے۔ والد صاحب فرماتے کہ میرا یہاں پر گھر موجود ہے اہل وعیال یہیں موجود ہیں۔ حضرت مدنیؒ تو مہمان ہیں وہ کھائیں گے مجھے کیا ضرورت ہے۔ حضرت مدنیؒ دونوں کی گفتگو سنکر مسکراتے رہتے کچھ نہ فرماتے۔

جب انتقال کے وقت بیمار ہوئے تو والدہ نے پوچھا کہ محمودؔ کو اطلاع کردیں تو فرمایا کہ اچھا اطلاع کردو میں آیا اور پوچھا کہ آپ کے ذمہ کچھ قرض ہے تو کہا کہ کچھ نہیں تحقیق سے معلوم ہوا کہ ایک دوکاندار کے بارہ آنے قرض تھے جس روز تنخواہ ملی اُسی روز ادا کردیئے تھے۔ میں نے پوچھا کہ مدرسہ کا کچھ حساب لکھا ہوا ہے تو کہا کہ آنہ پائی کا پورا حساب لکھا گیا ہے میں نے کہا کہ مدرسہ کے رجسٹر مہتمم صاحب کو دیدوں تو کہا کہ پہلے حساب کی خوب جانچ کرلو اسکے بعد دیدینا۔ میں نے پوچھا کہ مدرسہ کی کتابیں ہیں تو کہا کہاں ہیں۔ پھر دوسرے دن مجھ سے پوچھا کہ حساب دیکھا؟ میں نے کہا نہیں۔ پھر دیکھ لوں گا تو فرمایا کہ کیا قیامت میں دیکھوگے جب انتقال ہوگیا تو ایک صاحب آئے اور کہا کہ کفن میں اپنی طرف سے دوں گا میں نے ان کی اس بات پر توجہ نہ دی اور خود اپنی طرف سے کپڑا خرید کرلایا اور دفن کے بعد ان صاحب سے پوچھا کہ تمہارا تعلق والد صاحب سے کب سے تھا تو کہا کہ بہت زمانہ سے تعلق تھا میں نے بارہا ان کی ضیافت کی تھی۔ لیکن کبھی انھوں نے قبول نہیں فرمائی اسلئے چاہا تھا کہ کفن اپنی طرف سے دیدوں!

تو میں نے کہا کہ تم ہی بتاؤ کہ جب زندگی میں کبھی تمہاری ضیافت قبول نہیں فرمائی تو کیا زندگی کے بعد تمہارے کفن دینے کو پسند کریں گے۔ میرے والد صاحب کے انتقال پر مجھے رونا بالکل نہیں آیا البتہ دفن کر کے واپس آرہا تھا تو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے بدن کا ہر ہر حصہ ٹوٹ رہا ہو۔

لڑکی کی بھینٹ نہ دی جاتی تو ساری بستی میں خرابی پیدا ہوتی تھی

ارشاد فرمایا کہ ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامہ میں لکھا ہے کہ انکا جہاز چلتے چلتے سمندر میں خراب ہوگیا بڑی مشکل سے کسی بستی میں پہنچا خیال آیا کہ یہاں کہاں اسلام آیا ہوگا۔ مگر دیکھا کہ سب نمازی بڑے پکے متقی لوگ سنت کے پابند ہیں تعجب ہوا کہ یہاں اسلام کیسے پہنچا۔ کسی صاحب سے پوچھا تو انھوں نے بتلایا کہ فلاں صاحب سے پوچھو ان سے دریافت کیا انھوں نے کہا کہ جسطرح سے آپ کا جہاز خراب ہوگیا تھا اسی طرح سے پہلے بھی ایک جہاز آیا تھا وہ خراب ہوگیا تھا جہاز کے لوگ اتر آئے ان میں سے ایک صاحب نے ایک دھوبی کے مکان پر قیام کیا دن بھر محنت مزدوری کرتے تھے رات کو آکر وہاں لیٹ جاتے اس وقت تک کوئی مسلمان نہیں تھا۔ انھوں نے ایک روز دیکھا کہ دھوبی کے یہاں ایک ہنگامہ ہے جیسے ایک تقریب ہوتی ہے اور دھوبی بہت غمگین دھوبن غمگین پوچھا کیا بات ہے؟ انھوں نے ٹلانا چاہا اصرار کرکے پوچھا تو بتادیا کہ یہاں سمندر ہے یہاں ایک بلا آتی ہے سال بھر میں ایک دفعہ متعین تاریخ میں۔ اس بلا پر ایک بھینٹ چڑھائی جاتی ہے ایک کنواری لڑکی۔ اسکو زیور وغیرہ پہنا کر چڑھادیا جاتا ہے

دریا کے کنارے پر ایک مندر ہے اس مندر میں لیجاکر اس لڑکی کو بٹھا دیا جاتا ہے اور اس بھینٹ کو لیکر وہ بلا چلی جاتی ہے ساری بستی میں امن رہتا ہے اگر بھینٹ نہ دی جائے تو ساری بستی میں خرابی پیدا ہوتی ہے بیماری آفتیں بلائیں مصیبتیں آتی ہیں آج اسکی تاریخ ہے اور میری لڑکی کا نمبر ہے اسوجہ سے انکار بھی نہیں کیا جاسکتا اسکی وجہ سے ساری بستی بلیات سے محفوظ رہے گی ۔ بہرحال بیٹی تو بیٹی ہے انھوں نے کہا اچھا میں بتلاؤں ایسا کرو کہ یہ سب لوگ جب چلے جائیں بجائے اس لڑکی کو وھاں بٹھانے کے مجھے بٹھادو ان کو تردد بھی ہوا لیکن انھوں نے قوت واصرار سے کہا۔ تو انھوں نے کہا اچھی بات ! سب کے جانے کے بعد یہ اپنی لڑکی کو وہاں سے لے آئے اور ان کو بٹھا دیا اور صبح کو جاکر مندر میں اندر کو چپکے سے دیکھا ۔ تو دیکھا کہ زندہ سلامت بیٹھے ہوئے یہاں موجود ہیں ۔ پوچھا کیا بات ہوئی ۔؟ انھوں نے کہا کہ دیکھا کہ ایک جہاز آرہا ہے اس میں سے گانے بجانے کی آواز آرہی ہے میں نے سمجھا کہ یہی وہ بلا ہے میں نے کھڑے ہوکر آذان کہنا شروع کی اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ یہاں تک پہنچا تھا کہ وہ جہاز وہیں دور ہی کھڑا ہوگیا آگے نہیں بڑھا میں نے کہا اشھد ان محمدا رسول اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ اس میں گانے بجانے کی آواز بند ہوگئی پھر کہا حی علی الصلوٰۃ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح حی علی الفلاح اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ اس پر وہ جہاز واپس ہوگیا لوگ ان کو لیکر بادشاہ کے پاس گئے بادشاہ کو انھوں نے سارا حال بتایا ۔ بادشاہ نے کہا تم کون ہو ؟ انھوں نے کہا میں مسلمان ہوں اسلام کو بتایا کیا چیز ہے ۔ اس نے کہا اچھا تم ٹھیرو ایک اور سال اگلے سال

پھر تمکو وہاں بھیجا جائے گا چنانچہ وہ سال بھر وہاں ٹھہرکر سال پورا ہونے پر انکو سب کی
موجودگی میں زیور وغیرہ پہنا کر اُسی مندر میں بٹھادیا یہ تو بھگت ہی چکے تھے ایکدم جب
وہ جہاز اس رات بھی آیا اس میں وہی روشنی وہی گانا بجانا انھوں نے اذان
کہنا شروع کی اشہد ان محمد رسول اللہ پر پہنچے تھے وہ جہاز واپس ہوگیا
بقیہ کلمات اذان پورے کرلئے۔ پھر صبح کو بادشاہ کے سامنے بیان کیا تو بادشاہ نے
کہا ایک سال اور ٹھہرو چنانچہ تیسرے سال اور ٹھہرے۔ اب کی بار جہاز آیا
انھوں نے جیسے ہی اللہ اکبر کہا وہ جہاز دور ہی سے واپس ہوگیا۔

اس بات کو سنکر بادشاہ اور جتنے آدمی وہاں تھے سب مسلمان ہوگئے
سب کے پاس وہی اسلام پہنچا جو وہ لیکر آئے تھے۔ یہ واقعہ سفرنامہ ابن بطوطہ
میں موجود ہے۔ ابن بطوطہ نے اور ایک جگہ کا حال لکھا ہے کہ اس جگہ
کے لوگ ایک پتّہ لاتے ہیں اس پر چونا لگاتے ہیں اور کچھ تھوڑی سی کوئی چیز
ڈالتے ہیں عجیب طور پر اسکو موڑ کر بناکر مہمان کے منھ میں دیتے ہیں۔ مہمان کو
اگر آٹھ آنہ پیسے دیدیئے جائیں تو اتنا خوش نہو جتنا اس پتے کو کھاکر خوش ہوتا ہے
پتہ نہیں کیا چیز ہے۔

مُفتی صاحب تمہیں جِن پریشان نہیں کرتے

مولانا معین الدین صاحب مدظلہ شیخ الحدیث مدرسہ امدادیہ مرادآباد نے حضرت والا
سے کچھ عملیات کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا کہ میں عملیات نہیں جانتا تو انھوں نے
کہا کہ حضرت کانپور میں تو آپ کی بہت شہرت تھی تو فرمایا کہ صحیح ہے۔ حضرت
شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری نے مجھ سے ایک مرتبہ فرمایا کہ مفتی صاحب تعویذات

بھی دیا کرتے ہو؟ میں نے کہا جی تعویذات بھی دیتا ہوں تو فرمایا کہ تمہیں جن پریشان نہیں کرتے میں نے کہا کہ پریشان تو ان کو کریں جو تابع بنائیں ان کی پٹائی کریں یا جلائیں۔ میں نہ تابع بناتا ہوں نہ پٹائی کرتا ہوں نہ جلاتا ہوں بلکہ میں تو نصیحت کا کلمہ خیر کہدیتا ہوں کہ بھائی کیوں پریشان کرتے ہو اچھی بات نہیں چلے جاؤ

کانپور میں بیشک کرتا تھا (اور وہاں تعویذات کی مستقل ایک کاپی ایسی تھی جیسی کہ لامع الدراری کی پہلی جلد) دو وجہ سے ایک تو یہ کہ اُس سے وعدہ لے لیا کہ نماز کی پابندی کروگے مجھ سے تو کوئی تبلیغ نہیں ہوتی اس تعویذ کے ذریعہ سے ہی تبلیغ کرلیا کردں تھا۔ دوسرے اس وجہ سے کہ اگر میں نہ دوں تو خدا معلوم کہاں جائے گا اگر غلط جگہ چلاگیا یا کسی بدعتی کے یہاں چلاگیا تو معلوم نہیں کیا کیا کرائے گا شرک وغیرہ میں اگر مبتلا کردیا تو اس کا ایمان بھی خراب ہوجائے گا اس وجہ سے کانپور میں تعویذ دیتا تھا اور جب دیوبند آیا تو ماشاءاللہ یہاں تو ایک اچھی خاصی تعویذات کی منڈی ہے اسلئے کوئی خط میں تعویذ مانگتا تو لکھدیتا کہ کاپی کانپور میں چھوڑ آیا ہوں۔ اور واقعی چھوڑ آیا تھا حضرت شیخؒ نے مدینہ سے حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب (امیر تبلیغ) کو خط میں لکھا تھا کہ میں نے مفتی جی کو تعویذات کرنے سے منع کردیا ہے مولانا انعام الحسن صاحب نے مجھے وہ خط دکھایا بھی تھا اسکی ایک وجہ بھی تھی وہ یہ کہ نظام الدین میں کچھ واقعات شروع ہوگئے تھے ایک صاحب کی چارپائی کے نیچے آگ لگ گئی تھی مجھ سے انھوں نے پوچھا تھا تو میں نے کہا کہ بیشک آپ کے یہاں جنات ہیں مگر یہ حرکت ان کی نہیں ہے بلکہ اتفاقی بات ہے چارپائی کے نیچے انگیٹھی رکھی تھی سردی کا زمانہ تھا چارپائی کی رسی لٹک رہی تھی اس میں آگ لگ گئی اسکے ذریعہ چارپائی پر بھی اتر آیا آپ کے یہاں جو جنات ہیں وہ ستاتے

نہیں بلکہ وہ خدمت گذار جنات ہیں ۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ کاپی افریقہ چلی گئی
{ ایک موقع پر فرمایا کہ وہ کاپی مولوی بشیر صاحب افریقی لے گئے } اور وہاں جب
مولانا اسعد صاحب پہنچے تو وہ کاپی دیکھی اور اسکی فوٹو کاپی لیکر آئے { احقر
راقم الحروف نے حضرت مولانا اسعد صاحب مدظلہ سے اسکے متعلق پوچھا تو فرمایا
کہ دیوبند آئیے تب دکھائی جائے گی } ۔

اچھا پشت پناہ بنے بیٹھے تھے

ایک صاحب کانپور کے حضرتِ والا کی مجلس میں
عصر کے بعد پشت کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے حضرت والا نے ان کو دریافت فرمایا تو
انھوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کی پشت کے پیچھے ہی بیٹھا ہوں ۔ حضرتِ والا نے
فوراً فرمایا کہ آپ سے اسی پشت پناہی کی توقع تھی پھر فرمایا کہ ایک جگہ حضرت
شیخ الہند رح اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رح تشریف فرما تھے
تو لوگوں نے حضرت شیخ الہند رح سے عرض کیا کہ کچھ بیان فرمائیں حضرت شیخ الہند رح نے
فرمایا کہ اگر مولانا خلیل احمد صاحب نہ ہوں تو بیان کردوں گا اس پر حضرت سہارنپوری رح
نے فرمایا کہ بھائی میری وجہ سے تم لوگ سب کیوں محروم ہوتے ہو لو میں جا رہا ہوں
چنانچہ دروازے سے باہر نکل آئے مولانا دیوبندی رح نے بیان شروع فرمایا تو حضرت
سہارنپوری رح دوسرے دروازے سے داخل ہو کر ممبر کے پیچھے کو بیٹھ گئے اسطرح
کہ حضرت دیوبندی کو پتہ نہ چلے ۔ جب پورا بیان ختم ہوگیا تو حضرت سہارنپوری رح اٹھے
اور جلدی سے اپنے کمرے میں چلے گئے جب حضرت دیوبندی رح تشریف لائے تو حضرت
سہارنپوری نے فرمایا کہ ہم نے بھی آپکا بیان سن ہی لیا حضرت دیوبندی رح نے پوچھا کیسے
تو فرمایا کہ ممبر کے پاس کو آپ کے پیچھے بیٹھ گیا تھا تو حضرت دیوبندی رح نے فرمایا

کہ اچھا پشت پناہ بنے بیٹھے تھے پھر فرمایا کہ آپ نے تو وعدہ کیا تھا کہ چلا جاؤنگا تو فرمایا کہ یہی تو کہا تھا کہ چلا جاؤں گا مگر یہ تو نہیں کہا تھا کہ دوبارہ کسی دروازے سے نہیں آؤنگا

تین سال میں بحثِ اسم ختم ہوئی

ارشاد فرمایا کہ مولانا عبدالوحید صاحب بہت قابل آدمی تھے ہر فن میں مہارت رکھتے تھے مولانا اسعد اللہ صاحب وغیرہ کے اُستاذ تھے پنجاب گئے تھے وہاں لوگوں نے کہا کہ یہ نحو نہیں جانتے ایک عالم سے علم نحو کے بارے میں معارضہ ہوگیا اس پر انہوں نے اِدھر اور مولانا عبدالوحید صاحب نے اُدھر شرح جامی شروع کرادی تین سال میں بحثِ اسم ختم ہوئی تھی تب بڑا شور مچا کہ یہ بہت بڑے نحوی ہیں ان کا ہر فن میں یہی حال تھا صدرا شمس بازغہ وغیرہ مولانا اسعد اللہ صاحب نے ان سے ہی پڑھا ہے۔ فرمایا کرتے تھے اور بڑے خاص انداز میں فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں اعتراف ہے کہ ہم اِن کتابوں کے پڑھانے کے اہل نہیں ہیں مگر یہ جو بیٹھے ہیں (طلبا کی طرف اشارہ کرکے) یہ ہم سے بھی پڑھنے کے اہل نہیں۔ مولانا ظہور الحق صاحب ہمارے استاذ تھے ہم نے اُن سے شرح جامی پڑھی جتنے الفاظ عبارت کے ہوا کرتے تھے اتنے ہی الفاظ بلکہ اس سے بھی کم وہ بولا کرتے تھے طلبا ان کو پریشان بھی کرتے تھے بہت پوچھا کرتے تھے مگر میں کبھی ان سے کچھ نہ پوچھتا کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ جتنا پڑھاتے ہیں اتنا یاد کرلوں وہی غنیمت ہے زیادہ پوچھکر کیا یاد رکھ سکوں گا[ع] میں نے ان سے کافیہ، شرح جامی، کنز الدقائق

ع یہ حضرتِ والا کی انتہائی تواضع ہے کہ ایسا فرمارہے ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت اپنے ساتھیوں میں ہمیشہ ذی استعداد اور اساتذہ کے نزدیک بہت مقبول تھے، حق تو یہ ہے کہ جو طالب علم اساتذہ کو خوش رکھتا ہے اسکا علم ہمیشہ متعدی اور بار آور ہوتا ہے تجربہ شرط ہے۔ (احقر مرتب)

شرح وقایہ پڑھی، بڑے متقی پرہیز گار تھے وضو کرکے گیلے پیر سے کبھی نہیں جاتے تھے کہ ماءِ مستعمل امام صاحب کے نزدیک نجس ہے کہ کہیں مسجد ملوث نہ ہو جائے حالانکہ وہ پیروں کی نمی ماءِ مستعمل نہیں ہے ماءِ مستعمل تو وہ ہے جو اعضاء سے گرے بازار کا پھل کبھی نہیں کھاتے تھے کہ انکی بیع ناجائز ہوتی ہے۔

یہ تو اُدھر سے کہلوایا جارہا ہے

ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی گالیاں دیتا ہے تو ہم سن لیتے ہیں ایک بزرگ نے فرمایا کہ جو شخص ہمارے ہاتھ جن ہونٹوں سے چومتا ہے تو ہم کو انتظار رہتا ہے کہ اِن ہی ہونٹوں سے ہم کو کب گالیاں دے گا انھیں ہونٹوں سے ہم کو کب گالیاں نکلیں گی کیونکہ اسکی اصل تو اُدھر سے ہے یہ ہونٹ اس کے اختیار میں تو ہیں نہیں بلکہ اُدھر سے کہلوایا جارہا ہے۔

حضرت گنگوہیؒ کو ڈاک مولانا یحییٰ صاحب سنایا کرتے تھے کسی روز ایک خط پڑھتے پڑھتے رُک گئے حضرت نے فرمایا کہ کیوں رک گئے تو مولانا یحییٰ صاحب نے فرمایا کہ حضرت یہ بیہودہ خط ہے پڑھنے کے قابل نہیں ہے تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو اُدھر سے کہلوایا جارہا ہے تم کون ہوتے ہو جو روکتے ہو تم کو سنانا پڑے گا چنانچہ مولانا یحییٰ صاحب نے پورا خط سنایا۔ ایک صاحب کا خط حضرت مدنیؒ کے نام آیا جو پنجاب کے رہنے والے تھے حضرت مدنیؒ نے استفسار فرمایا کہ یہ کون شخص ہے حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری نے سنا تو عرض کیا کہ حضرت یہ ایک پاگل قسم کا آدمی ہے اسکے خطوط تو میرے پاس بھی بہت آتے ہیں گالیوں سے بھرے ہوئے خطوط یہ شخص لکھتا ہے آپ اس پر توجہ نہ فرمائیے۔ اس پر حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ اچھا آپ نے یہ سمجھا ہوگا کہ گالیاں کھانے کیلئے فقط حسین احمد رہ گیا ہے

حضرت رائپوریؒ نے کہا کہ حضرت یہ شخص حضرت تھانویؒ کو بھی بہت گالیاں دیا کرتے تھے اور گالیوں کے خطوط لکھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ انھوں نے حضرت تھانویؒ پر مقدمہ دائر کر دیا تھا کہ انھوں نے میری کیفیت قلبیہ سلب کر لی ہے اور شہادت میں حضرت رائے پوریؒ اور حضرت شیخ الحدیثؒ کا نام پیش کیا تھا چنانچہ حضرت تھانویؒ کے نام سمن جاری ہو گیا تھا اور حضرت تھانویؒ کے پاس پہنچ بھی گیا تھا۔

تھانہ بھون میں حضرت کے پاس ہر قسم کے لوگ رہتے تھے کسی طرح سے اسکو واپس کر دیا پھر حضرت تھانویؒ کے بعد وہ حضرت مدنیؒ کو پھر حضرت رائپوریؒ کو پھر حضرت شیخ الحدیثؒ کو گالیاں دیا کرتے تھے۔ { ہمارے حضرت نے فرمایا } میں نے ان کو دیکھا ہے رات کی اندھیری میں آنکھوں پر پٹی باندھ کر اندر مسجد میں چھتری سر پر پکڑے ہوئے بیٹھے تھے یہ ماؤف الدماغ کی بات نہیں تو اور کیا ہے۔

حضرت سہارن پوری شمشیر برہنہ ہیں

ارشاد فرمایا کہ حضرت گنگوہیؒ کی وفات کے بعد حضرت سہارنپوریؒ نے صاحبزادی صاحبہ سے کہا کہ اپنے بھائی سے میراث کا مطالبہ کرو صاحبزادی صاحبہ نے فرمایا کہ بھائی سے مانگتے ہوئے حیاء آتی ہے باقی اللہ کا دیا میرے پاس موجود ہے اگر نہ بھی ملے تو کوئی ضرورت نہیں ہے حضرت سہارنپوریؒ نے فرمایا کہ پھر تو آپ پر حج فرض ہے چنانچہ صاحبزادی صاحبہ نے مطالبہ کیا اور حکیم مسعود صاحب نے ان کا حق دیا۔

اسکے بعد حضرت سہارن پوریؒ نے حکیم صاحب سے فرمایا کہ آپ بھی حج کا ارادہ کر لیجئے تو انھوں نے جواب میں کہا کہ ہندوں سے فیس کا لیا ہوا روپیہ الگ رکھا ہوا موجود ہے جب حجاز کی ریل جاری ہو گی تو اس رقم سے سفر کروں گا { اس زمانہ میں مشہور تھا

کہ حجاز میں چند دنوں میں ریل جاری ہورہی ہے ، اس پر حضرت سہارنپوریؒ نے فرمایا کہ ہمارے حضرت نے لکھا ہے کہ حج فرض ہونے کے بعد جو ادائیگی میں تاخیر کرے وہ فاسق ہے کیا آپ کو اپنی زندگی کا یقین ہے اس پر حکیم صاحب بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ مولوی خلیل نے مجھے فاسق کہا ہے ۔ لیکن وہ حج کو گئے وہاں سے واپس آکر فرمانے لگے کہ الحمد للہ ہماری جماعت میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ اگر ہمارا قدم غلط پڑ گیا تو فوراً ٹوکیں گے ۔ حضرت سہارنپوریؒ کے متعلق مشہور تھا کہ حضرت گنگوہیؒ کے آدمیوں میں شمشیر برہنہ ہیں ۔

ہاں ۔ اتباعِ سُنّت ہے

ارشاد فرمایا کہ ہمارے ایک رفیق سناتے تھے کہ ایک صاحب مسلم لیگ سے تعلق رکھنے والے تھے انھوں نے ہاتھ سیدھا رکھنے کی مدت تک مشق کی چنانچہ انھوں نے آدھ گھنٹہ تک ہاتھ سیدھا رکھنے کی مشق کر لی اسکے بعد حضرت مدنیؒ سے آکر مصافحہ کیا چونکہ حدیث میں آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی مصافحہ کرنے والے سے اپنا ہاتھ نہیں چھڑاتے تھے جب تک کہ وہ خود اپنا ہاتھ نہ کھینچ لے چنانچہ اُن صاحب نے مصافحہ میں حضرت مدنی کا ہاتھ پکڑے رکھا حضرت نے بھی اپنا ہاتھ نہ چھڑایا یہاں تک کہ آدھ گھنٹہ گذرنے پر خود ہی اپنا ہاتھ ان صاحب نے کھینچ لیا تب حضرت نے اپنے ہاتھ واپس لئے ان صاحب نے کہا کہ ہاں اتباع سنت ہے ۔

تراویح کے سلسلہ میں غیر مقلد سے بحث

عرض : غیر مقلدین کا پرچہ ہے جس میں روزے کے مسائل لکھے رہتے ہیں اس میں لکھا ہے کہ بصوم غد نویت کے الفاظ حدیث سے ثابت نہیں ہیں ؟

ارشاد ، غیر مقلد ہونا حدیث سے ثابت ہے ؟

افریقہ میں اعتکاف کی حالت میں تین غیر مقلد آئے ان تینوں میں سے ایک کی تو ڈاڑھی خوب بڑی تھی ایک مشت سے آگے شاید دو مشت ہو۔ ایک کی کٹی ہوئی تھی ذرا ذرا سی تھی ایک کی منڈی ہوئی تھی اب یہ تینوں حضرات مجھ سے گفتگو کرنے کیلئے آئے کہ تراویح کی بیس رکعات کہاں سے ثابت ہیں کونسی حدیث میں ہے۔ میں نے ان سے گفتگو کی کہ بتایئے قیام لیل (تہجد) فرض تھا یا نہیں وہ فرض تھا یا ایھا المزمل قم اللیل الا قلیلا نصفه اور صرف تنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں بلکہ صحابہ بھی آپ کے ساتھ پڑھتے تھے ان ربك یعلم انك تقوم ادنی من ثلثی اللیل و نصفه و ثلثه وطائفة من الذین معك پہلے اس کو بتایئے کہ قیام لیل فرض ہے یا نہیں تراویح کا مسئلہ بعد میں آوے گا وہ بیچارے پڑھے ہوئے تھے نہیں حافظ جی تھے۔ میں نے کہا اچھا یہ بتایئے کہ آپ کے نزدیک کتنی رکعت ثابت ہیں کہا آٹھ رکعت ثابت ہیں۔ میں نے کہا پورے مہینہ ثابت ہے یا صرف تین دن ثابت ہے۔ کہا وہ بھی صرف تین دن ثابت ہے میں نے کہا اب بتایئے کہ ان تین دن میں آٹھ رکعت کے علاوہ قیام لیل جو کہ فرض تھا وہ بھی ادا کیا یا نہیں۔ بس وہ بیچارے کچھ لکھے پڑھے تھے ہی نہیں بیچاروں کے پاس کچھ بھی علم نہیں تھا۔

پھر میں نے کہا کہ تراویح تو ثابت ہے چاہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے چاہے حضرت عمر رضی سے چاہے اور خلفاء سے مگر یہ ڈاڑھی کٹانا یا منڈانا کہاں سے ثابت ہے اس پر بڑی سی ڈاڑھی والے جوش میں بولے کہ میں ان کو بہت کہتا ہوں یہ مانتے نہیں سنتے نہیں ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ سب کے ڈاڑھی تھی۔

میں نے کہا کہ ڈاڑھی کی بھی اصلاح کرائیے عقل کی بھی اصلاح کرائیے۔ پوچھا کیا بات ہے میں نے کہا ایک لاکھ چوبیس ہزار میں عورتیں بھی ہیں کیا ان سب کے بھی ڈاڑھی تھی ان میں چھوٹے بچے بھی ہیں جن کا بچپن میں انتقال ہوگیا کیا ان کے بھی ڈاڑھی تھی۔ بحرالرائق ج ۲ ص ۶۶ میں ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے سوال کیا امام ابوحنیفہؒ سے (کہ کیا تراویح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے) انھوں نے کہا کہ حضرت عمرؓ سے ثابت ہے پوچھا کہ کیا حضرت عمرؓ کے پاس کوئی دلیل تھی تو کہا کہ ضرور ہوگی لِاَنَّ عمر رضی اللہ عنہ کَانَ مُتَّبِعًا لَا مُبْتَدِعًا کہ حضرت عمرؓ متبع تھے مبتدع نہیں تھے ضرور دلیل ہوگی۔ غیر مقلدین کے یہاں آثارِ صحابہ حجت نہیں تو انہیں حق کیا ہے آثارِ صحابہ سے استدلال کرنے کا اور اگر ایسی بات ہے تو تین طلاق کے مسئلہ میں حضرت عمرؓ کی بات کیوں نہیں مانتے۔ بقول ان کے تین طلاق پہلے ایک تھی حضرت عمرؓ نے ان کو تین کیا۔ تو یہ حضرات کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو کوئی حق نہیں تھا۔

وہاں تو کہدیا کہ حضرت عمرؓ کو کوئی حق نہیں تھا یہاں حضرت عمرؓ کا حق مان رہے ہیں۔ پھر میں نے کہا کہ دیکھئے جب تک اصول مناظرہ طے نہ ہوں اس وقت تک گفتگو کسی نتیجہ پر نہیں پہنچتی پہلے طے کیجئے کہ آثارِ صحابہ حجت ہیں یا نہیں اگر حجت ہیں تو کس حد تک ہیں اور جہاں اصولِ مناظرہ طے ہوئے تو گفتگو زیادہ دیر تک نہیں چلے گی وہیں ہاتھوں ہاتھ قصہ نمٹ جائے گا۔

حسابِ تو دیگر جا

ارشاد فرمایا کہ رامپور میں ایک صاحب رہتے تھے بیچارے لنگڑے آدمی تھے کرتا پھٹا ہوا تھا بیچارے بہت غربت کی حالت میں تھے ان کا انتقال ہوا ایک شخص نے خواب میں دیکھا

کہ وہ جنت میں جارہے ہیں دروازہ پر دربان بیٹھا ہے اس دربان نے کہا کہ حساب تو دے کر جا۔ انھوں نے کہا کہ کاہے کا حساب لے لنگڑی ٹانگ کا یا پھٹے کپڑے کا یہ کہکر اندر چلے گئے۔

بیت اللہ کی دیوار پر سانپ

ارشاد فرمایا کہ بیت اللہ کو دوبارہ تعمیر کا ارادہ کیا گیا اور حلال روپیہ اکٹھا کیا گیا بیت اللہ پر ایک بڑا سانپ تھا جو برابر اس کا طواف کرتا رہتا تھا اس کے متعلق تشویش تھی کہ جب اس کو گرایا جائے گا تو سانپ کا کیا ہوگا تو کوئی پرندہ آکر جھپٹا مار کر سانپ کو لے گیا۔

شاہ بھیکؒ

ارشاد فرمایا کہ ایک واقعہ لکھا ہے شاہ بھیکؒ کا جو خلیفہ ہیں شاہ ابوالمعالی کے وہ چلے جارہے تھے دریا کے کنارے جب دریا کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ایک طالب علم بیٹھا ہے پوچھا کیا بات ہے تو کہا کہ اُس پار جانا ہے تو شاہ بھیک نے کہا کہ میرے پیچھے چلو اور یہ کہتے ہوئے چلو یا بھیک یا بھیک اور خود کہتے چلے یا اللہ یا اللہ۔ درمیان سمندر میں چلکر اس طالب علم کو خیال آیا کہ خود تو کہہ رہے ہیں یا اللہ اور مجھ سے کہا کہ یا بھیک کہو انھوں نے بھی شروع کردیا یا اللہ یا اللہ تو پیر لڑکھڑانے لگے تو شاہ بھیک نے کہا کہ کہو یا بھیک یا بھیک۔ پھر کہنے لگے یا بھیک بھیک کنارہ پر پہنچکر فرمایا کہ بھیک کو تو پہچانا نہیں اللہ کو کیا پہچانتے۔ اس واقعہ سے دونوں قسم کے لوگ استدلال کرلیتے ہیں دیوبندی بھی بریلوی بھی۔

شاہجہاںؒ کی سلطنت کے زوال کا سبب

ارشاد فرمایا کہ شاہ جہاں کو معلوم

ہوا کہ شیخ آدم بنوری بزرگ آدمی ہیں شاہجہاں اس قسم کے باکمال لوگوں کو اپنے یہاں رکھنا چاہتے تھے چنانچہ شاہجہاں نے ان کی تحقیق کے لئے دو آدمی (سعد اللہ خاں اور مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی) کو بھیجا جب یہ حضرات وہاں پہنچے تو شیخ آدم مصروف تھے ان کو آتے ہوئے دیکھنے کے باوجود اپنی مصروفیت چھوڑ کر ان کی تعظیم کے لئے کھڑے نہیں ہوئے۔ تو اس پر سعد اللہ خاں نے کہا کہ میں تو دنیا کا کتا ہوں اگر آپ میری تعظیم نہیں کی تو کوئی اشکال نہیں لیکن یہ (مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی) جو میرے ساتھ ہیں یہ تو عالم دین ہیں ان کی تو تعظیم کرنا ضروری تھا۔ اس پر شیخ آدم نے فرمایا کہ العلماء امناء الدین اذا خالطوا السلاطین فهم اللصوص اس کے بعد سعد اللہ خاں نے ان سے پوچھا کہ آپ سید ہیں تو فرمایا کہ جی ہاں! البتہ میری والدہ افغان میں سے ہیں اسلئے افغانوں سے میرے تعلقات ہیں یہ بھی پوچھا کہ آپ سے کرامت صادر ہوتی ہے تو فرمایا کہ ہاں کبھی کرامت بھی صادر ہوتی ہے وہاں سے واپس آکر سعد اللہ خاں نے شاہ جہاں کو رپورٹ پیش کی کہ ایک پٹھان ہے جو سید ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور کرامات کا بھی مدعی ہے اس کے تعلقات پٹھانوں سے بہت ہیں جسکی وجہ سے آپ کی سلطنت کو اندیشہ ہے مناسب ہے کہ ان کو حج کے بہانے حدود حکومت سے باہر نکال دیا جائے۔

چنانچہ شاہجہاں نے حکم نامہ بھیجا کہ آپ حج کی تیاری کریں اس زمانہ میں حج کے لئے جہاز سورت کی بندرگاہ سے جایا کرتے تھے چنانچہ فوراً حج کے ارادے سے سورت پہنچے وہاں کا حاکم آپ کا مرید تھا اس نے بہت روکنا چاہا لیکن شیخ آدم نے فرمایا کہ میرے ساتھ خیرخواہی یہی ہے کہ مجھے جلد یہاں سے روانہ کر دیا جائے ان کے روانہ ہونیکے بعد شاہجہاں نے خواب دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ شیخ آدم کا

تمہاری حدود سلطنت سے نکل جانا تمہاری سلطنت کے زوال کا سبب ہے شاہجہاں نے بیدار ہوکر فوراً حکم نامہ بھیجا کہ ان کو سورت روک لیا جائے لیکن وہ جا چکے تھے چنانچہ شاہجہاں اس کے چالیسویں دن گرفتار کر لیا گیا تھا۔

اس میں چبھنے کی کیا بات ہے

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ فلاں صاحب نے مجھے ایک بات خط میں ایسی لکھدی ہے کہ ابتک دل میں چبھ رہی ہے انھوں نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بیٹا تھا ابراہیم نامی ماریہ قبطیہ سے میں نے کہا کہ اس میں چبھنے کی کیا بات ہے تو کہا کہ حضور کے تو کوئی بیٹا تھا ہی نہیں ماکان محمد ابا احد من رجالکم میں نے کہا کہ قرآن ہی حجت ہے اور کوئی چیز تو آپ کے نزدیک حجت نہیں پہلے اس کا اقرار کرلو تو میں آگے چلوں انھوں نے کہا کہ اگر قرآن میں ہوا تو مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں میں نے کہا کہ اگر قرآن سے میں نے ثابت کردیا حضور کے لئے بیٹا تو کہا کہ ثابت کیجئے میں نے کہا حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَنَا وَاَبْنَاءَكُمْ ایک نہیں جمع کا صیغہ ہے اب وہ سوچ میں پڑگئے کہ یہ کیا ہوگیا۔ بات کیا ہے استاذ سے پڑھتے نہیں خود مطالعہ کرکے حل کرنا چاہتے ہیں۔

میزبان کی راحت کا خیال

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ سہارنپور سے میرٹھ تشریف لائے اور یہ سوچا کہ اتنی رات میں مولانا عاشق الٰہی صاحب کو کیوں تکلیف دیں مسجد ہی میں لیٹ گئے صبح تہجد میں اٹھکر ڈول کنویں میں چھوڑا ادھر مولانا عاشق الٰہی صاحب نے خواب میں دیکھا کہ حضرت تشریف لائے ہیں اور مسجد

میں قیام فرما ہیں اور کنویں میں ڈول چھوڑا ہے اچانک آنکھ کھل گئی تو ڈول سے پھر رسنہ کی آواز آرہی تھی گھبرا کے آئے تو دیکھا کہ حضرت پانی کھینچ رہے ہیں فوراً آئے اور عرض کیا کہ حضرت مجھ کو کیوں نہ جگایا تو فرمایا کہ کیا ضرورت تھی جگانے کی یہاں آرام سے لیٹ گیا

قبر سے نعش خود بخود باہر

ارشاد فرمایا کہ آج سے تقریباً ۲۰ یا ۲۵ سال قبل فیجی میں ایک واقعہ پیش آیا کہ کسی صاحب کا انتقال ہو گیا لوگ انکو دفن کرنے لے گئے جب دفن کر کے واپس ہونے والے تھے تو اچانک قبر کے اندر سے ایک زور کی آواز آئی اور قبر پھٹی اور اس مردہ کو نکال پھینکا سارے لوگ یہ منظر دیکھ کر ڈر کے مارے بھاگ گئے حضرت شیخ نے مجھ سے فرمایا کہ مفتی جی یہ کیا بات ہے میں نے کہا کہ ایسا لگتا ہے شاید وہاں پر کوئی جلالی مزاج کے بزرگ ہوں گے انھوں نے فرمایا کہ یہ کون آگیا اسکو نکال پھینکو۔

صحابی کے جوار کی برکت سے مغفرت

ارشاد فرمایا کہ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے دروازے پر ایک مجذوب بیٹھے تھے ایک جنازہ لایا گیا تو وہ مجذوب اس جنازہ کو دیکھ کر رونے لگے پھر جب مسجد نبوی میں داخل کیا گیا تو ہنسنے لگے اور جب مسجد نبوی سے باہر لایا گیا تو رونے لگے اور جب قبرستان لیجا کر دفن کرنے لگے تو ہنسنے لگے لوگوں نے وجہ پوچھی تو بتایا کہ جب جنازہ لایا جا رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ اسکے ساتھ عذاب کے فرشتے ہیں یہ دیکھ کر رحم آیا اور رونے لگا اور جب مسجد نبوی میں داخل کیا گیا تو دیکھا کہ فرشتے باہر ہی کھڑے رہ گئے اندر نہیں آئے تو میں خوش ہوا پھر جب باہر لے جایا گیا تو وہ عذاب کے فرشتے ساتھ ہو لئے تو میں رونے لگا اور جب قبر میں داخل کیا گیا تو دیکھا کہ وہ قبر کسی صحابی کی تھی ان صحابی نے ان عذاب کے

فرشتوں سے کہا کہ اسے کیا کہتے ہو یہ تو میرا مہمان ہے اس پر وہ فرشتے واپس ہو گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنیوالے کا انجام

ارشاد فرمایا کہ ایک ہندو تھا شردانند اس نے ایک رسالہ لکھا جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی حافظ عبدالرشید مرحوم کاتب بذل المجہود نے اسکو قتل کیا تھا اسی طرح ایک ہندو تھا راجپال نامی اس نے ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام رنگیلا رسول تھا اسکو علم دین نے قتل کیا تھا علم دین کو جیل میں ڈالدیا گیا تھا تو جیلر نے بتایا کہ روزانہ اُن سے ملنے کیلئے کوئی آتے تھے اور ان سے جیل میں باتیں کرتے تھے اور ان کے چہرے پر اتنی تیز روشنی تھی کہ کمرہ کی کھڑکیوں سے باہر دکھائی دیتی تھی اسکو پھانسی ہوگئی تو جیلر نے بتایا کہ میں دیکھتا تھا کہ علم دین غمگین تھا میں نے اس سے پوچھا کیا بات ہے اس نے کہا کہ مجھے انداز ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرا انتظار فرما رہے ہیں میرا معاملہ جلدی طے ہونا چاہیئے۔

چھپر کا مکان ہوتا تو اور بھی جی خوش ہوتا

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رئیس الاحرار نے ایک مکان تیار کیا اور اس پر ایک کمرہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری ؒ کیلئے تیار کرایا اور حضرت کو لکھا کہ حضرت کے لئے میں نے کمرہ تیار کرایا ہے جب تشریف لائیں گے یہاں ٹھہرینگے تو حضرت نے جواب میں لکھا کہ جی خوش ہوا اور اگر چھپر کا مکان ہوتا تو اور بھی جی خوش ہوتا کہ برسات میں ایک کونہ میں ٹپکا تو دوسرے کونے میں جاتے اسی طرح تیسرے کونے میں اسی طرح رات گذار دیتے یہ اچھا تھا۔

حضرت دام مجدہ کی بارش میں رائپور تشریف بری اور اس سے حضرت رائپوری کا خوش ہونا

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث حضرت رائپوریؒ کے یہاں تشریف لے گئے صبح ہی صبح تو میں بھی بہٹ تک چلا گیا اس کے بعد بارش بہت زور سے شروع ہو گئی میں پیدل ہی چلدیا رائپور باغ چھ میل پڑتا تھا خوب بھیگتا ہوا پہنچا حضرت کی مجلس تھی حضرت شیخؒ نے دیکھتے ہی فرمایا جزاک اللہ حضرت رائپوریؒ نے دیکھتے ہی فرمایا کہ مصافحہ وغیرہ بعد میں ہوگا بیٹھ جاؤ اور چائے کی پیالی دی اس کے بعد فرمایا کہ بہٹ سے کس طرح آئے میں نے کہا جی پیدل آیا فرمایا جی خوش ہوا اور اگر سہارنپور سے پیدل آتے تو اور جی خوش ہوتا۔ بس حضرت کا ایک مزاج تھا

نفس نے کہا تو بخیل ہے

ارشاد فرمایا کہ ایک جگہ پر میں نے بیان کیا کہ حضرت بایزید بسطامیؒ نے فرمایا کہ میں نے اپنے نفس سے کہا کہ تو بخیل ہے میرے نفس نے کہا کہ میں بخیل کیوں ہوتا میں تو بڑا سخی ہوں میں نے کہا کہ نہیں تو بخیل ہے تو کہا اچھا امتحان ہونا چاہئے۔ کل کو سویرے سویرے جتنی نقدی اپنے پاس ہو تجھے سب سے پہلے جو غریب ملے اسکو دیدے اگر خوش دلی سے دیدیا تو معلوم ہوگا کہ سخی ہے اگر کچھ تنگی ہوئی تو معلوم ہوگا کہ بخیل ہے صبح دیکھا تو پچاس اشرفی ہیں چنانچہ یہ پچاس اشرفی لیکر چلے تاکہ کسی غریب کو دیدیں دیکھا کہ ایک نائی کی دوکان ہے ایک نابینا حافظ جی بیٹھے ہیں اور حجامت بنوا رہے ہیں کپڑے پرانے میلے سے ہیں (ہونگے بیچارے چھتہ مسجد کے امام یعنی حافظ طیب صاحب

مزاحاً ایسا فرمایا } جی میں آیا کہ وہ پچاس اشرفی حافظ جی کو دیدیں چنانچہ کہا حافظ جی یہ آپکی خدمت میں ہدیہ ہے نذرانہ ہے تو حافظ جی نے کہا کہ اچھا ہوا تم لے آئے میرے پاس نائی کو اجرت دینے کیلئے بھی نہیں ہے اِسے دیدو اِنھیں خیال آیا کہ نابینا آدمی انھیں کیا خبر کہ پچاس اشرفی ہیں کہا کہ حافظ جی پچاس اشرفیاں ہیں کہیں نائی کی اجرت بھی پچاس اشرفی ہوا کرتی ہے۔ تب حافظ جی نے سر اوپر کو اٹھا کر کہا کہ اسی واسطے تو کہتے تھے کہ تم بخیل ہو کیوں نہیں دیدیتے۔ حضرت بایزیدؒ فرماتے ہیں کہ مجھے بڑی شرم آئی بڑی ندامت ہوئی میں نے جلدی سے اشرفیاں نائی کے سامنے رکھدیں نائی نے کہا کہ میں نے تو ان کے کپڑے پرانے سے دیکھ کر اپنے جی میں سوچ لیا تھا کہ ان کی حجامت اللہ کے واسطے بناؤں گا میں ان ٹھیکروں کی خاطر اپنی نیت خراب نہیں کرتا۔ حضرت بایزیدؒ فرماتے ہیں کہ اس پر مجھے اپنی جتنی ذلت محسوس ہوئی اتنی کبھی محسوس نہیں ہوئی۔ میں نے اِن اشرفیوں کو اٹھا کر دریا میں پھینک دیا اور کہا کہ خدا تم کو غارت کرے جو تم سے دل لگاتے اسی طرح ذلیل وخوار ہوتا ہے۔

{ ہمارے حضرت نے فرمایا } ایک مرتبہ میں نے یہ قصہ تقریر میں بیان کیا تھا اگلے روز ایک انگریزی پڑھنے والا طالب علم آیا اس نے کہا کہ آپ یہ کیا قصے بیان کرتے ہیں بھلا بتائیے تو سہی کسی غریب ہی کو دیدیتے دریا میں پھینکدینے سے کیا فائدہ یہ تو اضاعت مال ہے۔ میں نے کہا کہ انسان کے بدن میں خون کا ایک ایک قطرہ تیار ہوتا ہے اور جب کسی کا دماغ خراب ہوگیا پاگل ہوگیا حکیم صاحب کے پاس گیا حکیم صاحب نے اس کے فصد لگائی خون نکالا وہاں کبھی خیال نہیں آتا کہ یہ خون ضائع کردیا یہ خون بڑی مشکل سے تیار ہوا تھا یہ کیا بات ہے روپیہ پر خیال ہوتا ہے وہاں کبھی خیال نہیں آتا {شاید اس کا جواب مولوی حامد میاں دیں مزاحاً ایسا فرمایا } اگر کسی شخص کے رسولی ہوگئی

بڑی ہوگئی جیسے خربوزہ ڈاکٹر اسے کاٹ کر پھینک دیتا ہے کبھی نہیں سوچا کہ کتنا نقصان کر دیا خون خراب ہے خون میں فساد ہے پھنسیاں پھوڑے نکل رہے ہیں بُری طرح سے وہاں کبھی خیال نہیں آتا کہ کتنا مادہ نکل گیا روپیوں میں تو خیال آتا ہے کہ اضاعتِ مال ہے یہ تو میں نے ان کو زبانی سمجھایا۔

یہ اضاعتِ مال نہیں ہے

باقی دیکھو حدیث پاک میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لئے جارہے تھے ایک قبہ نما مکان پر گذر ہوا فرمایا کس کا مکان ہے۔ کہا فلاں انصاری کا ہے اس کے بعد جب وہ انصاری حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا تو حضور نے منھ پھیر لیا یہ دوسری طرف سے حاضر ہوئے آپنے ادھر سے بھی منھ پھیر لیا انھیں فکر ہوئی اور ساتھیوں سے کہا کہ کیا بات ہے آج نظریں پھری ہوئی ہیں کیا مری کوئی شکایت پہنچی۔ کسی نے کہا کہ شکایت کی تو خبر نہیں اتنا معلوم ہے کہ تمہارے مکان سے گذرتے ہوئے پوچھا تھا کہ یہ کس کا مکان ہے۔ بس یہ سنتے ہی فوراً وہاں سے اٹھے آجکل کا کوئی آدمی ہوتا تو کہتا کہ کیوں حضرت مکان سے ناخوش ہیں مکان تو ضرورت کا ہے ضرورت کی چیز ہے اوپر بھی کمرہ بنایا جاوے نیچے بھی کمرہ بنایا جاوے وہ تو ضرورت کی چیز ہے گرمی سردی برسات پردہ کی ضرورت رہتی ہے حضور کیا ناجائز ہے ضروریاتِ شرعیہ میں سے ہے۔ حضور اگر ناجائز ہے تو گرادوں بیچ دوں تو ان انصاری صحابی نے کچھ نہیں کہا بس فوراً گئے کدال لیا اور اسے توڑ تاڑ دیا حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا کہ تم نے غلط کام کیا نقصان کر دیا پھر مکان گرا کر اس کا ملبہ وہاں سے صاف کرا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر بھی نہیں دی کہ جس سے ناخوش تھے اسکو میں نے گرادیا۔

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام اونٹوں پر جارہے تھے کسی جہاد میں اونٹوں پر پڑی ہوئی ہیں سُرخ چادریں تھیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری طبیعت سرخی کی طرف مائل ہوتی جارہی ہے یہ سُنتے ہی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے چادریں پھاڑ پھاڑ کر پھینک دیں آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ نقصان کیا۔ ایک صحابی حضور کی خدمت میں ملنے کیلئے آئے ان کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ انگوٹھی ان کے ہاتھ میں سے نکال کر پھینک دی زمین پر ڈالدی کہ یہ مرد کے لئے ناجائز ہے اس کے بعد جب مجلس ختم ہوگئی لوگوں نے ان سے کہا بھی کہ تمہاری انگوٹھی یہ پڑی ہے اٹھالو انھوں نے جواب دیا نہ۔ جب حضور نے اسکو پھینک دیا تو میں اسکو نہیں اٹھا سکتا وہاں خیال نہ آیا کہ سونے کی انگوٹھی پھینک دی کئی روپیہ کی ہوگی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے گھوڑوں کا معائنہ کیا جس کی وجہ سے نماز میں تاخیر ہوگئی اسلئے فرمایا رُدُّوْهَا عَلَيَّ فَطَفِقَ مَسْحًاۢ بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ گھوڑوں کو ذبح کر ڈالا سب کو کاٹ دیا کہ ان گھوڑوں میں لگ کر اللہ کی یاد سے نماز میں تاخیر ہوگئی۔ تو اس پر اس طالب علم نے کہا کہ یہ قصے آپ کیوں بیان نہیں کرتے حضرت بایزید بسطامیؒ کا قصہ کیوں بیان کرتے ہیں۔ جو حدیثوں میں موجود ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے قصے کیوں نہیں بیان کرتے۔ میں نے کہا سامعین میں آپ جیسے لوگ بھی ہوتے ہیں اگر کسی بزرگ کے متعلق کوئی قصہ بیان کیا اور وہ تمہاری سمجھ میں نہ آیا غفلت کی وجہ سے اور اس پر انکار واعتراض کردیا تو اس پر کچھ زیادہ نہیں بگڑا اور اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا تو مارے جاؤگے اس واسطے بیان نہیں کرتا۔ اور اس کیسے بھی

ہمارے پاس دلیل ہے نماز کا وقت آیا مسجد میں ایک شخص سو رہا تھا حضور اکرم ؐ نے
حضرت علی رضؓ سے فرمایا کہ اسکو جگادو حضرت علیؓ نے پوچھا حضور آپ تو نیک کاموں کی
طرف سبقت کرنے والے ہیں آپ نے خود کیوں نہ جگادیا آپ نے فرمایا سوتا ہوا
آدمی بد حواس ہوتا ہے کبھی اسکو غصہ آیا کہ کس نے جگادیا اسی حالت میں اس نے
مجھ پر اعتراض کردیا تو اس کے لئے نہایت خطرناک چیز ہے اور اگر کسی دوسرے
صحابی نے جگایا اور انھوں نے بے خبری میں اور غصہ کی حالت میں سخت لفظ کہدیا تو
اس سے کچھ زیادہ نہیں بگڑا ساتھیوں کے ساتھ ہوا قرآن پر قرآن رکھنے سے بے ادبی نہیں
ہوتی اور اگر نبی کے اوپر اس قسم کا اعتراض کیا گیا تو خطرہ ہے۔ ایک صحابی اگر دوسرے
صحابی کو کچھ کہدے تو وہاں دوسرا معاملہ ہے۔

حضرت بن ولید رضؓ کا مجاہدہ

ارشاد فرمایا کہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے
ایک قلعہ کا محاصرہ کر رکھا تھا بہت
بھوک لگی کوئی چیز نہیں کھانے کی اور قلعہ والوں نے اندر سے دروازہ بند کردیا باہر نکلنے
کی کسی کی ہمت نہیں۔ اندر جانے کیلئے ان کیواسطے راستہ نہیں۔ ایک خادم جو خدمت کیلئے
ملا ہوا تھا اس سے فرمایا کہ تین دن ہوگئے کچھ کھایا نہیں بھوک سی معلوم ہو رہی ہے۔
خادم نے کہا میں تو روزانہ ایک روٹی پکا کر آپ کیلئے رکھتا ہوں۔ کہا کہاں رکھتے ہو؟ مجھے
خبر نہیں یہ گفتگو چل رہی تھی کہ اتنے میں ایک کتا آیا اندر گھسا اور روٹی اٹھالی اچھا!
آپ لیجاتے ہیں روزانہ! ایک جگہ کچھ ٹوٹی ہوئی تھی قلعہ کی پانی اندر سے آنے کیلئے بدرَو۔
اسی سے وہ کتا آتا اب انکو معلوم ہوگیا یہ راستہ ہے اندر جانے کا اسے توڑ کر اندر داخل
ہوئے اور قلعہ فتح کرلیا بھوک وغیرہ سب غائب ہوگئی جو مل گیا اس پر قابو پالیا۔

لطائف وظرائف

افسوس مسلمان کلمہ سے بے خبر

ارشاد فرمایا کہ ایک جگہ جہاد میں مسلمان نے ایک ہندو پر حملہ کیا اور مقابل کے سینہ پر چڑھ بیٹھا تو کافر نے کہا کہ مجھے کیوں قتل کرتے ہو میں مسلمان ہوگیا ہوں تو مسلمان نے کہا کہ کلمہ سناؤ اس نے کہا کہ مجھے تو معلوم نہیں تم ہی سکھادو یہ مسلمان اسکو چھوڑ کر ہنستے ہوئے واپس آگیا کہ کلمہ کا تو مجھے بھی پتہ نہیں

اس چھوٹی زبان سے جسطرح نکلے اسی طرح پڑھو

ارشاد فرمایا کہ ایک عالم صاحب نے ایک بزرگ سے جو غیر عالم تھے تنگدستی کی شکایت کی تو ان بزرگ نے فرمایا کہ یا بابُ اتنی اتنی مرتبہ پڑھا کرو واپس ہوتے ہوئے ان عالم صاحب نے سوچا کہ یہ بزرگ جاہل آدمی ہیں فرمادیا کہ یا بابُ پڑھو دراصل یا وھابُ ہوگا چنانچہ انھوں نے یا وھابُ پڑھا کوئی فائدہ نہ ہوا پھر آکر شکایت کی بزرگ صاحب نے پوچھا کہ کیا پڑھا تھا تو انھوں نے کہا کہ یا وھابُ

پڑھا تھا تو ان بزرگ صاحب نے فرمایا کہ۔۔۔ نہ۔۔۔ میں نے تو یا وھابُ نہیں بتایا تھا! اپنی زبان کی طرف اشارہ کرکے فرمایا! اِس چھوٹی زبان سے جسطرح نکلے اسی طرح پڑھو۔

مجذوب سے بارش نہونیکی شکایت

ارشاد فرمایا کہ کچھ لوگوں نے مل کر ایک عالم صاحب سے شکایت کی کہ بارش نہیں ہوتی تو ان عالم صاحب نے کہا کہ چلو فلاں مجذوب کے پاس جاکر دعا کی درخواست کریں گے چنانچہ سب نے جاکر بارش کیلئے دعا کی درخواست کی تو مجذوب صاحب نے فرمایا کہ: کاہے نہ پڑھت ہو اوکجلیب من السماء تو فوراً بارش شروع ہوگئی حالانکہ آیت اوکصیّب من السماء ہے۔

ہم نے قلب ٹھیک کیا

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب کا بچہ بیمار ہوگیا تو اُنھوں نے ایک قاری صاحب کو بُلاکر دم کرایا تو کچھ بھی فائدہ نہ ہوا ایک ملاّ صاحب تھے ان کو بُلا بھیجا تو انھوں نے پڑھا قل ھو اللہ اَحَد اللہ الصَّمَد لَمْ یَلِد ولم یُولَد ولم یکن لہ کفواً اَحَد یہ پڑھکر یوں دم کیا چھُو چھُو وہ اچھا ہوگیا قاری صاحب گھور گھور کے دیکھ رہے ہیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے تو اِن مُلاّ صاحب نے کہا کہ قاری صاحب کیا دیکھ رہے ہو تم نے زبان ٹھیک کی ہم نے قلب ٹھیک کیا۔

کیسا مہذّب لڑ رہے ہیں

ارشاد فرمایا کہ لکھنؤ میں دو بچے آپس میں لڑ رہے تھے ایک نے دوسرے سے کہا کہ دیکھئے جناب اگر آپ میری بات نہیں مانیں گے تو میں آپ کی والدہ محترمہ کی شان میں گستاخانہ کلمہ کہوں گا تو دوسرے نے کہا کہ اگر آپ میری والدہ محترمہ کی شان میں گستاخانہ کلمہ کہیں گے تو میں آپ کے رخسار مبارک پر

ایسا طمانچہ رسید کروں گا کہ آپ کے گال گلاب کی پتی کی طرح چمکنے لگیں گے ۔ دیکھو کیسا مہذب لڑ رہے تھے ۔

کانپور میں ہمارے مدرسہ میں ایک بھنگن تھی جو لکھنؤ کی رہنے والی تھی اس کی ایک لڑکی تھی اس نے نکاح کر دیا تو معلوم ہوا کہ داماد کا تعلق بھاوج سے تھا تو اس بھنگن نے اس واقعہ کو نقل کرتے ہوئے کہا کہ ذرا غور تو فرمایئے خدا شاہد ہے کہ مجھ کو اس دقیقہ کی قطعاً خبر نہیں تھی۔

مختلف زبانوں میں لکھنے سے سر میں درد

ارشاد فرمایا کہ نزاکت والوں کے واقعات بھی عجیب ہیں ایک نواب صاحب زمیندار تھے ان کے ملازم نے گاڑی کی اجرت کا حساب لا کر دکھلایا جس کے اوپر لکھا تھا کرایہ آمد ورفت ریلوے اسٹیشن چار آنہ ؛ اس کو دیکھ کر نواب صاحب کہنے لگے کہ ارے ! یہ کس زبان میں لکھ کر لائے ہو سر میں درد ہو گیا کرایہ ۔ عربی آمد ورفت ۔ فارسی ۔ ریلوے اسٹیشن ۔ انگریزی ۔ چار آنہ ۔ ہندی ایک زبان میں لکھ کر لاؤ ۔ تب ملازم گیا اور دوبارہ اس طرح لکھ کر لایا ۔ بھاڑا آنا جانا اڈہ بھگ بھگ گاڑی ایک چونی ۔

شملہ میں چنگاری

ارشاد فرمایا کہ ایک نواب صاحب اپنے دربار میں تشریف فرما تھے عمامہ باندھے ہوئے شملہ چھوڑے ہوئے ان کے شملہ میں چنگاری لگ گئی تو خادم نے کھڑے ہو کر بڑے ادب سے دست بستہ عرض کیا ! سرکارِ والا تبار کی دستار فلک شعار کے کنارۂ باوقار میں چنگارِ نا ہنجار نے دستِ تطاول دراز کیا ہے !

اب شملہ اور دستار کا جو بھی حال بنا ہو یہ اپنی ادا کیوں چھوڑیں۔

سادات بلگرام

ارشاد فرمایا کہ بلگرام کے سید حضرات سرکاری مال گذاری ادا نہیں کرتے تھے عالمگیر سے شکایت کی گئی تو انھوں نے لکھا کہ سادات بلگرام ذوی الاکرام والاحتشام ہم چو چوبِ بیت الحرام نہ سوختنی نہ فروختنی و لے واجب الاحترام لہذا برائے ایشاں معافی علی الدوام۔

سر منڈا ہوا دیکھا

احقر {راقم الحروف} کے سر کو منڈا ہوا دیکھ کر فرمایا کہ! آپ کے یہاں سر منڈانے کا دستور ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! حضرت نے یہ شعر پڑھا۔

چیست خوردن اگر خواہی سرِ خود را گھٹول کن

کہ بے تحلیقِ موئے سر نمی زیبد چپٹا چٹ ہا

لندنی گندے یا ہندوستانی

کچھ طلباء لندنی حضرت کی خدمت میں ملاقات کیلئے حاضر ہوتے ان سے گفتگو فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ لندن میں دو آدمی بحث کر رہے تھے صفائی پر بحث چل رہی تھی ایک ہندوستانی تھا دوسرا لندنی۔ لندنی کہہ رہا تھا کہ ہندوستانی گندے رہتے ہیں صاف نہیں رہتے اور ہندوستانی کہہ رہا تھا کہ لندنی گندے رہتے ہیں اس پر مباحثہ چل رہا تھا ہندوستانی نے کہا کہ دیکھو بہترین صورت فیصلہ کی یہ ہے کہ تم بھی ننگے ہو جاؤ میں بھی ننگا ہو جاتا ہوں دیکھیں کس کے بدن پر مکھی بیٹھتی ہے کیونکہ لندن کے لوگ استنجا کر کے پانی نہیں لیتے ہیں۔

طلبا کی جماعت نے پورے گاؤں والوں کو ہندو ہونے سے بچالیا

ارشاد فرمایا کہ ایک گاؤں میں طلبار کی جماعت گئی وہاں معلوم ہوا کہ پورے گاؤں والے اسلام کو چھوڑ کر ہندو ہو گئے ہیں وہاں کے چودہری سے جاکر کہا کہ ہم پورے گاؤں والوں سے بات کرنا چاہتے ہیں ان سب کو جمع کرد چودہری نے کہا کیا حرج ہے جمع کردیں گے چنانچہ اس نے جمع کردیا تو ان طلبار نے پوچھا کہ کیا تم مسلمان تھے ؟ ہندو ہو گئے ہو ؟ تو کہا ہاں ! انھوں نے کہا کہ تم لوگ کیسے ہندو ہو سکتے ہو تمہاری تو مسلمانی ہو گئی ہے تم نے بچپن میں ختنہ کرایا تھا اب ہندو کیسے ہو جاؤ گے ہندو ہونیکی صورت یہی ہے کہ وہ ٹکڑا جو کاٹا تھا اسکو دوبارہ اسی جگہ لگادو ۔ غرض انکو اسطرح سمجھایا کہ ان کی سمجھ میں آگیا اور وہ دوبارہ مسلمان ہو گئے ۔

میرے قلب پر انکی شرافت کا ابتک اثر ہے

ارشاد فرمایا کہ لندن میں ایک لکھنوی صاحب کا کسی کار سے اکسیڈنٹ ہو گیا عدالت میں مقدمہ گیا تو جج نے پوچھا کہ کیا آپ کی کار سے اِنکا اکسیڈنٹ ہوا ہے تو انھوں نے انکار کردیا تو لکھنوی صاحب نے کہا کہ دیکھیے صاحب یہ آپ کی بات خلاف صداقت ہے ! {یہ نہیں کہا کہ آپ جھوٹ بول رہے ہیں} جن صاحب نے سنایا تھا وہ کہہ رہے تھے کہ میرے قلب پر اب تک ان کی شرافت کا اثر ہے ۔

چمار کی کھیر

ارشاد فرمایا کہ ایک چمار کہیں گیا تھا وہاں اسکو کسی نے کھیر کھلائی اس نے پوچھا کہ یہ کیا چیز ہے کیسے پکتی ہے اس کا نام کیا ہے ۔ تو اسکو کہا کہ یہ کھیر ہے اس طرح سے

پکاتے ہیں تو کہا اچھی بات ہے اپنے گھر آکر کہا کہ کھیر پکاؤ ان کو مشقت معلوم ہوئی کبھی پکائی ہی نہیں تھی تو اس نے ایک ترکیب کی کہ چاول کچے کھا لئے اور اوپر سے دودھ پی لیا پھر کرتا اٹھا کر لنگی کھول کر چولہے کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہو گیا اور کہا کہ اس آگ کی گرمی سے کھیر پک جائیگی پیٹ میں کچے چاول تھے اس لئے پیٹ میں درد شروع ہو گیا بڑی دقت پیش آئی گیا حکیم صاحب کے پاس حکیم صاحب نے پیٹ کو دیکھ کر کہا کہ کیا کھایا تھا کیا پتھر کھا لیا تھا (حکیم صاحب نے پیٹ دبا دبا کر کہا) اس نے کہا کھیر کھائی تھی حکیم صاحب نے کہا کہ کھیر تو نرم غذا ہوتی ہے یہ کیا بات ہے پیٹ سخت ہو رہا ہے اس نے کہا کہ کھیر ہے تو نرم غذا باقی پکائی تھی کسی اور ترکیب سے۔

متھرا کے چوبے

ارشاد فرمایا کہ یوپی میں ایک شہر ہے جس کا نام متھرا ہے وہاں ہندؤں کا تیرتھ ہے بڑے بڑے پنڈت وہاں رہتے ہیں ان کو چوبہ کہتے ہیں ہندؤں کے یہاں دستور ہے کہ جب کوئی کسی کی نذر مانتا ہے تو اس طرح نیت کرتے ہیں کہ میں ایک چوبہ کو کھلاؤں گا دو چوبہ کو کھلاؤں گا تین چوبہ کو کھلاؤں گا فلاں ایک چوبہ کی دعوت کرے گا دو کی کرے گا تین کی کرے گا اور چوبے ورزش کرتے ہیں بدن پر تیل ملتے ہیں خوب پھلے چیپڑے رہتے ہیں ان کے یہاں مقدار یہ ہوتی ہے کہ اتنا گھی اتنا آٹا اتنی مٹھائی ایک شخص کے لئے ہیں وہ کھانا ضروری ہے اگر اس نے پورا نہ کھایا تو یہ بدفالی ہے بدشگونی ہے نحوست ہے مثلاً اس چوبے نے ایک لڈو یا دو لڈو کھا لئے اس کے بعد نہ کھانا چاہا تو یہ سیٹھ جس نے اسکی دعوت کی ہے یہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑے بیٹھا ہے اور کہہ رہا ہے کہ ایک لڈو کھا لو ایک روپیہ لے لو دو لڈو کھا لو دو روپیہ لے لو پچاس روپیہ لے لو، ہزار روپیہ لے لو یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے خیران کے یہاں یہ معمول ہے۔ ایک

جگہ ایک لڑکی کی شادی ہوئی لڑکی کی ساس نے کہا کہ تیرا شوہر کھانا کھانے کے لئے دعوت میں گیا ہوا ہے اور وہ آتے ہی چارپائی پر لیٹے گا چارپائی پر بستر تیار رکھ کیونکہ وہ دعوت کھانے کیلئے گیا ہوا ہے اور وہ چوبے ایسی حالت میں ہوتے کہ دعوت کھا کر حکیم کے پاس جاتے اور حکیم ان کو جوارش کوئی دیتا اور کہتا کہ اس کو کھالو تو یہ چوبے کہتے کہ حکیم صاحب اس دوا کے اندر جانے کی جگہ تو ہے نہیں اگر اتنی جگہ ہوتی تو کچھ اور کھا لیتے تو ساس نے کہا کہ تیرا شوہر آ کر لیٹے گا اس پر لڑکی نے کہا توبہ توبہ یہاں کیسا دستور ہے کہ خود سے آجایا کریں دعوت کھا کے۔ ہمارے یہاں تو یہ دستور ہے کہ چارپائی ساتھ ہی جاتی ہے۔

الغلط العام فصیح

ارشاد فرمایا کہ الغلط العام فصیح جیسے دامن مخفف ہے داماں کا جیسے خیر مخفف ہے خیّر کا جو صفت مشبہ ہے۔ جیسے طیّب، جیّد، سیّد، سب میں تخفیف جائز ہے۔

دملین اور دبعجل

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب (طب پڑھنے والے) کے سامنے مطالعہ کرتے کرتے لفظ آیا دملین مطالعہ کرتے کرتے تھک گئے مگر سمجھ میں نہ آیا میں نے دیکھا تو وہ لفظ تھا عُوذ مُلین جسکو دملین پڑھا اسی طرح ایک صاحب نے پوچھا کہ حضرت دِبعجل کیا لفظ ہے میں نے کہا کہ اتنا لمبہ صیغہ تو نہیں ہوتا کتاب لاؤ دیکھا تو تھا۔ فی سورۃ ھود بعجل حنیذ۔

آدھا مسلمان آدھا ہندو

ارشاد فرمایا کہ غالب شاعر کو جب گرفتار کرکے پوچھا گیا تم کون ہو؟ کہا میں آدھا مسلمان ہوں اور آدھا ہندو ہوں۔ شراب پیتا ہوں۔ سور نہیں کھاتا۔

افسوس اور ماتم کیجیے

ارشاد فرمایا (مولانا ارشاد صاحب سے مخاطب ہو کر) کہ افسوس اور ماتم کیجیے کہ جب میں کانپور میں تھا تو تین ہیجڑے آئے دو ان میں سے مسلمان تھے اور ایک ہندو تھا جسکو وہ ہیجڑے مسلمان کرنے میرے پاس لائے تھے میں نے اُن سے پوچھا کہ تم مسلمان کیوں ہونا چاہتے ہو تو اُس نے بتایا کہ یہ میرے دو ساتھی بھی ہندو ہی تھے اور بہت تنگ حال میں تھے جب سے مسلمان ہو گئے تو یہ خوش حال اور اچھے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ میرے اس پیشہ کی کھپت مسلمانوں میں ہے اسوجہ سے مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔

کیا مرزا غلام احمد کی توبہ ممکن ہے

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو آپ لوگ بُرا کہتے ہیں کیا یہ بات ممکن نہیں کہ انتقال سے پہلے توبہ کر لی ہو؟ جواب دیجیے کہ یہ بات ممکن ہے یا نہیں۔ میں نے جواب میں لکھا کہ ابوجہل اور ابولہب کا کفر کھلا ہوا ہے منصوص ہے تو جسطرح انکا توبہ کر لینا ممکن ہے اسی طرح —— غلام احمد قادیانی کی توبہ بھی ممکن ہے اور قرآن شریف میں تو فرعون کا رجوع ثابت ہے

اس پران کا جواب آیا گالیوں سے بھرا ہوا کہ آپ صرف یہ لکھدیتے کہ ممکن ہے تو کیا حرج تھا۔ میں نے جواب میں لکھا کہ اگر صرف یہ لکھدیتا کہ ممکن ہے تو یہ ذخیرۂ آخرت مجھے کہاں سے ملتا؟۔

ایک ہندو کو سکتہ طاری ہو گیا

ارشاد فرمایا کہ پاکستان کے دو ٹکڑے تھے ایک مشرقی پاکستان اور ایک مغربی پاکستان لڑائی ہوئی جھگڑا ہوا مشرقی پاکستان والے ہار گئے اور ایک لاکھ قید ہوئے بہت سارا ساز و سامان ہتھیار وغیرہ بھی قبضہ کر کے لیگئے ہمارے ایک دوست کہتے تھے کہ پاکستان کی ترقی کا یہ پہلا قدم ہے جسوقت مشرقی پاکستان ختم ہوا ایک ہندو نے مجھ سے کہا کہ مولوی صاحب! مشرقی پاکستان ختم ہو کر بنگلہ دیش ہو کر ہندوستان کی حکومت میں آگیا تو میں نے کہا اچھا تو ہم اب اکثریت میں ہو گئے اب سنبھل کے رہنا یہ سن کر اس ہندو کو سکتہ طاری ہو گیا۔

مرد کا نطفہ مُمِد و مُعاون ہوتا ہے

ارشاد فرمایا کہ اصل نطفہ جو ماں کے پیٹ میں قرار پاتا ہے وہ عورت ہی کا ہوتا ہے اور مرد کا نطفہ اس کا معاون بنتا ہے مرد کے نطفہ کی حیثیت صرف مُمِد و معاون کی ہے ورنہ اصل جو ٹھہرتا ہے وہ ماں ہی کا نطفہ ہے اسکی مثال کتابوں میں لکھی ہے کہ جیسے دہی جمنے کیلئے اصل تو دودھ ہی ہوتا ہے تمام دہی کی اصلیت دودھ ہی ہے اس دودھ میں اگر ذرا سی چھاچھ ڈال دی جائے تو پورا دودھ دہی بن جاتا ہے بس یہی مثال مرد کے نطفہ کی ہے کہ وہ چھاچھ کی حیثیت رکھتا ہے۔

ہفتہ واری تبلیغی اجتماع میں شرکت

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب کے گھر پر ہفتہ واری تبلیغی اجتماع

ہوتا تھا شب گذاری ہوتی تھی لوگ تہجد پڑھتے تھے وہ صاحب ایک بزرگ سے بیعت تھے ایک مرتبہ معلوم ہوا کہ انھوں نے تبلیغی جماعت میں شرکت کرنے سے انکار کر دیا ہے کہ میرے (اُن صاحب کے) شیخ نے منع فرمادیا ہے دوستوں کی رائے ہوئی کہ اُن کے گھر سے اجتماع ہٹا لیا جائے۔ مجھ سے پوچھا میں نے کہا ٹھہر جاؤ ابھی نہیں اُن سے بات کرلیں گے کیا بات ہے۔ اُن سے بات کی۔ انھوں نے کہا ہاں میرے شیخ نے منع کیا ہے میں نے پوچھا کہ زبانی منع کیا ہے یا تحریر میں ؟ کہا تحریر ہے میں نے کہا کہ کیا ہے تحریر میں ؟ انھوں نے کہا کہ میں نے لکھا تھا میں تبلیغی جماعت میں ہفتہ وار جاتا ہوں اور میں متکلم ہوتا ہوں کلام میرے سپرد ہے انھوں نے لکھا کہ ارے کاہے میں پڑ گئے ارے کاہے میں پڑ گئے ! اس سے میں سمجھا کہ اُن کی طرف سے اجازت نہیں میں نے کہا کہ تحقیق کرلو ممکن ہے آپ کے حالات کے اعتبار سے آپ کا متکلم ہونا پسند نہ کرتے ہوں کیونکہ اس کے اندر عجب پیدا ہوتا ہے پوچھ لو ! اگر وہ محض تکلم کی وجہ سے ہے تو آئندہ آپ کو متکلم نہیں بنایا جائے گا دوسرا شخص متکلم ہوجائے گا اگر فی نفسہٖ کام سے ہی ان کو انکار ہے پھر تو بات صاف ہے آپ کو اپنے شیخ کا اتباع کرنا چاہیے۔

اس کے بعد میں نے ان کو خط لکھا کہ میں آرہا ہوں آپ کے یہاں ٹھہروں گا تقریر کروں گا انکے پاس میرا خط پہنچ گیا تو اس خط کو لیتے ہی فوراً اپنے شیخ کی خدمت میں گئے کہ مفتی صاحب نے لکھا ہے کہ میں آرہا ہوں آپ کے یہاں ٹھہروں گا تقریر کروں گا ان کے شیخ ٹیک لگائے بیٹھے تھے سیدھے ہوگئے اور کہا کہ مفتی صاحب کا وعظ ضرور سنو ضرور سنو۔ ضرور سنو تین مرتبہ فرمایا۔ میں گیا اسٹیشن پر اور لوگ بھی آئے تبلیغی جماعت والے بھی اور وہ بھی آئے اب ایک دوسرے کو تعجب کی نظر سے دیکھ رہے ہیں خاص کر تبلیغی جماعت والے زیادہ تعجب کر رہے ہیں کہ یہ کہاں آگئے مفتی صاحب کو لینے اپنے مکان پر

تو اجتماع کرنے کیلئے تیار نہیں۔ خیر میں نے ملاقات کی جیسی مجھے کرنی چاہئے تھی۔ جہاں تبلیغی جماعت نے تجویز کیا تھا وہاں پر پہنچا وہ بھی ساتھ آتے میں نے اُن سے پوچھا کہ میرا خط پہنچ گیا تھا ؟ کہا کہ پہنچ گیا تھا۔ میں نے کہا کیا ہوا ؟ اُنھوں نے کہا کہ میں اپنے شیخ کے پاس گیا تھا تو انھوں نے یوں فرمایا۔ میں نے کہا پھر ؟ تو کہا کہ میرا مکان حاضر ہے آپ آیئے تشریف رکھئے تقریر کیجئے میں نے پوچھا کیا آپ نے ٹہرنے کا اور تقریر کرنے کا انتظام کیا ہے ؟ تو کہا کہ نہیں میں نے تو انتظام کچھ نہیں کیا۔ میں نے کہا اچھا آپ نے انتظام نہیں کیا اور تبلیغی جماعت دوسری جگہ پر انتظام کر چکی ہے لہذا اس وقت مناسب یہ ہے کہ دوسری جگہ ہو جائے آپ کے یہاں پھر حاضر ہو جاؤں گا ! تو کہا اچھا چنانچہ بیٹھے تقریر سنی باقی اس کے بعد پھر آنا قطعاً بند کر دیا تھا تبلیغ والوں سے بات کرنا بھی بند کر دیا بازار میں ان کی دوکان تھی وہاں جو شخص جا کر بیٹھتا جس کو تھوڑا سا بھی تعلق تبلیغ سے ہوتا اسکو پاس بلاتے اور بلا کر سخت الفاظ کہتے حضرت مولانا یوسف صاحب کے متعلق بھی اور حضرت شیخ کے متعلق بھی اور حضرت مولانا الیاس صاحب کے متعلق بھی اور کہتے تھے کہ دین کو تباہ کیا ہے مسلمانوں کو ان لوگوں نے گمراہ کیا ہے۔

تبلیغی جماعت کے ایک آدمی کو سامنے بٹھا کر اُنھوں نے ان اکابر کو سخت الفاظ کہے بُرا کہا اسکے بعد پوچھا کہ آپ پر میری گفتگو کا کیا اثر ہوا ؟ انھوں نے جواب دیا کہ کچھ بھی اثر نہیں ہوا اسکا جواب تو یہ تھا کہ میں آپ کے شیخ کو بُرا کہتا مگر میرا ایمان اتنا سستا نہیں کہ میں آپ کے شیخ کو بُرا کہکر اپنے ایمان کو ضائع کروں آپ کا ایمان اتنا سستا ہوگا کہ آپ نے ضائع کیا آپ جانیں مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں پھر بات بہت آگے بڑھی۔ ان کو الہام بہت ہوتا تھا الغاء بہت ہوتا تھا اور جیسے ہی الہام ہوا رات کو سوتے سوتے انکی آنکھ کھلی فوراً اپنی بیوی کو بیدار کیا اور اپنا الہام

بیوی کے سامنے بیان کیا بیوی نوٹ کیا کرتی تھی رات میں دن میں جب بھی الہام ہوتا تھا اپنے یہاں مجلس کرتے تھے وہ الہامات سارے سناتے تھے۔

دہلی نظام الدین تبلیغی مرکز میں گئے وہاں جاکر کہا کہ میں مامور ہوا ہوں تبلیغی جماعت کی اصلاح کیلئے مولانا انعام الحسن صاحبؒ تو تھے نہیں باہر گئے ہوئے تھے مولانا عبید اللہ صاحب تھے انھوں نے جواب دیا کہ ہم تو خدا سے چاہتے ہیں کہ کوئی اللہ کا بندہ ایسا آجائے جو ہماری اصلاح کرے بہت اچھا تشریف رکھئے یہاں کا جو نظام چل رہا ہے وہ حضرت شیخ الحدیث صاحب کی سرپرستی میں چل رہا ہے ساری بات اُن سے دریافت کریں وہ جسطرح سے کہدیں گے وہاں سے فیصلہ ہوگا اس پر عمل ہوگا پھر اُنھوں نے دیوبند آنے کا اور سہارنپور جانے کا ارادہ کیا وہاں سے مولانا عبید اللہ صاحب نے خط لکھدیا شیخ کے نام اور ان ہی کی معرفت بھیجا اس میں لکھا کہ آدمی اونچے معلوم ہوتے ہیں باتیں اونچی اونچی کرتے ہیں شیخ نے ان کی ہی موجودگی میں پڑھوا کے سنا شیخ سے بھی کہا کہ میں مامور ہوا ہوں اصلاح کرنے کیلئے شیخ نے فرمایا میں کل مغرب کے بعد آپ سے بات کروں گا۔ مولانا منور حسین صاحب مرحوم بھی آتے ہوئے تھے ان سے شیخ نے فرمایا کہ ذرا ان سے بات چیت تو کیجیو۔ میں تو تھا نہیں میں اس روز گنگوہ گیا ہوا تھا واپس آکر سب مجھے معلوم ہوا رات میں وہ ٹھیک صبح چائے کا وقت آیا وہ موجود نہیں مہمان خانہ میں تلاش کرایا نہیں ملے نو بجے آئے۔ شیخ نے فرمایا کہ میں چائے کے لئے آپ کا انتظار کررہا ہوں آپ کو تلاش بھی کرایا تو کہا کہ کل والے خط میں تھا کہ ہم اونچے آدمی ہیں! جب ہم اونچے آدمی ہیں تو اونچے آدمیوں کے اصول بھی اونچے ہوتے ہیں ہمارا اصول یہ ہے کہ ہم چہل قدمی کیلئے جایا کرتے ہیں۔ شیخ نے فرمایا کہ اگر یہ فقرہ آپ کو ناگوار گذرا ہو تو یہ فقرہ میں نے تو نہیں کہا یہ تو نظام الدین کا لکھا ہوا ہے۔ اس کا جواب تو آپ ان سے

طلب کریں کہ انھوں نے آپ کو ایسا کیوں لکھا کہ اونچے آدمی ہیں اور میں جو نو بجے تک آپ کے انتظار میں رہا چاہتے ہیں مجھے جو تکلیف ہوئی آپ مجھے اس کا جواب دیں آپ جاتے اور ضرور ٹہلنے کیلئے جاتے باقی مجھے بتا جاتے آپ نے بتایا نہیں مجھے جو تکلیف ہوئی اسکا جواب آپ مجھے دیجئے ! تو کہا کہ بس میں جارہا ہوں ! پوچھا کہاں جارہے ہیں تو کہا کہ اپنے یہاں جارہا ہوں میں مامور ہوا ہوں شیخ نے فرمایا بہت اچھا ! میرا جو وعدہ ہے آپ سے مغرب کے بعد بات کرنیکا تو کہا بس میں جارہا ہوں مصافحہ کرلیا اور چلے گئے میں شام کو مغرب کے وقت آیا شیخ نے مجھ سے پوچھا بھئی ایسے ایسے آدمی تھے ان کو جانتے ہو ؟ میں نے کہا خوب جانتا ہوں ۔

حضرت مولانا عبید اللہ صاحبؒ کی عیادت

حضرت اقدس جس وقت نظام الدین دہلی تشریف لے گئے تو حضرت مولانا عبید اللہ صاحب کی عیادت فرمائی { کیونکہ بیمار تھے } انھوں نے رات بھر بے خوابی کی شکایت فرمائی تو حضرتِ والا نے فرمایا کہ حضرت مدنیؒ نے یہ اشعار پڑھے ہیں ۔

کسی کی شب وصل ہنستے کٹے ہے　　کسی کی شب ہجر روتے کٹے ہے

ہماری یہ شب کیسی شب ہے الٰہی　　نہ روتے کٹے ہے نہ ہنستے کٹے ہے

یہ خدّام دار العلوم کس کام کے

ارشاد فرمایا کہ اجلاس صد سالہ کے موقع پر مولانا سعید بزرگ { مہتمم مدرسہ اسلامیہ ڈابھیل } نے حضرت مہتمم صاحب { قاری محمد طیب صاحبؒ } کو خط لکھا کہ اگر آپ اجازت دیں تو افریقہ سے اجلاس صد سالہ کیلئے میں چندہ کرکے لاؤں لیکن شرط یہ ہے کہ مولانا اسعد صاحب کو میرے ساتھ کردیں ! تو مہتمم صاحب نے جواب لکھا تھا

کہ میں کیسے اپنے اختیار سے اجازت دیدوں مجلس شوریٰ میں رکھ کر اُن سے پوچھکر جواب دوں گا آخر جواب نہ دیا بلکہ خود تشریف لے گئے ساتھ میں اپنے صاحبزادے کو لے گئے اور وہاں سے ساٹھ یا ستر ہزار روپیہ وصول کرکے لائے۔

اس پر مولانا یونس صاحب نے جو دارالعلوم کے فاضل ہیں (اور افریقہ ہی کے رہنے والے ہیں) وہاں کی جمعیۃ العلماء کے صدر ہیں مہتمم صاحب کو خط لکھا کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ افریقہ جیسے ملک سے آپ نے صرف ساٹھ ہزار روپیہ وصول فرمایا۔ یہاں پر کسی کام سے مولانا اسعد صاحب نے ہم کو چندہ کی وصولی کیلئے خط لکھا تھا تو ہم نے چھبیس ۲۶ لاکھ روپیہ وصول کرکے بھیجدیا تھا۔

اگر جناب والا ہم خدام کو اس کے لئے فرماتے تو اس طویل سفر اور زحمت کی ضرورت نہیں تھی بڑی رقم وصول کرکے خدمت میں بھیجدی جاتی آخر یہ خدام دارالعلوم کے پڑھے ہوئے کس کام کے ہیں جناب والا نے یہ کام بھی نہ لیا اُن سے۔

نوٹوں کا ہار

ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے مدینہ طیبہ سے حضرت مہتمم صاحب کو خط لکھا تھا کہ آپ مولوی اسعد صاحب کو صد سالہ اجلاس کے کسی کام میں ضرور شریک کرلیں ورنہ آپ کو بعد میں بہت پریشانی اٹھانی پڑے گی تو تب مہتمم صاحب نے مولوی اسعد صاحب کو چندہ میں شریک کرلیا تھا مظفرنگر سہارنپور کا علاقہ ان کو دیا تھا اور تین لاکھ روپیہ ان کے ذمہ کئے تھے۔

مولوی اسعد صاحب نے بشمول میرٹھ و بلند شہر اس سے کہیں زائد وصول کرکے دیئے تھے۔ مولوی اسعد صاحب نے وصول کرکے باقاعدہ ایک اجلاس کیا اور بھرے مجمع میں مہتمم صاحب کے سامنے وہ رقم ڈالدی اور ایک نوٹوں کا ہار بھی بنوا کر مہتمم صاحب کے گلے میں ڈالا اور مہتمم صاحب نے اسکو قبول بھی کرلیا تھا

گو بعد میں ناراضگی ظاہر فرمائی کہ یہ صورت اچھی نہیں تھی ۔

امین پر ضمان واجب نہیں

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا محمد منیر صاحبؒ کی حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ سے بہت بے تکلفی تھی ابے تبے سے بات کیا کرتے تھے دارالعلوم کی روئداد چھپوانے کیلئے دہلی یا میرٹھ تشریف لے گئے راستہ میں جھولا گم ہوگیا مدرسہ کی رقم بھی اُسی میں تھی کسی نے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کو فتویٰ بھیجا ۔ تو حضرت نے جواب دیا کہ ان سے حفاظت میں کوئی کمی نہیں ہوئی جو رقم چوری ہوگئی وہ بلا تعدی کے ہوئی لہٰذا ان پر ضمان واجب نہیں ہے کیونکہ وہ امین تھے ۔

یہ بات مولانا محمد منیر صاحب کو کسی نے بتلائی تو حضرت نے فرمایا کہ ہوں : میاں رشید احمد نے ساری فقہ میرے ہی واسطے پڑھی تھی اگر ان کو یہ بات پیش آئی ہوتی تو وہ کیا کرتے چنانچہ مولانا منیر صاحب نے اپنی جائداد فروخت کرکے وہ رقم ادا کی تھی ۔

دارالعلوم دیوبند کے خزانہ میں چوری

ارشاد فرمایا کہ تیسرے سال رمضان سے پہلے یہاں دارالعلوم کے خزانہ میں ایک لاکھ چھتیس ہزار روپیہ کی چوری ہوگئی تھی صبح جب آکر دیکھا تو تالا ٹوٹا پڑا تھا اور اندر جو رقم تھی اساتذہ کو تنخواہ دینے کیلئے بینک سے لاکر رکھی گئی تھی وہ رقم غائب تھی اور خدا جانے کیا کیا سامان غائب تھا ۔ آخر تھانہ میں رپورٹ لکھوائی تھانہ دار آیا اور دیکھ کر کہا کہ حضرت مجھے اجازت دیجئے ابھی آدھ گھنٹہ میں پتہ چلاتا ہوں کہ کس نے چوری کی ۔ حضرت مہتمم صاحب نے منع فرمادیا اور کہا کہ ہم کو دارالعلوم کے تمام ملازمین پر اعتماد ہے ۔ پھر تھانے دار نے کہا کہ میں ابھی کتوں کو بلاتا ہوں فوراً پتہ چل جائے گا کہ کس نے چوری کی ۔ حضرت مہتمم صاحب نے اسکو بھی منع

فرمادیا آخرکار سی آئی ڈی لگی اور خفیہ طور پر تحقیقات کرنے لگی اور سی آئی ڈی پھر نے لگی عامی آدمی کی شکل میں آکر اُن صاحب کو خوب کھلایا اور مٹھائی چائے وغیرہ کھلا کر خوب دوستی کی تو انھوں نے سارا قصہ سنادیا پھر تھانیدار نے ان صاحب کو پکڑا وہ دارالعلوم کے ملازم تھے تھانیدار نے مجمع عام میں اُن سے کہلوایا اور ساری رپورٹ لکھوائی اور یہ بھی اقرار کرایا کہ کون کون شریک تھے اور کس نے تالا کاٹا سب بتایا پولیس نے ان صاحب کو تو دیر تک تھانہ میں رکھا تھا۔

اسی طرح اجلاس صد سالہ میں ایک صاحب جو دارالعلوم کے ممبر بھی تھے اور اجلاس صد سالہ کے روح رواں بھی تھے جھولے میں ایک لاکھ چھبیس ۲۶ ہزار روپیہ لئے جارہے تھے وہ جھولا ہی کہیں غائب ہوگیا دارالعلوم نے ان کو اس ذمہ داری سے ہٹادیا تھا۔

قادیانیوں سے مناظرہ

ارشاد فرمایا کہ دہلی میں ایک مرتبہ قادیانیوں نے مسلمانوں سے مناظرہ طے کرلیا مسلمان بھولے کچھ پتہ نہیں تھا جو شرطیں انھوں نے لگائیں سب منظور کرلیا اور مناظرہ اس بات پر تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام افضل ہیں یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم افضل ہیں۔ سہارنپور آدمی آیا حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب تشریف لے گئے انکا مقصد یہ تھا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت ثابت ہوجائے تو انکا کچھ نہیں بگڑے گا اور اگر عیسیٰ علیہ السلام کی افضلیت ثابت ہوجائے تو مسلمان ہار جائیں گے یہ مقصد تھا۔

چنانچہ مناظرہ میں قادیانی نے دلیل پیش کی کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر ہیں اور حضورؐ زمین کے نیچے ہیں اسلئے حضرت عیسیٰؑ افضل ہیں۔ تو مولانا اسعد اللہ صاحب نے فرمایا کہ اگر یہی دلیل ہے کہ جو اوپر ہو وہ افضل ہے تو ہم یہ کہیں گے کہ قادیان کا بھنگی افضل ہے مرزا غلام احمد سے کیوں کہ قادیان میں مرزا زمین کے اندر ہے اور بھنگی زمین

کے اوپر ہے حتیٰ کہ گدھا کتا سؤر افضل ہے غلام احمد سے کیونکہ یہ سب زمین کے اوپر ہیں اور غلام احمد زمین کے نیچے ہے۔ بس قادیانی کو غصہ آگیا اس نے گالیاں دیں

شیعہ مجتہد کا انتقال اور شیعیت سے توبہ

ارشاد فرمایا کہ لکھنؤ میں ایک شیعہ مجتہد کا انتقال ہوگیا اس کا چہلم بھی ہوا اس چہلم کے بعد سارے شیعہ جمع ہوتے تو ان میں کا جو سب سے بڑا عالم تھا کھڑا ہوا اور کہا کہ ہمارے قبلہ وکعبہ مجتہد صاحب کا انتقال ہوگیا اب انکے راز دار اور خاص الخاص لوگوں میں یہ فلاں صاحب بیٹھے ہوتے ہیں یہ قبلہ وکعبہ کے بہت قریبی تعلق رکھنے والوں میں ہیں یہ جو کچھ بتائیں گے وہ بالکل صحیح بتائیں گے یہ ان کے جانشین ہیں یہ بات کہکر یہ عالم صاحب بیٹھ گئے پھر اُن راز دار سے کہا کہ آپ میرے بارے میں بیان کیجئے تو وہ صاحب اٹھے اور کہا کہ اِن سے میرا تعلق ہوا یہ سُنی تھے اِن سے میرا تعلق رہا اور تبادلہ خیال ہوتا رہا یہ شیعہ بن گئے اور اچھے عمدہ عالم ہیں انھوں نے مذہب سنی سے توبہ کی ہے اور اب تک اس پر قائم ہیں پھر ہمارے قبلہ وکعبہ مجتہد صاحب سے ان کا بہت قریبی تعلق رہا یہ جو کچھ بیان کریں گے بالکل صحیح بیان کریں گے۔

اب پھر یہ عالم صاحب اٹھے اور کہا کہ میں جب سنی مذہب سے توبہ کرکے شیعیت میں داخل ہوا تو مجتہد صاحب سے میں نے پوچھا کہ شیعہ مذہب کی بنیاد کس چیز پر قائم ہے تو مجتہد صاحب نے کہا بتاؤں گا اور خاموش ہوگئے پھر چند روز بعد پوچھا تو یہی جواب دیا۔ حتیٰ کہ ایام گذرتے رہے یہاں تک کہ ان کے انتقال کا وقت بھی قریب ہوگیا مرنے سے دو روز پہلے جاکر پوچھا تو انھوں نے کہا کہ بتاؤں گا تب میں نے کہا کہ آپ مرنے کو ہیں اب کب بتائیں گے تو انھوں نے کہا کہ اچھا سنو! شیعہ مذہب کی بنیاد عدمِ اعتماد پر ہے

کسی پر اعتماد نہ کیا جائے۔ میں حیران اور دم بخود رہ گیا میں نے پوچھا کہ اچھا تو پھر حسین علیہ السلام کے بارے میں کیا فرمائیں گے کیا ان پر بھی اعتماد نہ کیا جائے؟ تو کہا کہ وہ تو کافر ہو کر مرے ان کو مذہب شیعہ کے اعتبار سے تقیہ کر کے اپنے ایمان کو چھپا کر کلمۂ کفر کہکر جان بچانا فرض تھا مگر انھوں نے ایسا نہیں کیا وہ تو کتوں کی موت مرے

پھر میں نے پوچھا کہ تو پھر حضرت علیؓ کے بارے میں کیا فرمائیں گے؟ تو کہا کہ وہ بھی جہنمی ہے کہ ساری زندگی انھوں نے اپنے ایمان کو چھپا کر تقیہ کر کے ابو بکرؓ و عمرؓ کے کافر ہونے کے باوجود ان کے پیچھے نماز پڑھتے رہے اور زندگی بھر اُن کو گالیاں نہ دیں ان کا احترام کرتے رہے اور جو شخص کافر کے پیچھے نماز پڑھے وہ کیسا ہوگا۔

پھر میں نے پوچھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ تو کہا کہ وہ انتہا درجہ کے خائن ہیں ۲۳ رسال تک علی کی وحی وصول کرتے رہے مگر دونوں خسر (ابو بکرؓ و عمرؓ) کے ڈر کے مارے ایک لفظ بھی علی کو بول کے نہ دیا۔ اُن کو اطلاع تک نہ کی۔

پھر میں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیا فرمائیں گے؟ تو کہا کہ سارا فساد اُسی بڈھے کا تو ہے فساد تو اسی کی طرف سے آیا قرآن میں ایک لفظ نازل کر دیا ہوتا کہ یہ علی رسول ہیں تو سارا فساد ختم ہو جاتا مگر نازل کر کے نہ دیا۔

اس کے بعد اُن عالم صاحب نے کہا کہ اگر شیعہ مذہب ایسا ہی ہے تو مذہب شیعیت پر خدا کی لعنت مجتہد صاحب پر لعنت۔ شیعوں پر لعنت۔ میں اس سے توبہ کرتا ہوں۔

دونوں کان کٹے ہوئے کا عجیب واقعہ

ارشاد فرمایا کہ ایک شخص نے ایک شخص کو دیکھا کہ اُس کے دونوں کان کٹے ہوئے ہیں

تو اس نے اس سے پوچھا کہ یہ کان کٹے ہوئے کیسے ہیں ؟ اُس نے کہا بیٹھ جا تاکہ تجھے بتلادوں : اُس نے کہا کہ میں ڈاکو تھا میں ایک مرتبہ ایک گھر کے بالاخانہ پر گیا تو دیکھا کہ ایک عورت نہایت خوبصورت عمدہ کپڑے پہنے ہوئے زیور سے آراستہ بیٹھی ہے میں اسکو دیکھتے ہی مبہوت سا کھڑا ہو گیا اس عورت نے مجھے کھجور پیش کیا میں نے انکار کر دیا اس نے بات کچھ نہ کی مگر اُس نے پھر کھانا پیش کیا میں نے انکار کر دیا پھر اس نے سارا زیور نکال کر پیش کیا میں نے انکار کر دیا وہ کچھ بولی بھی نہیں مگر میں جب سب انکار کرتا رہا تب اس نے پوچھا کہ آپ کا مقصد کیا ہے ؟

پہلے تو میں سمجھی تھی کہ آپ مسافر آدمی ہیں راستہ بھول گئے اِدھر آگئے جب آگئے تو خالی کیا جائیں میں نے کھجور پیش کیا آپ نے انکار کیا تو میں سمجھی کہ آپ سائل ہیں کھانا چاہتے ہیں میں نے روٹی پیش کر دی آپ نے اس سے بھی انکار کیا تو میں سمجھی کہ آپ چور ہیں آپ کو مال چاہیئے اسلئے میں نے زیور پیش کر دیا آپ نے اُسے بھی انکار کر دیا آپ کا مقصد کیا ہے ۔

میں نے کہا کہ میں تھا تو چور ہی میرا مقصد پہلے مال ہی تھا باقی اس وقت میرا مقصد تو آپ ہیں ۔ تو اس نے کہا کہ یہ مقصد تو آپ کا پورا نہیں ہو سکتا کیونکہ میرے شوہر موجود ہیں ۔ میں شادی شدہ ہوں شوہر اگر طلاق دیدے یا اس کا انتقال ہو جائے اور میری عدت گذر جائے پھر آپ سے نکاح ہوگا تب آپ کا مقصد پورا ہو سکتا ہے اب تو نہیں ہو سکتا ۔ یہ بات کر ہی رہے تھے کہ اتنے میں اس کا شوہر آگیا میں نے کہا کہ اچھا موقع ہے میرے پاس تلوار تھی میں نے تلوار سے اسکے شوہر پر حملہ کیا اس نے پینترا بدلا اسی چھت پر دو گھنٹہ تک میں مارتا رہا وہ پینترا بدلتا رہا اس کے کوئی تلوار نہیں لگی حتی کہ تھک کر میرا بدن چور ہو گیا اس نے کہا بس : بہت ہو لیا یہاں تلوار رکھ دو

میرے اوپر اس کا اتنا رعب طاری ہوا کہ جو شخص خالی ہاتھ دو گھنٹے تک تولیے کے وار کو خسارتا کرتا رہا روکتا رہا ایک بھی اس کے نہ لگا یہ شخص کتنا بڑا ہے میں نے فوراً تلوار رکھ دی اس نے کہا ! یہاں کان پکڑو ! مرغا بنا دیا - بیوی سے پوچھا کیا قصہ ؟

بیوی نے سب بتادیا کہ یہ صورتِ حال ہے شوہر بیوی دونوں نے مل کر کھانا کھایا وہ اسی طرح سے مرغا بنا رہا - کھانا کھانے کے بعد اس نے میرے دونوں بازو پکڑ کر مجھے اٹھایا اور اوپر چھت پر سے مکان کے نیچے صحن میں پھینک دیا - میں اتنا بے حس ہوگیا کہ مجھ سے اٹھا نہیں جاتا شوہر بیوی نے اپنی رات گذاری صبح کو نیچے آئے تو شوہر نے مجھے اپنے دونوں ہاتھوں سے میرے کندھے کو خوب زور سے جھٹکا دیا جس سے میری ساری سستی ختم ہوگئی اور کہا کہ اب توبہ کرو آئندہ ایسی حرکت نہیں کروگے میں نے توبہ کی - پھر کہا جاؤ ! جب چلا تو کہا کہ ٹھہر جاؤ ٹھہرا کے میرے دونوں کان ذرا ذرا سے کاٹ لئے کہ اگر آئندہ اس قسم کا خیال ہو تو ان کانوں کو دیکھ لینا -

آج کے بعد میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتا

یہ تذکرہ چل رہا تھا کہ پاکستان میں مہاجرین (ہندوستانی) کو بہت ستایا جارہا ہے اور یہ کہا جارہا ہے کہ پاکستان خالی کرکے ہندوستان جاؤ تو اس پر فرمایا کہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری فرمایا کرتے تھے بھلا سوچو تو سہی پاکستان میں وہ ذرائع آمدنی نہیں ہیں جو یہاں ہیں پاکستان چھوٹی جگہ ہے وہاں اتنی گنجائش نہیں کہ سب مسلمان جاکر وہاں بس سکیں وہاں اتنی سہولتیں نہیں ہیں جتنی کہ یہاں ہیں اللہ کا شکر کرو کہ اس نے یہاں مکان دوکان زمین دے رکھی ہے کیوں جاتے ہو -

اس پر ایک صاحب نے کہا کہ یہ سب کچھ محمد علی جناح کی وجہ سے ہوا کہ انھوں نے

اپنا اقتدار برقرار رکھنے کیلئے ملک تقسیم کرایا تو اس پر فرمایا کہ اس میں ان کا کوئی قصور نہیں وہ تو راضی نہیں تھے بلکہ انھوں نے تو یہ کہا تھا کہ دیکھو! اگر پاکستان چاہتے ہو تو پاکستان کی بنیاد ساڑھے چار کروڑ مسلمانوں کے خون پر رکھی جائے گی اس لئے سوچ کر کہو تو سب نے نعرہ لگایا کہ ہم اس پر راضی ہیں تقسیم کرو۔ جب وہ ہندوستان سے پاکستان کو روانہ ہو رہے تھے تو جہاز میں بیٹھ کر انھوں نے بمبئی کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ "آج کے بعد میں تمہاری کبھی کوئی مدد نہیں کر سکتا"۔

اپنا اپنا بستر اٹھالو

ارشاد فرمایا کہ ایک محلہ کی مسجد میں تبلیغی جماعت گئی وہ مسجد بریلویوں کی تھی انھوں نے بستر دیکھتے ہی کہدیا کہ تم لوگ یہاں نہیں ٹھہر سکتے انھوں نے کہا کہ بھئی ہم تم کو کچھ نہیں کہتے ہیں صرف نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا چاہتے ہیں آپ ہی کے امام کے پیچھے پڑھیں گے آپ اگر اجازت دیں گے تو بیٹھ کر اپنا تعلیمی حلقہ کرلیں گے اگر اجازت نہ دیں گے تو تعلیمی حلقہ نہیں کریں گے۔ تو کہا کہ نہیں تم یہاں نہیں ٹھہر سکتے۔ سب نے شور وشغب کرکے ان کو وہاں سے نکال دیا جماعت والوں نے کہا کہ اچھا بھئی اپنا اپنا بستر اٹھالو مسجد کے باہر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور اپنا تعلیمی حلقہ چلانا شروع کردیا جب نماز کا وقت آیا پھر اٹھے کہ چلو بھئی چلکر اندر مسجد میں نماز پڑھ لیں امام صاحب نے کہا کہ نہیں۔ نماز میں پڑھاؤں گا اور یہ لوگ یہاں نہیں پڑھ سکتے۔

اللہ تعالیٰ نے ان ہی میں سے ایک کو کھڑا کردیا اس نے کہا کہ اگر آپ ان کو یہاں نماز پڑھنے نہیں دیں گے تو آپ یہاں نماز پڑھا بھی نہیں سکتے۔ قریب میں تھانہ تھا تھانہ میں کسی نے اطلاع کردی انسپکٹر وغیرہ آگئے اور باہر دروازہ سے دیکھ رہے ہیں کہ امام صاحب بڑے جوش میں ہیں کہ میں نماز پڑھاؤں گا

تب انسپکٹر نے پوچھا کہ آپ کون ہیں تو کہا کہ میں یہاں کا امام ہوں انسپکٹر نے پوچھا کہ کیا آپ نماز پڑھائیں گے تو کہا کہ ہاں انسپکٹر نے کہا کہ اچھا تو پھر میرے ساتھ تشریف لائیے تھانہ میں آپ سے نماز پڑھوائی جائے گی تب کہا کہ ادہو یہ تو کچھ اور بات ہے تو امام صاحب نے اجازت دی کہ اچھی بات ہے یہ لوگ نماز پڑھ لیں اسطرح ان امام صاحب کے پیچھے زبردستی نماز پڑھی۔

حشمت علی کے گرگوں نے جوتے چرالئے

ارشاد فرمایا کہ مولانا منظور نعمانی صاحب کی ایک جماعت ایک گاؤں میں گئی بس جس بستی میں وہ جماعت گئی لوگوں نے مخالفتیں کیں بجلی کے تار کاٹ دیئے تاکہ ان کو روشنی نہ پہنچ سکے جوتے غائب کر دیئے مولانا منظور نعمانی صاحب نے کہا کہ دیکھو میرے جوتے دیدو ورنہ یاد رکھیو کل کو اخبار میں دیدوں گا کہ حشمت علی کے گرگوں نے میرے جوتے چرالئے تب ان کے جوتے ملے ہندو نے اپنی دوکان سے تار دیا۔ اسلام کا کلمہ پڑھنے والوں نے نہیں دیا۔

جہل بسیطہ اور جہل مرکبہ

ایک افریقی طالب علم کا دماغ خراب ہوگیا وہ جلال آباد گیا اور مولانا مسیح اللہ صاحب سے کچھ سوالات کئے حضرت مولانا نے دریافت فرمایا کہ یہ سوالات تم نے کہاں سے نقل کئے اس نے کہا مفتی صاحب نے دریافت کئے تھے وہ سوالات اسکی حیثیت سے اونچے تھے مولانا نے میرے پاس پیغام بھیجا کہ کم استعداد والوں سے ایسے سوالات آپ نہ کیا کریں جو شخص یہ پیغام لیکر آیا تھا میں نے اسکو جواب دیدیا کہ میں نے اس طالب علم سے بات تک بھی نہ کی کسی اور سے بات کر رہا تھا یہ سنکر اسکو لے اڑے تو اسکی ذمہ داری

میرے سر گیا ہے پھر معلوم ہوا کہ حضرت مولانا نے اسی پر تقریر کی کہ ولی ہر شخص ہو سکتا ہے مگر شیخ ہونا ہر شخص کے بس کا نہیں شیخ ہونا بہت مشکل ہے طالب اور مرید کو خوب اچھی طرح پہچاننا اور نشیب و فراز سے واقف ہونا ضروری ہے ہر شخص میں شیخ بننے کی اہلیت نہیں ہوتی میں نے کہا کہ مجھے پہلے سے اس بات کا یقین ہے عہ

حضرت حافظ محمد طیب صاحب مالک مکتبہ نعمانیہ نے سوال کیا کہ اس افریقی طالب علم نے مولانا جلال آبادی سے کیا سوالات کئے تھے تو اس پر فرمایا کہ جبھی وہ ہندوستان آیا اس کا دماغ خراب ہو گیا جلال آباد کو پیدل چلدیا گاڑی مل جاتے تو گاڑی سے چلا جاتا ورنہ پیدل ہی جاتا مگر وہ افریقہ چلا جاتا تو اس کا دماغ ٹھیک ہو جاتا میں نے اسکے والد صاحب سے کہدیا تھا کہ اسکو ہندوستان نہ بھیجیں۔ وہ سوالات یہ ہیں۔

ہلِ بسیطہ اور ہلِ مرکبہ درجۂ حکایت میں دونوں وجودِ رابطی کو مقتضی ہیں اور ہلِ بسیطہ درجۂ محکی عنہٗ میں وجودِ رابطی کو مقتضی نہیں یہ متضمن ہے دو چیزوں کو ایک زید موجود ہے ایک زید قائم ہے جب تک زید موجود صادق نہ آئے تو زید قائم صادق نہیں آسکتا اسلئے وہ محل ہل مرکبہ ہے بخلاف زید موجود کے کہ وہ محل ہل بسیطہ ہے۔ ثبوتِ شیٔ لشیٔ فرع ہے ثبوتِ مثبت لہٗ کی۔ مثلاً زید کے لئے قیام کا ثبوت فرع ہے اس بات کی کہ پہلے زید کا ثبوت ہو۔ زید کا ثبوت ہوگا تو اسکیلئے قائم، نائم، قاعد سب چیزیں ثابت کر سکتے ہیں اگر زید کا ثبوت ہی نہیں ہے تو کوئی چیز بھی کوئی محمول بھی اس کے لئے ثابت نہیں کر سکتے۔ زید کے لئے قائم ثابت کریں گے تو لا محالہ

عہ اسی تواضع اور مقامِ فنائیت ہی کی بدولت حضرتِ والا کو اور ان کے فیض کو حق تعالیٰ نے کہیں سے کہیں پہنچا دیا اللّٰھم زد فزد۔

احقر مرتب

وجود رابطی ہوگا اسی طرح زید موجود کو جب درجۂ حکایت میں بیان کریں گے تو یہاں بھی وجودِ رابطی ہوگا ۔ درجۂ حکایت میں تو ہلِ بسیط اور ہلِ مرکبہ دونوں وجودِ رابطی کو مقتضی ہوتے ہیں لیکن درجۂ محکی عنہ میں ہلِ مرکبہ تو وجودِ رابطی کو مقتضی ہوتا ہے لیکن ہلِ بسیط وجودِ رابطی کو مقتضی نہیں ہوتا۔

دنیا عالمِ اسباب ہے

ارشاد فرمایا کہ شیخ کہتا ہے اللہ کا کہنا مانو تو کیا شیخ اپنے خدا ہونے کا مدعی ہے شیخ تو کیا میرے خیال میں آپ کی بھی جتنی چیزیں ہیں سب اللہ ہی کی ہیں اَللّٰھُمَّ مد ان قلوبنا و نواصینا و جوارحنا بیدک تو کیا ان کو اپنا بتانے سے خدائی کا دعویٰ ہوگا بات بہت دور تک چلے گی ۔ ایک شخص کو پھانسی ہوئی اس کی موت کا سبب کیا ہے وہ کیوں مرا ۔ اس کا گلا گھُٹ گیا گلا کیوں گھٹا ۔ جلاد نے پھانسی دیدی جلاد نے پھانسی کیوں دی ۔ جج نے عدالت میں فیصلہ کردیا اس کے بارے میں جج نے فیصلہ کیوں کیا اس واسطے کہ گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے فلاں شخص کو قتل کیا تھا تو اس موت کو منسوب کیا جاتا ہے اتنوں کی طرف ۔

حالانکہ موت صرف حق تعالیٰ کے قبضہ و قدرت میں ہے اور سبب در سبب در سبب ہوتا چلا جاتا ہے یہ دنیا عالمِ اسباب ہے اسکی موت کا سبب گلا گھٹنا بھی ہے پھانسی بھی ہے جج کا لکھنا بھی ہے گواہوں کا گواہی دینا بھی ہے اور خود اس کا اپنے ہاتھ سے کسی کو قتل کرنا بھی ہے ایسے ہی قصہ ہے آخر وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى کے کیا معنیٰ ہیں حالانکہ یہاں تو اللہ تعالیٰ نہیں پھینک رہے ہیں تیر تو مخاطب چلا رہا ہے اور کہہ رہے ہیں کہ اللہ نے تیر چلایا جو تیر چلا رہا ہے اس سے نفی کی جارہی ہے اور جو نہیں چلا رہا ہے اسکی طرف نسبت کی جارہی ہے ۔

صحابہ رضؓ کی کوتاہیاں شمار کرنا بہت بُرا ہے

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب گنگوہ میں ایک لمبی بحث اور گفتگو کر رہے تھے کہ فلاں صاحب نے اگر فلاں صحابی کے متعلق کچھ کہدیا تو کیا ہوا۔ کیا انھوں نے غلط بیانی سے کام لیا جو واقعات موجود ہیں صحابہ کے کیا وہ صحیح نہیں ہیں اس سے کیا کچھ توہین ہوتی ہے ؟ تو میں نے کہا کہ آپ کے ابا جان کے آپ کے دادا ابا نے کبھی کان پکڑ کے چپت لگادیا ہو جس کا دادا کو حق ہے تو آپ کو اس کا حق نہیں ہے۔

اسی طرح ایک صحابی دوسرے صحابی کو کچھ کہے تو وہاں معاملہ دوسرا ہے تم کو کچھ بولنے کا حق نہیں۔ اسی واسطے کسی صاحب نے خواب میں دیکھا کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں ایک دوسرے کی کمر میں ہاتھ ڈالے ہوئے ہنستے ہوئے جنت میں داخل ہو رہے ہیں دنیا میں تو سخت ترین لڑائیاں ہوئیں ایک کے فریق نے دوسرے فریق کو قتل کیا مگر جنت میں ہنستے ہوئے جا رہے ہیں دونوں دوست دوست۔ اگر چھوٹا بھائی بڑے بھائی کو کہدے کہ کیا بکواس کر رہے ہو میں یہ نہیں کہتا کہ اسکی اجازت ہے۔ نہیں بالکل نہیں ایسا کہنا بے جا ہے لیکن جتنا بُرا یہ ہے اس سے زیادہ بُرا یہ الفاظ اپنے باپ کو کہنا ہے اگر کوئی شخص اپنے باپ کو کہدے کہ کیا بکواس کر رہے ہو تو لوگوں پر اس کا اثر کتنا زیادہ بُرا پڑے گا کہ باپ کو خطاب کیا کیونکہ باپ کا درجہ بڑا ہے اس لئے باپ کو کہنے کا جرم بڑا ہے اور بھائی کو کہنے کا جرم اس سے کم ہے۔

لفظ خلیفہ سُنیوں کے حق میں تبرّا نہیں ہے

ارشاد فرمایا کہ ایک شیعہ نے

کہا تھا کہ ہم نے ایسے الفاظ ایجاد کر دیئے ہیں کہ جن سے سُنیوں کی زبان سے خود تبرّا ظاہر ہو لفظ خلیفہ نائی کیلئے ایجاد کیا پہلے خلیفہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ دوسرے خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں یعنی خلیفہ کے معنی نائی کے ہوئے ۔ میں نے اس کا جواب دیا کہ سُنّی تو جب لفظ خلیفہ نائی کے معنی میں بولتا ہے تو ذہن بھی نہیں جاتا ان خلفاء کی طرف لہذا ان کے حق میں تبرّا ہوا ہی نہیں ۔ دوسرے یہ کہ شیعوں کے نزدیک خلیفہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور خلفاء ثلاثہ تو خلیفہ ہیں ہی نہیں بلکہ وہ تو ان کے نزدیک غاصب ہیں العیاذُ باللہ لہذا خلیفہ کا لفظ بول کر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت مراد لیتے ہیں تو یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں تبرّا ہوگا ۔ اسطرح شیعہ لوگ درحقیقت حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تبرّا کرتے ہیں نہ کہ سُنّی حضرت ابوبکر رضہ وحضرت عمر رضہ وحضرت عثمان رضی اللہ عنہم

ہر شخص کی کل عمر کیا اسکے سن بلوغ کا پانچ گُنا ہوتی ہے

جناب حاجی غلام رسول صاحب (کلکتہ والے) اور اُن کے کچھ ساتھی حاضر خدمت ہوتے ان کے ایک ساتھی نے سوال کیا کہ حضرت! علم الابدان کے لحاظ سے ہر شخص کی عمر اس کے سن بلوغ کا پانچ گنا ہوتی ہے ۔ مثلاً کسی کا سن بلوغ ۱۷ سال تھا تو اسکی عمر ۸۵ سال ہوگی اگر کوئی بکری ایک سال میں بالغ ہوتی تو اسکی عمر پانچ سال ہوگی اسی طرح ہر شخص کی طبعی عمر ہے مگر کسی نے بدکاری کی یا شراب پی یا اور اس قسم کے کام کئے تو اس کے اعضاء خراب ہو جاتے ہیں اور وہ اس سے قبل ہی مر جاتا ہے کیونکہ وہ اپنے خراب کاموں کی وجہ سے جلدی پگھل جاتا ہے ۔ جیسا کہ ایک چراغ ہے جس میں تیل ہو اس میں فتیلہ رکھیں جو رات بھر جلتا ہے مگر اس چراغ میں

پانچ فتیلے رکھدیتے تو وہ تمام تیل جلدی جل جاتے گا۔ یہی حال ہے حضرت انسان کا
اُن صاحب نے یہ سُناکر عرض کیا کہ حضرت ایسا عقیدہ رکھنا کیسا ہے کیا یہ قرآن
وحدیث کے خلاف تو نہیں۔؟ تو فرمایا کہ یہ سب لغو و بیکار ہے البتہ حدیث
میں آتا ہے کہ جو شخص نیک اعمال کرتا ہے اسکی عمر بڑھتی ہے اس سے مراد یہ ہیکہ تھوڑے
وقت میں کام زیادہ کرلیتا ہے اسکے علاوہ اور کچھ نہیں۔

مولانا علی میاںؒ ندوی پر خارجی اثر

ارشاد فرمایا کہ مولانا علی میاں کی کتاب "عصر حاضر میں دین کی تشریح و تفہیم" کے بارے میں مفتی عتیق الرحمٰن صاحب نے ایک پرچہ میں شائع کیا ہے کہ مولانا ابوالحسن علی ندوی زید مجدہٗ نے یہ کتاب خارجی اثر سے متاثر ہو کر لکھی ہے۔ ایک صاحب نے اس پر دریافت کیا کہ کیا یہ اشارہ حضرت شیخ الحدیث صاحب سہارنپوریؒ کی طرف ہے؟ تو فرمایا کہ جی ہاں!

گم کردہ قافلہ کے ساتھ

ارشاد فرمایا کہ مولانا امین احسن اصلاحی جب جماعت اسلامی سے الگ ہو گئے تو کسی نے ان سے پوچھا کہ اب آئندہ کیا پروگرام ہے تو کہا کہ کیا پوچھتے ہو ایسے شخص کے بارے میں جو سولہ سال راہ گم کردہ قافلہ کا ساتھ دیکر الگ ہوا ہو اور ایک ببول کے کانٹے پر کھڑا ہو۔

حضرت دام مجدہٗ کی ایک مودودی سے گفتگو

ارشاد فرمایا کہ میں ایک دفعہ ایک جگہ گیا وہاں مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی
کے والد صاحب نے ایک مودودی کو بلوالیا اور مجھ سے پہلے ہی ذکر کردیا کہ ایک مودودی

یہاں پر فلاں صاحب کو بہت پریشان کرتے ہیں ذرا آپ ان سے گفتگو کرلیں میں نے بلوانے کو منع کیا مگر انھوں نے بلالیا اور مولانا عبدالماجد صاحب کے والد صاحب نے خود ہی چھیڑ دیا کہ حضرت یہ مودودی صاحب کیا کہتے ہیں قبل اس کے کہ میں کچھ کہوں وہ صاحب فوراً بول اٹھے کہ کچھ نہیں جو علماء دیوبند کہتے ہیں وہی وہ بھی کہتے ہیں میں نے کہا کہ ہوں یہ آپ نے کیسے کہدیا ۔ انھوں نے کہا ہے کہ میں خوش ہوں کہ یہ علماء کا فتنہ پسند گروہ بجائے ہم سے قریب ہونے کے دور ہوتا جا رہا ہے اچھا ہے کہ ہم سے دور ہی رہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو جن مسائل میں الجھا رکھا ہے اسی میں اُلجھے رہیں ان سے کوئی دینی خدمت نہیں ہو سکتی خدا نے فیصلہ فرما رکھا ہے کہ ان کو ایسے ہی مسائل میں اُلجھائے رکھیں گے ۔

تو اُن صاحب نے بہت زور سے کہا کوئی اس کا ثبوت مودودی صاحب نے یہ کہاں لکھا ہے ؟ میں نے خاموشی سے ترجمان القرآن کی جلد پیش کردی ۔ وہ صاحب دیکھ کر ایسے خاموش ہوئے کہ گم سے ہو گئے اور کاغذات کو ادھر اُدھر پلٹتے ہوئے کہنے لگے کہ یہ کونسی کتاب ہے کہاں سے چھپی ہے مجھے اس کا علم نہیں میں نے کہا یہ ماہواری ہے ۔ اس پر وہ کچھ بدحواس سے ہوئے اور جانے لگے میں نے کہا بس چلدیئے یہ حال ہے ان لوگوں کا ۔

بریلویوں کا اپنے خدا کو گالی دینا

ارشاد فرمایا کہ مولنٰا احمد رضا خاں صاحب نے لکھا ہے کہ چمار ہندو پنڈت اور دیوبندی مولویوں میں کوئی فرق نہیں ہے سب کا ایک ہی حکم ہے اور دیوبندی ایسے کو خدا کہتے ہیں اب اسکے بعد گالیاں لکھی ہیں ۔

مولوی حشمت علی نے بجانب اہل السنۃ میں لکھا ہے کہ جو خدا ہمارا ہے

دیوبندیوں کا بھی ہے ۔ اب جیسا ہمارا خدا ہے ویسا ہی خدا رضاخانیوں کا بھی ثابت ہوگیا لہٰذا انھوں نے اپنے ہی خدا کو گالیاں دیں ۔

جھوٹ بول کر کسی کو معتقد بنانیکی ضرورت نہیں

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ کٹک سے استفتاء آیا کہ محمد ابن عبدالوہاب نجدی کیسا آدمی تھا اس میں آپ کی کیا رائے ہے اور وہ مستفتی صاحب اپنے آپ کو قاسمی لکھتے تھے میں نے جواب لکھا کہ میں محمد بن عبدالوہاب نجدی سے نہیں ملا اور نہ ہی ان کے ملنے والوں سے ملا نہ ان کی کتابیں پڑھیں نہ مجھ کو ان کے تفصیلی حالات معلوم تو اس سلسلہ میں کیا رائے قائم کرسکتا ہوں ۔

اس پر انھوں نے لکھا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاوی رشیدیہ میں لکھا ہے کہ محمد ابن عبدالوہاب نجدی اچھا آدمی تھا آپ بھی تعریف میں دو سطریں لکھدیں تو کیا مضائقہ ہے ؟ تو میں نے لکھا کہ کسی آدمی کے نیک ہونے پر دلیل کی ضرورت نہیں بس اس کا اسلام خود اس کے نیک ہونیکی دلیل ہے البتہ کسی کے بُرا ہونے کیلئے دلیل کی ضرورت ہے اور ایسا آدمی جس کے اچھا ہونے پر دلیل کچھ ایسے کارنامے بھی ہوں جو دین کی تقویت کا باعث بنے ہوں اور بُرا ہونے پر کوئی بھی دلیل نہ ہو اسکو کیسے بُرا کہا جا سکتا ہے ۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے اس کے کارنامے آئے تو حضرت نے فرمایا کہ اچھا آدمی تھا پھر جب حضرت کے سامنے فتاوی شامی آئی اور حضرت نے مطالعہ فرمایا تو پھر سکوت اختیار فرمایا کچھ نہیں فرمایا ۔

تو اس پر ان صاحب نے بگڑ کے خط لکھا کہ ہم تو یہاں لوگوں کو ——

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے جھوٹے فضائل بیان کرکر کے معتقد بناتے ہیں۔
آپ نے ہماری ساری کوششوں پر پانی پھیر دیا دو سطریں محمد ابن عبدالوہاب کی تعریف میں تحریر کردیتے تو کیا مضائقہ تھا جبکہ حضرت گنگوہیؒ نے تعریف کی۔ اور حضرت گنگوہیؒ کے بارے میں تو وعدہ کیا گیا ہے کہ غلط چیزیں حضرت کی زبان سے نہیں نکالی جائیں گی تو میں نے لکھا کہ حضرت کے سامنے جب محمد ابن عبدالوہاب کے کارنامے ذکر کئے گئے تو حضرت نے تعریف فرمادی اور جب شامی سامنے آئی توحضرت نے سکوت اختیار فرمایا۔

رہا حضرت کا فرمانا کہ مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے کہ غلط مسئلہ تیری زبان سے نہیں نکلوایا جائے گا تو یہ شرعی مسائل کے بارے میں ہے نہ کہ اشخاص کے بارے میں۔ اشخاص کا تعلق تو شرعی مسائل سے نہیں۔ شرعی مسائل کا جدا معاملہ ہے اور اشخاص کا جدا معاملہ ہے۔

اگر کوئی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے معتقد نہ ہو نہ ہو ہمیں کیا مطلب۔ کسی کو جھوٹ بول کر معتقد بنانے کی ضرورت نہیں کسی کو ہزار دفعہ ضرورت ہو معتقد ہووے ورنہ جائے اور یہ کام آپ کچھ اچھا نہیں کررہے ہیں اسکو نہ ہم پسند کرتے ہیں نہ دیوبند کا کوئی فرد اسکو پسند کرے گا اور اگر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بھی حیات ہوتے تو اسکو سخت ناپسند فرماتے۔

قاسمی سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے دیوبند میں دورہ پڑھا ہے اگر واقعی آپ قاسمی ہیں تو تعجب ہے کہ آپ کو حضرت گنگوہیؒ کے مسلک کا علم نہ ہوا اور اگر قاسمی دوسرے معنی میں ہے تو وہ اور بات ہے۔

٭ ٭ ٭

مولانا نے نہیں چھوڑا

ارشاد فرمایا کہ مراد آباد میں ایک مرتبہ احمد رضا خان صاحب پھنس گئے۔ مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے گھیر لیا گھیر گھار کے کہا کہ آجاؤ مناظرہ کرلو تو بہت ٹال مٹول کی مولانا نے نہیں چھوڑا تو کہا کہ اس شرط پر قبول کروں گا کہ مناظرہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب سے کروں گا وہ جانتے تھے کہ حضرت تھانوی کا مزاج مناظرہ کا نہیں۔ مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے تھانہ بھون جاکر حضرت تھانویؒ سے کہا کہ حضرت میں آپ سے اس کا مناظرہ نہیں کراؤں گا آپ بالکل اطمینان رکھیں وہ ہرگز مناظرہ نہیں کرنے کا حضرت آپ سے مناظرہ کروانا دور کی بات ہے آپ کی صورت بھی اسکو دکھلانا مجھے گوارہ نہیں آپ صرف میرے ساتھ تشریف لے چلیں اور کچھ نہیں چنانچہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو مراد آباد لے آئے۔

حضرت کو مخفی رکھدیا اور ایک جگہ ٹھہرا دیا اب مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے کہا اب بتاؤ کہ مولانا اشرف علی صاحب آجائیں تو مناظرہ کرنا ہوگا اسکو پتہ لگ گیا کہ حضرت آچکے ہیں تو احمد رضا خاں صاحب چپکے سے نکل گئے ان کے جانے کے بعد حضرت کے بیان کا سارے شہر میں اعلان کرایا رات کو جلسہ میں جب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تشریف لائے تو مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے ابتدائی بیان فرماکر فرمایا کہ یہ ہیں وہ جنکو بڑا وہابی اور گستاخ رسول کہا جاتا ہے اب ان کا بیان سنو! پھر حضرت تھانویؒ نے بیان فرمایا ماشاء اللہ وہ بھی حضرت تھانوی کا وعظ تھا کیا کہنے۔

آجکل مناظرہ سے کوئی خاص فائدہ نہیں

ارشاد فرمایا کہ آج کل مناظروں سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا فضا خراب ہی

ہوتی ہے مجھے جب مناظرہ کو بلایا جاتا ہے تو میں معذرت کر دیتا ہوں اگر کسی جگہ مناظرہ طے ہو جاتا ہے اور دفتر اہتمام سے حکم آتا ہے تب جاتا ہوں۔

ایک مرتبہ کسی جگہ مناظرہ طے تھا مولانا نصیر احمد خاں صاحب نائب مہتمم دارالعلوم تشریف لائے اور مناظرہ کیلئے فرمایا تو میں نے معذرت کر دی پھر مولانا معراج الحق صاحب (وہ بھی نائب مہتمم تھے) بھی تشریف لائے اور مناظرہ کیلئے فرمایا تو میں نے ان سے بھی معذرت کر دی انھوں نے ہوشیاری یہ کی کہ حضرت مولانا فخر الدین صاحبؒ کو راضی کیا انھوں نے مجھے بلایا تو میں نے کہا کہ حضرت فضا مسموم ہوتی ہے زبان گندی ہوتی ہے لوگ گندے ہوتے ہیں فرمایا کہ میں جانتا ہوں مگر یہ جماعتی مسئلہ ہے اسلئے جانے کو کہہ رہا ہوں آپ تشریف لے جائیں مگر آپ مناظرہ گاہ میں نہیں جائیں گے اپنے قیام گاہ ہی پر رہیں گے مناظرہ تو مولانا ارشاد احمد صاحب کریں گے یہ صرف اس لئے کہہ رہا ہوں کہ کوئی ایسی ویسی بات پیش نہ آجاوے اگر میرے قویٰ قوی ہوتے تو میں خود جاتا مگر میں کمزور ہوں۔

خطبہ میں الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ نہ پڑھنے پر اعتراض

ارشاد فرمایا کہ میں ایک جگہ تقریر کر رہا تھا بدعتی حضرات بھی موجود تھے اور دوسرے مقررین بھی تھے جب میں نے خطبہ پڑھا جس میں الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ نہیں پڑھا تو وہاں کے امام صاحب نے ایک شخص کو لکھ کر سکھایا

کہ تم ان سے دوران تقریر سوال کرو کہ الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ پڑھنا کیسا ہے اگر دیوبندی ہیں تو کہدیں گے کہ جائز نہیں بس قصہ ختم ہوئے گا اور اگر اپنے آدمی ہیں تو کہدیں گے جائز ہے تب تو کوئی معنا تقہ ہے ہی نہیں چنانچہ وہ شخص آیا اور کھڑا ہوگیا دوسرے لوگوں نے اسکو ٹوک دیا کہ دوران تقریر کیا پوچھ رہے ہو مگر ٹوکنے والوں کو میں نے روک دیا کہ تم کیوں روک رہے ہو کہیں جانا ہوگا ضروری مسئلہ ہوگا پوچھنے دو۔

اس نے پوچھا کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہنا کیسا ہے ؟ میں نے کہا دیکھو بھائی اگر تم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت عشق ہے اور تمام سنتوں پر مکمل عمل کررہے ہو اور تم کو اس درجہ کا عشق ہے کہ یہاں سے مدینہ پاک تک کے سارے حجابات اٹھا دیئے گئے ہیں اور تم روضۂ اقدس کو دیکھ رہے ہو تو تم الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ بلا تکلف کہو اور اگر تم کو نظر نہیں آتا تو معلوم ہوا کہ عشق میں کمی ہے۔ لہذا سنت کا اتباع کرو دل میں عشق نبی پیدا کرنے کی کوشش کرو اسطرح کہ درود شریف اللہم صل علی سیدنا محمد الخ کثرت سے پڑھو نیز مدینہ پاک جانے کی کوشش کرو اور جب روضۂ اقدس پر پہنچو تو ہلکی آواز سے بڑے ادب واحترام کے ساتھ عرض کرو الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ زور سے نہ کہو یہاں سے چلا کر الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ مت پڑھو کیونکہ بڑوں کو دور سے چلا کر پکارنا خلاف ادب ہے۔ یہ جنگلی لوگوں کا طریقہ ہے کہ اپنے کھیت پر زور سے پکارے او فلانے !

اسی لئے قرآن پاک میں فرمایا گیا یا ایھا الذین امنو لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم

لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون اور جو لوگ زور سے پکارتے ہیں ان کو قرآن نے بیوقوف کہا ہے ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون اسلئے آہستہ سے سلام پڑھنا چاہئے۔

قیامِ میلادی پر اِستدلال اور اس کا جواب

احقر (راقم الحروف) کو پکار کر فرمایا کہ مولوی نوراللہ تمہارے سمجھنے کی بات ہے اگر سمجھ میں آجائے ایک صاحب نے مجھ سے سوال کیا کہ قرآن پاک میں ہے یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلیٰ جنوبھم الخ اور آپ لوگ اللہ کے ذکر کو قیام کی حالت میں منع کرتے ہیں ؟

میں نے کہا کہ اگر ایسی بات ہے تو جسطرح آپ لوگ قیام کی حالت میں ذکر کرتے ہیں تو کبھی لیٹ کر بھی ذکر کر لیا کیجئے کیونکہ فرمایا گیا ہے کہ لیٹ کر بھی ذکر کرو ہم لوگ ذکر اللہ کو قیام وقعود وغیرہ کسی حالت میں بھی منع نہیں کرتے اس پر وہ صاحب خاموش ہو گئے۔

مولانا مودودی کی نمازِ فجر غائب

ارشاد فرمایا کہ مولنا مودودی صاحب روزانہ صبح کو نو بجے اٹھتے تھے ان پر اعتراض کیا گیا تو کہا کہ میں رات میں قلم سے جہاد کرتا ہوں اور جہاد کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی نمازیں قضاء ہوئی ہیں اگر میں صبح کو نماز کے وقت اٹھوں تو میری صحت خراب ہو جائیگی حکمتِ عملی کا تقاضہ یہی ہے کہ میں اسی وقت اٹھوں ۔ یہ ان کی کتابوں ہی میں موجود ہے ۔

☆ ☆ ☆

امکانِ عام، امکانِ خاص واجب اور ممتنع کا بیان تین طریق سے

ارشاد فرمایا کہ مفہوم دو حال سے خالی نہیں اس مفہوم کا وجود ضروری ہوگا یا وجود ضروری نہ ہوگا۔ اگر وجود ضروری ہے تو اسکو واجب کہتے ہیں اگر وجود ضروری نہیں تو امکانِ عام ہے پھر امکان عام کی دو صورتیں ہیں یا اس کا عدم ضروری ہوگا یا عدم بھی ضروری نہ ہوگا جیساکہ وجود ضروری نہیں۔ اگر عدم ضروری ہے تو ممتنع۔ اگر عدم ضروری نہیں جیساکہ وجود ضروری نہیں تو وہ امکانِ خاص ہے۔

اسی طرح دوسری جانب لو۔ مفہوم دو حال سے خالی نہیں اس مفہوم کا عدم ضروری ہوگا یا عدم ضروری نہ ہوگا اگر عدم ضروری ہے تو ممتنع۔ اگر عدم ضروری نہیں تو امکانِ عام ہے پھر اسکی دو صورتیں ہیں یا اس کا وجود ضروری ہوگا یا وجود بھی ضروری نہ ہوگا جیساکہ عدم ضروری نہیں اگر وجود ضروری ہے تو وہ واجب ہے اگر وجود ضروری نہیں جیساکہ عدم ضروری نہیں تو وہ امکانِ خاص ہے۔

اسی طرح تیسری جانب یہ ہے کہ مفہوم دو حال سے خالی نہیں اس مفہوم سے انفکاکِ عدم ضروری ہے یا نہیں ہے اگر اس مفہوم سے انفکاکِ عدم ضروری ہے تو وہ واجب ہے اگر انفکاک عدم ضروری نہیں تو وہ امکانِ عام ہے اسکی دو صورتیں ہیں۔ اس مفہوم سے انفکاکِ وجود ضروری ہے یا نہیں۔ اگر ضروری ہے تو ممتنع۔ اگر انفکاکِ وجود ضروری نہیں جیساکہ انفکاکِ عدم ضروری نہیں تو وہ امکانِ خاص ہے

حضرت دام مجدہ کی ایک مودودی سے گفتگو

ارشاد فرمایا کہ مجھ سے ایک صاحب

کی ملاقات ہوگئی انھوں نے کہا کہ جماعتِ اسلامی کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے ؛ تو میں نے کہا کہ وہ غلط جماعت ہے پوچھا کیوں اور دیکھئے کتاب وسنت سے بتائیے ۔ میں نے کہا کہ کیا آپ نے کتاب وسنت کی تعلیم حاصل کی ہے ؛ تو کہا کہ نہیں ۔ میں نے کہا کہ جب آپ کو معلوم نہیں کہ کتاب وسنت کیا ہے { محض آپ کے کان میں ڈالا گیا ہے کتاب وسنت کا لفظ } تو آپ کیا جانیں گے آپ کو کیا بتاؤں کہ کتاب وسنت کیا ہے ۔ اس نے کہا کہ اگر ایک غیر مُسلم سوال کرے تو آپ کیا کہیں گے ۔ میں نے کہا کہ کیا آپ غیر مُسلم ہیں آپ اقرار کیجئے کہ غیر مُسلم ہوں تو میں ابھی آپ کو سمجھاؤں گا ۔ بس چُپ ہو گئے ۔

میں نے کہا بندۂ خدا غیر مسلم تو ہرگز سوال نہیں کرے گا کہ کتاب وسنت سے سمجھاؤ وہ تو اسکو مانتا ہی نہیں اسکو تو عقلی دلائل کی روشنی میں سمجھایا جائیگا پھر فرمایا کہ مطالعہ سے اور ادب کے زور میں آکر مخاطب کو بات سمجھانا اور ہے علم اسطرح حاصل نہیں ہوتا وہ تو کسی اور طریقہ سے حاصل ہوتا ہے ۔ اس کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے ۔

تقدُّم کی اقسام

تقدم کی اقسام پر کلام فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ متقدم متاخر کو جامع ہے یا نہیں ۔ اگر متقدم متاخر کو جامع نہیں ہے تو تقدم بالزمان ہے ۔ اور اگر متقدم متاخر کو جامع ہے تو دو حال سے خالی نہیں متقدم متاخر کا محتاج ہے یا نہیں اگر متقدم متاخر کا محتاج ہے تو متقدم اُس کے لئے علت تامہ ہے یا علت تامہ نہیں ہے اگر علت تامہ ہے تو اسکو تقدم بالعلیۃ کہتے ہیں ۔ جیسے طلوعِ شمس اور وجود نہار ۔

اور اگر متقدم متاخر کیلئے علت تامہ نہیں ہے تو دو حال سے خالی نہیں

متقدم کو متاخر کی احتیاج ہے یا نہیں۔ اگر احتیاج نہیں ہے تو تقدم بالطبع۔ اور اگر احتیاج ہے تو دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو متقدم متاخر کیلئے احتیاج کسی جعلِ جاعل اور وضعِ واضع سے ہوگا یا نہیں اگر کسی وضعِ واضع سے ہے تو اس کو تقدم بالوضع کہتے ہیں اگر کسی جعلِ جاعل کو داخل کو دخل نہیں ہے تو اسکو تقدم بالشرف کہتے ہیں۔ ایک اور قسم فلاسفہ نے نکالی ہے وہ یہ کہ بعض اجزاءِ زمان کو بعض پر تقدم حاصل ہو اسکو تقدم بالذات کہتے ہیں۔

تقدم بالزمان کی مثال۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تقدم حضرت عیسیٰ پر۔

تقدم بالعلیۃ۔ جیسے وجودِ نہار کیلئے طلوعِ شمس۔ کہ طلوعِ شمس مقدم ہے وجودِ نہار پر۔ تقدم بالطبع۔ جیسے مفرد مقدم ہے مرکب پر۔ تصور کو تقدم حاصل ہے تصدیق پر۔ تقدم بالوضع۔ جیسے اگلی حصیر کو مقدم کر دیا دوسری حصیر کو مؤخر کر دیا مؤذن نے۔ تقدم بالشرف۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تقدم حاصل ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر۔

تقدم بالذات۔ جیسے ماضی مقدم ہے مستقبل پر۔ کافیہ میں لکھا ہے الماضی مادل علی زمان قبل زمانک۔

زبان سے تو دعا ہوگی

ارشاد فرمایا کہ مولانا اصغر حسین صاحب دیوبندی نے ابو داؤد شریف کے سبق میں فرمایا تھا لوگ کہتے ہیں حضرت دعا کریں بھئی ہم دعا کیوں کریں؟ کیا تم نے ہم کو کوئی راحت پہونچائی؟ اگر تم سے راحت پہونچی تو خود بخود دل دعا دے گا ورنہ خواہ مخواہ زبان سے تو دعا ہو گی مگر دل دعا نہ دے گا۔

☆ ☆ ☆

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب مدظلہ مفتی اعظم ہند کی بعض اہم و مقبول

تالیفات

اسمائے کتب	عام قیمت	اسمائے کتب	عام قیمت
فتاویٰ محمودیہ جلد اول	۱۰۰/۰۰	اسباب غضب حدیث کی روشنی میں	۲۵/۰۰
فتاویٰ محمودیہ از جلد ثانی تا جلد ثالث عشر فی جلد	۹۰/۰۰	اسباب مصائب اور ان کا علاج	۵/۰۰
مواعظ فقیہ الامت قسط اول و ثالث فی قسط	۲۳/۰۰	وصفِ محبوب	۲۲/۰۰
مواعظ فقیہ الامت رابع، خامس، سادس فی قسط	۲۱/۰۰	شوریٰ و اہتمام	۱۸/۵۰
مواعظ فقیہ الامت قسط ثانی	۲۲/۰۰	قرأت فاتحہ خلف الامام و رفع یدین	۱۰/۰۰
مواعظ فقیہ الامت قسط سابع	۲۷/۰۰	مسلک علمائے دیوبند اور حب رسول	۱۵/۰۰
ملفوظات فقیہ الامت قسط اول	۲۲/۵۰	ارمغان اہل دل	۱۵/۰۰
ملفوظات فقیہ الامت ثانی، رابع فی قسط	۱۸/۵۰	افریقہ اور خدمات فقیہ الامت	۴۲/۰۰
ملفوظات فقیہ الامت ثالث، خامس فی قسط	۲۰/۵۰	اسباب لعنت کی چہل حدیث	۹/۲۵
وصف شیخ	۳۷/۰۰	فتاویٰ محمودیہ جلد ثالث عشر	زیر طبع
حدود اختلاف	۳۷/۰۰	مواعظ فقیہ الامت قسط ثامن	۲۴/۰۰
سرکاری سودی قرضے	۷/۵۰	ملفوظات فقیہ الامت قسط ثامن	زیر طبع
نغمۂ توحید	۷/۵۰	مواعظ فقیہ الامت قسط تاسع	زیر طبع
معمولات یومیہ	۷/۵۰	فتاویٰ محمودیہ رابع عشر	زیر طبع
کثرت رائے کا فیصلہ	۷/۵۰	نوٹ :- یہ موجودہ قیمت ہیں خریدنے	
عورت کی خلافت و امامت	۲/۵۰	کے وقت جو قیمت ہوگی وہ وصول	
حقیقتِ حج	۱۳/۵۰	کی جائے گی۔	

یعنی

ارشادات حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ مفتی اعظم ہند

مرتب

مسعود احمد قاسمی غفرلہ

ناظم جامعہ محمود المدارس مسوری غازی آباد

ناشر

مکتبہ دار الایمان

محلہ مبارک شاہ سہارنپور

نام کتاب — ملفوظاتِ فقیہ الامت

مرتب — مسعود احمد غفرلہٗ

کتابت — مطیع الرحمٰن اعظمی

طباعت

سنِ اشاعت — جمادی الثانیہ سنہ ۱۴۱۳ھ

تعداد — ایک ہزار

صفحات — ۱۵۲

قیمت — ۲۷ روپے
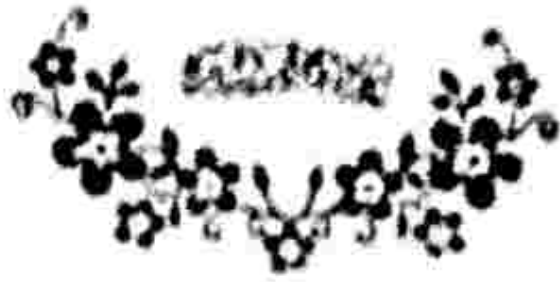
مکتبہ دار الایمان

محلہ مبارک شاہ سہارنپور

عرضِ مرتب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والحمد لاھلہ والصلوٰۃ علیٰ اھلھا۔ حق تعالیٰ شانہ کا بے غایت شکر و احسان ہے کہ اس نے فقیہ الامت جامع الشریعت والطریقت حاوی معقول و منقول حضرت اقدس سیدنا و مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی دامت برکاتہم العالیہ کے ملفوظات کی چار قسطوں کی جمع و ترتیب کی توفیق مرحمت فرمائی۔ اس کے بعد مکرمین و محترمین مولانا محمد رحمت اللہ صاحب کشمیری مدظلہٗ اور مولانا محمد نور اللہ صاحب راجکوٹی مدظلہٗ کی مرتب کردہ دو قسطیں پانچویں اور چھٹی منظرِ عام پر آئیں جن پر نظرِ ثانی، حذفِ مکررات وغیرہ امور کی سعادت بندہ کے حصہ میں آئی جو درحقیقت ان موصوفین کی ذرہ نوازی ہے کہ بندہ کو اس لائق سمجھا۔ فجزاہما اللہ احسن الجزاء۔

اب یہ ساتویں قسط ۱۵۲ صفحات پر مشتمل بندہ کی کاوش جمع و ترتیب کے بعد حسبِ سابق بقدرِ امکان حوالہ جات وغیرہ سے مزین و آراستہ ہو کر نذرِ قارئین ہے۔ اس میں تقریباً ایک ربع ملفوظات وہ ہیں جو حضرت اقدس دامت برکاتہم نے سفرِ افریقہ سے واپسی پر محرم ۱۴۱۳ھ میں مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات کے دورانِ قیام ارشاد فرمائے ہیں جنکو محترم مفتی عبد القیوم صاحب کاٹھیاواڑی نے جمع فرماکر حضرت مولانا ابراہیم صاحب زاد مجدہٗ (مجاز حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ) کی خدمت میں ارسال فرمادیا تھا۔ چونکہ وہ قسط بننے کیلئے ناکافی تھے اس لئے بمشورہ مولانا موصوف حسبِ مناسبت ابواب انکو تا بمقدور گجراتی اردو سے صاف کرکے اس قسط میں شامل کرلیا گیا ہر دو موصوف کا بندہ ممنون و شاکر ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ دونوں حضرات کو اپنی شایانِ شان جزاء عطا فرمائے اور اس ناقص خدمت کو حضرت اقدس دام مجدہم کی دیگر تصانیف کیطرح قبول عام و تام عطا فرمائے اور حضرتِ والا کے سایۂ عاطفت کو تا دیر بصحت و عافیت تامہ امت کے سر پر قائم رکھے۔ وہ سلامت رہیں ہزار برس، ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

العبد مسعود احمد عفی عنہ خادم بجادم العلوم باغونوالی مظفر نگر ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ

فہرست مضامین ملفوظاتِ فقیہ الامت قسط سابع

مَراجع و مَطالع

بخاری شریف ۔ مسلم شریف ۔ ابو داؤد شریف ۔ مشکوٰۃ شریف ۔ حیوٰۃ الصحابہ اردو
نسائی شریف ۔ تفہیم القرآن (دہلی) ۔ بذل المجہود ۔ الکوکب الدری ۔
تذکرۃ الخلیل ۔ تذکرۃ الرشید ۔ اختری بہشتی زیور (سہارنپور) ۔ مرقات شرح مشکوٰۃ ۔ جمع الوسائل ۔
شرح تہذیب شاہجہانی ۔ جامع صغیر مع کنوز الحقائق ۔ بحر الرائق ۔ فتاویٰ رشیدیہ (پاکستان)
الاشباہ والنظائر ۔ فتح القدیر لابن ہمام ۔ المقاصد الحسنہ ۔ حیوٰۃ الحیوان ۔ فتاویٰ ہندیہ عالمگیری ۔
(بیروت لبنان) ۔ فتح الباری (قاہرہ مصر) ۔ طحطاوی علی المراقی ۔ تذکرۃ الحفاظ (دمشق) ۔
درمختار مع ردالمحتار ۔ نورالانوار ۔ بیضاوی شریف ۔ گناہ بے لذت ۔ ترمذی شریف (دیوبند)
شرح سفر السعادۃ (لکھنؤ) فتاویٰ محمودیہ (میرٹھ)

مَا یَتَعَلَّقُ بِالْحَدِیْث

ضعیف روایت سے سُنت کا اثبات

ارشاد فرمایا کہ

ضعیف روایت سے سنت کو ثابت کیا جاسکتا ہے البتہ مؤکدہ کیلئے قوی روایت چاہئے۔ پھر فرمایا کہ صاحب قاموس نے سفر السعادۃ میں ایسی بعض احادیث کا جن سے سنن ثابت ہیں، انکار فرمایا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اسکی شرح کی ہے۔ شرح سفر السعادۃ میرے پاس تھی اس کے حاشیہ پر میں نے وہ سب روایات نقل کر رکھی تھیں جن سے وہ سنن ثابت ہیں۔

دو حدیثوں میں تعارض کے دفع کی صورت

عرض - حدیث

كُنْتُ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ (یعنی میں نبی بن چکا تھا حال یہ کہ آدم علیہ السلام کا ابھی پُتلا ہی بنا تھا) سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آدم علیہ السّلام کے وجود میں آنے سے پہلے ہی آپ کو نبوت دیدی گئی تھی۔ اور سیر و تاریخ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت اس وقت ملی جبکہ آپ علیہ السّلام چالیس برس کے ہوچکے تھے دونوں میں تناقض ہے۔

ارشاد :- اولاً تو دو قضیوں میں تناقض کے تحقق کیلئے دونوں کا کیف یعنی ایجاب سلب میں مختلف ہونا ضروری ہے۔ یہاں دونوں قضیے موجبہ ہیں۔ ثانیاً باعتبار معنیٰ کے ایک کو سالبہ مان لیں تو تناقض کی شرائط وحدات ثمانیہ سے وحدت مکان مفقود ہے

کیونکہ کُنتُ نبیاً الخ عالَم بالا یا عالَم مثال سے متعلق ہے۔ اور چالیس سال پر نبوت ملنے کی روایت عالَم دنیا سے متعلق ہے۔ پس جس طرح زَیدٌ فِی الحُجرۃ اور زیدٌ فی المسجد میں تناقض نہیں ہو سکتا اسی طرح ان دونوں قسم کی روایات میں بھی تناقض نہیں ہو سکتا۔

حاکم محدثین کی اصطلاح میں

ارشاد فرمایا کہ حاکم محدثین کی اصطلاح میں اس شخص کو کہتے ہیں جسکو تمام احادیث موضوع، غیر موضوع حفظ یاد ہوں متناً وسنداً اور ایسے شخص پوری دنیا میں ابتک ایک ہی گذرے ہیں وہ بھی شاگرد ہیں امام ابوبکر جصاص رازیؒ کے (جو حنفی ہیں) جنکی احکام القرآن ہے تین جلدوں میں۔ قرآن پاک کی وہ آیات جو احکام سے متعلق ہیں اس میں انکی تشریح کی ہے کس آیت سے کیا کیا حکم ثابت ہوتا ہے اسکی تفصیل ہے۔ آیتِ وضو اذا قمتم إلی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم الخ سے کچھ اوپر ۲، مسائل مستنبط کئے ہیں۔

معتبر علم کون سا ہے

ارشاد فرمایا بخاری شریف ج ۱ ص ۱۶ میں تعلیقاً روایت ہے "انما العلم بالتعلم" طبرانی نے اس کو مرفوعاً نقل کیا ہے۔ اسمیں الفقہ بالتفقہ کے الفاظ بھی ہیں یعنی علم نبوت وہ ہے جو سبقاً سبقاً (عالم صالح) استاذ سے پڑھکر حاصل ہو۔ والمعنیٰ لیس العلم المعتبر الا المأخوذ من الانبیاءِ اور ہتم علیٰ سبیل التعلم ۱۲ (فتح الباری ج ۱ ص ۱۹۴)

لڑائی میں دھوکہ اور حضرت علیؓ کا واقعہ

ارشاد فرمایا کہ حدیث میں ہے "الحرب خدعۃ" ترمذی شریف ج ۱ ص ۲۹۶۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑائی میں دھوکہ دینا جائز ہے۔ پھر فرمایا کہ حضرت علیؓ جہاد میں شریک تھے کفار کیطرف سے ایک شخص ان کے مقابلہ کیلئے میدان میں آیا (اس وقت اس طرح لڑائی ہوتی تھی کہ اولاً جانبین سے ایک ایک شخص کا مقابلہ ہوتا تھا پھر گھمسان کی لڑائی ہو جاتی) حضرت علیؓ نے فرمایا ایک کا

مقابلہ ایک سے ہوتا ہے دو سے نہیں۔ اس کافر نے سمجھا کہ میرے پیچھے کوئی دوسرا شخص میری مدد کیلئے آرہا ہے اس واسطے پیچھے مڑ کر دیکھا تاکہ اس کو واپس کردے۔ حضرت علیؓ نے فوراً اس پر وار کر کے اس کا قصہ تمام کردیا۔

ہر نماز کے بعد تسبیح فاطمی

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ فقراء صحابہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ حضور یہ مالدار لوگ نماز و روزہ میں تو ہمارے برابر ہیں مگر وہ صدقہ کرتے رہتے ہیں اور ہم لوگ اس سے محروم ہیں۔ اس طرح ثواب میں ہم ان سے پیچھے رہ جائیں گے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو تسبیح فاطمی سکھلائی کہ ہر فرض نماز کے بعد پڑھا کرو ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ۔ ۳۳ مرتبہ الحمدللہ۔ ۳۴ بار اللہ اکبر۔ وہ پڑھنے لگے۔ مالداروں نے دیکھا کہ یہ لوگ کچھ پڑھ رہے ہیں تو انھوں نے بھی وہ تسبیح شروع کردی۔ اس پر ان فقراء صحابہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور یہ تو وہ بھی پڑھنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو کیا میں ان کو پڑھنے سے روک دوں۔ ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ مشکوٰۃ شریف

حضرت عائشہؓ کے حسب مراتب اکرام کرنے پر اشکال و جواب

دریافت کیا گیا کہ حضرت عائشہؓ کے فعل سے جو مہمان کے اکرام میں فرق مراتب پر استدلال کیا جاتا ہے اس پر اشکال ہے وہ یہ کہ حضرت عائشہؓ نے ایک سائل کو روٹی کا ٹکڑا عنایت فرمایا۔ دوسرے سائل کا دسترخوان پر اکرام فرمایا تو یہ دو وقت کا قصہ ہے اس سے ایک ہی وقت میں فرق مراتب کے مطابق اکرام کرنے پر استدلال درست نہیں کیونکہ مختلف اوقات میں ایسا ہونے سے ادنیٰ مرتبہ کی دل شکنی نہیں۔ ایک ہی وقت میں آمنے سامنے ایک دسترخوان پر ایسا کرنے میں ایک کی دل شکنی ہے،

لہ بذل المجہود ج ۵ صفحہ ۲۴۴

دل آزاری ہے۔ اس پر فرمایا کہ حضرت عمرؓ کی مجلس میں ایک شخص نے پہلے سے بیٹھے ہوئے لوگوں کو پھاندتے ہوئے آگے آنا چاہا۔ حضرت عمرؓ نے اسکو ڈانٹ دیا فرمایا وہیں بیٹھو۔ اسی مجلس میں دوسرے صاحب چپکے سے آکر مجلس کے آخر میں پیچھے بیٹھے لگے۔ حضرت عمرؓ نے دیکھ لیا تو فرمایا آگے آجایئے اور لوگوں سے کہا کہ انکو راستہ دیدو۔ یہ فرق مراتب تو انکے یہاں بیٹھنے میں تھا ایک ہی مجلس میں تھا۔ ایک مرتبہ رؤسا قریش میں سے کوئی صاحب جو تاخیر سے مسلمان ہوئے تھے حضرت عمرؓ کے مکان پہنچے اندر آنیکی اجازت چاہی آپنے اجازت نہ دی دوسرے کوئی صاحب بھی ایسے ہی پہنچے انکو بھی اجازت نہ دی۔ تیسرے صاحب بھی ایسے ہی پہنچے انکو بھی اجازت نہ دی۔ چوتھے ایک صاحب مہاجرین اولین میں سے پہنچے انکو اجازت دیدی، اندر بلالیا۔ اس پر ان تینوں نے آپس میں کہا دیکھا ہمارے ساتھ کیسا برتاؤ کیا، ہماری کس طرح ذلت کی۔ بعد میں وہ حضرت عمرؓ سے ملے تو عرض کیا کہ ہم سے کسی طرح یہ ذلت دور بھی ہو سکتی ہے۔ آپ نے ہمارے ساتھ ایسا سلوک کیا۔ فرمایا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے جب لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تو ان لوگوں نے اسکی مخالفت کی، بجد اسکی اشاعت میں رکاوٹیں ڈالیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہیوں کو خوب اذیتیں پہنچائیں اس لئے آپ کا مرتبہ ان لوگوں کے برابر کیسے ہو سکتا ہے جو مہاجرین اولین سے ہیں۔ اگر اسلام کی اشاعت میں اتنی ہی کوشش کرو جتنا کہ اسکی مخالفت میں کوشش کی تھی تو شاید اسکی تلافی ہو جائے

حضرت تھانویؒ کا فرق مراتب پر عمل

حضرت تھانویؒ کو اطلاع کی گئی کہ فلاں صاحب کی بیٹی گھر میں مہمان آئی ہیں حضرت نے کہلا بھیجا کہ ابھی آتا ہوں۔ پھر کسی نے کہا کہ فلاں صاحب کی بیٹی نہیں بلکہ ربیبہ (پہلے شوہر کی لڑکی) ہیں۔ حضرت نے کہلا بھیجا کہ ظہر کی نماز کے بعد آؤں گا۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا فرق مراتب پر عمل

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی تعلیم کے زمانہ میں سہارنپور تشریف لائے۔ وہاں کھانا کھانے کے لئے بیٹھے اس طرح کہ مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے برابر میں حضرت شیخؒ اور ان کے بعد مولانا محمد یوسف صاحبؒ۔ اس دوران مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے ایک بوٹی ہاتھ بڑھا کر مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو دی۔ شیخ نے فرمایا کہ میں کچھ دور تھا کیا مجھے کیوں مرحمت نہ فرمائی۔ اس پر مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے مسکرا کر فرمایا پھر بھائی وہ بات تو ہے ہی جو تم سمجھو (یعنی یہ بیٹا ہے تم بھتیجے ہو)

حضرت ابو طلحہؓ کا ایثار

ارشاد:۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں مہمان آئے۔ آپ نے ازواج مطہرات کے پاس آدمی بھیجا کہ کچھ کھانے کو مل جائے۔ کہیں سے کچھ نہ ملا۔ سب کے یہاں سے یہی جواب ملا کہ پانی کے سوا کچھ نہیں۔ اس پر آپ نے لوگوں کو خطاب کر کے فرمایا کون ہے جو آج رات انکو اپنا مہمان بنالے اللہ اس پر رحم فرمائے۔ ایک انصاری صحابی (حضرت ابو طلحہؓ) کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ میں انکی میزبانی کروں گا۔ چنانچہ یہ انکو لیکر گھر آئے اور بیوی سے پوچھا کچھ کھانے کو ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں (پردہ کا حکم اسوقت تک نازل ہوا نہ تھا) بیوی نے بتلایا کہ اتنا کھانا ہے جو بچوں کو کفایت کر جائے اور گو اس وقت انکو حاجت نہیں مگر مہمان کو کھاتا ہوا دیکھ کر ممکن ہے کہ مانگنے لگیں جیسا کہ بچوں کی عادت ہوتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ انکو تو بہلا کر سلا دو ہم بھوکے رات گذار لیں گے اور مہمان کے سامنے کھانا رکھ کر یہ ظاہر کرو کہ ہم بھی شریک طعام ہیں۔ یعنی ویسے ہی ہاتھ منہ چلاتی رہو۔ پھر جب مہمان اچھی طرح کھانا شروع کردیں تو تم چراغ ٹھیک کرنے کے بہانے سے اس کو بجھا دینا تاکہ مہمان اچھی طرح فارغ ہو کر کھالے انھوں نے ایسا ہی

کیا یہاں تک کہ مہمان آسودہ ہو گیا اور ان دونوں میاں بیوی نے بھوک کی حالت میں رات گذار دی جب صبح وہ مہمان حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ حضرت ابو طلحہ اور انکی بیوی سے رات کے قصہ سے بہت خوش ہوئے اور اس پر آیت یُؤثِرُونَ عَلٰی اَنفُسِھِم وَلَو کَانَ بِھِم خَصَاصَۃٌ نازل فرمائی۔ وہ لوگ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ فاقہ ہی سے ہوں۔

ایثار در ایثار

ایک ضرورتمند کے گھر میں کہیں سے سری پہنچی۔ دوسرے گھر والے بھی ضرورتمند تھے انھوں نے انکو زیادہ ضرورت مند سمجھ کر ان کے یہاں بھیجدی۔ انھوں نے تیسرے گھر والوں کو اپنے سے زیادہ محتاج سمجھ کر ان کے یہاں بھیجدی۔ انھوں نے چوتھے گھر والوں کو اپنے سے زیادہ ضرورتمند جان کر ان کے یہاں بھیجا دی۔ اسی طرح سات گھروں میں ہوا آخر میں اسی پہلے گھر میں لوٹ آئی جنھوں نے دوسرے گھر والوں کو اپنے سے زیادہ ضرورتمند سمجھ کر ترجیح دی تھی۔ ✱ حیاۃ الصحابہ مترجم بحوالہ کنز العمال ج ۲ ص ۱۸۲

روایات کی اقسام

مولانا ...... نے پوچھا بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا الزام ابن زیاد پر ہے نہ کہ یزید پر اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟۔

فرمایا۔۔ روایات کی بہت سی قسمیں ہیں۔ بعض وہ ہیں جنکو ایمانیات کے استدلال میں پیش کیا جاتا ہے۔ انکا بہت ہی قوی ہونا ضروری ہے۔ بعض وہ روایات ہیں جن سے قرآن کی تفسیر کی جاتی ہے وہ اس سے ادنیٰ ہیں۔ بعض روایات وہ ہیں جو مناقب میں بیان کی جاتی ہیں وہ اس سے بھی ادنیٰ ہیں۔ بعض روایات وہ ہیں جو تاریخ میں بیان کی جاتی ہیں وہ ان سب سے ادنیٰ ہیں یزید کا مسئلہ اسی سے متعلق ہے۔

✱ مشکوٰۃ شریف ... بخاری و مسلم ج ۲ ص ۵۱۰ ۔ مرقاۃ ج ۱۱ ص ۲۳۵، ۲۳۶

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹوپی کا ثبوت

عرض حضرت

آج کل ایک مسئلہ چلا ہے کہ بغیر ٹوپی کے نماز پڑھ لو۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹوپی پہنی تھی؟

ارشاد :- پہنی تھی عمامہ کے ساتھ بھی اور عمامہ کے بغیر بھی۔ شرح شمائل ترمذی میں اس قسم کی روایات موجود ہیں جن سے ٹوپی کا ثبوت ملتا ہے[1]۔

زمزم میں دوسرا پانی ملانے سے اسکی برکت ختم نہیں ہوتی

عرض :- زمزم کیمتعلق جو مشہور ہے کہ اس میں دوسرا پانی ملالیا جائے تو اس صورت میں بھی اس کی وہی برکت باقی رہتی ہے اور نسائی شریف[2] کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چند آدمی آئے تھے انکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے وضو سے بچا ہوا پانی عطا فرماکر فرمایا تھا کہ جب پانی تھوڑا رہ جائے تو دوسرا ملالینا تو کیا یہ صحیح ہے ؟

ارشاد :- جی ہاں۔ انشاء اللہ اس طرح زمزم میں دوسرا پانی ملالینے سے اس کی برکت باقی رہے گی ختم نہ ہوگی۔

---

[1] کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یلبس قلنسوۃ ذات اذان یلبسھا فی السفر وربما وضعھا بین یدیہ اذا صلے۔ واسنادہ ضعیف ولابی داؤد والمصنف فرق ما بیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس الخ (جمع الوسائل فی شرح الشمائل ج ۱ ص ۱۶۶)

[2] سائل کی مراد نسائی شریف کی یہ روایت ہے۔ عن طلق بن علی قال خرجنا وفدا الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فبایعناہ وصلینا معہ واخبرناہ ان بارضنا بیعۃ لنا فاستوھبناہ من فضل طھورہ فدعا بماء فتوضأ وتمضمض ثم صبہ فی اداوۃ وامرنا فقال اخرجوا فاذا اتیتم ارضکم فاکسروا بیعتکم وانضحوا مکانھا بھذا الماء واتخذوھا مسجدا قلنا ان البلد بعید والحر شدید والماء ینشف فقال مدوہ من الماء فانہ لا یزیدہ الا طیبا الخ (نسائی شریف ج ۱ ص ۱۱۳)

خطیب کو اذانِ ثانی کے جواب اور ضروری کلام کی اجازت کا مستدل

جمعہ کی اذانِ ثانی کا جواب دینے کے سلسلہ میں فرمایا کہ امام جواب دے جیساکہ روایت میں ہے کہ حضرت معاویہؓ نے اس اذان کا جواب دیا اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس اذان کا جواب دیا ہے۔ باقی مقتدی جواب نہ دے۔ اس لئے کہ ارشادِ نبوی ہے "اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام" مگر اس میں امام کو سلام کا جواب دینے سے نہیں روکا۔ نیز حضرت عمرؓ نے دورانِ خطبہ حضرت عثمانؓ کو دیر سے آنے پر ڈانٹ دیا۔ کیوں دیر سے آئے؟ اس سے معلوم ہوا کہ بوقتِ ضرورت امام کلام بھی کرسکتا ہے مگر مقتدی کو اس کی اجازت نہیں۔ کذا فی البحر الرائق ج۲ ص۱۵۵۔

شہادت واحد پر فیصلہ نہ کیا جائیگا فریق مخالف کی دلیل کا دفاع اور اپنا مستدل

ارشاد فرمایا کہ علامہ ابن قیمؒ نے اپنی کتاب الطرق الحکمیۃ فی سیاسات الشرعیۃ میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کی صداقت و دیانت پر اطمینان ہو تو اس ایک کی گواہی پر فیصلہ کرنا جائز ہے اور استدلال میں پیش کیا ہے کہ ایک شخص اپنے گھوڑے کو لئے ہوئے جا رہا تھا حضرت نبی کریم صلی اللہ

لے عن ابی امامۃ بن سھل بن حنیف قال سمعتُ معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ وھو جالس علی المنبر اذن المؤذن فقال اللہ اکبر اللہ اکبر فقال معاویۃ اللہ اکبر اللہ اکبر (الی قولہ) فلما ان قضی التاذین قال یا ایھا الناس انی سمعتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ھذا المجلس حین اذن المؤذن یقول ما سمعتم منی مقالتی۔ (بخاری شریف ج۱ ص۱۲۵)۔ لے فتح القدیر ص۴۲ ج۲ بروایت مؤطا امام مالک

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس گھوڑے کو خرید لیا اور ثمن لانے کیلئے آگے بڑھے ابھی گھوڑا اس کے ہاتھ میں تھا، بازار سے گذر رہا تھا کسی نے کہا کہ اس گھوڑے کو بیچو گے؟ اس نے سوچا کہ زیادہ قیمت مل رہی ہے بیچ دوں۔ اسنے زور سے کہا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ اس گھوڑے کو خریدیں گے؟ آپ نے فرمایا کہ میں تو خرید چکا اس نے کہا گواہ لاؤ! گواہ کوئی تھا نہیں۔ حضرت خزیمہ ابن ثابتؓ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اس گھوڑے کو خریدا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم تو وہاں تھے نہیں۔ تو کیسے گواہی دیتے ہو؟ انھوں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ ہمارے پاس آسمان کی خبریں لائے ہیں ہم ان پر یقین کرتے ہیں تو کیا دنیا کی ذرا سی چیز میں آپ العیاذ باللہ جھوٹ بولدیں گے ہم اس کی تصدیق نہیں کریں گے۔ اس پر آپ نے فرمایا من شھد لہٗ خزیمۃ فقد کفٰی۔ علامہ ابن قیم حنبلی ہیں۔ یہ حدیث ابو داؤد شریف ج ۲ ص ۵۰۸ میں ہے وہ بھی حنبلی ہیں ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ ساری حدیث کو دیکھو آگے حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ گھوڑا رکھا نہیں اسی کو دیدیا۔ پس پہلی بات تو یہ ہے کہ فیصلہ ہوا کہاں۔ دوسری بات یہ کہ حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدعی تھے اور حضرت خزیمہؓ گواہ تھے مگر قاضی کون تھا؟ کوئی نہیں۔ اس لئے فیصلہ نہیں ہوا پس اس سے استدلال کرنا کیسے صحیح ہے یہ تو بے دفاع فریق کا۔ ثبوت یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی زرہ ایک یہودی کے پاس تھی حضرت علیؓ نے قاضی شریح کے پاس دعویٰ پیش کیا اور گواہی میں حضرت حسنؓ اور قنبرؓ (سیبویہ کے دادا اور اپنے آزاد کردہ غلام) کو پیش کیا۔ قاضی شریح نے کہا کہ ایک گواہ اور لاؤ۔ فرمایا کس کی جگہ حسن کی جگہ یا قنبر کی جگہ۔ فرمایا حسن کی جگہ۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کیوں حدیث میں تو ہے الحسنُ والحسینُ سید اشبابِ اَھْلِ الجنۃِ تو کیا آپ کو انکی صداقت میں کلام ہے؟ کہا نہیں۔ بلکہ بات یہ ہے کہ بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں معتبر نہیں۔ اس پر یہودی نے

کہا کہ واقعی یہ زرہ حضرت علیؓ کی ہے۔ نیز کہا امیر المومنین مدعی اور قاضی ان کے ماتحت، اور گواہ ایسے جنکی صداقت پر اتفاق مگر پھر بھی اسلامی اصول سے گواہی کو رد کر دیا۔ اس سے اسلام کی حقانیت میرے قلب میں راسخ ہو گئی اس لئے میں اسلام قبول کرتا ہوں۔ اس کے بعد وہ زرہ حضرت علیؓ نے اسی کو دیدی (ایک گھوڑا بھی عنایت کیا) اس پر وہ یہودی پوری زندگی کیلئے آپ کا خادم بن گیا۔ (یہانتک کہ جنگ صفین میں مارا گیا) اس سے ثابت ہوا کہ ایک کی گواہی فیصلہ کیلئے کافی نہیں ہے ورنہ قاضی شریح حضرت علیؓ کے حق میں زرہ کا فیصلہ کر دیتے اور حضرت علیؓ بھی انکو یہی جواب دیتے کہ ایک کی گواہی پر فیصلہ جائز ہے تو کیوں نہیں کر دیتے۔

حدیث شریف کے الفاظ میں یہ نکتے نہیں

عرض۔ حدیث شریف میں ہے "اذا کبّر الامامُ فکبّروا" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی مقتدی امام کی تکبیر کے بعد تسبیح پڑھتا رہے تو درست ہے حالانکہ امام ابو حنیفہؒ کا مسلک میں نے ایسا پڑھا ہے کہ امام جب تکبیر کا الف کہے اس کے بعد تسبیح پڑھنے کی اجازت نہیں۔

ارشاد:۔ حدیث شریف کے الفاظ میں یہ نکتے نہیں۔ امام جب اللہ اکبر کہے تو مقتدی بھی اللہ اکبر کہہ دے۔ باقی الف کو، کاف کو، عین کو نکالتے رہو۔ یہ سب چیزیں کچھ نہیں یہ لوگوں میں بیماری ہے اور جس روایت میں "اذا کبّر الامام فکبّروا" ہے اسی روایت میں "اذا قرأ فانصتوا" بھی ہے (یعنی جب امام قرارت کرے تو تم خاموش رہو) یہ مسلم شریف میں ہے مگر روایت ملنی مشکل ہے۔ ہے صحیح مگر ملنی مشکل ہے۔ خود امام مسلمؒ جب یہ روایت بیان کر کے فارغ ہوئے تو انکے تلمیذ نے پوچھا کیا اذا قرأ فانصتوا صحیح نہیں؟ فرمایا "صحیحٌ عندی" میرے نزدیک صحیح ہے۔ تلمیذ نے کہا پھر آپنے اس کتاب یعنی مسلم میں اسکو کیوں روایت نہیں کیا؟ فرمایا میں نے اسکا التزام تھوڑا کیا ہے کہ جو میرے نزدیک صحیح ہو اسکو اس کتاب میں بیان کروں۔

میں نے تو صرف انکو جمع کرنیکا التزام کیا ہے جن کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔[1]

ظہر و عصر کے درمیان نہ مہمل وقت ہے نہ مشترک

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب حجاز میں حدیث بیان کر رہے تھے نماز کے وقت کا بیان تھا انھوں نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ مثل واحد پر ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے اس کے بعد مثل ثانی تک وقت مہمل ہے اور مثلین کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے وہاں ایک عالم حنفی بھی بیٹھے ہوئے تھے فوراً سوال کیا اور کہا کہ حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے وقت الظهر مالم يحضر العصر لفظ ما سے معلوم ہوا کہ ظہر کا وقت ممتد ہے عصر تک یعنی کلمۂ ما اتصال کیلئے ہے ایک مثل سے دوسرے مثل تک وقت کو مہمل قرار دینا خلافِ اتصال ہے اسطرح آپ کا فرمان حدیث کے خلاف ہے اس پر ان عالم صاحب نے تھوڑی دیر غور و فکر کیا اس کے بعد فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ مثل واحد تک صرف ظہر کا وقت ہے اور مثل واحد سے مثلین تک ظہر و عصر کے درمیان مشترک وقت ہے اور مثلین کے بعد صرف عصر کا وقت ہوتا ہے اس پر ان حنفی عالم صاحب نے کہا کہ قرآن شریف میں ہے ان الصلوٰة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا اور اشتراک توقیت کے منافی ہے اس پر انھوں نے روایتیں پڑھنا شروع کیں تو ان حنفی عالم صاحب نے کہا کہ آپ کے علم کا سمندر خوب موجیں مار رہا ہے مگر آپ کا یہ سمندر ہمارے اس سوال سے مس نہیں ہوتا۔

---

[1] فقال مسلم تريد احفظ من سليمان فقال له ابو بكر فحديث ابي هريرة فقال هو صحيح يعني واذا قرأ فانصتوا فقال هو عندي صحيح فقال لم لم تضعه ههنا قال ليس كل شئ عندي صحيح وضعت ههنا انما وضعت ههنا ما اجمعوا عليه (مسلم ج ۱ ص ۱۷۴)

لہ نسائی شریف ج ۱ ص ۹

مسائلِ فقہیہ

بیٹھنے کی حالت میں رکوع کا طریقہ

کسی صاحب کے استفسار پر

ارشاد فرمایا کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کی حالت میں رکوع کرتے ہوئے سرین کو اوپر اٹھانا بہتر ہے اور سر تو اس کے برابر پھر خود ہی ہو جائیگا۔[1]

ظہر کی پہلی سنتیں فوت ہوگئیں

ایک شخص کے استفسار پر ارشاد فرمایا کہ

فرض نماز کے بعد اوّلاً وہ فوت کی ہوئیں چار سنتیں پڑھے۔ یہ امام محمدؒ کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ کسی صاحب نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے دو رکعت پڑھیں اور پھر مفوّتہ چار رکعت۔ تو ارشاد فرمایا کہ ہاں بعض کا یہ مسلک بھی ہے۔ اور استدلال میں یہ حدیث "لَا یُصَلّٰی بَعْدَ صَلٰوۃٍ مِثْلُهَا" (ایک نماز کے بعد اسی جیسی نماز نہ پڑھی جائے) بھی پیش کی کہ یہاں بھی پہلے چار رکعت فرض ہیں پھر سنت مفوّتہ بھی چار ہیں۔ لیکن اس پر فتویٰ نہیں ہے بلکہ پہلے قول پر ہے۔ تاہم اسکے خلاف کرنا تو بھی درست ہے۔ (کذا فی الدر المختار علی ہامش الرد المحتار ج ۱ ص ۳۶۳)

---

[1] و ان یصلی قاعدا ینبغی ان یحاذی جبهته قدام رکبتیه۔ شامی صفحہ ۳

صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ صلعم لکھنا یا صرف صؐ لکھنا

ایک شخص کے استفسار پر ارشاد فرمایا کہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ صلعم لکھنا مجمع البحار میں اسکو ناجائز لکھا ہے اور صرف صؐ لکھنا بخل ہے۔

عدم ادائیگی مہر کی صورت میں خلع

ایک شخص کے استفسار پر ارشاد فرمایا کہ عدم ادائیگی مہر کی صورت میں بھی خلع ہو سکتا ہے۔ اس طرح کہ عورت مہر کو معاف کر دے اور مہر کے بدلہ میں ہی خلع کر لے۔ رجل خلع امرأته بمالها علیه من المهر الخ ہندیہ ج ۱ ص ۴۸۹

بیوی کو یا امّی کہہ دیا تو کیا حکم ہے

ایک شخص کے استفسار پر ارشاد فرمایا کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو یا امّی بغیر کسی نیت کے کہا تو طلاق نہیں ہوگی اور نہ ظہار ہوگا البتہ مکروہ ہے۔ ایسے ہی یا اختی کہنا یا دیگر محرمات میں سے کسی لفظ سے پکارنا بھی مکروہ ہے۔ یہ شامی ج ۲ ص ۵۷۵ میں موجود ہے۔ اور انھوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ قیاس کے اعتبار سے ظہار ہو جانا چاہئے لیکن روایت کی وجہ سے نہیں ہوگا۔

ختنہ کے بعد دعوت

ایک شخص کے استفسار پر ارشاد فرمایا کہ سنت کی ادائیگی کی توفیق ہوئی اس لئے اس کی گنجائش ہے کہ اپنے بعض احباب دوستوں اور رشتہ داروں کو کھانا کھلا دے لیکن حضرت عثمان بن ابی العاصؓ صحابی رسول صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ختنہ کے موقع پر نہ ہم لوگ جاتے تھے نہ اس کے لئے بلائے جاتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس کا اہتمام غلط ہے۔ یہ روایت اختری بہشتی زیور حصہ ششم ص۱۱ میں ہے۔ بحوالہ مسند احمد

لقطہ کا حکم

ایک شخص کے استفسار پر ارشاد فرمایا کہ اس چیز کو اٹھا لے اور اس کے مالک کو تلاش کرے۔ جب وہ اس سے ناامید ہو جائے اور سمجھے کہ اس کا مالک مایوس ہو گیا ہو گا اگر مایوس نہ ہوتا تو آ جاتا تو اب صدقہ کر دے لیکن اگر اس کے بعد مالک آ گیا تو اپنے پاس سے وہ چیز یا اس کی قیمت دینی پڑے گی۔ اور اگر کسی نے کوئی چیز اٹھا لی پھر وہیں ڈالنے لگے تو ایک قول کے مطابق یہ جائز نہیں بلکہ واجب ہے کہ اس کے مالک کو تلاش کر کے وہ چیز اس تک پہنچائے۔ ہاں اٹھانے نہ اٹھانے میں اس کو اختیار ہے جبکہ اس کے ضائع ہونیکا اندیشہ نہ ہو۔ کذا فی الشامی صفحہ ۲۹۱

تشہد میں انگلی اٹھانیکا ثبوت

ایک طالبعلم کے استفسار پر ارشاد فرمایا کہ تشہد میں انگلی اٹھانیکا ثبوت مؤطا امام محمدؒ کی روایت سے ہے۔ مگر خلاصہ کیدانی میں اسکے مصنفؒ نے نماز کے جتنے محرمات ہیں سب کو جمع کیا ہے اور اس میں رفع سبابہ کو بھی محرم لکھا ہے اور کہا ہے کہ جو رفع سبابہ کرے تو اس کی انگلی کاٹ دو۔ اسکے بعد فرمایا کہ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کے مکتوبات میں ہے کہ کسی شخص نے ان کو سوال کیا کہ آپ رفع سبابہ کے قائل ہیں اور حضرت مجدد الف ثانیؒ اس کے منکر ہیں انھوں نے فرمایا کہ مجدد صاحبؒ نے اجتہاداً یہ بات کہی ہے اگر ان کو رفع سبابہ کی احادیث پہنچ جاتی تو کبھی بھی انکار نہ کرتے۔ مگر مرزا صاحب کے مکتوبات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے خود یہ بات اجتہاداً کہی ہے کیونکہ مجدد صاحبؒ نے اقرار کیا ہے کہ اگرچہ احادیث سے ثابت ہے لیکن ہم لوگ مقلد ہیں اور مقلدین کو اجتہاد کا حق نہیں۔ لیکن ان کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد معصوم صاحب نے خود انکی تردید کی ہے۔ اور شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ جو ان کے معاصر ہیں اور ایک ہی شیخ سے مستفید ہوئے ہیں انھوں نے بھی تردید کی ہے اور اسکی تردید میں

ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔ شرح سفر السعادۃ میں وہ رسالہ موجود ہے۔

ایک ہاتھ سے مصافحہ اور حضرت سہارنپوریؒ کا واقعہ

ایک شخص کے استفسار پر ارشاد فرمایا کہ ایک ہاتھ سے بھی صحیح ہے اور دونوں ہاتھوں سے بھی۔ دونوں قول کوکب الدری ج ۲ ص۱۴۱ میں ہیں اور دوسرا بخاری شریف ج ۲ ص۹۲۶ میں بھی ہے۔ پھر فرمایا کہ حضرت سہارنپوریؒ سے ایک مرتبہ بعض غیر مقلدین نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا۔ حضرت نے دونوں ہاتھ بڑھائے اور مسکرا کر فرمایا کہ مصافحہ اس طرح ہونا چاہئے۔ ان غیر مقلد نے کہا کہ حدیث میں آیا ہے يَدِىْ بَيْنَ يَدَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ حضرت نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ بڑھائے یا ایک۔ ظاہر ہے کہ دونوں ہاتھ بڑھائے۔ لہٰذا متبع سنت ہم ہوئے یا تم؟ (تذکرۃ الخلیل ص۲۹۵)۔

تعزیہ داری کیلئے زمین کا وقف

استفسار کیا گیا کہ کافر تعزیہ داری کے لئے زمین وقف کرے تو کیا حکم ہے۔ ارشاد فرمایا کہ معصیت پر وقف جائز نہیں اور تعزیہ داری معصیت ہے۔ فتاویٰ ہندیہ ج ۲ ص۳۵۳ میں شرائط وقف ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: ومنها ان يكون قربة فى ذاته وعند التصرف فلا يصح وقف المسلم او الذمى على البيعة والكنيسة الخ۔

شیعہ کو استاذ بنانا

سوال کیا گیا کہ شیعہ کے ذریعہ بچوں کو تعلیم دلانا کیسا ہے۔ فرمایا ایسے شخص کو استاذ مقرر کرنا جو بچوں کے عقائد و اخلاق کو خراب کرے کہاں درست ہو سکتا ہے۔ پھر فرمایا کانپور میں ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ مجھے کچھ اشکالات کرنے ہیں

اور اصل میں وہ اشکالات میرے استاذ کیطرف سے ہیں جو شیعہ ہیں۔ میں نے عرض کیا جو پانی بیت الخلاء کی نالی (شیعہ کیطرف) سے آرہا ہے اس کے بارے میں سوال کرنیکی کیا ضرورت ہے وہ تو ناپاک ہی ہے اس میں پاکی کا کیا احتمال۔ اسلئے شیعہ کو استاذ بنانا غلط ہے۔

آمین میں اخفاء کے افضل ہونے پر استدلال

فرمایا:۔ قدوری ص۲۶ کے حاشیہ میں حضرت گنگوہیؒ کا قول لکھا ہے کہ آمین بمعنی استجب دعا ہے اور دعا میں اصل اخفاء ہے (ارشاد باری ہے ادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃ) لہٰذا آمین میں بھی اخفاء افضل ہے۔

قبروں کی درمیانی جگہ میں چلنا

ارشاد:۔ دو قبروں کے درمیانی جگہ میں جوتا پہنکر چلنے کی گنجائش ہے۔ عالمگیری ص۱۶۷/۱ میں ہے والمشی فی المقابر بنعلین لا یکرہ عندنا

تعویذ کا حکم

قرآن وحدیث سے ماخوذ علم کے مطابق تعویذ کرنا درست ہے۔ خواہ وہ علم پڑھکر حاصل ہوا ہو یا جن کے بتلانے سے حاصل ہوا ہو۔ کذا فی الہندیہ ص۳۵۶/۵

بیوی کو ایک طلاق دیکر والدہ کے سامنے طلاق کے الفاظ دہرائے

دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا میں نے تجھے طلاق دی اس کے بعد اپنی والدہ سے کہا۔ ماں میں نے تو طلاق دیدی طلاق دیدی۔ اس صورت میں کتنی طلاق ہوئیں۔ ارشاد فرمایا کہ اگر والدہ سے بطور حکایت ونقل کہا یعنی اطلاع دینے کی نیت سے کہا تو ایک طلاق رجعی ہوئی اور اگر بیوی کو مستقل طلاق دینے کی نیت سے کہا تو تین طلاق ہوگئیں۔

لو قال لامرأتہ انت طالق فقال لہ رجل ما قلت فقال طلقتہا او قال قلت ہی طالق فہی واحدۃ فی القضاء کذا فی البدائع۔ الہندیہ ص۳۵۵/۱

امام مقتدی کے تشہد سے پہلے سجدۂ سہو میں چلا گیا

استفسار کیا گیا کہ اگر امام مقتدی کے تشہد پورا ہونے سے پہلے سجدۂ سہو میں چلا گیا تو یہ کیا کرے؟
فرمایا:۔ مقتدی اپنا تشہد پورا کر کے سجدۂ سہو میں امام کو پکڑ لے۔ اور اگر امام سجدہ سے فارغ ہو گیا تو یہ لاحق ہو گیا اپنا سجدہ کر کے امام کو پکڑ لے۔

تکبیر تحریمہ کا ثواب کب تک ملتا ہے

ایک صاحب کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ تکبیر تحریمہ کا ثواب پہلی رکعت کا رکوع پالینے تک ملتا ہے مگر حقیقۃً تکبیر کا ملنا اور چیز ہے، ثواب کا ملنا اور چیز ہے جیسے اشراق کی نماز پر حج وعمرہ کا ثواب مل جاتا ہے مگر حج وعمرہ کرنا اور بات ہے۔ (شامی ج۱ ص۴۹۰)

قبر پر پتھر لگانا

کسی طالبعلم کے استفسار پر فرمایا کہ قبر پر پتھر گاڑ دینا تو حدیث شریف سے ثابت ہے مگر کتبہ لگانا ثابت نہیں۔ حضرت عثمان ابن مظعونؓ کی قبر پر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے پتھر رکھدیا۔ کسی نے پوچھا یہ کیا؟ تو ارشاد فرمایا "أعرفُ بها قبر أخي" اس سے میں اپنے بھائی کی قبر کو پہچانوں گا۔ معلوم ہوا کہ مقصود شناخت ہے وہ نفس پتھر سے بھی حاصل ہے اس لئے اشعار وغیرہ لکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ فقہاء نے لکھنے کو منع کیا ہے۔ (شامی ج۱ ص۶۰۱)

قبرستان میں قرآن پاک لیجا کر پڑھنا

ایک صاحب کے سوال پر ارشاد فرمایا کہ قرآن پاک کو قبرستان میں لیجا کر پڑھنا ٹھیک نہیں، اس کے احترام کے خلاف ہے۔ ہاں زبانی پڑھ سکتے ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۶ ص۳۰)

میت کے پاس قرآن پڑھنا

ارشاد فرمایا کہ میت کو غسل دینے سے پہلے اس کے پاس قرآن پاک

نہیں پڑھنا چاہئے۔ اس سے دور دوسری جگہ پڑھ سکتے ہیں: وتکرہ قراءۃ القرآن عندہا حتی یغسل تنزیہاً للقرآن عن نجاسۃ الحدث ۱۲ مراقی الفلاح۔ وفی الطحطاوی ص۳۰ قولہ عندہا ای بقربہ ومثلہ فی الھندیۃ ج۱ ص۱۵۷۔

اوقاتِ مکروہہ میں اشتغال بالذکر افضل ہے

دریافت کیا گیا کہ اوقاتِ مکروہہ (طلوع، استواء، غروب شمس کے وقت) تلاوت میں مشغول ہونا بہتر ہے یا ذکر میں؟ فرمایا ذکر میں مشغول رہنا بہتر ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ تلاوت نماز کا رکن ہے اور نماز ان اوقات میں مکروہ ہے اس واسطے تلاوت میں مشغول ہونا گو مکروہ نہیں مگر ذکر سے افضل نہیں۔ وفی البغیۃ الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الاوقات التی تکرہ فیہا الصلوٰۃ والدعاء والتسبیح افضل من قراءۃ القرآن ولعلہ لان القراءۃ رکن الصلوٰۃ وھی مکروھۃ فالاولی ترک ما کان رکناً لہا۔

(بحر الرائق ج۱ ص۲۵۱، درمختار ج۱ ص۲۵)

اوقاتِ مکروہہ میں نمازاور سجدۂ تلاوت

دریافت کیا گیا کہ اوقاتِ مکروہہ میں نمازِ جنازہ اور سجدۂ تلاوت ادا کرنا کیسا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ درست نہیں۔ ہاں اگر جنازہ ان ہی اوقات میں آیا ہو اور آیتِ سجدہ ان ہی اوقات میں تلاوت کی گئی ہو تو درست ہے کراہت تنزیہی کے ساتھ۔ وکرہ تحریماً صلوٰۃ ولو علی جنازۃ وسجدۃ تلاوۃ وسہو مع شروق واستواء وغروب الا لو وجبتا فیہا لم یکرہ فعلھما ای تحریماً۔ درمختار۔ قولہ ای تحریماً افاد ثبوت الکراھۃ التنزیھیۃ۔

(شامی ج۱ ص۲۵، بحر ج۱ ص۲۵)

چائے کی قسم کھا کر کافی پی لے تو حانث نہ ہوگا

کوئی شخص چائے نہ پینے کی قسم کھالے پھر کافی پی لے تو کیا قسم ٹوٹ جائے گی ہر مزاجاً
کافی سے کثیر مقدار مراد لیتے ہوئے فرمایا کہ ناکافی (تھوڑی سی چائے) بھی پی لے گا تو حانث
ہو جائے گا پھر فرمایا کہ قسم کا مدار عرف پر ہوتا ہے۔ الایمان مبنیۃ علی العرف (مقارمہہ)
اور ہمارے عرف میں چائے اور کافی الگ الگ دو چیزیں ہیں لہٰذا صورت مسئولہ میں کافی پینے سے حانث نہ ہوگا

ہاتھی پر سواری کرنا

استفسار:۔ ہاتھی پر سواری جائز ہے یا نہیں؟
ارشاد:۔ مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحی میں
ہے کہ ہاتھی پر سواری جائز ہے۔ پھر فرمایا کہ میں بھی ایک بار ہاتھی پر سوار ہوا ہوں ایک
جگہ جلسہ میں جانا تھا جلسہ گاہ سڑک سے کافی فاصلہ پر تھی اس لئے منتظمین جلسہ نے
وہاں سے ہاتھی کا انتظام کیا تھا۔ اس پر سوار ہو کر جلسہ گاہ پہنچا تھا۔

کیا صورت مسئولہ میں دوکانوں کی چھت مسجد کے حکم میں ہوگی

دریافت کیا گیا ایک مسجد بلندی پر واقع ہے۔ اس کے صحن کے آخر میں کچھ جگہ اور ہے جو
مسجد ہی کی ملک ہے اس میں دوکانیں بنادیں اور کرایہ پر دیدیں بعد میں اس کی چھت
کو صحن مسجد کے تنگ ہونے کی وجہ سے صحن مسجد میں شامل کر لیا تو کیا وہ مسجد کے حکم میں ہے؟
ارشاد فرمایا:۔ اگر دوکانوں کو کرایہ پر دے رکھا ہے تو انکی چھت صحن میں شامل کر لینے سے
شرعاً مسجد کے حکم میں نہ ہوگی۔

مجمع میں مسائل بیان نہ کئے جائیں

ایک صاحب نے مسئلہ دریافت
کیا۔ نماز کا وقت ہو گیا اس لئے جواب نہ دیا جا سکا۔ دوسری مجلس میں جس میں سائل نہ تھا کسی نے

جواب دریافت کیا تو فرمایا کہ مسائل مجمع میں بیان کرنا بہت مشکل ہے۔ مسئلہ کیلئے کچھ شرائط اور قیود ہوتی ہیں جو سائل کے ذہن میں تو ہوتی ہیں اس لئے وہ مختصر جواب سمجھ جاتا ہے خالی الذہن غیر سائل کا ذہن ان سے خالی ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ غلط سمجھ جاتا ہے۔ حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ میں پہلے سوچا تھا کہ علماء وعظ میں مسائل کیوں بیان نہیں کرتے بعد میں اس کا راز معلوم ہوا کہ ایک مجمع میں دوران وعظ کوئی مسئلہ بیان کر دیا۔ بعد وعظ لوگوں میں اختلاف ہو گیا کوئی کہتا مسئلہ اس طرح ہے کوئی کہتا اس طرح نہیں کوئی کہتا اس طرح بیان فرمایا کوئی اس کے خلاف کہتا۔ مجھے اس اختلاف کا علم ہوا تب سمجھ میں آیا کہ وعظ میں علماء اسی وجہ سے مسائل بیان نہیں کرتے۔

ایک مشت سے زائد ڈاڑھی میں افضل کیا ہے

عرض: حضرت! ڈاڑھی میں افضل کیا ہے۔ ایک مشت سے زیادہ لینا یا چھوڑ دینا؟

ارشاد:۔ دونوں قول ہیں ایک قول میں ایک مشت سے زیادہ کو کٹا دینا مسنون ہے۔ دوسرا قول ہے کہ یہ مسنون نہیں۔ وھو سنۃ کما فی المبتغی، وفی المجتبی و الینابیع وغیرھما لاباس بأخذ اطراف اللحیۃ اذا طالت ۱۲ ردالمحتار ج۲ ص۱۱۳

عرض:۔ ہمارے اکابر کا معمول کیا تھا؟

ارشاد:۔ تھوڑی سی بڑھ جاتی تو کچھ مضائقہ نہ سمجھتے تھے، زیادہ نہیں بڑھنے دیتے تھے۔

امام کے السلام سے پہلے مقتدی فارغ ہو گیا تو اسکی نماز کا حکم

عرض:۔ حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے ایک امام صاحب کو وہاں کئی مرتبہ تنبیہ کی کہ سلام ذرا جلدی پھیر دیا کرو دیر مت لگایا کرو (یعنی السلام علیکم ورحمۃ اللہ میں ترتیل مت اختیار کرو) مگر وہ نہیں مانے تو ایک دن مجھ سے فرمایا

احمد کھڑے ہوکر اعلان کرکہ حسن صاحب نے امام سے پہلے سلام پھیر دیا انکی نماز نہیں ہوئی وہ اپنی نماز لوٹالیں۔ میں نے اعلان کیا تھا اب سوال یہ ہے کہ سلام میں السّلام علیکم تو واجب ہے اور ورحمۃ اللہ سنت ہے پس اگر امام کے ورحمۃ اللہ سے قبل کسی مقتدی کا سلام پورا ہوجائے تو نماز تو ہوجائے گی پھر اس کے باوجود شیخ نے لوٹانیکا حکم کیوں دیا۔ دل میں یہ خلجان ہے؟

ارشاد :۔ مجھ سے کیوں کہہ رہے ہو؟ مجھے کیوں بتلارہے ہو؟ بتلاؤ اپنے شیخ کو پھر فرمایا تذکرۃ الرشید ص۱۷۹ میں لکھاہے کہ اگر امام کے پہلے سلام کے ختم ہونے سے پہلے مقتدی سلام ختم کردے تو اس کی نماز نہیں ہوتی لیکن تذکرۃ الخلیل ص۳۲۲ میں اس کے خلاف لکھاہے۔ تذکرۃ الرشید کا حوالہ بھی ہے کہ مسئلہ اسطرح نہیں حالانکہ کتاب دونوں ایک ہی مصنف کی ہیں۔ باقی پہلے السّلام کے میم تک اقتدار باقی رہتی ہے اس کے بعد نہیں "وتنقضی قدوۃ بالسلام الاول قبل علیکم" کذا فی الدر المختار ص۳۴۴ ج۱ اگر امام نے السّلام کو کھینچا اور مقتدی اس سے پہلے پہلے السّلام کہہ کر فارغ ہوگیا تو مقتدی کی نماز نہیں ہوئی اور اگر امام نے "علیکم ورحمۃ اللہ" کو دراز کیا اور مقتدی نے "ورحمۃ اللہ" اس سے پہلے پورا کردیا تو اس کی نماز ہوگئی مع الکراہت۔

نماز میں ساتوں قرارت کا اجراء

عرض :۔ ساتوں قرارت کو بعض آدمی نماز ہی میں جاری کرتے ہیں۔ میں نے ایک صاحب کو کہا بھئی نماز میں ان سب کا اجراء نہ کرو۔ نماز میں جو قرارت متوارث ہے اسی کے مطابق پڑھو تو یہ کیسا ہے؟

ارشاد :۔ شامی میں لکھاہے دیکھ لو۔

عرض : اگر شامی کو سمجھتے تو پھر آپ سے کہاں پوچھتے؟

ارشاد :۔ جو شخص شامی کو کچھ نہیں سمجھتا وہ مجھے کیا سمجھے گا۔

عرض :- حضرت سامنے والے کی بات جلدی ذہن میں آتی ہے اور واقع فی النفس کچھ اور ہوتی ہے

ارشاد :- بھئی ایک قراءت سے پڑھنا چاہئے۔ حفص کی روایت ہو یا عاصم کی قراءت ہو جتنا کچھ پڑھا جاوے ایک ہی قراءت میں پڑھا جاوے اگرچہ دوسری قراءت میں پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ کذا یستفاد من الشامی ج ا ص ۴۳۶۔

عرض :- خلاف اولیٰ تو ہے ؟

ارشاد :- کہہ تو رہا ہوں کہ ایک ہی قراءت میں پڑھنا چاہئے اس کے معنے یہی ہیں کہ اس کے خلاف کرنا خلاف اولیٰ ہے۔

حرامی بچہ کے کان میں بھی اذان کہی جائے گی

دارالعلوم دیوبند کے ایک مفتی صاحب نے دریافت کیا۔ ولدالزنا (حرامی بچہ) کے کان میں اذان کہنی چاہئے یا نہیں ؟ ارشاد فرمایا کیوں نہیں اس کا کیا قصور ہے۔ حدیث میں ہے "الولدُ للفراشِ و للعاھرِ الحجرُ"

مسافر نے مقیم کی اقتدا کی، وقت نکل جانے پر معلوم ہوا کہ نماز فاسد ہو گئی تھی

عرض :- مسافر نے مقیم کی اقتدا میں چار رکعت پڑھی۔ وقت نکل جانے کے بعد امام نے اطلاع دی کہ نماز فاسد ہو گئی تھی۔ اپنی نماز لوٹا لیجئے تو کیا حکم ہے ؟

ارشاد :- مقیم تو چار پڑھے گا اور مسافر دو پڑھے گا۔

عرض :- اس صورت میں اسکو جماعت کا ثواب ملے گا ؟

ارشاد :- ان شاء اللہ۔ اسواسطے کہ اس کے اختیار میں اتنا ہی تھا کہ جماعت میں شریک ہو جائے سو وہ یہ کر چکا۔ اب نماز کا فساد معلوم ہوا تو اس میں اس کا کیا اختیار۔

دائیں ہاتھ کا سہارا دیکر بائیں ہاتھ سے پانی پینا

عرض :۔ کھانا کھاتے وقت بائیں ہاتھ سے پانی پیتے ہیں اور داہنے ہاتھ کا سہارا دیتے ہیں. کیا اس سے تیامُن کی سنت ادا ہو جائے گی ؟

ارشاد :۔ جزئیہ تو نہیں دیکھا بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ سنت ادا نہیں ہوگی۔

گھڑی کس ہاتھ میں باندھی جائے!

عرض :۔ گھڑی کونسے ہاتھ میں باندھی جائے؟

ارشاد :۔ اگر کوئی پوچھتا ہے کہ گھڑی کون سے ہاتھ میں باندھنا سنت ہے تو کہدیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔

عرض :۔ بعض حضرات مولانا یوسف کاندھلویؒ کا جملہ نقل کرتے ہیں کہ بائیں ہاتھ میں باندھنا انصاری کا طریقہ ہے۔ کیا یہ صحیح ہے ؟

ارشاد :۔ ہمیں اسکی بھی خبر نہیں۔

عرض :۔ دائیں اور بائیں کی سنت زینت کی بنیاد پر ہے یا ضرورت کی بنیاد پر ؟

ارشاد :۔ بعضے چیزیں سننِ زوائد میں سے ہیں۔ جس سنت کے اختیار کرنے میں عبادت کی شان نہیں بلکہ عادت کی شان ہے وہ سننِ زوائد میں سے ہے۔ ان پر عمل کرنے میں ثواب ہے اور ترک پر کوئی ملامت نہیں۔ یہ بحث نور الانوار میں ہے۔ ؎

ٹیپ ریکارڈ سے عورت کی قرارت سننا

عرض :۔ ٹیپ ریکارڈ میں عورت کی قراءۃ سننا جائز ہے ؟ نیز اہل مدرسہ عورتوں کا جلسہ کرتے ہیں اسمیں بڑی بچیاں اشعار پڑھتی ہیں، تقریر

؎ والثانی الزوائد وتارکھا لا یستوجب اساءۃ کسیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی لباسہ وقعودہ وقیامہ فان ھؤلاء کلھا لا تصدر منہ علی وجہ العبادۃ وقصد القربۃ بل علی سبیل العادۃ الا (نور الانوار ص ۱۷۱)

وغیرہ کرتی ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

ارشاد:۔ حضرت مسروق ہمدانیؒ نے والدہ بنا رکھا تھا حضرت عائشہؓ کو۔ یا اُمّی یا اُمّی کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ یہ احادیث پوچھتے تو وہ بیان کرتیں۔ ایسی آواز سے جو بغیر حجاب کے ہوتی یعنی خود حجاب میں ہوتیں اور آواز بغیر حجاب کے ہوتی۔ نیز بخاری شریف کے روایت کرنیوالوں میں ایک راویہ کریمہ ہیں۔ وہ بغیر حجاب کے بیان کرتیں یعنی آواز میں کوئی حجاب تھا اگرچہ خود حجاب میں ہوتیں۔

تذکرہ صاحبزادیٔ شاہ عبدالغنی صاحبؒ

پھر فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب محدث دہلویؒ جو استاذ تھے حضرت گنگوہیؒ اور حضرت نانوتویؒ کے۔ ان کی صاحبزادی مدینہ طیبہ میں رہتی تھیں۔ ایک صاحب نے جب میں وہاں گیا تو مجھ سے بیان کیا کہ مولانا خلیل احمد صاحبؒ یہاں آتے تو یہاں بیٹھتے تھے۔ مولانا رشید احمد صاحبؒ یہاں آتے تو یہاں بیٹھتے تھے اور اپنی استاذ زادی کے کلمات سنتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کے پاس ایک مصری عالم آگئے۔ بخاری کی اجازت حاصل کرنے کے لئے تو انھوں نے فرمایا تیرے پاس کتاب نہیں۔ جا کہیں سے کتاب لے آ اور کچھ پڑھ لے۔ اجازت دے دونگی۔ چنانچہ وہ کتاب لے آئے اور پڑھنا شروع کیا۔ تو انھوں نے پس پردہ سے تقریر شروع کی کہ میرے حضرت نے اس حدیث کے متعلق یہ فرمایا۔ اس سے امام مالکؒ نے استدلال کیا، اس سے امام شافعیؒ نے استدلال کیا۔ فلاں کتاب میں اس طرح لکھا ہے، فلاں کتاب میں اس طرح لکھا ہے۔ پھر اجازت دیدی اس طرح انھوں نے انکی آواز کو بغیر حجاب کے سنا۔ حضرت شاہ عبدالغنی صاحبؒ کی صاحبزادی کی سند مفتی مہدی حسنؒ صاحب کے پاس بھی تھی۔

عرض:۔ تذکرۃ الخلیل میں واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حرم شریف کے اندر کوئی عورت تلاوت کر رہی تھی لوگ جمع تھے حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ وہاں سے گذرے تو آپ

نے اس کی قرأت کو نہیں سنا؟

ارشاد:۔ ضرورت نہیں تھی اس لئے نہیں سنا۔ لہٰذا کیا اشکال ہے؟

عرض:۔ کیا ضرورت کے وقت سن سکتے ہیں؟

حضرت:۔ جی ہاں۔ آخر جس وقت جہاد ہوتا تھا اس وقت عورتیں کچھ اشعار وغیرہ پڑھتی تھیں۔ ضرورۃً اس کو سنا جاتا تھا۔

عورتوں کے مجمع میں حضرت مدنیؒ کے تقریر فرمانے کی کیفیت

فرمایا:۔ دیوبند میں ایک سیاسی جلسہ تھا۔ حضرت مولانا مدنیؒ اس میں شریک تھے۔ وہ جلسہ صرف عورتوں کا تھا۔ ایک عورت تقریر کرنے کے لئے آنا چاہتی تھی۔ مولانا نے روک دیا کہ آپ ذرا ٹھہر جائیے پہلے مجھے عرض کر لینے دیجئے۔ چنانچہ اپنے سامنے مولانا نے کسی کو نہیں پہنچنے دیا۔ خود تقریر کی اور ایسے طریقہ پر کہ گردن جھکی ہوئی تھی، پیروں پر نظر تھی چہرہ اٹھا کر اِدھر اُدھر کسی کو نہیں دیکھا۔ تقریر ختم کی، سبق کا وقت آگیا تو سبق پڑھانے کے لئے آگئے۔ اور طلباء عورت کی تقریر سننے کے لئے رہ گئے۔

عورتوں کی با اعتماد جماعت کیساتھ حنفی عورت کیلئے بغیر محرم کے سفر حج

عرض:۔ حضرات شوافع کے یہاں اگر عورتوں کی با اعتماد جماعت ہو تو اس میں بغیر محرم کے دوسری کوئی عورت سفر کر سکتی ہے۔ تو کیا ضرورت حج وغیرہ کی بنا پر حنفی المسلک عورت اس مسلک کو وقتی طور پر اپنا سکتی ہے؟

ارشاد:۔ جب وقتی ضرورت پر امام مالکؒ کے قول کو اختیار کیا جا سکتا ہے مثلاً زوجۂ مفقود میں تو حضرت امام شافعیؒ تو اور قریب تر ہیں مگر ضرورۃً دوسرے امام کا مسلک اختیار کرنے کے لئے جو شرطیں ہیں انکا لحاظ ضروری ہے ان کی تفصیل الحیلۃ الناجزہ میں ہے۔

حضرت مدنیؒ کی بھاوج کا سفرِ حجاز حضرت سہارنپوریؒ کی مستورات کے ہمراہ

فرمایا:۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے ارادہ کیا سہارنپور سے حجاز جانیکا اپنی کچھ مستورات بھی ہمراہ تھیں۔ مولانا مدنیؒ بھی ملاقات کیلئے گئے۔ ملاقات کرکے چلے آئے۔ جب روانگی کا وقت آیا تو دیکھا ایک ٹکٹ زائد ہے۔ پوچھا یہ زائد ٹکٹ کس کا ہے؟ کچھ پتہ نہیں چلا۔ غرض اسٹیشن آئے۔ گاڑی میں سوار ہوگئے۔ اس وقت پتہ چلا کہ مولانا مدنیؒ اپنی بھاوج کو لیکر آئے تھے مدینہ طیبہ جانیکے لئے۔ یہاں چھوڑ گئے ہیں۔ مولانا خلیل احمد صاحبؒ کو ناگوار گذرا کہ یہ کیا طریقہ ہے کم از کم بتادیا ہوتا۔ اس طرح بغیر محرم کے چھوڑ گئے۔ حضرت کے قافلہ والوں میں سے کسی نے پوچھا کہ حضرت بغیر محرم کے ان کے لئے جانے کی اجازت و گنجائش ہے؟

فرمایا:۔ ہے تو منع لیکن جب ایک لاوارث عورت ہمارے سر پڑگئی تو اسکی دیکھ بھال ہمارے ذمہ لازم ہوگئی۔

مصافحہ کے بعد سینہ پر ہاتھ رکھنا

عرض:۔ عام لوگوں میں رواج یہ ہے کہ سلام و مصافحہ کے بعد سینہ پر ہاتھ رکھتے ہیں۔

ارشاد:۔ اپنے سینہ پر یا ایک دوسرے کے سینہ پر؟ متنبی نے لکھا ہے ؎

حَادَثْنَ تَغْذِيَتِي وَخِفْنَ مُرَاقِبًا ۔ فَوَضَعْنَ اَيْدِيَهُنَّ فَوْقَ تَرَائِبَا

یہ ان کے ساتھ تشبہ ہے، اظہار کرنا مقصود ہے اس بات کا کہ آپکی محبت ہمارے سینہ کے اندر ہے۔

شعر بالا سے وضع یدین علی الصدر پر استدلال

پھر فرمایا کہ دیوبند میں حضرت مولانا اعزاز علیؒ کے یہاں دیوان متنبی کا سبق ہورہا تھا۔ اس میں یہ شعر آیا

شعر کے ترجمہ و مطلب کے بعد فرمایا۔ بعض لطیف المزاج اس سے استدلال کرتے ہیں کہ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا افضل ہے۔ اسی پر کسی نے سوال کیا حضرت اسکا جواب کیا ہے؟
فرمایا:۔ یہ ٹھیک نہیں کہ میں ہی سوال کروں اور میں ہی جواب دوں۔ چنانچہ جواب نہیں دیا۔ دوسرے روز ترمذی شریف میں وضع یدین کا مسئلہ آیا تو ایک طالب علم نے کہا حضرت بعض لطیف المزاج متنبی کے شعر حَادُلُنَ تفدیتی وَخفنَ مراقبا فوضعنَ ایدیھن فوق ترائبا سے اس بات پر استدلال کرتے ہیں کہ وضع یدین فوق ترائب ہے۔
فرمایا:۔ نبی کے مقابلے میں متنبی کا شعر پیش کر رہے ہیں لاحول ولا قوۃ۔ نبی کے مقابلہ میں متنبی لاحول ولا قوۃ، لاحول ولا قوۃ عہ

عہ نماز اظہار محبت کا موقع نہیں، اظہار عجز کا موقع ہے۔ وہ وضع یدین علی السرہ (ناف پر ہاتھ رکھنے) سے زیادہ ظاہر ہے۔ (شعر کی تشریح) ایک قافلہ چلا جا رہا ہے چلتے چلتے ایک جگہ دیکھا کہ یہاں پانی ہے وہاں ٹھیر گئے۔ قافلہ میں مرد بھی ہیں عورتیں بھی ہیں بچے بھی ہیں۔ دوسرا قافلہ ادھر سے آرہا تھا۔ انھوں نے بھی دیکھا وہ بھی ٹھیر گئے۔ ان کے یہاں بھی عورتیں ہیں مرد اور بچے بھی ہیں ادھر کے اُدھر سے ملتے ہیں اُدھر کے اِدھر سے ملتے ہیں۔ اس درمیان ایک قافلے کے چلنے کا وقت آگیا پتہ چلا کہ ادھر کا لڑکا اُدھر کی لڑکی ان دونوں کی آنکھیں لڑ گئی ہیں، محبت کا تعلق ہو گیا ہے۔ ان کا نکاح کر دیا جائے ورنہ تو پھر پوری نگرانی کی جائے۔ نگرانی کرنیوالوں کو کہتے تھے مُراقب نکاح کا موقع نہیں تھا۔ غرض ادھر والے رخصت ہو رہے تھے۔ اُدھر والی لڑکی دیکھ رہی تھی اس نے اشارہ سے کہا کہ آپ جا رہے ہیں خدا حافظ اور سینے پر ہاتھ رکھا حَادُلُنَ تفدیتی۔ ان عورتوں نے ارادہ کیا مجھ پر فدا ہو جانے کا۔ وَخِفْنَ مُرَاقِبًا۔ اور مراقب سے خوف معلوم ہوا کہ جو نگرانی کرنیوالے ہیں ان میں سے کوئی دیکھ نہ لے کہ یہ اس پر فدا ہو رہی ہیں اسلئے بجائے فدا ہونیکے یہ کیا کہ اپنا ہاتھ سینہ پر رکھا۔ اسطرح بتلا دیا کہ تمھاری محبت ہمارے سینہ میں ہے۔ خدا حافظ۔ اسی کو کہا "فوضعن ایدیھن فوق ترائبا"
پس رکھدیے انھوں نے اپنے ہاتھ سینے پر

از حضرت دام مجدہٗ

مصافحہ کے بعد اپنا ہاتھ چومنا

فرمایا:۔ بعض آدمی مصافحہ کرنے کے بعد میں اپنے ہاتھ کو چومتے ہیں۔ شاید اس لئے چومتے ہوں کہ حجر اسود سے مل کر آرہا ہے۔ درمختار میں تو لکھا ہے کہ یہ مکروہ ہے "وکذا ما یفعلہ الجھال (تقبیل ید نفسہ اذا لقی غیرہ) فھو مکروہ فلا رخصۃ فیہ (درمختار علی ردالمحتار ص۲۳۵ ج۵)

مصافحہ کیوقت انگوٹھا دبانا

عرض:۔ بعض حضرات مصافحہ کیوقت انگوٹھا دباتے ہیں؟

ارشاد:۔ مشہور عوام میں یہ ہے کہ خضر علیہ السّلام کے انگوٹھے میں ہڈی نہیں تو مصافحہ کرکے انگوٹھا مروڑتے ہیں کہ ہڈی ہے یا نہیں؟ مصافحہ کے معنے ہیں ایک صفحۂ ید کو دوسرے صفحۂ ید سے ملانا۔ انگوٹھا دبانے کے معنے اس میں نہیں۔

بیمار کیطرف سے جانور کا صدقہ

عرض:۔ بیمار کی طرف سے جانور صدقہ کا مدرسہ میں بھیجدینا اس طور پر کہ اسے بیمار کیطرف سے فدیہ کے طور پر ذبح کیا جائے کیا اس کی کوئی اصل ہے؟

ارشاد:۔ عوام میں یہ مشہور ہے جان کے بدلے جان۔ حدیث شریف میں ہے الصدقۃ ترفع البلاء وتطفئ غضب الرب تعالیٰ (المقاصد الحسنۃ ص۲۶۸) (صدقہ بلا کو اور حق تعالےٰ کے غصہ کو دفع کردیتا ہے)۔ پھر فرمایا کہ لوگوں کی حاجات مختلف ہیں۔ مثلاً ایک شخص کو روٹی کی ضرورت ہے۔ بجائے روٹی کے آپ اسکو روپیہ دیتے ہیں۔ یا ایک شخص کو کپڑے کی ضرورت ہے اور آپ اس کو دوسری چیز دیتے ہیں یہ بھی اگرچہ صحیح ہے اور صدقہ ہے مگر جس چیز سے محتاج کی حاجت بآسانی پوری ہو وہ افضل واعلیٰ ہے۔ جان کے بدلہ جان دیدینا بھی صدقہ ہی ہے۔

عرض:۔ کیا اس میں اراقۂ دم (خون بہانا) شرط ہے۔

ارشاد:۔ یہ محض اراقۂ دم نہیں بلکہ طلبا کے کھلانے کے لئے ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر انھیں معلوم ہوجائے کہ یہ لوگ ذبح کرکے گوشت چیل، کوے کو کھلا دیں گے تو دوبارہ کوئی جانور نہیں دیگا حالانکہ اراقۂ دم تو پایا گیا۔

مدرسہ میں صدقہ کے متعدد جانور آئے انمیں سے کوئی مرگیا تو کیا حکم ہے

عرض:۔ بعض مرتبہ مدرسہ میں کئی جانور اس قسم کے جمع ہوجاتے ہیں۔ اہل مدرسہ دھیرے دھیرے یکے بعد دیگرے عمل میں لاتے ہیں۔ اس درمیان بعضے جانور مر بھی جاتے ہیں تو کیا اس صورت میں مالک کو اطلاع ضروری ہے؟

ارشاد:۔ نہیں۔ اس کو پھینک دو۔ کیا مالک مرا ہوا جانور واپس لے گا؟ پھر فرمایا کہ یہاں ایسا تو ہے نہیں جیسا کہ ایک پیر صاحب نے کچھ لوگوں کو مرید کیا اور اپنا نذرانہ مقرر کیا ہر تین ماہ پر ایک مرغی۔ ایک مرید حاضر خدمت ہوا اور بہت ہی لجاجت سے عرض کیا۔ حضرت جی جو مرغی میں نے آپ کیلئے پالی تھی وہ مرگئی۔ پیر صاحب نے کہا مری ہوئی لے آؤ۔ اس لئے کہ اگر میں آپکا عذر یوں ہی قبول کرلوں گا تو میرا تو بیڑا ہی غرق ہوجائیگا کہ کل کو دوسرے مرید بھی یہی عذر کردیں گے۔

عرض:۔ اگر زندہ جانور کے صدقہ کی نذر مان رکھی تھی پھر وہ مرگیا تو کیا اس پر دوسرا ضروری ہے؟ یا نذر پوری ہوگئی۔

ارشاد:۔ جب فقراء کو دیدیا تو نذر پوری ہوگئی۔ اس لئے دوسرا ضروری نہیں۔

حق تصنیف کی فروختگی

عرض:۔ حق تصنیف کی فروختگی کے متعلق حضرت والا کی کیا رائے ہے؟

ارشاد:۔ فتاویٰ رشیدیہ[1] میں منع لکھا ہے۔ حقوقِ مجردہ کی بیع جائز نہیں۔ پھر فرمایا کہ کوئی

---

[1] حق تصنیف کوئی مال نہیں جس کا ہبہ یا بیع ہوسکے لہذا باطل ہے لایجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردۃ۔ اشباہ (فتاویٰ رشیدیہ مبوب ص۴۰۰) ادارہ اسلامیات لاہور۔

شخص پانچ ورق کا مسودہ تیار کرتا ہے اسکو اختیار ہے پانچ ہزار میں فروخت کرے لیکن جب اس نے چھاپ دیا پریس میں اور آپ خرید لئے پانچ پیسے کا آپ کو اختیار ہے چاہے اسے جلا کر چائے پکالیں یا کسی کو دیدیں۔ آپکو یہ بھی اختیار ہے طباعت کرادیں، چھپوادیں۔ کسی بھی تعرف سے ممانعت نہیں چاہے اس پر لکھا ہوا ہو "حقوقِ طبع محفوظ ہیں" اس طرح لکھنے شرعاً کچھ نہیں ہوتا۔ اگر یہی بات ہوگی تو کل کو کہنا اس کتاب میں جو مسئلہ لکھا ہوا ہے اس کو یہاں سے لیکر کوئی بیان نہیں کرسکتا۔ اس لئے کہ اس کے حقوقِ طبع محفوظ ہیں۔

ڈاک خانہ کا سامان نفع لیکر بیچنا

عرض :۔ ڈاک خانہ کا سامان لفافہ، کارڈ، ٹکٹ وغیرہ نفع لیکر بیچنا جائز ہے؟ — ارشاد :۔ خلافِ قانون نہ ہو تو بیچ سکتے ہیں۔ حکومت اپنے خصوصی انتظام سے اسکو بیچتی ہے اگر کوئی شخص بیچنے کی اجازت طلب کرلے تو اس کیلئے جائز ہے۔

ایک مسجد میں دو بار نمازِ جمعہ

عرض :۔ جمعہ کے روز جگہ کی قلت کیوجہ سے تمام لوگ مسجد میں نہیں سما سکتے تو کیا بقیہ لوگ دوسری مرتبہ جمعہ پڑھ سکتے ہیں؟

ارشاد :۔ یہ دوسرے لوگوں کی جماعت جماعتِ ثانیہ نہیں۔

تلاوت میں بحالتِ وصل جو حروف ساقط ہوجاتے ہیں ان پر ثواب

عرض :۔ الفاظِ قرآن جو حالتِ وصل میں ساقط ہوجاتے ہیں کیا ان پر ثواب ملے گا؟

ارشاد :۔ انشاء اللہ۔

آبادی بڑھ جانیکی وجہ سے عیدگاہ آبادی میں آگئی تو اسکا حکم

عرض :۔ آبادی بڑھتے بڑھتے عیدگاہ تک پہنچ گئی تو کیا عیدگاہ نئی بنائی جائے؟

ارشاد:۔ کوئی اسکی وجہ سے یہ نہیں کہے گا کہ عید کی نماز نہیں ہوئی۔

عیدگاہ بنانا مسنون نہیں بلکہ نمازِ عید میدان میں سنت ہے

عرض:۔ عید کی نماز عیدگاہ میں پڑھنا مسنون ہے۔ یہ سنت ایسی عیدگاہ میں ادا ہو جائیگی؟

ارشاد:۔ عیدگاہ بنانا سنت نہیں، میدان میں عید کی نماز پڑھنا سنت ہے۔

عرض:۔ حضرت گنگوہیؒ نے فتاویٰ رشیدیہ میں یوں لکھا ہے کہ خالی میدان ہو اور وقف نہ ہو تو وہ مقصد (یعنی عیدگاہ میں عید کی نماز کی مسنونیت کا) حاصل نہ ہوگا۔

ارشاد:۔ اصل یہ ہے آبادی سے باہر کسی میدان میں عید کی نماز پڑھ لی جائے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سال ایک جگہ، دوسرے سال کسی اور جگہ، تیسرے سال کسی اور جگہ عید کی نماز پڑھی ہے۔ وہ اس طرح کہ ایک سال ایک جگہ ادا کی گئی، اگلے سال دیکھا تو وہاں کھیتی ہو گئی اس لئے اس سال دوسری جگہ ادا کی گئی، اگلے سال دیکھا وہاں مکانات بن گئے ہیں اس لئے تیسری جگہ ادا کی گئی۔ ان دشواریوں سے بچنے کی غرض سے عیدگاہ بنائی گئی تاکہ وہاں کچھ تصرف نہ ہو سکے۔ اور مقصود یہ ہے کہ اسلام کے شعائر کا اظہار ہو کہ اتنی بڑی جماعت مسلمانوں کی دوگانہ ادا کرنے کیلئے آرہی ہے سب کے سب ایک امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں۔

نماز کے بعد دُعا کا ثبوت

ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ حضرت روزانہ ہر نماز کے بعد دعا کا ثبوت کہاں ہے حضرت نے فرمایا کہ اس کا ثبوت نہیں ہے تو کیا اس کا التزام کرنا غلط ہے۔ کوکب الدری صفحہ ۲۹۱ میں لکھا ہے کہ جو شخص نماز کے بعد دعا نہ کرے اس کو تعزیر کی جائے۔ دیکھو نفس دعا کا ثبوت: ارشاد باری تعالےٰ ادعونی استجب

ثابت ہے اور ہر نماز کے بعد دعا کے بارے میں حدیث میں ہے بعد دبر کل صلوٰۃ دعوۃ مستجابۃ رہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جمع ہوکر دعا کرنا سو اس کا ثبوت بہت دشوار ہے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں صاحب کو فلاں دعا نماز کے بعد پڑھنے کیلئے فرمایا اور خود آپ نے نماز کے بعد فلاں دعا فرمائی اس طریقہ پر اس کا ثبوت ہے۔

پھر اجتماع تو نماز کیلئے ہوتا ہے نہ کہ دعا کے لئے اور نماز کے بعد دعا مقبول ہے مستحب ہے جب ہر شخص اس مستحب پر عمل کرے گا تو اجتماعی ہیئت خود ہی بن جائے گی اسکو اجتماعی دعا کا عنوان دینا ہی صحیح نہیں اس واسطے کہ اجتماع تو نماز کے لئے ہوا ہے نہ کہ دعا کیلئے۔

کیا سنّتِ فجر میں قیام فرض ہے

عرض:۔ کیا فجر کی دو رکعت سنت میں قیام فرض ہے؟

ارشاد:۔ جی ہاں۔ ایک قول یہ بھی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ فرض نماز میں فرض، واجب میں واجب، سنت میں سنت ومنھا القیام فی فرض وملحق بہ کنذر وسنۃ فجر علی الاصح۔ (درمختار) ونقل فی مراقی الفلاح ان الاصح جوازھا من قعود۔ (شامی ۱/۲۹۹)

کون سا لباس اولیٰ یا ممنوع ہے

عرض:۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جیسا جبہ افضل ہے یا صالحین جیسا؟ ارشاد:۔ جس میں اتباع زیادہ ہو۔ عرض:۔ شامی میں ہے کہ لباس صالحین اولیٰ ہے۔ ارشاد:۔ صحیح ہے مگر سوچو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ صالح کون ہوگا۔ پھر فرمایا جو لباس فساق و فجار کا شعار ہو وہ ممنوع ہے ہاں اگر کسی جگہ کے فساق و فجار کا جو لباس ہو وہی لباس وہاں کے صالحین کا ہو تو وہ ممنوع نہیں۔

... ...

مآثر علمیہ

ابن تیمیہؒ بعض اہلِ علم کی نظر میں

ارشاد فرمایا :- ابن تیمیہ نے اہلِ بیت کے متعلق تفریط سے کام لیا ہے۔

حضرت تھانویؒ انکو اور (ان کے شاگرد) ابن قیم کو سلطان القلم کہتے تھے کہ جب لکھنے پر آتے ہیں تو لکھتے ہی چلے جاتے ہیں یہ نہیں دیکھتے کس کا سر پھوٹ رہا ہے، کون کس سے ٹکرا رہا ہے، کس کو کیا چوٹ آئی۔

شاہ عبد العزیز صاحبؒ نے ابن تیمیہ کے متعلق فتاویٰ عزیزی میں لکھا ہے "کلام او مردود است" (ابن تیمیہ کا کلام قابلِ قبول نہیں)۔

مولانا شمس الدین افغانیؒ کی کتاب "الجواہر البہیہ علیٰ شرح العقائد النسفیہ" برائے نام شرح ہے۔ اصل میں تو وہ ابن تیمیہ پر رد ہے۔ البتہ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ ابن تیمیہ کے معتقد ہیں۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ بذل المجہود میں بعض جگہ انکو (یعنی ابن تیمیہ کو) شیخ الاسلام کہہ کر ان کا کلام نقل کرتے ہیں۔ بعض جگہ ان کی بات نہیں لیتے مگر ذیل تذکرۃ الحفاظ ص۳۱۶ میں نقل کیا ہے۔ جو شخص ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام کہے اس پر کفر کا حکم ہے۔ ثم صار یصرح (ای العلاء البخاری) فی مجلسہ بان من اطلق علی ابن تیمیۃ شیخ الاسلام یکفر بھذا الاطلاق اھ[ع]

ع بعض اہلِ علم کی رائے ابن تیمیہ و ابن قیم سے متعلق ملفوظات قسط ثالث ص۳۶ پر بھی آچکی ہے۔

اسلام کی حقانیت اور حنفیت کی صحت پر استدلال

ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی نے فرمایا کہ کسی نے کہا ہے کہ اگر اسلام غلط ہوتا تو امام غزالیؒ جیسا شخص مسلمان نہ ہوتا اسکے بعد حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ اگر حنفیت غلط ہوتی تو مولانا انور شاہ صاحبؒ جیسا شخص حنفی نہ ہوتا۔

اس پر حضرت مرشدی مدظلہ نے فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب حضرت تھانویؒ سے بہت چھوٹے تھے حضرت تھانویؒ کی پیدائش ۱۲۸۰ھ میں ہے اور حضرت شاہ صاحب کی پیدائش ۱۲۹۲ھ میں ہے اسطرح حضرت شاہ صاحب حضرت تھانویؒ سے بارہ سال چھوٹے ہیں اور حضرت شاہ صاحب کی وفات ۱۳۵۲ھ میں ہے اور حضرت تھانویؒ کی وفات ۱۳۶۲ھ میں ہے۔

ھلال ابن امیہؓ پر باوجود شیخ ضائع ہونیکے عتاب کیوں ہوا

عرض:۔ کعب ابن مالکؓ اور ہلال ابن امیہؓ اور مرارہ ابن ربیعؓ پر غزوۂ تبوک میں شرکت نہ کرنیکی وجہ سے عتاب نازل ہوا۔ حالانکہ ہلال ابن امیہؓ کی بیوی نے انکی حالت بیان کی انہ شیخ ضائع اس میں سوال یہ ہے کہ جب انکی یہ حالت تھی تو جہاد میں شرکت نہ کرنے پر عتاب کیوں ہوا؟

ارشاد:۔ انکی بیوی نے جو کیفیت بیان کی وہ روتے روتے اور رنج کیوجہ سے ہوگئی تھی اول یہ کیفیت نہیں تھی۔ نیز جہاد میں ایسے کام بھی تو ہو سکتے ہیں جنمیں زیادہ قوت کی ضرورت نہ ہو مقصود تو حاضری ہے۔ حضرت حسانؓ ابن ثابتؓ کو حضورؐ نے ایک قلعہ کی حفاظت کیلئے (جسمیں مستورات تھیں) مقرر کیا۔ کسی نے اگر حضرت حسانؓ سے کہا فلاں یہودی جو تاک تاک کر ان عورتوں کو دیکھتا ہے اسے قتل کردو۔ انھوں نے کہا میں اس مصرف کا نہیں میں اس کام کا ہوتا تو مجھے یہاں چھوڑ کر نہ جاتے۔

حلالہ پر اعتراض کا جواب

عرض :- طلاق ثلث کے بعد جو حلالہ تجویز کیا گیا ہے اس میں ایک کافر نے اعتراض کے طور پر کہا ہے کہ یہ جانوروں جیسا طریق ہے۔

ارشاد :- ایسا کہنا غلط ہے جانوروں میں نکاح نہیں ہوتا۔ جو اس کو جانوروں جیسا طریق بتلائے وہ خود جانوروں سے بدتر ہے۔ تین طلاق بدعت ہے، گناہ ہے مکروہ ہے۔ اس کا دروازہ بند کرنے کیلئے، اسکے ارتکاب سے روکنے کیلئے حلالہ رکھا ہے۔ شریف آدمی حلالہ کو گوارا نہیں کرتا تو طلاق ثلاث پر اقدام کرکے اپنے آپ کو کیوں شرمندہ کرے۔ اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔

تین چیزوں میں کبھی تعارض نہیں ہوتا

ارشاد فرمایا کہ تین چیزوں میں کبھی تعارض نہیں ہوتا (۱) نفس الامری واقعہ (۲) خبر صادق (۳) عقل سلیم۔ پھر ارشاد فرمایا کہ نفس الامری واقعہ ہی کو عقل سلیم صحیح سمجھتی ہے اور عقل سلیم وہی کہتی ہے جو نفس الامر میں موجود ہو اور خبر صادق ان دونوں کے مطابق ہوتی ہے مخالف نہیں ہوتی ہے اسواسطے ان تینوں میں تعارض نہ ہوگا۔

لمۃ الشیطان اور لمۃ الملک میں فرق اور شیخ جیلانیؒ کا واقعہ

کسی صاحب کے استفسار پر ارشاد فرمایا کہ لمۃ الشیطان (شیطانی اثر) اور لمۃ الملک (فرشتہ کا اثر) میں فرق علم سے ہوگا۔ اس کے بعد فرمایا کہ پیران پیر سید عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مکشوف ہوا تو کشف کی حالت میں ایسا لگا کہ میں اللہ تعالیٰ کے بہت قریب ہو گیا ہوں۔ اسی حالت میں سخت پیاس

محسوس ہوئی۔ فوراً ایک سونے کا پیالہ دکھائی دیا جو میری جانب بڑھا۔ تأمل ہوا کہ پیوں یا نہ پیوں۔ کیونکہ سونے کا برتن استعمال کرنا ناجائز ہے اسکے بعد خیال ہوا کہ اللہ نے حرام کیا ہے اور وہی دے رہے ہیں۔ پھر خیال ہوا کہ نہیں پیوں گا کیونکہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں نسخ نہیں۔ یہ یقین کر لینے کے بعد لا حول پڑھا۔ پڑھتے ہی شیطان بھاگ گیا لیکن بھاگتے بھاگتے ایک ٹانگ مار گیا کہ تو اپنے علم کے زور سے بچ گیا ورنہ اتنوں کو میں نے اس مقام پر لا کر جہنم میں ڈالا ہے۔ میں نے کہا۔ علم کے زور سے نہیں بلکہ فضل خداوندی سے بچا ہوں۔ اس پر مولانا محمد شاہ گنگوہی نے عرض کیا معلوم یہ ہوا کہ اصل چیز فضل خداوندی ہے اور علم ذریعۂ احساس ہے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا جی ہاں۔

آواگون کی حقیقت اور اس کا جواب

کسی صاحب کے استفسار پر

ارشاد فرمایا کہ آواگون کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کی جب ایک جنم (زندگی) ختم ہو جاتی ہے تو اس زندگی میں جیسے اس نے عمل کئے ہوں اسی کے مطابق پھر دوبارہ زندگی ملتی ہے مثلاً جو شخص برہمن کی بیوی سے زنا کرے تو وہ شخص گائے بن کر پیدا ہوگا۔ اور جو شخص برہمن کو قتل کر دے تو وہ شخص درخت بن کر پیدا ہوگا۔ یہ تو اسکی حقیقت ہے اور جواب اس کا یہ ہے کہ مجرم کو سزا اس لئے دی جاتی ہے کہ آئندہ وہ اس گناہ کا ارتکاب نہ کرے اور دوسرے اس سے عبرت حاصل کریں۔ اور اگر تم ایک کتے سے پکڑ کر کہنے لگو کہ تو پہلے کیا تھا کیا کوئی پنڈت تھا یا کچھ اور کیا گناہ کیا تھا جو اس جنم میں آیا۔ کیا وہ بولے گا۔ کچھ بھی نہیں۔ پس آواگون سے نہ خود مجرم ارتکاب جرم سے باز رہے گا نہ دوسروں کو عبرت ہوگی، پھر جرائم کیسے رکیں گے اس لئے مسئلہ تناسخ باطل ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

غنیۃ الطالبین سے فتویٰ نہ دیا جائے

فرمایا:۔ غنیۃ الطالبین نہ حدیث کی کتاب ہے نہ فقہ کی کتاب ہے۔ اس میں تو تاریخی باتیں ہیں۔ لہٰذا اس سے فتویٰ نہیں دیا جاسکتا اسی جیسی ایک اور کتاب بھی ہے۔ جس کا نام مسامرات ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی کیلئے رضی اللہ عنہ استعمال فرمانا

عرض:۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابی کیلئے "رضی اللہ عنہ" استعمال فرمایا ہے؟

فرمایا:۔ ہاں۔ قرآن شریف میں ہے رضی اللہ۔

عرض:۔ حدیث سے ثبوت ہے؟

فرمایا:۔ جی ہاں۔ اور وہ اسطرح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پڑھکر سنایا۔

پھر فرمایا:۔ ایک صحابی کے کارنامہ کو دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ ان سے راضی ہے اور میں بھی ان سے راضی ہوں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا میرا جی چاہتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں میں ایسا اعمال نامہ لیکر حاضر ہوں جیسا ان صحابی کا ہے۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کے یہاں پادریوں کی طرف سے شہادت امام حسینؓ پر اعتراض

ارشاد فرمایا کہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلویؒ کے پاس دو پادری آئے اور عرض کیا کہ امام حسینؓ نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کربلا کا علم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا یا نہیں۔ اگر علم تھا تو آپ نے حق تعالیٰ سے سفارش کرکے انکو کیوں نہیں بچالیا؟ سفارش نہیں کی یا کی تھی مگر قبول نہیں ہوئی اس پر شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ

سفارش تو کی تھی مگر وہاں سے جواب ملا کہ تمہیں اپنے نواسہ کی فکر ہے مجھے تو اپنا بیٹا (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) یاد آرہا ہے کہ لوگوں نے اسکو سولی دیدی اس پر وہ خاموش ہو گئے۔

فائدہ :۔ شاہ صاحبؒ کا یہ جواب عیسائیوں کے اعتقاد پر مبنی ہے۔ ان کے اعتقاد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن اللہ بھی ہیں اور انکو سولی بھی دی گئی ہے۔ قرآن پاک میں اسکی تردید کی گئی ہے۔ ارشاد ہے "وقالت النصاریٰ المسیح ابن اللّٰہ ذلک قولہم بافواھھم۔ دوسری جگہ ہے "وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم"۔ ذرا اور آگے ہے۔ "وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللّٰہ الیہ" ان کا حاصل یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ ابن اللہ ہیں نہ انکو قتل کیا گیا نہ سولی دی گئی بلکہ حق تعالیٰ شانہٗ نے انکو زندہ صحیح سلامت آسمان پر اٹھالیا۔

شاہ عبد العزیز صاحبؒ کی کتابوں میں شیعوں کی تحریف

فرمایا :۔ شاہ عبد العزیز صاحبؒ کی کتب میں شیعہ حضرات نے بہت کچھ ردو بدل کردیا ہے۔ منجملہ ان کے تعزیہ کے سامنے کھانا رکھنے سے کھانا متبرک ہو جاتا ہے۔ تراویح نام کی اسلام میں کوئی عبادت نہیں۔ میرے پاس اس قسم کے مسائل کی پوری فہرست تھی وہ مدرسہ مظاہر علوم میں دیدی۔

نکاح میں شرعاً اعلان کی تو اہمیت ہے

ایک صاحب نے حضرت دامت برکاتہم سے اپنی بچی کے نکاح پڑھا دینے کی درخواست کی تو ارشاد فرمایا کہ نکاح میں شرعاً اعلان کی تو اہمیت ہے جس کی آسان صورت یہ ہے کہ مثلاً عصر لبعد لوگوں کو روک لیا جائے کہ میرے بچہ یا بچی کا نکاح ہے۔ لوگ رک جائیں اور نکاح ہو جائے۔ باقی جن لوازمات کو ہندوستان میں اختیار کر رکھا ہے وہ سب زائد ہیں۔ ہجرت الی المدینہ کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین کے درمیان مواخات (بھائی چارگی) کا معاملہ

ہر ایک مہاجر کو ایک انصاری کا اخ (بھائی) قرار دیا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رض
کو سعد بن ربیع انصاری صحابی کا اخ قرار دیا وہ ان کو اپنے گھر لے گئے ان کے دو بیوی
تھیں انھوں نے گوارا نہ کیا کہ میرے نکاح میں تو دو دو بیوی رہیں اور میرے بھائی
کے نکاح میں ایک بھی نہ ہو اس لئے ان سے فرمایا کہ میرے دو بیویاں ہیں۔ جونسی
تم میں سے آپ کو پسند ہو اس کو طلاق دیئے دیتا ہوں آپ اس سے نکاح کر لیں۔
گھر کے تمام سامان کے متعلق بھی فرمایا کہ گھر کے تمام اسباب سے نصف آپکا ہے مگر حضرت
عبدالرحمن بن عوف رض نے فرمایا کہ حق تعالیٰ آپ کے اہل و مال میں برکت دے مجھے
تو بازار کا راستہ بتا دو۔ چنانچہ بازار گئے کچھ خرید و فروخت کی۔ جس میں پنیر کا ٹکڑا
اور گھی نفع حاصل ہوا۔ کچھ دنوں بعد حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ان پر زرد نشان
دیکھا (جو کسی خوشبو کا تھا) تو دریافت فرمایا کہ نشان کیسا ہے؟ انھوں نے جواب
دیا میں نے ایک انصاری عورت سے نکاح کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو
ولیمہ کی ترغیب دی۔ کذا فی البخاری ج ۲ ص ۵۹۔

اسی طرح حضرت جابر رض کا واقعہ ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ ایک غزوہ سے واپس ہوئے۔ میں ذرا تیزی کے ساتھ آگے بڑھا تو حضور اقدس
صلے اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ اے جابر اتنی جلدی کیوں ہے۔ میں نے بتلایا کہ یارسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں نے نئی نئی شادی کی ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ نکاح سے
پہلے باکرہ (کنواری) ہے میں نے عرض کیا کہ نکاح سے الخ (بخاری شریف ج ۲ ص ۷۶۰)
ان دونوں واقعوں سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابۂ کرام رض حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم
کو نکاح میں بلانے کا اہتمام نہ کرتے تھے بلکہ ان کے یہاں آپ علیہ السلام کو نکاح کی اطلاع
کرنے کا اہتمام بھی نہ تھا۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بعد میں علم ہوتا۔ (دکانوا یتزوجون
بغیر علم حضور علیہ السلام (فتح القدیر ج ۳ ص ۱۰۱)) کیا حضرات صحابہ کرام رض

کو یہ خواہش نہ تھی کہ حضور علیہ السلام انکا نکاح پڑھائیں۔ ضرور تھی مگر چونکہ شرع میں اس کی کوئی اہمیت نہیں اس لئے وہ بھی اسکا اہتمام نہ کرتے تھے۔

حروف ابجدی کے اعداد کا واضع کون ہے

دریافت کیا گیا کہ حروف تہجی کے اعداد کا واضع کون ہے؟ ارشاد فرمایا معلوم نہیں باقی ہیں قدیم زمانہ سے۔ چنانچہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے جب یہود کے سامنے حروف مقطعات سے الٓمّٓ پڑھا تو انھوں نے حساب لگایا الف کا ایک عدد، لام کے تیس میم کے چالیس "کل اکہتر (۷۱)" ہوئے پھر کہا کہ کسی نبی کو اسکی امت کی کل عمر نہیں بتلائی گئی۔ ان کو بتلائی گئی ہے وہ ہے اکہتر برس پس ایسے دین کو لیکر کیا کروگے جسکی اتنی تھوڑی مدت ہو۔ اس پر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا۔ انھوں نے کہا کیا اس کے علاوہ بھی ہے اس پر آپ علیہ السلام نے ان کو المٓصٓ، الٓرٰ، الٓمّٓرٰ سنایا تو حساب لگایا اور کہنے لگے کہ ہم پر ان کا حال مشتبہ ہو گیا۔ کذا فی البیضاوی ص۱۳

شیطان اللہ کیلئے صورت بنا سکتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل نہیں بنا سکتا کیا وجہ ہے

جدہ میں کسی نے دریافت کیا کہ شیطان اللہ تعالیٰ کی شکل بنا سکتا ہو مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل نہیں بنا سکتا کیا وجہ ہے؟ ارشاد فرمایا کہ شیطان کی صفت گمراہ کرنا ہے فقط اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت صرف ہدایت کیلئے ہوئی ہے اور حق تعالیٰ کی صفت ہادی بھی ہے اور مضل بھی ہے "یضل بہ کثیرا و یھدی بہ کثیرا" اس واسطے یہ تو ہو سکتا ہے کہ شیطان کوئی شکل اختیار کر کے یہ ظاہر کرے کہ میں اللہ ہوں مگر حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی صورت میں نہیں آسکتا۔

تحریک کی تعریف اور یہ اسلام کسی تحریک کا نام نہیں

عرض:۔ جس طرح عیسائی یہودی وغیرہ مذہب کی اشاعت کیلئے لوگوں کی امداد وغیرہ کرتے ہیں اسلام میں اسطرح کی کوئی تحریک کیوں نہیں؟

ارشاد:۔ اسلام کسی تحریک کا نام نہیں اسکو تحریک کہنا غلط ہے۔ پہلے تحریک کا مفہوم سمجھ لیجئے۔ چند آدمیوں کا اکٹھا ہو کر کوئی تجویز پاس کرنا اور اس کو جاری کرنے کے لئے کسی کا صدر کسی کا نائب صدر وغیرہ ہونا اس کو تحریک کہتے ہیں اس طرح اسلام کوئی تحریک نہیں بلکہ اللہ کا دین ہے۔ رہی یہ بات کہ عیسائی، یہودی وغیرہ لوگوں کو مال وغیرہ کا لالچ وغیرہ دیکر اپنی طرف مائل کرتے ہیں۔ اسلام میں یہ چیز نہیں اس واسطے کہ اس کے پاس حق ہے، انصاف ہے اس قسم کے لالچ کی اسکو ضرورت نہیں۔ باقی دین اسلام میں لوگوں کی امداد کرنا بہت بڑے ثواب کا کام ہے بعض مسلمان اگرچہ اس میں کوتاہی کرتے ہیں مگر بہت سے زکوٰۃ، صدقہ وغیرہ نیز بیت المال سے اسکو انجام دیتے رہتے ہیں اسواسطے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مسلمان اسطرح غیروں کی امداد بالکل نہیں کرتے۔ یہ غلط ہے۔

پنڈت دیانند موحد نہ تھا

آریوں کے یہاں امہات الصفات تین ہیں۔ اِشوَر (برھما) یعنی مرکب مادہ وغیرہ کو ترکیب دینے والا۔ وِشنوُ یعنی محافظ: باقی رکھنے والا۔ شِیوُ یعنی محلل۔ اجزاء ترکیبیہ کو تحلیل کردینے والا۔ پنڈت دیانند سرسوتی نے لکھا ہے کہ ہم لوگ موحد ہیں حالانکہ یہ تین صفات مخلوق میں تصور کرتے ہیں مخلوق کو خالق کی ان تین صفات میں شریک سمجھتے ہیں پھر موحد کیونکر ہو سکتے ہیں۔

محال و تشخص کی تعریف

فرمایا کہ محال کہتے ہیں ایسی چیز کو جس کے تسلیم کرنے سے ذات وصفات

واجب الوجود میں تغیر لازم آئے۔ کذا فی حاشیۃ شمس بازغۃ۔ اور تشخص نام ہے اطراف عدم کا اطراف وجود سے مماس ہونیکا یعنی ما بہ الامتیاز کو تشخص کہتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب کے فتاوی خود انہیں پر لوٹ گئے

ارشاد فرمایا کہ الکوکب الشہابیہ فی تکفیر ابی الوحابیہ میں مولانا احمد رضا خانصاحب نے حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کو ابو الوھابیہ قرار دیکر جگہ جگہ انکی تکفیر کی ہے۔ یہانتک لکھا ہے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے، اس کا نکاح ختم اسکی اولاد حرامی مگر آخر میں لکھتے ہیں کہ علماء محتاطین نے انکی تکفیر نہیں کی اور میں بھی انکی تکفیر نہیں کرتا۔ اس عبارت سے جو فتاوی شروع یا درمیان کتاب میں لکھے وہ سب ان پر لوٹ گئے کفر کا فتوی بھی، نکاح ٹوٹنے اور اولاد کے حرامی ہونیکا بھی۔

منصورؒ اور فرعون کے دعوئ انانیت میں فرق

ارشاد فرمایا کہ دو مختلف المفہوم چیزوں کو متحد الوجود کر دینا حمل کہلاتا ہے جیسے زید اور قائم دو مختلف چیزیں ہیں ہر ایک کا مفہوم الگ الگ ہے انکو متحد الوجود کر دیا کہ قائم کو زید میں فنا کر دیا جس سے دونوں ایک ہو گئے اس طرح کہ جو زید ہے وہی قائم ہے اور جو قائم ہے وہی زید ہے۔ فرعون کا قول انا ربکم الاعلیٰ اسی قبیل سے ہے۔ اسمیں انا کا مفہوم اور ہے اور ربکم الاعلیٰ کا مفہوم اور ہے۔ فرعون نے دونوں کو اسطرح متحد الوجود قرار دیا کہ ربکم الاعلیٰ کو انا میں فنا کر دیا جو واقعہ کے خلاف ہے اسی لئے حق تعالے شانہٗ نے اسکی گرفت کی۔ منصورؒ نے بھی انا الحق کہا مگر دونوں میں فرق ہے۔ فرعون نے، ربکم الاعلیٰ کو فنا کیا انا میں کہ رب اعلیٰ تمہارا میں ہی ہوں اور منصورؒ نے انا الحق کہا تو انا کو فنا کیا حق میں کہ میں کچھ نہیں جو کچھ ہے حق ہی حق ہے اسی لئے ان پر کوئی مواخذہ نہیں۔

لڑکیوں کیلئے مدارس

عرض :۔ لڑکیوں کے مدرسہ کے متعلق حضرت کی کیا رائے ہے ؟

ارشاد :۔ لڑکیوں کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک قسم لڑکیوں کی وہ ہے کہ جو اپنے گھروں میں پردے کی حالت میں رہتی ہیں۔ ماں بھی کچھ پڑھی لکھی ہے، باپ نے قرآن شریف، بہشتی زیور وغیرہ اور دیگر ضروری مسائل رات دن کے اپنی بچی کو پڑھا دیئے۔ ماں نے بھی اس میں تعاون کیا۔ ایسی بچیاں گھر میں رہیں، گھر سے باہر نہ نکلیں۔ سیانی ہو جائیں تو انکی شادی کردی جائے۔ ایسی لڑکیوں کے لئے مدارس کی کوئی ضرورت نہیں ہے ایک قسم لڑکیوں کی وہ ہے جو دوکانوں میں بیٹھیں گی، تجارت کریں گی، ملازمتیں کریں گی۔ جس قسم کی آفتیں مدارس میں پھیلی ہوئی ہیں اس سے زیادہ میں وہ مبتلا ہیں ایسی لڑکیوں کیلئے مدرسہ ہو اور انکو دین کی ضروری ضروری چیزیں سمجھائی جائیں چاہے دورہ تک تعلیم دیکر ہو یا کسی اور طریقے سے تو وہ ٹھیک ہے۔

صاحب علم کا اپنی لڑکی کو مدرسہ میں داخل کرنا

عرض :۔ اگر کوئی آدمی خود صاحب علم ہے، اس کا گھرانہ بھی اہل علم ہے۔ وہ اپنی لڑکی کو کسی مدرسہ میں بھیج سکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد :۔ ہاں۔ پوری احتیاط کے ساتھ لیکن اب وہ احتیاط ہے کہاں؟ کس چڑیا کا نام ہے؟ بھئی جب تعلیم لازم ہے سرکاری قانون کے ماتحت ماں باپ اپنی بچی کو گھر پر نہیں رکھ سکتے۔ اسکول میں بھیجنا ضروری ہے ورنہ جرمانہ ہوگا، گرفتاری ہوگی تو احتیاط کہاں ہو سکتی ہے۔

عرض :۔ ہندوستان میں تو ایسا کوئی قانون نہیں؟

ارشاد :۔ سب کے لئے حکم بھی یکساں نہیں۔ افریقہ میں ایک دینی بیداری، دینی شعور پیدا ہوا۔ لڑکوں نے درخواست کی کہ ہمیں جمعہ کے دن دو گھنٹے کی چھٹی دے

دی جائے جمعہ کی نماز وغیرہ کیلئے۔ کچھ ردّ وقدح کے بعد درخواست منظور ہوگئی۔ اب جمعہ کے دن لڑکے تو سب چلے گئے جمعہ کی نماز کیلئے (کہ جمعہ کا احترام شعائر میں سے ہے) صرف لڑکیاں ہی لڑکیاں رہ گئیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسی وقفہ میں ساڑھے چار سو لڑکیاں حاملہ ہوگئیں۔ ان غیر مسلم ماسٹروں سے جو پڑھاتے تھے۔ اکّا دُکّا واقعہ اور جگہ بھی ہو سکتا ہے لیکن اس قدر اجتماعی صورت میں نہیں۔

خط پر قِطمِیر کیوں لکھتے ہیں

عرض:- خط پر القطمیر لکھتے ہیں۔ اس کی کیا اصل ہے؟

ارشاد:- یہ ایک تفاؤل ہے حفاظت کیلئے۔ کہ خط محفوظ طریقہ سے پہونچ جائے (مکتوب الیہ کے پاس) پھر فرمایا کہ قطمیر اصحاب کہف کے کتے کا نام تھا۔ جیسے کتا غار پر بیٹھا ہوا تھا۔ کہ کوئی اندر نہ آسکے۔ اسی طریقہ پر قطمیر لکھدیا کہ کوئی غیر آدمی اس خط کو نہ دیکھ سکے نہ پڑھ سکے۔ لہٰذا اس میں کیا اشکال ہے

ضررِ خاص کو برداشت کرکے ضررِ عام کو دفع کرنیکا مستدل

ارشاد فرمایا کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کا پرنالہ راستہ کیطرف تھا۔ جب بارش ہوتی تو لوگوں کے اوپر پانی گرتا۔ حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو آپنے اسے نکلوادیا۔ حضرت عباسؓ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ آپنے کیوں نکلوادیا؟ فرمایا کہ اس سے عام لوگوں کو ضرر پہنچتا تھا اس لئے نکالدیا۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ اس کا احساس مجھے بھی تھا۔ مگر میں نے اس کو اس لئے نہیں نکالا تھا کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے اسکو لگایا تھا۔ وہ بھی اس طرح کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم میرے کاندھے پر کھڑے ہوئے تب لگایا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے اس کا علم نہیں تھا۔ اب آپ میرے کاندھے پر چڑھ کر اس کو وہیں لگادو چنانچہ لگادیا، لیکن ضررِ عام تو اب بھی دفع

نہیں ہوا تو حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ میں اپنے اس مکان کو مسجد کیلئے وقف کرتا ہوں۔ آپ متولی ہونیکی حیثیت سے اسکو توڑوا کر مسجد میں شامل کرلیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ضررِ خاص کو ضررِ عام کیوجہ سے برداشت کیا جائیگا "یتحمل الضرر الخاص لاجل دفع ضرر العام کذا فی الاشباہ ج ۱ ص ۲۸۰

متعدد امیر اور انکی صفات

عرض:۔ دین کے مختلف شعبوں کے لئے مختلف امراء مقرر کئے جا سکتے ہیں؟

ارشاد:۔ جی ہاں۔ تاریخ تمدن اسلامی میں نقشہ دیا ہے کہ کس شعبے کا کون امیر تھا۔

عرض:۔ کسی کو امیر مقرر کرنے کیلئے کن صفات کی ضرورت ہے؟

ارشاد:۔ جس شعبہ کا امیر مقرر کیا جائے اس شعبہ کیلئے جن صفات کی ضرورت ہو مثلاً کھانا پکانا، کھانا پہنچانا۔ اس کے لئے جن صفات کی ضرورت ہے اس کے امیر میں وہ صفات ہونی چاہئیں۔ ایک امام صلوٰۃ بھی ہوتا ہے اس کے لئے ان صفات کی ضرورت ہے جو اس کے شایانِ شان ہوں قاضی مقرر کیا جاتا ہے اس کے لئے ان صفات کی ضرورت ہے جو اس کے مناسب حال ہوں۔

قبولِ توبہ کی بشارت دینے والے کو بدن کے کپڑے دینے پر اشکال

عرض:۔ حضرت کعب ابن مالکؓ کو جب توبہ کے قبول ہونیکی خوشخبری سنائی گئی تو بشیر کو اپنے بدن کے کپڑے دیدیئے[۱]۔ تو کیا آدمی فرض ستر کا کپڑا دوسرے کو دے سکتا ہے؟

ارشاد:۔ یہ ایثار ہے۔ ارشاد باری ہے "یؤثرون علیٰ انفسھم" وہ اپنے پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ نیز وہ ننگے نہیں گئے بلکہ دوسرے کپڑے عاریۃً لیکر انکو پہن کر گئے تھے۔

---

[۱] یہ واقعہ ملفوظات قسط اول ص۱۰ میں آچکا ہے۔

اَللّٰہُ الصَّمَد کا ترجمہ اللہ بے نیاز ہی آدھا ترجمہ ہے

فرمایا کہ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے فرمایا کہ میں نے جیل میں ترجمہ کلام اللہ کا مطالعہ کیا جو حضرت مولانا عبدالقادر صاحبؒ کا تھا اس میں اللہ الصمد کا ترجمہ کیا کہ خدا نرادھار ہے میں اس کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔ ایک پرانا سادھو تھا میں نے اس سے پوچھا کہ نرادھار کے کیا معنیٰ۔ اس نے کہا کہ آپ نے یہ لفظ کہاں سے سنا یہ تو سنسکرت کا لفظ ہے۔ مذہب کے اونچے لوگ اسکو جانتے ہیں۔ میں نے کہا کہ سنا ہوگا کہیں سے۔ تم اس کے معنے بتلاؤ اس کے معنے بے نیاز کے ہیں؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ اس کے معنے ہیں جو کسی کا محتاج نہ ہو اور دوسروں کا بغیر اسکے کام نہ چلتا ہو۔ دوسرے سب اس کے محتاج ہوں، بے نیاز میں اس کے معنے آدھے آتے ہیں۔

نکاح میں دینداری کا لحاظ ہونا چاہئے

ارشاد:۔ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہٗ کے نکاح کا مسئلہ تھا میں نے کہا کہ خاندان تو وہ بہتر ہے جس کو والد اور بھائی پسند کریں۔ اور عادت وخصلت وہ بہتر ہے جسکو ماں اور بہن پسند کریں اور میری رائے یہ ہے کہ آپکی طرف سے دیندار ہونیکی شرط ہونی چاہئے (حدیث شریف میں بھی دینداری کو ملحوظ رکھنے کا حکم ہے) ارشاد ہے "تنکح المرأۃ لاربع لمالها ولحسبها وجمالها ولدینها فاظفر بذات الدین تربت یداک" (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۶۷)

علماء نے مودودی صاحب کی دعوت کو قبول نہیں کیا

ارشاد فرمایا کہ مولانا مودودی صاحب نے لکھا ہے کہ ہماری دعوت کو ہندوؤں نے

قبول کیا اور کہا کہ اگر اسلام ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ پیش کر رہے ہیں تو یہ بہت اچھا مذہب ہے نیز ہماری دعوت کو سکھوں نے سراہا انگریزی طبقہ جو دین کی قتل گاہوں سے گذر کر نکلتا ہے اس نے ہماری دعوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ہماری دعوت پر لبیک کہا مگر یہ مولوی طبقہ نہیں مانتا اور ابھی تک قال اقول کے چکر میں ہے اسی طرح ہم نے ایک دیہاتی ہل چلانے والے کے سامنے پیش کیا تو اس نے بھی خوشی خوشی قبول کر لیا۔ مگر غور فرمائیے کہ ہل چلانے والے کو صرف دہی معلوم۔ دین کیا معلوم۔ اسکو علم ہی نہیں ہے اسی طرح ہندو اور سکھ ہیں اور انگریزی طبقہ جس کو دین سے مس تک نہیں اگر ان کی دعوت کو یہ لوگ قبول کرلیں تو یہ دلیلِ مقبولیت نہیں کیونکہ یہ دین کے سارے گوشوں سے واقف نہیں علماء جو کسوٹی ہیں انھوں نے قبول نہیں کیا۔ کیوں کہ ان حضرات کے پاس کتاب وسنت کی تعلیم موجود ہے۔ کھرے کھوٹے میں تمیز کردینے والے ہیں اس لئے انکا قبول نہ کرنا دلیل ہے مولانا مودودی کی تحریک کے غلط ہونے کی۔

حضرت عمرؓ کا باوجود بشارت جنت کے اپنے اوپر نفاق کا خوف کیوں

عرض:۔ ایک صاحب نے کہا کہ حضرت ایک اخبار میں کسی شیعہ نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ العیاذ باللہ منافق تھے کیونکہ بار بار حضرت حذیفہؓ سے معلوم کرتے کہ میرا نام منافقین کی فہرست میں تو نہیں؟ اس ڈر سے کہ کہیں نفاق ظاہر نہ ہو جائے۔ ارشاد:۔ حدیث پاک میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بادل کو دیکھتے تو گھبرا کر مسجد میں چلے جاتے۔ نماز پڑھتے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے۔ لوگوں نے اسکی وجہ معلوم کی تو فرمایا کہ پچھلی امتوں پر بادل کی شکل میں عذاب آیا ہے۔ ارشاد ہے فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ۔ الیٰ قولہ۔

عَذَابٌ اَلِيمٌ ۔ حالانکہ قرآن پاک میں فرمایا ہے "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيهِمْ ۔ جسکی بنا پر یقین تھا کہ میرے ہوتے ہوئے عذاب نہیں آئیگا لیکن پھر بھی اس کا خوف اور مذکورہ معمول اس لئے تھا کہ معلوم تھا کہ حق تعالیٰ شانہٗ کو اس کے خلاف پر قدرت ضرور ہے ۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کے بارے میں حدیث پاک میں خوشخبری ہے "عمر فی الجنۃ" لیکن آپکو معلوم تھا کہ حق تعالیٰ شانہٗ کو اسکے خلاف پر بھی قدرت ہے اس لئے آپ حضرت حذیفہؓ سے معلوم کرتے کہ میرا نام منافقین کی فہرست میں تو نہیں ۔

حضرت عزرائیل علیہ السلام بیک وقت کثیر افراد کی روح کسطرح نکالتے ہیں

ایک صاحب نے معلوم کیا کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام بیک وقت بہت سے افراد کی روح کس طرح نکال لیتے ہیں ؟ فرمایا کہ روح المعانی میں لکھا ہے کہ روح نکالنے کے تین طریقے ہیں ۔ اور تینوں قرآن کریم سے ثابت ہیں (۱) کبھی حق تعالیٰ شانہ خود نکالتے ہیں ۔ ارشاد ہے ۔ یتوفی الانفس حین موتھا (۲) کبھی حضرت عزرائیل علیہ السلام نکالتے ہیں ۔ ارشاد ہے ۔ قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ (۳) کبھی دوسرے فرشتے نکالتے ہیں ارشاد ہے " الذین تتوفٰھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم ۔

اُستاذ و پیر میں فرق

عرض :۔ استاذ و پیر کے درجہ میں فرق ہے ؟ ارشاد :۔ استاذ تو بہت عام لفظ ہے ۔ کشتی سکھانیوالا بھی استاذ ہے ، جو کسی کوئی فن سکھلادے وہ بھی استاذ ہے ۔ تاش کھلانے والا بھی استاذ ہے لیکن پیر وہ ہے جو خدا کا راستہ بتائے اسکے لئے خدا رسیدہ ہونا ، خدا تک پہنچا ہوا ہونا ضروری ہے ، استاذ کیلئے یہ ضروری نہیں ۔ عرض : اگر کوئی شخص خدا رسیدہ ہو مگر کسی کا مجاز نہ ہو تو کیا اسکو پیر کہا جاسکتا ہے ؟ ارشاد : پیر کے معنے بوڑھے بڑی عمر والے کے بھی آتے ہیں ۔ شرح جامی میں کافیہ کے مصنف کو شیخ کہا ہے حالانکہ وہ اس عمر کو نہ پہنچے تھے علم کی زیادتی کی وجہ سے کہدیا

سلوک و تصوف

طالب علم کا نصب العین

طالب علم کی نیت یہ ہونی چاہئے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے جو ہدایات دیکر بھیجا تھا انکی تفصیلات معلوم کریں تاکہ اپنی زندگی انکی زندگی کے موافق بنائیں۔ کیونکہ رنج اور خوشی دونوں ہی قسم کے حالات پیش آتے ہیں۔ طالب علم کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان حالات میں میرا نصب العین کیا ہوگا۔ وسوسے تو آتے ہی ہیں انکا علاج بس یہی ہے کہ انکی طرف توجہ نہ کی جائے۔ تسبیحات جس قدر دل لگا کر ادا کی جائینگی اسی قدر نفع ہوگا۔ طالب علم کو یہ نیت کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے قانون کو معلوم کریں کن باتوں سے ناراض ہوتا ہے اور کن باتوں سے راضی ہوتا ہے۔ راضی ہونیوالی باتوں پر عمل کریں، ناراض ہونیوالی باتوں سے پرہیز کریں۔ سارا دین ایک دم قابو میں نہیں آجاتا۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے آپکو بھی مجھے بھی۔

مصالحت کا طریقہ

ارشاد:۔ جب دو فریقوں میں باہم منازعت ہو پھر وہ مصالحت کیلئے آمادہ ہوں تو اس کیلئے ضروری ہے کہ ہر فریق کو اس کا احساس ہو کہ مجھ سے کچھ غلطیاں سرزد ہوئی ہیں اور میں نے فریق مخالف کی حق تلفی کی ہے جو کہ خدائے پاک اور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے منشا کے بھی خلاف ہے اور اس کی سزا بھی سخت ہے پھر اس پر قلب سے نادم ہو کر مکافات کے

لئے آمادہ ہوں خواہ اس کے لئے کتنی بھی قربانی دینی پڑے اگر یہ جذبہ قلب میں ہے تو مصالحت مصالحت ہے جس کے ذریعہ سے منازعت ختم ہو جاتی ہے اور اللہ پاک کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اگر یہ جذبہ نہیں بلکہ کسی خارجی دباؤ سے مصالحت کی جارہی ہے مثلاً کوئی لالچ ہے یا ڈر ہے یا بدنامی یا بے عزتی کا خوف ہے تو وہ حقیقی مصالحت نہیں بلکہ مخادعت (دھوکہ دہی) ہے۔ ہر فریق دوسرے کو دھوکہ دینے کی کوشش کریگا اور نزاع کی جڑ ختم نہیں ہوگی بلکہ قلوب میں پختہ ہو جائے گی۔ جس کا نتیجہ ظاہر ہے۔

غصہ کا علاج

ایک شخص کے استفسار پر ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کی خلاف طبع بات پر غصہ آجائے تو یہ سمجھ کر پینا چاہئے کہ یہ میرے گناہوں کا کفارہ ہے اور یہ شخص دھوبی ہے۔ جسطرح دھوبی کپڑے سے میل کو صاف کرتا ہے اسی طرح یہ شخص میرے قلب سے گناہوں کو صاف کر رہا ہے۔

کھانے کے بعد برتن کو صاف کرنا

دار العلوم کے ایک طالب علم کے استفسار پر ارشاد فرمایا کہ جب برتن کو صاف کیا جاتا ہے تو برتن دعا دیتا ہے کہ اے اللہ جس طرح اس نے مجھکو صاف کیا تو اس کو گناہوں سے اسی طرح پاک وصاف کر دے۔ کذا فی المشکوٰۃ ص۳۶۹۔

پھر فرمایا کہ بخاری شریف کی ایک روایت میں آیا ہے بَقُّوْا اُو نَقُّوْا یعنی یا تو برتن میں تھوڑا سا کھانا چھوڑ دو تاکہ اور کوئی کھالے یا بالکل صاف کر دو۔

شیعہ حافظِ قرآن کیوں نہیں ہوتے

ایک شخص کے استفسار پر ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے اساتذہ کے ساتھ گستاخی کرتا ہے وہ علم سے محروم رہتا ہے۔ یہ شیعہ لوگ اُن صحابۂ کرام کو جن سے قرآن شریف ہم تک پہنچا برا کہتے ہیں، انکی شان میں گستاخی کرتے ہیں اس لئے یہ حافظ نہیں ہوتے۔

بدنظری کا علاج

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نامحرموں پر نظر پڑنے سے نہیں بچا جاتا اس کے لئے دعا فرمادیں۔ ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے ہر آنکھ پر دو کواڑ لگا رکھے ہیں۔ جب غلط جگہ پر نظر پڑے فوراً ان کو بند کر لیا کرو یا دوسری طرف منہ پھیر لیا کرو۔ اچانک بلا ارادہ نظر پڑ گئی تو اس پر کوئی گناہ نہ ہوگا۔ ہاں اس نظر کو باقی رکھے گا یا بالاختیار نظر ڈالے گا تو گناہ ہوگا۔ اس لئے کہ معصیت وہ چیز ہے جو اختیار سے ہو۔

گناہ سے دنیوی نقصان بھی ہوتا ہے

ایک ڈاڑھی منڈے شخص نے دعا کی درخواست کرتے ہوئے کہا کہ کاروبار کی ترقی کیلئے دعا فرمادیں اس پر ارشاد فرمایا کہ آپ تو کاروبار کرتے ہی نہیں۔ اگر کوئی شخص دن بھر محنت مشقت برداشت کرکے کچھ کمائے اور جو آمدنی ہو اس کو دریا میں آگ میں پھینکدے تو اس کو کاروبار کرنا نہیں کہتے آپ کے چہرہ پر حق تعالیٰ نے ڈاڑھی کے بال اگائے آپ نے ان کو کاٹ کر پھینک دیا یہ کوئی کاروبار ہے۔ ڈاڑھی رکھئے کہ یہ انبیاء کرام علیہم السّلام کا طریقہ ہے۔

فائدہ: ایک مشت تک ڈاڑھی رکھنا واجب ہے۔ ایک مشت سے کم کو کٹانا یا منڈانا حرام ہے۔ البتہ ایک مشت سے زائد کو کتر دینا مستحب ہے۔ کذا فی الدر المختار علی ہامش الشامی ج۵ صفحہ ۲۳۹

تابع و متبوع میں نباہ کا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ رمضان المبارک سے قبل جب جلال آباد جانا ہوا تو حضرت مولانا مسیح اللہ خانصاحب دامت برکاتہم نے سنایا کہ حضرت والا (حضرت تھانویؒ) فرماتے تھے کہ اگر طالب علم استاذ کو مار پیٹ کر بھی پڑھ لے تو غنیمت ہے اس کے بعد خود مولانا نے فرمایا کہ اب تو ایسا وقت آ گیا کہ استاذ شاگرد بن کر رہے، باپ بیٹا بن کر رہے، شوہر بیوی بنکر رہے، حاکم محکوم بن کر رہے تو نباہ ہو سکتا ہے ورنہ نہیں مگر پیری مریدی

کی اٹن ابھی تک اس سے محفوظ ہے۔ میں نے نہیں کہا کہ پھر حضرت تھانویؒ نے موزی پر ویزکیوں لکھی۔

اب پٹائی کا زمانہ نہیں رہا

ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ (مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ) کے دادا شہزادوں کو پڑھایا کرتے تھے۔ غلطی پر ان کی پٹائی بھی کردیتے۔ ایک روز کسی شہزادہ کو مارنے کیلئے قمچی اٹھائی۔ اس نے قمچی پکڑلی۔ فوراً قمچی چھوڑدی اور فرمایا بس بھئی اب پٹائی کا زمانہ نہیں رہا۔

ستر خصموں کا جواب کہاں سے دونگا

ارشاد فرمایا کہ اساتذہ کو اپنے معمولات کی وجہ سے طلبہ کا حرج نہ کرنا چاہئے، مطالعہ کرکے پڑھانا چاہئے۔ پھر فرمایا کہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیمبلپوریؒ صدر مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور سے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے فرمایا کہ کتاب دیکھنے میں زیادہ وقت نہ لگایا کرو۔ رات کا اکثر حصہ اللہ اللہ کرنے میں مشغول رکھو۔ اس پر مولانا موصوف نے فرمایا کہ کتاب نہیں دیکھوں گا تو ستر خصموں (طلبہ) کا جواب کہاں سے دوں گا۔

بیعت بغرض خلافت

میرے والد صاحب سناتے تھے کہ حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں کوئی گاؤں کا آدمی آیا۔ بیعت ہوا اس کے بعد کچھ دیر تک تو خاموش رہا کہ حضرت ہی خود ارشاد فرمائیں گے۔ مگر جب حضرت نے کچھ نہ فرمایا تو بولا حجرت جی وہ بجرا پکرا مجھے بھی دیدیا ہوتا۔ حضرت نے فرمایا تو کیا کریگا تو جواب دیا کہ میں بھی تھاری طرح مُرید مُراد کرلیا کروں گا۔

حضرت تھانویؒ سے سوالِ خلافت

حضرت تھانویؒ کی خدمت میں ایک شخص نے دو روپیہ کا ہدیہ پیش کیا اور عرض کیا کہ مجھے بھی خلافت دیدی جوتی

حضرت نے فرمایا خلافت اتنی سستی ہے؟ دو روپیہ میں تو کسبت بھی نہیں آتی خلافت کیا ملے گی۔

فائدہ:۔ منشاء ان دونوں واقعوں کے ذکر کا یہ ہے کہ مشائخ کی خدمت میں حاضر ہونا بیعت ہونا اپنی اصلاح کی نیت سے ہونا چاہئے۔ خلافت و مجاز بننے کا خیال ہرگز نہ ہونا چاہئے کہ یہ محرومی کا سبب ہے اسکے ہوتے ہوئے فیض نہیں پہنچتا۔

اہل اللہ کو ستانے سی بہت ہی ڈرنا چاہئے (ایک عبرتناک واقعہ)

کچھ روافض نے ایک بزرگ کا مذاق بنانا چاہا۔ فرضی طور پر ایک شخص کو مردہ بنایا۔ اور چارپائی پر لٹا کر ان بزرگ کے پاس لے گئے کہ اس کی نماز جنازہ پڑھادیں طے یہ کیا تھا کہ جب وہ نماز پڑھائیں گے تو دو تین تکبیر ہوجانے کے بعد وہ شخص جس کو میت بنایا گیا ہے ان بزرگ کو لپٹ جائے۔ ان بزرگ نے کہا کہ اس کو غسل تو دلا دو تب نماز پڑھیں گے۔ انھوں نے کہا کہ غسل دے رکھا ہے فرمایا کہ وہ غسل معتبر نہیں پھر غسل دو اس پر وہ اس کو وہاں سے اٹھا کر لے آئے دیکھا تو وہ مرا پڑا ہے۔ اسی لئے ان بزرگ نے غسل کے لئے فرمایا تھا کہ زندگی کا غسل معتبر نہیں مرنیکے بعد غسل دینا چاہئے۔

فائدہ:۔ ان لوگوں نے ان بزرگ کو ستانا چاہا حق تعالےٰ شانہ نے اس کا انتقام لے لیا۔ اہل اللہ کو ستانے سے بہت ہی ڈرنا چاہئے کہ انکی الٹی بھی سیدھی ہو جاتی ہے۔ حدیث قدسی میں ہے کہ جو شخص میرے ولی سے دشمنی رکھتا ہے، اسکو اذیت دیتا ہے اس سے میرا اعلان جنگ ہے۔ کذا فی البخاری

علم کو عمل کی تلاش

ارشاد فرمایا۔ علم عمل کو تلاش کرتا ہے۔ عمل نہ ہونے پر رخصت ہو جاتا ہے۔ جیسے کوئی آدمی اونٹ

لے یعنی نائی کا وہ تھیلا وغیرہ جس میں وہ اپنے اوزار استرہ قینچی وغیرہ رکھتا ہے۔

پر سوار کسی مکان کے دروازہ پر اس کے مالک کو آواز دیتا ہے۔ اس کے جواب دینے پر چلا جاتا ہے۔ پھر فرمایا علم ایک نور ہے اور جہالت ظلمت ہے۔ اسی واسطے جب کوئی چیز سمجھ میں آجاتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ مجھے روشنی مل گئی۔ اندھیرے سے روشنی میں آ گیا۔

کتے کا تقویٰ

ارشاد:۔ کتا ایک ٹانگ اٹھا کر ایسے طریق سے پیشاب کرتا ہے کہ اسکی ٹانگ اور جسم کا کوئی حصہ ملوث نہ ہو۔ یہ اس کا تقویٰ ہے۔ یعنی احتیاط ہے۔

فائدہ:۔ اس سے مادی و معنوی گندگیوں سے بچنے کا جو سبق ہمیں ملتا ہے ظاہر ہے۔

آدمی اپنے آپکو بے قصور نہ سمجھے

کسی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت عامل وغیرہ سے بہت پریشان ہوں۔ سحر و آسیب ہے یا کچھ اور۔ دعا و توجہ فرمائیں۔

ارشاد فرمایا:۔ آدمی اپنے آپ کو بے قصور نہ سمجھے۔ خبر نہیں کون سی بات پر کس طرح پکڑ ہو جائے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی سمجھتا ہے کہ میں نے کوئی قصور نہیں کیا حالانکہ بے خبری میں وہ اس کو کئے ہوئے ہوتا ہے اس پر پکڑ ہو جاتی ہے۔

اہل مدارس ایک دوسرے کے مُعاون بنکر رہیں مُعانِد بنکر نہیں

ارشاد فرمایا مدرسے تو دینی تعلیم کیلئے جتنے موجود ہیں ان سے زیادہ کی ضرورت ہے مگر اخلاص کیساتھ ہوں۔ ایک دوسرے کے رفیق بنکر رہیں رقیب بنکر نہیں، معاوِن بنکر رہیں معانِد بن کر نہیں۔ معاون بننے میں نفع ہے معاند بننے میں نقصان ہے اور یہ تو ظاہر بات ہے کہ دینی مدرسہ چلانا عوام کا کام نہیں بلکہ اہل علم کا کام ہے۔ ہر جگہ اختلاف چلا آرہا ہے اللہ تعالیٰ نے رحم فرمائے۔ جن کے انتظام سے مدرسہ ترقی کرے مادی بھی معنوی بھی انکے زیر انتظام مدرسہ چلنا مناسب ہے۔

مُرید کو شیخ کیساتھ غائبانہ ربط

عرض :- مرید کو شیخ کے ساتھ غائبانہ ربط کیسے رہتا ہے! قلبی طور پر استفادہ جاری رکھنے کیلئے کیا کرنا ہوگا؟

ارشاد :- یہ الفاظ کی باتیں نہیں بائی اتنا سمجھ لوکہ آدمی جب کسی شیخ کو اپنا مقتدا مان لیتا ہے، ان کے اقوال و اعمال کا اتباع کرتا ہے۔ ہر چیز میں اسکی کوشش کرتا ہے کہ ان کے طریقے کو اختیار کرے تو اس سے آہستہ آہستہ ربط پیدا ہو جاتا ہے جیسے مولانا الیاس صاحب نے فرمایا تھا کہ میں نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کی خدمت میں خط لکھا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ چند روز حضرت کی خدمت میں رہوں۔ حضرت نے فرمایا تم کو مجھ سے کچھ حاصل کرنے کیلئے یہاں آنیکی ضرورت نہیں دور نزدیک سب برابر ہے جو فائدہ یہاں آکر ہو سکتا ہے وہی فائدہ وہاں بیٹھے بیٹھے ہوگا۔ اسی طرح مولانا ظفر احمد صاحب تھانویؒ مدرسہ مظاہر علوم کے بالائی کمرے میں تہجد کے وقت ذکر میں مشغول تھے۔ ایکدم انکی طبیعت میں تقاضہ پیدا ہوا کہ نیچے چلوں۔ نیچے آکر دیکھا تو حضرت سہارنپوریؒ کھڑے ہیں۔ مولانا کو دیکھ کر فرمایا کہ اندر سے چارپائی لاکر یہاں ڈالدو۔ انھوں نے چارپائی ڈالدی حضرت لیٹ گئے۔ یہ جاکر پھر ذکر میں مشغول ہو گئے۔ وہ جو تقاضہ تھا ختم ہو گیا۔

نسبت مع اللہ کی حقیقت

عرض :- نسبت مع اللہ کی حقیقت کیا ہے؟

ارشاد :- اللہ سے ایک خاص قسم کا تعلق پیدا ہو جائے کہ آدمی اس کی نافرمانی نہ کرے، اس کی اطاعت کرتا رہے، ہر کام میں نیت خالص رکھے اور اس فکر میں رہے کہ وہ مجھ سے راضی ہو جائے ناراض نہ ہو۔ یہاں تک کہ یہ تعلق قوی ہو جائے تو اس کو نسبت مع اللہ کہتے ہیں۔ حضرت تھانویؒ نے ایسا ہی فرمایا ہے۔

اصلاح بغیر سختی کے ہو سکتی ہے؟

عرض :- اصلاح بغیر سختی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

ارشاد:- ہر ایک کی اصلاح بغیر سختی کے ہو جائے ایسا بھی نہیں، اور ہر ایک کی اصلاح سختی سے ہو جائے ایسا بھی نہیں بلکہ کسی کیلئے نرمی اور کسی کیلئے سختی کی ضرورت پیش آتی ہے۔ طرقُ الوصولِ الی اللہِ بعددِ انفاسِ الخلائق: اللہ تعالیٰ تک پہونچنے کے راستے اتنے ہیں جتنے مخلوق کے سانس ہیں۔ صرف ایک دو نہیں۔ باقی یہ ذوقی چیز ہے۔ حضرت تھانوی کا ذوق یہ ہے کہ بغیر سختی کے اصلاح نہیں ہوتی۔ چنانچہ اس کے شواہد انکو ملتے چلے گئے۔ دوسروں کا ذوق اس سے مختلف ہے۔

یہ بھی ایک طریقہ ہے اصلاح کا

پھر فرمایا کہ ایک شخص دیوبند آئے مولانا مدنیؒ کے یہاں۔ ان کے مہمان خانہ میں ٹھیر گئے۔ اب ناشتہ کا وقت ہوتا تو حاضر خدمت، دن کا کھانا، رات کا کھانا ہوتا تو حاضر خدمت مگر نماز کے وقت غائب کیونکہ وہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔ حضرت مدنیؒ ہی کے ایک رشتہ دار نے جو وہاں پڑھتے تھے انھیں ڈانٹ دیا کہ آپ عجیب آدمی ہیں۔ کھانے میں حاضر، نماز میں غائب۔ نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ حضرت مدنیؒ کو علم ہوا تو حضرت مدنیؒ نے ان کو ڈانٹا کہ وہ خدا کا قصور کرتے ہیں، آپکا قصور نہیں کرتے آپ ہوتے کون ہو ڈانٹنے والے۔ اسی روز سے انھوں نے نماز شروع کر دی۔ یہ طریقہ بھی ہے اصلاح کا۔

ایضاً

پھر فرمایا کہ ایک صاحب حضرت (مدنیؒ) کے پیر دبانے بیٹھے بہت ہی عقیدتمندی کے ساتھ۔ حضرت کو کچھ نیند کا اثر ہوا۔ انھوں نے موقع غنیمت سمجھا۔ جیب میں سے بٹوا نکال لیا۔ حضرت بالکل سوتے ہوئے بن گئے۔ گویا انکو خبر ہی نہیں یہانتک کہ وہ اٹھ کر چلے گئے۔ اسی طرح ایک جگہ تشریف لے گئے۔ کھانا کھا کر لیٹے، شیروانی اتار کر کھونٹی پر ٹانگ دی۔ ایک صاحب آئے اور بہت ہی احتیاط سے پیسے نکال کر لے گئے۔ حضرت کے پاس ان کے علاوہ اور پیسے تھے نہیں اس لئے قرض لیکر سفر پورا کیا۔

مگراس کے بعد وہ اتنے متأثر ہوئے کہ کبھی چوری نہیں کی۔ یہ بھی ایک طریقہ ہے اصلاح کا مگراس طریقہ میں اپنے نفوس پر زیادہ بوجھ پڑتا ہے۔

مولانا گنج مرادآبادیؒ کے یہاں اصلاح میں سختی

فرمایا:۔ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادیؒ اصلاح میں سختی کرتے تھے، بہت ڈانٹتے تھے۔ اور ایسی سختی کرتے کہ مولانا تھانویؒ جیسے آدمی گھبرا گئے۔ مولانا تھانویؒ نے خود لکھا ہے (یعنی کانپور سے گنج مرادآباد مولانا سے ملنے جانیکا واقعہ[1]) پھر فرمایا کہ مولانا فضل الرحمن صاحب کے یہاں حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحبؒ بھی آئے ہیں اور وہ تین دعا کرکے آئے۔ ایک تو یہ کہ کسی سے راستہ پوچھنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ بغیر راستہ پوچھے وہاں تک پہونچ جاؤں۔ ایک یہ کہ مجھ سے ناراض نہ ہوں۔ ایک یہ کہ مجھے دعا دیدیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ راستہ پوچھنے کی نوبت نہیں آئی بغیر راستہ پوچھے وہاں پہنچ گئے، ناراض بھی نہیں ہوئے ان پر اور دعا بھی دیدی پھر فرمایا کہ مفتی عزیز الرحمن صاحب دیوبندیؒ بھی ان کے یہاں آئے ہیں انکو دور سے آتے دیکھ کر ہی ناراض ہوگئے کہ یہاں آنیکی ضرورت نہیں۔ واپس ہوجاؤ۔ وہ واپس ہوگئے۔ اس کے بعد یکایک الہام ہوا کہ بڑے اونچے آدمی ہیں۔ فوراً ایک آدمی بھیجا کہ ایسی ایسی صورت کے آدمی ہیں انکو بلاکر لاؤ وہ گیا اور مفتی صاحب کو بلا لایا یہ آگئے تب انکا اعزاز فرمایا۔

ہر مدرسہ میں دورۂ حدیث

فرمایا:۔ ہمارے یہاں یوپی میں مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمیؒ اس بات سے ناخوش تھے کہ ہر مدرسہ میں دورہ ہو مگراب تو یہ حال ہے کہ قابلیت ہو یا نہ ہو۔ عبارت

---

[1] یہ واقعہ ملفوظات قسط رابع ص۴۹ اور مواعظِ فقیہ الامت میں آچکا ہے۔ ارواح ثلثہ میں مفصل ہے۔

صحیح پڑھنا جانیں یا نہ جانیں دورہ ضرور پڑھایا جاوے۔ اس پر ایک صاحب نے پوچھا کہ حضرت کی کیا رائے ہے اس کے متعلق؟ فرمایا۔ جو آپکی رائے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ ارباب مدارس کو طلبہ کی تعلیم و تربیت پر سخت نظر رکھنی چاہئے، انکا معقول انتظام کرنا چاہئے، خالی نام نہ ہو کہ ہمارے یہاں فلاں جماعت یا فلاں درجہ تک تعلیم ہو اس سے کیا فائدہ۔

ایک مدرس سے کوئی کتاب لیکر دوسرے مدرس کو دیدینا اسکی ذلت نہیں

فرمایا:۔ ایک مدرس صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں فلاں مدرسہ میں مدرس تھا۔ بخاری پڑھاتا تھا۔ وہاں دوسرے استاذ کو بلایا گیا اور بخاری جلد اول انکو دیدی گئی اور جلد ثانی میرے پاس رہی پھر جو مدرسے کے سرپرست تھے انکی شکایت کی اور کہا حضرت میری تو ذلت کی کوئی انتہاء نہ رہی کہ جلد ثانی مجھ کو دی اور جلد اول مجھ سے لے لی۔ میں نے ان سے کہا کہ حضرت امام بخاریؒ نے جب جلد ثانی تصنیف کی تو کیا انکو احساس ہوا تھا کہ میں ذلت کا کام کر رہا ہوں؟ آپ کو کیوں یہ احساس ہوا کہ یہ ذلت کا کام ہے۔

حکومت تبادلہ منظور نہ کرے تو اسکے لئے عمل

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حکومت نے میرا تبادلہ فلاں جگہ کر دیا ہے۔ وہاں مجھے بہت پریشانی ہے، میں پہلی جگہ رہنا چاہتا ہوں۔ حکومت منظور نہیں کر رہی ہے۔ اس کے لئے کوئی تعویذ دیدیجئے۔ فرمایا تعویذ تو اب میں لکھتا نہیں۔ آپ یَا بَاعِثُ اکیس۲۱ مرتبہ روزانہ بعد ظہر پڑھ لیا کریں۔

دل کی گھبراہٹ کا علاج

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت دل میں گھبراہٹ بہت رہتی ہے اطمینان و سکون نہیں۔ فرمایا آپ سورۂ الم نشرح ہر نماز کے بعد سات دفعہ۔ اول آخر درود شریف سات دفعہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لیا کریں۔ اس سے انشاء اللہ نفع ہوگا گھبراہٹ دور ہوگی

علمار کی غیبت تباہی ہے

ارشاد فرمایا کہ علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ نے الیواقیت والجواہر سے نقل کیا ہے کہ لحوم العلماء مسمومۃ اس کا مطلب یہ ہے کہ علمار کا گوشت زہریلا ہوتا ہے اشارہ ہے آیت کریمہ لا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ کی طرف مراد یہ ہے کہ ان کی غیبت دین و دنیا دونوں کی تباہی، بربادی ہے۔ اس سے احتراز لازم ہے۔ بس حق تعالےٰ حفاظت فرمائے۔

تبلیغ والے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں

ارشاد فرمایا کہ فلسطین کو ہندوستان سے ایک جماعت گئی تو وہاں کے مفتی صاحب جماعت والوں کو لینے اور ملنے کیلئے آئے حال یہ کہ رو رہے تھے ان کا بہت اعزاز و اکرام کیا پھر اسکی وجہ بتلائی کہ میں نے دو تین روز پہلے خواب دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں اور بہت تیزی سے تشریف لا رہے ہیں۔ میں نے مصافحہ کرنا چاہا تو مجھے زور سے جھٹک دیا کہ ہٹو میرے مہمان آ رہے ہیں۔ پھر جماعت کے بعض ساتھیوں کے بارے میں کہا کہ میں نے خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اِن کو بھی دیکھا ہے اور اِن کو بھی دیکھا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

ذکر لا الٰہ الا اللہ میں دس مرتبہ پر کلمہ پورا کرنیکی حکمت

ایک صاحب کو ذکر جہری تلقین فرمایا کہ دو سو مرتبہ لا الٰہ الا اللہ پڑھ لیا کریں اسطرح کہ ہر دس مرتبہ پر کلمہ پورا کرلیا کریں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اسواسطے کہ لا الٰہ الا اللہ کی تاثیر گرم ہے اس میں اعتدال پیدا کرنے کی ضرورت ہے وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتا ہے۔

ایک بچہ کا حضرت تھانویؒ کے منہ پر چپت مارنا

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت تھانویؒ نے ایک بچہ سے فرمایا کہ کان پکڑ کر منہ پر ایک چپت مار دو۔ اس بچہ نے حضرت کا کان پکڑ کر حضرت کے منہ پر ایک چپت مارا۔ حضرت نے فرمایا میری ہی غلطی تھی کہ میں نے نہیں بتایا کہ کس کا کان پکڑ اور کس کے منہ پر چپت مار۔

حضرت شیخ الہندؒ کا حضرت مولانا یحییٰ صاحبؒ سے مزاح

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ الہندؒ کی موجودگی میں مولانا یحییٰ صاحبؒ نے اپنے چھوٹے بھائی حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کو ڈانٹا کہ میاں الیاس بڑے پیٹ بھر گدھے ہو۔ تو حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا کہ پیٹ بھر کر تو تسلیم ہے لیکن بڑے ہونے میں کلام ہے۔ یہ کہہ کر حضرت شیخ الہندؒ اور حاضرین ہنسنے لگے۔ اور مولانا یحییٰ صاحبؒ چپ چاپ کھڑے ہو گئے۔ اس پر لوگوں نے حضرت مولانا یحییٰ صاحبؒ کو خطاب کرکے کہا کہ حضرت یہ (شیخ الہندؒ) کیا کہہ رہے ہیں۔ تو مولانا نے فرمایا کہ چپ رہو۔ جوابِ جاہلاں باشد خموشی۔ اس پر حضرت شیخ الہندؒ نے جواباً فرمایا کہ اور بیچارے جاہل کے پاس ہے کیا جو جواب دے سوائے خاموشی کے۔

اَلْخِزَانَۃُ لَاتُفْتَحُ وَالزُّجَاجَۃُ لَاتُکْسَرُ

ارشاد فرمایا کہ ادب کا مقولہ مشہور ہے اَلْخِزَانَۃُ لَاتُفْتَحُ وَالزُّجَاجَۃُ لَاتُکْسَرُ۔ ترجمہ اس کا یہ ہے کہ خزانہ کھولا نہیں جاتا اور شیشی توڑی نہیں جاتی۔ اور یہاں مراد یہ ہے کہ لفظ خزانۃ کی "خ" مکسور ہوتی ہے مفتوح نہیں اور لفظ زجاجۃ کی "ز" مضموم ہوتی ہے مکسور نہیں۔

اب ہمیں کیا کرنا ہے

ارشاد فرمایا کہ پاکستان بننے سے پہلے مسلم لیگ کا جلسہ ہوا۔ پاکستان کے مشہور لیڈر بھی اس میں شریک تھے جب نماز کا وقت آیا اور جماعت ہوئی تو وہ بھی نماز کیلئے کھڑے ہوئے جب امام رکوع میں گیا تو انھوں نے برابر والے نمازی کے کہنی مار کر کہا کہ اب ہمیں کیا کرنا ہے؟ (یہ حال تھا پاکستان کے لیڈر صاحب کا۔ ایسوں سے کیا توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ اسلامی احکام نافذ کریں گے)۔

جگہ لینے کے مارے کھرا

فرمایا کہ دہلی کی جامع مسجد میں دو میواتی منبر کے سامنے نماز جمعہ کیلئے آکر بیٹھ گئے دوسری صف بھی پر ہوگئی اتفاق سے ان میں سے ایک کی ریح خارج ہوگئی تو پیچھے والے شخص نے اس سے کہا کہ وضو کر کے آ تیرا وضو ٹوٹ گیا تو اس کے ساتھی نے کہا تو بیٹھا رہ۔ یہ تو جگہ لینے کے مارے کھرا کہ تو وضو کیلئے جائے اور یہ تیری جگہ لے لے۔ (اور ایسے کھرا جیسے یہاں سب وضو سے ہی بیٹھے۔

پنچوں کا فیصلہ

ارشاد فرمایا کہ میوات میں ایک شخص نے ایک عورت کو کنویں میں دھکا دیدیا وہ تھی حاملہ۔ اس کا حمل ساقط ہوگیا۔ اُس پر پنچایت ہوئی وہاں کے لوگ سیدھے سادے ہوتے ہیں۔ پنچوں نے بہت غور و خوض کے بعد فیصلہ کیا کہ تو نے اس عورت پر ظلم کیا تو ظالم ہے۔ اب تیری سزا یہ ہے کہ اس عورت کو اپنے یہاں لے جا اور جیسی تھی

ویسی ہی بنا کر واپس ا۔ حد ہے اس جہالت کی۔

دیہاتی کی جہالت

فرمایا کہ ایک دیہاتی اذان کے وقت سحری کھا رہا تھا اس سے کہا گیا کہ سحری کا وقت تو ختم ہوئے تو پانچ منٹ ہو گئے۔ تو کہا ہو جانے دے پانچ منٹ بعد روزہ افطار کر لوں گا۔ اس طرح برابر روزہ پورا ہو جائے گا۔ یہ اس کی جہالت ہے ورنہ صبح صادق کے بعد کھانے سے روزہ کہاں ہو گا۔

مودودی صاحب کا اجتہاد

پھر فرمایا کہ مودودی صاحب نے تفہیم القرآن جلد ۱ میں لکھا ہے کہ افطار اور سحری کے وقت میں علماء نے تشدد اختیار کیا ہے۔ شریعت کے اعتبار سے اگر چند منٹ ادھر ادھر ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ حالانکہ غروب سے ایک منٹ پہلے بھی افطار ہوا تو روزہ کہاں ہو گا۔

اوں ہوں کو ہوں ہوں سمجھا

فرمایا کہ پاکستان میں ایک لڑکی کا اس کے باپ نے نکاح کر دیا۔ جب رخصتی کا وقت آیا تو لڑکی نے کہا میں نے تو نکاح کی اجازت نہیں دی تھی باپ نے کہا منظور کر لیا تھا۔ عدالت میں مقدمہ پہنچا۔ باپ سے معلوم کیا گیا کہ لڑکی نے کیا لفظ کہا تھا تو اس نے بتایا کہ میں نے کہا بیٹی فلاں سے تیرا نکاح کر دوں تو اس نے کہا ہوں ہوں یعنی ہاں۔ لڑکی سے پوچھا تو اس نے کہا میں نے تو کہا تھا اوں ہوں یعنی نہیں۔

میرے پاس کنسیشن ہے

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا قاری طیب صاحبؒ سفر میں جانے والے تھے۔ ظہر کی نماز کا وقت تھا۔ آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ یہیں جماعت کر لیں ایک حکیم صاحب بھی تھے وہ مسافر تھے ان سے کہا گیا کہ آپ بھی جماعت میں شریک ہو جائیں انھوں نے کہا کہ میں نہیں شریک ہوتا۔ میرے پاس کنسیشن ہے (یعنی مجھ پر قصر ہے)، تو اسے کیوں ضائع کروں جب زیادہ کہا تو وہ شریک ہو گئے۔ قاری صاحبؒ نے نماز کے بعد فرمایا کہ شاید مجھے

موزوں پر مسح رہ گیا۔ جماعت دوبارہ ہوئی تو حکیم صاحب نے کہا کہ دو کی جگہ چار ہوئیں اور چار کی جگہ آٹھ ہوئیں۔ اب پڑھوالو سنتیں کس سے پڑھواؤ۔

انکو حضرت حسین رضؓ کی شہادت کی خبر اب پہنچی ہے

ارشاد فرمایا کہ کانپور میں ۱۰ ارمحرم کو شیعہ ماتم کر رہے تھے۔ اسی روز عرب کے کچھ مہمان آئے ہوئے تھے۔ انھوں نے معلوم کیا کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔ ان کو بتلایا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر اظہارِ غم کر رہے ہیں تو انھوں نے کہا کہ ان کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر اب پہنچی ہے؟۔

دعوت کی اقسام

عرب میں تین طرح کی دعوت کہلاتی ہیں۔ دعوتِ عرب۔ دعوتِ اشراف۔ دعوتِ کلاب۔

دعوتِ عرب یہ ہے کہ میزبان مہمان کے ساتھ کھانے میں شریک رہے۔ دعوتِ اشراف یہ ہے کہ میزبان کھانا مہمان کے سامنے رکھ کر غائب ہو جائے تاکہ مہمان بے تکلف جتنا چاہے، جسطرح چاہے کھائے۔ دعوتِ کلاب یہ ہے کہ کھانا مہمان کے سامنے رکھ کر وہیں رہے کھانے میں شریک نہ ہو بلکہ کتے کیطرح دیکھتا رہے کہ بچے گا تو کھاؤنگا۔

ناک میں گنگناتے ہوئے لکھدیجئے

فیضی نے قرآن پاک کی بے نقطہ تفسیر لکھی۔ سواطع الالہام ان کے بھائی ابوالفضل نے اس کا مقدمہ لکھا۔ مقدمہ لکھتے وقت عرفی شاعر آگیا اس نے پوچھا کس سوچ میں ہو۔ ابوالفضل نے کہا کہ سواطع الالہام کا مقدمہ لکھ رہا ہوں چاہتا ہوں کہ بھائی کے طرز پر مقدمہ بے نقطہ لکھوں مگر اس میں والد صاحب کا نام آگیا ہے مبارک علی۔ اس میں باپر نقطہ ہے سوچ رہا ہوں کیا کروں عرفی نے کہا کہ ناک میں گنگناتے ہوئے لکھدیجئے مبارک علی۔

حالاحاجتِ ماکیاں نیست

فیضی کے والد مبارک علی بیمار ہوئے حالت زیادہ خراب ہوگئی اس حال میں عرفی شاعر آیا اور یہ سمجھ کر کہ ہم کو پہچانا نہیں ہوگا. سوال کیا ماکیانیم دھم کون ہیں، اس پر مبارک علی نے جواب دیا مرغِ روح از جسمِ عنصری ارادۂ پرواز می دارد حالا حاجت ماکیاں نیست. ماکیاں فارسی میں مرغی کو کہتے ہیں اس اعتبار سے عرفی کے قول ماکیانیم کا ترجمہ ہوا. ہم مرغیاں ہیں. مبارک علی نے اسی اعتبار سے جواب دیا کہ روح کا مرغ جسمِ عنصری سے پرواز کا ارادہ رکھتا ہے اس لئے اس وقت مرغیوں کی حاجت نہیں۔

املی کے پتے سبز سبز

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب کو شعر دشاعری کا شوق ہوا. کسی کو استاذ بنالیا، کافی محنت کی مگر اس کے باوجود شعر کہنا نہیں آیا. اتفاق سے کوئی مشاعرہ طے ہوا اس میں ان کا نام بھی شعر پڑھنے والوں میں تجویز کیا گیا. انھوں نے خوب سوچ کر ایک مصرع بنایا ع: املی کے پتے سبز سبز. دوسرا مصرع نہ بن سکا. استاذ کے پاس گئے اور ان کو بتایا کہ ایک مصرع تو میں نے بنالیا. ع املی کے پتے سبز سبز. اس میں ایک صنعت ہے تکرار کی. دوسرا مصرع آپ بنا دیجئے. استاذ نے دوسرا مصرع لگایا. ع. ابجد حطی ہوّز ہوّز اور کہا اس میں دو صنعت ہیں. ایک تکرار دوسرے تقدیم تاخیر کہ حطی کا نمبر ہوز کے بعد ہے اور ہوز کا اس سے پہلے۔

کہ محرابش دخولِ خاص و عام است

ارشاد فرمایا کہ جامعہ عربیہ ہتورا کی مسجد کی تاریخ بنا: سبحان ربی العظیم یعنی ۱۳۸۲ھ ہے. ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ہماری مسجد کی تاریخ بھی کہہ دیجئے. اس پر فرمایا کہ ایک فاحشہ عورت نے جس کا نام متو تھا. مسجد بنوائی کسی شاعر کے پاس اس کی تاریخ کہلوانے گئی اس نے انکار

کہا مگر وہ اصرار کرتی رہی تب اس نے کہا ؎

زکسب خاص مشو ساخت مسجد | کہ محرابش دخول خاص عام است
قلم بر داشتم چوں بہر تاریخ | ندا آمد کہ ایں بیت الحرام است

میں خدا سے تو ڈرتا ہی نہیں

ایک شیخ زادہ اور پٹھان میں بحث ہو گئی۔ شیخ زادہ نے کہا کہ پٹھانوں میں بزرگ نہیں ہوتے۔ پٹھان نے کہا تو موسے خان اور عیسے خان کون تھے۔ شیخ زادہ نے کہا وہ تو نبی تھے اور کوئی نبی پٹھانوں میں سے نہیں ہوئے۔ اس پر پٹھان نے کہا دیکھو فلاں پہاڑی پر ایک بزرگ رہتے ہیں وہ پٹھان ہیں آؤ چل کر دیکھیں دونوں وہاں پہنچے تو دیکھا کوئی بزرگ ہیں اور پٹھان بھی ہیں ملاقات کی، کچھ گفتگو بھی ہوئی۔ واپسی کے وقت شیخ زادہ نے کہا کہ حضرت آپ تنہا جنگل میں آبادی سے دور رہتے ہو۔ انھوں نے جواب دیا جی ہاں شہر میں ایمان سلامت نہیں رہتا بہت دنیا ہے وہاں مادی زندگی سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ پھر اس نے کہا کہ یہاں شیر اور دیگر موذی جانور رہتے ہیں آپ کو ان سے ڈر نہیں لگتا۔ تو جواب دیا کہ میں خدا سے تو ڈرتا ہی نہیں جنگل کے شیروں سے کیا ڈروں گا۔ اس پر شیخ زادہ نے پٹھان سے کہا کہ دیکھلی پٹھان کی بزرگی کہ خدا سے بھی نہیں ڈرتا

(۹۸) میرے پاس اٹھانوے انگوٹھی ہیں

ارشاد:۔ سمندر کے کنارے دو آدمی چلے جارہے تھے۔ سمندر میں دیکھا کہ ایک کالا سا ستون چلا آرہا ہے اس کو دیکھ کر وہ ڈر کے مارے درخت پر چڑھ گئے۔ اور بڑھتے بڑھتے وہ ستون آدمی

سلہ ترجمہ:۔ خاص کمائی سے ستونے مسجد بنائی ۔ جسکی محراب میں ہر خاص و عام داخل ہوتا ہے میں جب تاریخ کہنے کیلئے قلم اٹھایا ۔ تو آواز آئی کہ یہ بیت الحرام ہے۔

کی شکل اختیار کرگیا۔ سمندر کے کنارہ آتے آتے اس کے ہاتھ میں ایک صندوق تھا اسکو کھولا تو اس میں ایک حسین لڑکی نکلی اور وہ اس کی ران پر سر رکھ کر سو گیا گویا اس طرح اسکی حفاظت کر رہا تھا۔ لڑکی نے ان دو شخصوں کو اشارہ سے بلایا مگر وہ نہیں آئے تو انکو دھمکی دی کہ اگر نہیں آئے تو اس کو جگا دوں گی۔ وہ ڈر کے مارے آگئے اس کے بعد اس کا سر آہستہ سے اپنی ران سے اتار کر زمین پر رکھدیا اور دونوں سے زنا کرایا اور زنا کی طلب کی ان دونوں نے انگوٹھی دی پھر اس نے بتایا کہ میرے پاس اٹھانوے انگوٹھی ہیں اب سو ہوگئیں۔ اب سے پہلے تنوں سے زنا کرا چکی ہوں۔ میں ایک شہزادی ہوں یہ جن مجھے اٹھا لایا اور رشتہ داروں سے مجھے ملنے نہیں دیتا۔ اس صندوق میں بند کرکے سمندر کے نیچے رکھتا ہے۔ تھوڑی دیر کیلئے کبھی باہر لاتا ہے اور اس طرح میری حفاظت کرتا ہے۔

ساڑھے چار سالہ بچہ قاری، محدث اور فقیہ

ارشاد :۔ خلیفہ

ہارون رشید کے زمانہ میں ایک لڑکا ساڑھے چار سال جس کی عمر تھی سالوں قرأت میں قرآن پاک پڑھتا تھا، حدیث بھی سند کے ساتھ بیان کرتا اور فقہ میں بھی بصیرت رکھتا تھا کوئی چیز اس میں بچوں جیسی نہ تھی سوائے اس کے کہ جب اسکو بھوک لگتی تو رو رو کر کھانا مانگتا تھا۔

جناب کس کا مخفف ہے

ارشاد :۔ جناب مخفف ہے جاہل، نادان، احمق، بیوقوف کا۔ چاروں لفظوں کا پہلا حرف لے لیا جاہل کا ج ۔ نادان کا ن ۔ احمق کا الف ۔ اور بیوقوف کی ب ۔ اس طرح کسی کو جناب کہہ دینا گویا اسکو جاہل، نادان، احمق اور بیوقوف کہدینا ہے۔

اللہ کی قدرت جولاہے کے گھر میں پٹھان

فرمایا کہ سہارنپور میں ایک جولاہا جلد ساز تھا مگر کہتا تھا اپنے کو پٹھان۔ اور بطور فخر کے کہتا تھا کہ اللہ کی قدرت جولاہے کے گھر میں پٹھان پیدا ہوا نیز اپنی ماں سے کہتا تھا کہ جب میں پیدا ہوا تھا تو مجھے لکھنؤ لیکر کیوں نہیں گئی تاکہ میرے مزاج میں وہاں والوں کی طرح نزاکت آجاتی۔ تھا نمازی، ایک روز نماز میں میرے برابر کھڑا تھا اس حال میں کہ پائجامہ اس کا ٹخنوں سے نیچے تھا میں نے کہا پائجامہ اوپر کرلو تاکہ ٹخنے چھپے نہ رہیں کہ اس سے نماز میں کراہت آجاتی ہے۔ اس پر بولا جلالین کیا دو آدمیوں کی رائے ہدایہ کیا ایک آدمی کی رائے۔ یہ کہہ کر نیت باندھ لی اور پائجامہ ٹخنوں سے اوپر نہ کیا۔ جلالین شریف دو شخصوں کی تصنیف ہے اور ہدایہ ایک کی اسلئے ایسا کہا،

فائدہ:- مردوں کیلئے ٹخنوں سے نیچا کرتا یا پائجامہ تہبند پہننا بطور تکبر کے گناہِ کبیرہ ہے۔ حدیث شریف میں اس پر سخت وعید آئی ہے۔ اور اگر بلا نیت تکبر ہو تو بھی کراہت سے خالی نہیں اس لئے کہ اس میں متکبرین سے مشابہت ہے[۱]

قاتل کا پتہ چل گیا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے زمانۂ خلافت میں گشت کر رہے تھے کہ کسی مقام پر ایک نوجوان کی لاش ملی۔ اس کی تجہیز و تکفین کی مگر قاتل کا پتہ نہ چل سکا۔ نو مہینے کے بعد اسی مقام پر ایک نو مولود بچہ ملا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ قاتل کا پتہ چل گیا اس کے بعد کسی عورت کو وہ بچہ دودھ پلانے کیلئے سپرد کر دیا اور اس کو تاکید کر دی کہ اگر کوئی عورت آئے اور بچہ کو گود میں لے اس کے ساتھ زیادہ پیار و محبت کا معاملہ کرے تو اس کا پتہ لے لینا۔ چنانچہ ایک عورت آئی اور ایسا ہی کیا اس نے اس کا پتہ لے لیا اور حضرت عمرؓ

---

[۱] گناہ بے لذت صـ۳۳ بحوالہ عالمگیری وغیرہ۔ ۱۲

کو اطلاع کی۔ حضرت عمرؓ نے اس کو بلایا اور پوچھا کہ اب سے نو ماہ پہلے اُس مقام پر ایک نوجوان کی لاش ملی تھی تم نے تو اس کو قتل نہیں کیا۔ اس نے اقرار کیا اور قصہ بتایا کہ ہمارے یہاں ایک بوڑھی عورت کام کرتی تھی ایک مرتبہ اس کو کہیں سفر میں جانا تھا تو اس نے کہا کہ میری ایک لڑکی ہے اس کو میں سفر سے واپسی تک تمہارے پاس چھوڑ جانا چاہتی ہوں میں نے منظور کر لیا۔ وہ اس کو چھوڑ کر سفر میں چلی گئی اور واقع میں وہ لڑکا تھا۔ رات کو وہ میرے پاس آیا اور مجھے سوتا ہوا پا کر زنا کیا۔ جب میری آنکھ کھلی تو مجھے بہت غصہ آیا اور موقع پا کر اس کے پیٹ میں چھرا مار کر ختم کر دیا اور اس کی لاش وہاں رکھ دی اور چونکہ اس کی وطی سے حمل قرار پا گیا تھا نو ماہ بعد اس کی ولادت ہو گئی یہ وہی بچہ ہے۔

وہاں سے انکا خط آیا

ایک صاحب پڑھ کر فارغ ہوئے کسی جگہ انکو مدرس بنایا گیا۔ تفسیر کی کوئی کتاب انکو دی گئی۔ وہاں سے انکا خط آیا کہ علم تفسیر کا مقدمہ لکھ کر جلدی بھیج دیجئے۔ اس کا موضوع کیا ہے، حد کیا ہے، غایت کیا ہے؟ یہ حال ہے آج کل کے بعض فارغین کا اس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔

زہر کتنا لائے

فرمایا:۔ ایک صاحب نے حج کیا کسی نے پوچھا کتنا خرچ ہوا؟ کہا تھوڑے میں کام چل گیا تقریباً سات سو روپئے لگے۔ اس زمانہ میں ساڑھے چھ سو روپئے ٹکٹ تھا جہاز کا۔ اس نے ترکیب یہ کی تھی کہ حرف مکہ معظمہ گیا کہ حج تو وہیں ہوتا ہے مدینہ طیبہ میں تھوڑا ہی ہوتا ہے اور مکہ مکرمہ سے جدہ تک کا کرایہ درخواست دیکر معاف کرا لیا۔ اسی طرح سے عرفات کا کرایہ بھی معاف کرا لیا۔ باقی رہا جہاز کا ٹکٹ اس کی معافی کی کوئی صورت نہیں تھی میں نے بھی انکو دیکھا ہے کالا کرتا پہنے ہوئے، ایک جھولا ان کے ہاتھ میں۔ کل یہ سامان تھا۔

اس جھولے میں ایک لوٹا وضو کرنے کے لئے اور حرم شریف میں اندر جاتے وقت جوتا اتار کر اس میں رکھنے کے لئے۔ کل کائنات یہ تھی۔ میں نے ان سے پوچھا ایک بات بتلاؤ زہر (یعنی سونا) کتنا لائے۔ وہ سمجھ گئے۔ کہا ساڑھے نو تولہ۔

اب نہیں کہیں گے ھم

فرمایا۔ منیٰ میں دو حاجی ملے۔ انہیں سے ایک نے مجھ سے کہا اجی ہم پہلے کہدیا کرتے تھے حاجی یا جی۔ اب دیکھ لیا ھم نے کتنی دشواری پیش آتی ہے حاجی کو اسلئے اس کو پاجی نہیں کہنا چاہئے۔ اب نہیں کہیں گے ھم۔

غلط قراءۃ کے نمونے

فرمایا:۔ قاری حضرات پڑھتے ہیں قرآن کیا کہنا انکا۔ پھر فرمایا کہ

ایک قاری صاحب نے پڑھا "وَالعَصْرِ اِنّ الانسَانَ الخ اور "وتوا" پر وقف کردیا پھر دوسری سانس میں پڑھا "وَتَوَاصَوْ بِالحق الخ" میں نے کہا کس جاہل نے تجھے پڑھایا؟

ایک صاحب نے پڑھا اِذا جاءَ نصرُاللہِ الخ اور "وَاستغفر" پر وقف کردیا۔ پھر اگلے سانس میں "ہٗ انہٗ کانَ توابا" پڑھا۔

ایک صاحب نے پڑھا۔ الَمْ ترکیفَ فعل الخ اور "وَاَرْ" پر وقف کردیا پھر پڑھا "وَارسَلَ عَلَیھِمْ الخ"

ایک صاحب نے سورۂ شمس میں "کَذّبت ثمود بطغوا" پر وقف کیا اور اگلے سانس میں پڑھا "ھا اذانبعث اشقٰھا"۔

چلو چلو انکی مت سنو

فرمایا:۔ کسی جگہ کی مسجد میں دو قسم کے نمازی تھے۔ دیوبندی، بریلوی (اور پنجگانہ امام بریلوی) آگیا رمضان۔ گفتگو ہوئی کہ بھئی تراویح ہوگی۔ دو قرآن ہوں گے۔ ایک قرآن سنائیگا دیوبندی حافظ۔ ایک قرآن سنائیگا بریلوی حافظ۔ دیوبندی کو

تو پکّا یاد، بریلوی کو یاد نہیں وہ جگہ جگہ اٹکتا غلط پڑھتا۔ دیوبندی اس کو لقمہ دیتا اس کی گرفت کرتا۔ اس پر بریلوی امام پنجگانہ کہتا ہوں ہوں یعنی چلو چلو ان کی مت سنو، لقمہ مت لو ۔

آرسی مارو جا

فرمایا :۔ حضرت رائپوریؒ رائپور میں تھے اور بہٹ میں حضرت کے متوسل شاہ مسعود تراویح میں قرآن شریف پڑھ رہے تھے ۔ حضرت رائپوریؒ کی خدمت میں انکا آدمی بھی جایا کرتا تھا۔ ایک روز حضرت رائپوریؒ نے ان سے پوچھا میاں صاحب کیسا پڑھ رہے ہیں؟ اس نے کہا حضرت! میاں صاحب تو بہتیرا پڑھ دے مگر کوئی پچھلا چلنے بھی دے۔ آرسی مارو جا (جیسے بیل کو مارتے ہیں) یعنی سامع برابر لقمہ دیتا رہے۔ اسی کو کہا آرسی مارو جا۔

واہ بابا ہمکو دھوکہ دیتا ہے

فرمایا :۔ لندن میں ایک مسجد میں تین قسم کے نمازی تھے۔ دیوبندی، بریلوی اور جماعتِ اسلامی کے رمضان آیا تو آپس میں طے کیا بھئی تین قرآن ہونے چاہئیں ۔ اتفاق اور اتحاد کے ساتھ ایک قرآن بریلوی پڑھے ۔ ایک دیوبندی پڑھے اور ایک جماعتِ اسلامی کا آدمی پڑھے ۔ چنانچہ بریلوی نے دس روز میں قرآن شریف پورا کر دیا ۔ اب نمبر آیا کہ دیوبندی پڑھے، یا جماعتِ اسلامی کا آدمی پڑھے ۔ بریلوی کہنے لگے کیا ضرورت ہے امام بدلنے کی ۔ جب ایک امام صاحب کے پیچھے سب نے نماز پڑھ لی، سب نے اس کی اقتدا کر لی تو سب کچھ ادا ہو گیا۔ اب دوسرا بھی وہی پڑھ دے، تیسرا بھی وہی پڑھ دے ۔ دیوبندی تھے پٹھان افغانی کابلی ۔ انھوں نے چاقو نکال کر کہا واہ بابا ہمکو دھوکہ دیتا ہے اس پر بریلوی بھی بھاگے اور جماعتِ اسلامی کے آدمی بھی بھاگے ۔ پھر بریلوی تو آئے ہی نہیں مسجد میں ۔ ہاں جماعتِ اسلامی کے آدمی اِکا دُکا چپکے چپکے پڑھکر چلے جاتے ۔

وانہ لایحیی شربت بنفشہ

فرمایا :- ایک طالب علم کی طبیعت خراب ہوئی۔ وہ حکیم صاحب کے پاس گیا انھوں نے دوا لکھی دانۂ الائچی، شربت بنفشہ۔ نقطے لگائے نہیں اسلئے وہ اپنے حجرہ میں آکر سوچ رہا ہے، پڑھ رہا ہے وَاِنَّہٗ لَا یَحْیٰی شَرْبَتْ بَنَفْشِہ (یعنی یہ زندہ نہیں بچے گا) اس طرح اس سے اس نے اپنی موت سمجھ لی، فکر میں پڑ گیا۔

جو کچھ دکھانا وہ یہیں دکھادے

فرمایا :- ایک صوفی محمود تھے دیوبند میں رہتے تھے۔ وہ تھانہ بھون گئے۔ مولانا طاہر صاحب (قاری طیب صاحبؒ کے بھائی) بھی ہمراہ تھے۔ رات کو سونے کیلئے جب لیٹنے لگے تو خانقاہ کا خادم آیا اور کہا حضرت چلئے چھوٹے استنجے اور بڑے استنجے کی جگہ دیکھ لیجئے۔ صوفی محمود نے کہا۔ ارے میاں میں تو تھک گیا ہوں مجھ سے نہیں جایا جاتا جو کچھ دکھانا ہے وہ یہیں دکھا دے۔

آٹھ دن کی مسافت ایک شب میں

فرمایا حیوۃ الحیوان ج ۲ ص ۳۲۵ میں لکھا ہے کہ کچھ لوگ دریائی سفر کر رہے تھے۔ کسی موقع پر پانی میں طغیانی ہوئی جس کے سبب ہلاکت کا اندیشہ ہوگیا۔ طے کیا کہ ہر ایک کچھ نہ کچھ نذر مانے۔ بجز ایک (ابو عبداللہ القلانسی) کے سب نے کچھ نہ کچھ نذر مان لی۔ پھر ان پر زور ڈالا تو انھوں نے نذر مانی کہ ہاتھی کا گوشت نہ کھاؤں گا۔ اللہ نے کیا کہ سب صحیح سلامت کنارہ پر پہنچ گئے۔ وہاں بھوک میں ہاتھی کا بچہ پکڑ کر ذبح کر لیا اور بجز ان کے سب نے کھایا۔ اس کے بعد پڑ کر سو گئے۔ ادھر اس بچہ کی ماں اس کی تلاش میں نکلی۔ ان لوگوں کے پاس پہنچی تو اولاً ہر ایک کے منہ کو سونگھتی پھر اس کے ایک پیر پر اپنا پیر رکھ کر سونڈ سے اسکا دوسرا پیر پکڑ کر چیر ڈالتی۔ سب کے ساتھ اسی طرح کیا جنھوں نے اس کے بچہ کا گوشت نہ کھایا تھا وہ یہ منظر دیکھ

رہے تھے مگر بھاگنے کی ہمت نہ تھی۔ جب وہ سب فارغ ہوگئی تو ان کے پاس آئی اور انکو سونگھا بچہ کی بو نہ پاکر انکو سونڈ سے اپنے اوپر سوار ہونیکا اشارہ کیا یہ سوار ہوگئے۔ اس کے بعد رات بھر چلی۔ کسی شہر کے قریب صبح ہوئی وہاں انکو نیچے اترنے کا اشارہ کیا یہ اتر گئے۔ لوگ ان کو اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے اس نے انکا حال پوچھا۔ انھوں نے بتایا تو اس نے کہا کہ اس ہتھنی نے تم کو لیکر رات بھر میں آٹھ دن کی مسافت طے کی ہے۔

اس میں احیاءِ موتیٰ کی تاثیر بھی ہے

فرمایا:۔ دار العلوم میں ایک پشاوری طالبعلم کو ہندوستانی استاذ نے پیٹ دیا۔ استاذ تھا ہندوستانی۔ طالب علم تھا پشاوری۔ اس لئے پشاوری طلباء طیش میں آگئے کہ ہندوستانی نے پشاوری کو کیسے مارا آپس میں مشورہ کرکے اس طالبعلم کے سر پیر وغیرہ میں پٹی باندھ کر چارپائی پر لٹایا اور نودرہ کے سامنے لاکر رکھدیا۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ درس سے فارغ ہوکر وہاں سے گذر رہے تھے۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ عرض کیا فلاں استاذ نے اسکو اتنا مارا کہ مرنے کے قریب ہوگیا ہے۔ مولانا لاٹھی ساتھ رکھتے تھے بس زور سے اسکے ایک ماری وہ اٹھ کر بھاگا۔ مولانا اسکے پیچھے وہ آگے۔ اس کے بعد مولانا نے فرمایا کہ اس لاٹھی میں احیاءِ موتیٰ (مُردوں کو زندہ کرنے) کی تاثیر بھی ہے۔ یعنی یہ عصائے موسوی بھی ہے اور عصائے عیسوی بھی ہے۔ یہ مقوی بھی ہے۔ عرض کیا گیا حضرت اسوقت بھی طلباء میں شرارت تھی؟ فرمایا۔ شرارت تو تھی مگر خباثت (جو آجکل ہوتی ہے وہ) نہیں تھی۔

حدید کی تفسیر نعل دار جوتے سے

پھر فرمایا کہ جب دار العلوم میں کوئی شرارت ہوتی تو مولانا دار العلوم کے دروازہ پر تشریف فرما ہوتے اور ادھر سے بھی جو گذرتا استاذ ہو یا طالب علم اسکی پٹائی کرتے اور پٹائی نعلدار جوتے سے ہوتی اور فرماتے اللہ نے چار کتابیں اتاری ہیں توریت، زبور، انجیل اور قرآن پاک۔ پانچویں کتاب حدید ہے جس کا تذکرہ اس آیت میں ہے "وَانزلنا الحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ" اور اس کی تفسیر نعلدار جوتے سے کرتے

ابن سینا امام محمدؒ کے کتب خانہ میں

بو علی سینا امام محمدؒ کے کتب خانہ میں گئے وہاں ایک ہفتہ قیام کیا۔ انکی کتابوں کا مطالعہ کیا جس سے بہت متاثر ہوئے۔ شکرانہ کی دو رکعت نماز پڑھی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل و احسان ہے کہ اس نے ان حضرات (امام محمد وغیرہ) کا ذہن منطق کیطرف متوجہ نہیں کیا جس کی وجہ سے ہم کو کچھ مقام مل گیا۔ شیخ الرئیس کہلانے لگے ورنہ انکا ذہن اسطرف متوجہ ہو جاتا تو ہمیں کوئی نہ پوچھتا، کوئی مقام نہ ملتا۔

جنون کی اقسام

مولانا فخر الحسن صاحب گنگوہیؒ کو عدالت میں بیان دینے کی ضرورت پیش آ گئی۔ وہاں کچہری میں جج کے سامنے جنون کا تذکرہ آ گیا تو مولانا نے ستاون ۵۷ قسمیں جنون کی مع اسباب و معالجات کے بیان کیں یہ بھی بیان کیا کہ کون سی قسم کس علاقہ میں ہوتی ہے

خواب دیکھا کہ گھر میں بط اڑکر آئی

مولانا محمد احسن نانوتویؒ نے خواب دیکھا کہ ان کے گھر میں بریلی سے ایک بط اڑکر آئی حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ سے تعبیر معلوم کی تو فرمایا کہ بریلی ملازمت ملیگی اور مٹھائی کھلاؤ گے تو تعبیر دونگا کہ تنخواہ بیس ۲۰ روپیہ ہوگی ورنہ تعبیر دونگا کہ تنخواہ گیارہ روپیہ ہوگی۔ انھوں نے دریافت کیا کہ حضرت یہ تعبیر کیسے ہوئی؟ تو فرمایا کہ بط رزق حلال ہے وہ آپ کے گھر پر آئی آپ کو اسکی ضرورت ہے اس سے میں نے سمجھا کہ ملازمت ملیگی پھر بط اردو میں غیر مشدد استعمال ہوتا ہے جسمیں دو حرف ہیں ب جسکے عدد ۲ ہیں اور ط جسکے عدد ۹ ہیں مجموعہ گیارہ ہو گیا اور عربی میں مشدد استعمال ہوتا ہے یعنی دو طا کے ساتھ اس لئے اس کا عدد بیس ہو گیا اس سے میری سمجھ میں آیا کہ تنخواہ بیس یا گیارہ روپیہ ہوگی۔

خواب میں کمر سے سانپ لپٹا ہوا دیکھا

مکہ مکرمہ میں کسی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت

خواب میں دیکھا کہ کمر سے سانپ لپٹا ہوا ہے۔ دانت اسکے ہیں نہیں۔ اسکی کیا تعبیر ہوگی۔
ارشاد فرمایا کہ کمر پر پیٹی باندھ رکھی ہوگی اور پیسہ اس میں ختم ہوگیا ہوگا۔
اس نے کہا بس یہی بات ہے۔ ایسا ہی ہے۔

آلۂ غنا اور آلۂ زنا

فرمایا:۔ کانپور میں ایک صاحب قوالی سننے کے بڑے شوقین تھے۔ ستار ساتھ رکھتے تھے۔ جیسے شکار کیلئے بندوق ساتھ رکھتے ہیں۔ وہ نماز بھی پڑھتے تھے تو ستار سامنے رکھ لیتے اور نماز پڑھ لیتے۔ ایک صاحب نے ان سے پوچھا کہ آلۂ غنا کو مسجد میں لانا کیسا ہے؟ تو انہوں نے کھو کھلا جواب دیا کہ آلۂ زنا کو مسجد میں لانا کیسا ہے؟ اس پر وہ صاحب خاموش ہو گئے۔ جب مجھ سے ذکر کیا تو میں نے کہا اللہ کے بندے خاموش رہا۔ اسکی بات پر اس کو کڑوا جواب دینا چاہئے کہ آلۂ زنا کو مسجد میں لانا منع ہے مگر آلۂ زنا وہ ہے جس نے اپنے عضو تناسل کو زنا کیلئے متعین کر دیا ہو۔ اس کو مسجد میں لانا ناجائز ہے اور اگر یہ بات نہ ہو تو وہ آلۂ نکاح ہے، آلۂ زنا نہیں۔ لہٰذا انکا استدلال غلط ہے۔

اسطرح اس نے سب کی حفاظت کرلی

فرمایا:۔ ہمارے یہاں ایک عورت چولہے پر بیٹھی روٹی پکا رہی تھی۔ ایک بچہ پاس بیٹھا ہوا سبق سنا رہا تھا۔ عامۃً دستور یہ تھا کہ عورتوں کے پاس بچے اور بچیاں پڑھتی تھیں۔ اس بچہ نے سنایا لَا تَأْمَنَّا وہ پیڑا اٹھا کر گولا بنا رہی تھی اس کو تو رکھدیا طباق میں پھر ہاتھوں کو جھٹکا تاکہ جو آٹا لگا ہوا تھا وہ طباق میں گرے اس کے بعد اس کے ہاتھ میں سے قرآن شریف لیا، بغل میں دبایا اور اسے ایک تھپڑ مارا۔ اور کہا لَا تَأْمَنَّا۔ لَا تَأْمَنَّا۔ اس میں صرف دو صورتیں جائز ہیں۔ اشمام جائز ہے، روم جائز ہے۔ تیسری صورت جائز نہیں۔ ایسا اس لئے کیا تاکہ روٹی کی بے ادبی نہ ہو، آٹے کی بے ادبی نہ ہو، قرآن پاک کی بے ادبی نہ ہو۔ اسی حالت میں مارتی تو ممکن تھا کہ

بچہ گرجاتا یا اس کے ہاتھ سے قرآن گرجاتا تو قرآن کی بے ادبی ہوتی۔ اس طرح اس نے سب کی حفاظت کرلی۔

ہم نے درہم پھینکا تو دینار ملا

فرمایا:۔ ایک عورت کی تعریف حجاج ابن یوسف کے سامنے کی گئی کہ بڑی عاقلہ، دانشمند شاعرہ ادیبہ ہے۔ حجاج نے اسے پیغام دیا۔ نسب کے اعتبار سے وہ حجاج سے بڑھی ہوئی تھی مگر اسکی حکومت کے دبدبہ کی وجہ سے خاموش رہی۔ چنانچہ نکاح ہوگیا۔ ایک دفعہ وہ کچھ شعر کہہ رہی تھی جن کا مفہوم یہ ہے۔ عجیب انقلاب ہے زمانے کا۔ ایک شریف النسل گھوڑی پر ایک ٹٹو سواری کرتا ہے اور کوئی خبر لینے والا نہیں۔ یہ اشعار قسمت کے مارے ہوئے حجاج نے خود بھی سنے تو بہت ناگواری ہوئی۔ اس کا مہر ایک غلام کی معرفت بھیجدیا اور کہدیا میں نے تجھے طلاق بائن دی۔ جب غلام اس کے پاس پہنچا تو اس عورت نے کہا کُنّا فما شکونا بِنّا فما شکوْنا جب ہم آپ کے نکاح میں تھے تو مقام شکر نہ تھا، جب بائن ہو گئے تو مقام شکایت نہیں۔ پھر جو غلام خوشخبری لایا تھا طلاق کی، مہر کے روپے اسی کو دیئے انعام میں۔ اس کے بعد بادشاہ وخلیفہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے پیغام دیا۔ اس نے شرط لگائی کہ میں تیار ہوں۔ شرط یہ ہے کہ جب میری رخصتی ہو تو مجھے اونٹ پر سوار کیا جائے اور نکیل اس کی حجاج پکڑ کر چلے۔ بادشاہ نے منظور کرلیا۔ حجاج انکار کرتا تو موت تھی۔ اب وہ عورت اونٹ پر سوار ہے اور حجاج اونٹ کی نکیل پکڑ کر چل رہا ہے جیسے اونٹ والے چلتے ہیں۔ وہ کہتی ہے او اونٹ والے آہستہ آہستہ چل رہا ہے؟ چلتے چلتے اوپر سے ایک اشرفی پھینکدی کچھ دور چل کر کہا او اونٹ والے ہمارا درہم گرگیا اسکو تلاش کرو۔ وہ تلاش کر رہا ہے اسے۔ کہا ذرا سنبھل کر دیکھو وہاں دیکھو پھر کہا وہاں نہیں اس جگہ دیکھو۔ خیر وہ اشرفی مل گئی۔ حجاج نے کہا یہ تو دینار ہے عورت نے کہا نہیں ہم نے تو درہم پھینکا تھا تلاش کرو۔ جب وہ عاجز وتنگ آگیا تو کہا۔ یہ ہی نہیں درہم۔ اس نے کہا الحمد للہ ہم نے درہم پھینکا تو ہم کو دینار ملا۔

بغداد کی وجہ تسمیہ

نوشیرواں جبتک خالص نوشیرواں تھا، عادل نہ تھا بڑے ظلم کیا کرتا تھا۔ ایک روز اپنے وزیر کے ساتھ کہیں سے گذر رہا تھا کہ ایک مکان پر دیکھا دو الو بیٹھے ہیں۔ ایک طرف ایک، دوسری طرف دوسرا۔ انھیں سے ایک بولا، پھر دوسرا بولا۔ نوشیرواں نے وزیر سے پوچھا یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ اس نے کہا بتانے کی بات نہیں۔ نوشیرواں نے اصرار کیا تو بتایا کہ اس الو نے یہ کہا کہ میری لڑکی جوان ہے، تیرا لڑکا جوان ہے دونوں کی شادی کردینی چاہئے۔ دوسرے نے جواب دیا منظور ہے مگر یہ بتا مہر کیا لے گا۔ اس نے کہا ستر اُجاڑ۔ اس پر دوسرے نے کہا۔ نوشیرواں زندہ سلامت چاہئے۔ ستر اُجاڑ کیا۔ ستر ہزار مل جائیں گے۔ بادشاہ اس سے بہت متأثر ہوا اور اعلان کر دیا کہ کل انصاف ہوگا۔ اس پر بہت سی پرچیاں لوگوں نے جمع کر دیں۔ سب سے پہلی پرچی جو اٹھائی تو اس میں لکھا تھا کہ آپ کا بیٹا میرے گھر آتا ہے اور میری بہو بیٹی کی عزت خراب کرتا ہے۔ حکم دیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ اس پر لوگوں نے اپنی اپنی عرضیاں اٹھالیں کہ اگر اسطرح انصاف ہوگا (کہ نہ گواہ ہے نہ کچھ اور) تو یہاں کوئی نہ بچے گا۔ وزیر نے کہا اسطرح نہیں بلکہ ایک باغ بنائیے اس میں انصاف کیلئے جتنی چیزوں کی ضرورت ہے وہ سب مہیا کیجئے۔ چنانچہ ایک باغ تیار کیا گیا اور اس میں انصاف سے متعلق قاضی وغیرہ جملہ چیزیں مہیا کی گئیں۔ اور اس کا نام باغِ داد رکھا گیا۔ یعنی انصاف کا باغ۔ یہی بگڑ کر بُغداد ہوگیا جو اَب ایک شہر کا نام ہے عراق میں۔

تم ہمارا ابھی اعتبار نہیں کرتے

فرمایا کہ ایک شخص اپنے دوست کے مکان پر اس سے ملنے کیلئے گیا، دروازہ کھٹکھٹایا تو اس نے اندرونِ مکان ہی اپنے ملازم سے کہا کہ یوں کہدو کہ وہ ہے نہیں۔ اور اتنی زور سے کہا کہ اس شخص نے دروازہ پر اس کی اس آواز کو سن لیا۔ ملازم نے آکر کہدیا کہ وہ ہے نہیں۔ اس پر وہ واپس آگیا۔ کسی روز یہ دوست اس

شخص کے پاس گیا، اور دروازہ پر دستک دی تو خود اس نے اندر ہی سے بآوازِ بلند کہا
کہ وہ ہے نہیں یہاں۔ اس نے کہا کہ عجیب بات ہے خود بول رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں
کہ ہے نہیں اس نے کہا کہ ہم نے تمہارے خادم کا بھی اعتبار کرلیا تھا کہ ہے نہیں۔ تم
ہمارا بھی اعتبار نہیں کرتے۔ عجیب بات ہے۔

دیکھنا یہ ہے کہ آپ بھی انکو برداشت کرسکیں گے

فرمایا کہ ایک صاحب (جو منظاہر علوم سے بھی فارغ، ندوہ سے بھی فارغ ہیں) ملاقات
ہوئی۔ انھوں نے بتلایا کہ میں امام ولی اللہ کی کتابوں کا مطالعہ کررہا ہوں میں نے تمام
علوم میں تو کمال حاصل کرلیا صرف علم حدیث باقی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ حضرت شیخ
کی خدمت میں کچھ وقت گذارلوں۔ وہ مجھے برداشت بھی کرلیں گے؟ میں نے کہا،
ان میں تو بہت وسعت ہے (جسم وجثہ خوب ہے) دیکھنا یہ ہے کہ آپ بھی اُن کو
برداشت کرسکیں گے۔ اسی دوران انھوں نے ایک جملہ بولا۔ اس پر میں نے کہا
یہ تو قضیہ مہملہ ہے۔ کہنے لگے دیکھئے منطق نہ بولئے۔ میں اس سے مناسبت نہیں رکھتا۔
میں نے کہا ابھی تو آپ نے کہا تھا کہ میں نے تمام علوم میں کمال حاصل کرلیا۔ کیا بیچاری
منطق علوم سے بھی خارج ہے، علم کہلانے کی بھی مستحق نہیں۔

جیسا تو خدا ویسی ہی تیری بارش

فرمایا کہ فرعون کے پاس شیطان آیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ
اس سے فرعون نے کہا کہ بارش نہیں ہورہی ہے۔ مخلوق مجھ سے کہتی ہے کہ تو خدا ہے بارش کیوں
نہیں برساتا۔ اس پر شیطان نے اپنے چیلوں کو حکم دیا کہ سب آسمان پر اڑیں اور وہاں سے پیشاب کردیں
انھوں نے ایسا ہی کیا۔ دوسرے روز شیطان آیا اور فرعون سے پوچھا کہ بارش ہوئی تھی؟ اسنے بتایا کہ ہاں ہوئی تھی مگر لوگ یوں
کہتے ہیں کہ بدبودار سڑی ہوئی بارش ہوئی پر شیطان نے کہا اور کیا تیری خدائی میں خوشبودار بارش ہوتی جیسا تو خدا ویسی ہی تیری بارش تھی

تاریخ و تذکرہ

اللہ کے فضل سے فراغت ہوگئی

دارالعلوم دیوبند کا جب پہلا جلسہ ہوا تو
نہر سے نالی کھود کر پانی لایا گیا کہ اس وقت پانی کا ایسا انتظام نہ تھا جیسا کہ اب ہے مگر پانی جلسہ کی ضرورت سے زیادہ آگیا تو حضرت شیخ الہندؒ نے خود باندھ لگا کر پانی کی کثرت کو روکا۔ پھر جلسہ میں آنیوالے مہمانوں کے لئے جو راشن چاول وغیرہ جمع کیا تھا اولاً وہ حضرت سہارنپوریؒ، حضرت رائپوریؒ اور حضرت تھانویؒ کو معائنہ کرایا۔ یہ حضرات اس کے ارد گرد گھومے جیساکہ حضرت جابرؓ کے واقعہ میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا چھواروں کے ڈھیر کے ارد گرد تین مرتبہ گھومنا وارد ہوا ہے[1]۔ اس کے بعد حضرت

---

[1] اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت جابرؓ کے والد غزوۂ احد میں شہید ہو گئے۔ ان کے ذمہ یہود کا کافی دین (قرض) تھا انھوں نے دائنوں سے کہا کہ اپنے دین کے عوض میرے یہاں اس سال ہونیوالی کھجور کی کل پیداوار لے لو۔ مگر انھوں نے انکار کر دیا۔ یہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ کے ذریعہ سفارش کرائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم جاؤ اور ہر قسم کے کھجوروں کا الگ الگ ڈھیر لگا لو۔ حضرت جابرؓ نے ایسا ہی کیا اور آپ علیہ السلام کو اطلاع دی آپ تشریف لائے مگر وہ آپ کے تشریف لانیکے باوجود بھی کسی طرح (بقیہ بر ص—)

شیخ الہندؒ نے کھانا تیار کرایا۔ اعلیٰ قسم کا پلاؤ زردہ بنوایا۔ مہمان توقع سے زیادہ ہو گئے سب سے پہلے حضرت شیخ الہندؒ نے طلبہ کو کھلایا اس کے بعد کمر میں پٹکا باندھ کر ایک مونڈھے پر بیٹھ گئے اور خود کھانا نکال کر مہمانوں کو کھلانا شروع کرایا جو مہمان شہر میں مقیم تھے ان کا کھانا انکی جائے قیام پر پہنچوایا یہاں تک کہ سب فارغ ہو گئے اور کھانا بچ رہا تب حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے مخصوص تلامذہ میں سے کسی کو چھتہ مسجد کیطرف بھیجا کہ وہاں جاکر اعلان کریں کہ اللہ کے فضل سے فراغت ہو گئی۔ کھانا کم نہیں رہا وہ چھتہ مسجد آئے۔ کوئی نظر نہیں آیا سوچا کوئی ہے تو ہے نہیں اعلان کس کو سنائیں مگر حضرت استاذ کا حکم تھا اس لئے تعمیل ارشاد میں اعلان کیا۔ اعلان کے بعد مسجد سے تینوں حضرات یعنی حضرت سہارنپوریؒ، حضرت رائپوریؒ اور حضرت تھانویؒ باہر تشریف لائے۔ اس حال میں کہ ان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ یہ تینوں حضرات پہلے ہی سے وہاں مراقب تھے۔

پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا سید فخر الدین صاحبؒ شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند اپنے پراویڈنٹ فنڈ کی زکوٰۃ ہر سال ادا کر دیا کرتے تھے۔ اگرچہ فتویٰ کے رو سے اس پر زکوٰۃ وصولیابی کے بعد حولانِ حول ہونے پر واجب ہے کذا فی امداد الفتاویٰ ج۲ ص۱۰۳ فتاویٰ محمودیہ ج۳ ص۶۹ ۔ پھر فرمایا کہ میں نے اربابِ دار العلوم سے اپنا فنڈ وضع کرنے کی درخواست کی تھی مگر منظور نہیں فرمائی۔

(ص۸۶ کا بقیہ) کل پیداوار لینے پر تیار نہیں ہوئے۔ اس پر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے سب بڑے ڈھیر کے اردگرد تین چکر لگائے پھر اس کے پاس بیٹھ کر حضرت جابرؓ سے فرمایا کہ اپنے قرض خواہوں کو بلالو۔ وہ آگئے تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیل کرکے دینا شروع کیا یہاں تک کہ سارا قرض ادا ہو گیا اور بقیہ ڈھیر جوں کے توں بلکہ جس سے کیل کر کے دیا وہ بھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس میں سے ایک دانہ بھی کم نہیں ہوا۔ (مشکوٰۃ شریف ج۲ ص۵۳۶، مرقات ج۱۱ ص۱۹۳) ہس

مجذوب کی پیشینگوئی

ارشاد فرمایا کہ اندرا گاندھی کی حکومت سے پہلے کسی مجذوب نے کہا تھا کہ فلاں سن میں ہندوستان میں ایک عورت صدر بنے گی اور فوجی دستہ وہ اپنی حفاظت کیلئے مقرر کریگی اسی کے ہاتھ سے وہ ماری جائیگی اسکے بعد (حضرت زاد مجدہم نے) فرمایا کہ وہ اندرا گاندھی ہی ہوگی۔

مولانا ماجد علی صاحبؒ کا واقعہ

ارشاد فرمایا کہ مولانا ماجد علی صاحب کے یہاں جب لڑکے فارغ ہوا کرتے تھے یعنی دورہ کا سال ہوتا تھا تو ابوداؤد شریف کیلئے مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ کے پاس سہارنپور بھیج دیا کرتے تھے اور ترمذی شریف کیلئے حضرت شیخ الہندؒ کے پاس دیوبند بھیجدیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ بخاری شریف میں تو مجھے ہی کچھ بولنے کا حق ہے کسی اور کو نہیں۔ کیونکہ ان کے پاس بخاری شریف کی حضرت گنگوہیؒ کی تقریر تھی۔

جاہلوں کا اخلاص

ارشاد فرمایا کہ دیہاتی لوگوں کے اندر بعض مرتبہ اخلاص بہت ہوتا ہے لیکن تمیز نہیں ہوتی۔ پھر فرمایا کہ حضرت مدنیؒ ایک مرتبہ غالباً گنگوہ سے سہارنپور جارہے تھے۔ راستہ میں ایک بستی سے گذرے دیکھا کہ لوگوں کا ہجوم ہے جو حضرت سے ملاقات کیلئے پہلے ہی سے کھڑے تھے وہ لوگ آگے بڑھے اور حضرت کو گاڑی میں سے اتار لیا اور وہیں ریت کے اوپر ڈال کر ہاتھ پیر دبانے لگے کچھ دیر کے بعد حضرت نے فرمایا کہ بس اب تو رہنے دو۔

حضرت مدنیؒ کی تواضع

ارشاد فرمایا کہ حضرت مدنیؒ ایک مرتبہ کہیں تقریر کیلئے تشریف لے گئے۔ وہاں فرمایا کہ بھائی تم لوگ کھیتی کرتے ہو اور جب بیل بوڑھا ہو جاتا ہے تو تم لوگ اسے چھوڑ دیتے ہو اس لئے مجھ کو بوڑھا بیل سمجھ کر ہی چھوڑ دیتے۔ چار پانچ منٹ کے بعد سب لوگ رونے لگے پھر (حضرت زاد مجدہم نے) ارشاد فرمایا کہ معلوم نہیں وہ کیوں روئے کیا بات سمجھی انہوں نے

تیرے آدمیوں کو دوزخ میں نہیں بھیجا جائے گا

ارشاد فرمایا کہ حضرت گنگوہیؒ کی مجلس میں ایک شخص بہت زیادہ روتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت نے معلوم کیا کہ تم اتنا کیوں روتے ہو۔ عرض کیا کہ حضرت دوزخ سے بہت ڈر لگتا ہے۔ فرمایا کہ گھبراؤ نہیں مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے کہ تیرے آدمیوں کو دوزخ میں نہیں بھیجا جائے گا۔

حضرت مدنیؒ کا ایثار

ارشاد فرمایا کہ حضرت مدنیؒ جب مدینہ طیبہ رہتے تھے تو کھانا حضرت خود ہی بنایا کرتے تھے۔ اور یہ پانچ بھائی تھے۔ پکانے کے بعد اس کو پانچ جگہ تقسیم کر لیا کرتے تھے۔ حضرت کے چھوٹے بھائی محمود اپنا حصہ جلدی جلدی کھالیا کرتے اور پھر روتے تو حضرت انکو اپنا حصہ دیدیتے اور خود اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتے تھے۔

حضرت تھانویؒ اور حضرت مدنیؒ کی مجلس میں فرق

ایک شخص کے استفسار پر ارشاد فرمایا کہ جو دونوں میں فرق تھا وہی مجلس میں بھی فرق تھا۔ اجمالی سی بات یہ ہے کہ حضرت تھانویؒ کو حاضرین مخاطبین کی اصلاح کی زیادہ فکر تھی اور حضرت مدنیؒ کو انکی راحت کی زیادہ فکر تھی۔ ایک مرتبہ حضرت مدنیؒ بخاری شریف کا سبق پڑھا کر اپنے مہمان خانہ میں تشریف لائے تو دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے۔ حضرت نے اس سے پوچھا کہ میاں تم سوئے نہیں۔ اس نے کہا کہ کیسے سوؤں نہ میرے پاس لحاف ہے اور نہ حقہ۔ حضرت خود تشریف لے گئے اور حقہ بھر کے لائے نیز اپنا لحاف لاکے دیا اور پھر اپنی عبا میں رات گذاری۔

پیشینگوئی پوری ہوئی

ارشاد فرمایا کہ ایک مجذوب ایک مرتبہ کسی عورت کے دروازہ پر تشریف لے گئے۔ یہ مجذوب فقیر تھے

اندر سے ایک شخص آیا جو خادم تھا۔ اس فقیر نے اس خادم سے کہا کہ اس عورت کے کیا پیدا ہوا۔ اس نے بتایا لڑکی فرمایا یہ لڑکی ایک سو آدمیوں سے زنا کرانے کے بعد تیرے نکاح میں آئیگی اور مکڑی کے کاٹنے سے مرے گی۔ اس خادم کو بڑا افسوس ہوا۔ تاک میں رہا کہ موقع پاکر اس کا قصہ تمام کردے۔ ایک روز موقع پاکر یہ خادم اس کے پیٹ میں چاقو مار کر بھاگ گیا۔ اور سمندر کا راستہ لیا ادھر لڑکی کا پیٹ سی دیا گیا وہ اچھی ہوگئی اور اپنے وقت کی حسین عورت ہوگئی۔ عرصہ بعد وہ خادم واپس لوٹا ساحلِ سمندر پر کسی عورت سے کہا کہ میرا کسی لڑکی سے نکاح کرادے۔ اس نے کہا کہ ایک زانیہ ہے جو اپنے وقت کی حسینہ ہے اس نے منظور کرلیا یہانتک کہ نکاح ہوگیا اور دونوں کے درمیان نہایت خوشگوار تعلقات قائم ہوگئے۔ ایک روز تعارف ہوا لڑکے نے اپنا تعارف کرایا۔ اس کے بعد لڑکی کا نمبر آیا۔ اس نے کہا کہ میرا قصہ تو بڑا عجیب ہے جب میں چھوٹی بچی تھی تو ایک شخص نے میرے پیٹ میں چاقو مار دیا تھا۔ ٹانکے وغیرہ لگا کر وہ پیٹ ٹھیک ہوگیا تھا۔ پھر اپنا پیٹ کھول کر دکھلایا کہ دیکھو یہ نشان موجود ہیں۔ اس پر اس شخص نے کہا پھر تو ایک سو آدمیوں سے زنا بھی کرایا ہوگا۔ لڑکی نے کہا کہ ہاں صحیح گنتی تو معلوم نہیں لیکن اندازاً ایک سو تو ہوگئے ہوں گے۔ (اس کے بعد اس شخص نے کہا کہ اس مجذوب نے یہ بھی بتایا تھا کہ تیری موت مکڑی سے ہوگی۔ اس سے حفاظت کیلئے ایک مضبوط قلعہ بنایا اسمیں رہنے لگے ایک روز اس کی چھت پر مکڑی نمودار ہوئی اسکو نیچے گرالیا اور پیر سے مسل دیا اس کا زہر اس کے ناخن وغیرہ میں چڑھ گیا اور مرگئی۔

حضرت مجاہدؒ نے کہا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد "أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ" اسی سلسلے میں نازل ہوئی ہے مگر اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنھوں نے گھروں میں بیٹھے رہنے کو موت سے نجات اور جہاد میں جانیکو موت کا سبب سمجھ رکھا تھا اسی لئے شہداءِ احد کے بارے میں کہا تھا "لَوْ كَانُوا عِندَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا" اگر یہ لوگ ہمارے پاس رہتے غزوہ

احد میں نہ جاتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کئے جاتے۔ کذا فی حیوۃ الحیوان ج ۲ ص ۱۹۵)
اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ مجذوب تو ایسے ہی ہوتے ہیں۔

حافظ حسن علی گنگوہیؒ کا اخلاص

ارشاد فرمایا کہ گنگوہ میں ایک صاحب ملا قمر الدین نامی تھے اچھے آدمی تھے وہ سناتے تھے کہ ہمارے استاذ حافظ حسن علیؒ تھے جو ایک مسجد میں رہا کرتے تھے بچوں کو تعلیم بھی دیتے تھے۔ گھر والے مجھے پڑھنے کیلئے ان کے پاس بھیجتے مگر میں راستہ میں کھیل میں مشغول ہو جاتا۔ حافظ صاحب چھٹی دینے پر ہمارے گھر آتے اور مجھے پکڑ کر سبق پڑھاتے میں نے سوچا کہ انھوں نے تو گھر دیکھ لیا اس لئے میں کھیت پر چلا گیا۔ حافظ صاحب موصوف پوچھتے پاچھتے کھیت پر پہونچ گئے اور وہاں مجھے سبق پڑھایا۔ میں نے سوچا کہ انھوں نے کھیت بھی دیکھ لیا اس لئے میں فرار ہو گیا وہ روزانہ گھر آتے اور تلاش کر کے ناکام واپس ہو جاتے کئی روز بعد میں ان کے ہاتھ آگیا تو میری پٹائی کی اسطرح کہ ایک قمچی پہلے اپنے مارتے پھر میرے مارتے اور جسقدر زور سے مجھے مارتے اسی قدر زور سے اپنے مارتے۔

شاید پھر سجدہ کرنیکا موقع نہ ملے

پھر ارشاد فرمایا کہ ان حافظ حسن علی صاحب کا یہ حال تھا کہ جب وہ سجدہ میں چلے جاتے تو بہت دیر میں اٹھتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی شخص نے پیچھے سے لات ماری کہ سو گیا؟ تو سجدہ سے اٹھے اور فرمایا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کیا میں سو گیا تھا۔ افو میں سو گیا تھا۔ لوگوں کی میں نے نماز ہی خراب کر دی ایک مرتبہ کسی شخص نے ان سے اصرار کر کے پوچھا کہ آپ اتنی دیر تک سجدہ کیوں کرتے ہو تو فرمایا کہ جب میں سجدہ میں جاتا ہوں اور اٹھنے کا ارادہ کرتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ ایک مرتبہ اور سبحان ربی الاعلیٰ کہہ لوں شاید پھر سجدہ کرنے کا موقع نہ ملے۔ اللہ اکبر کیا ٹھکانہ ہے استحضار موت کا، کاش ہمیں بھی نصیب ہو جائے۔

آج سے انکا کھانا بھی یہیں ہوا کریگا

ارشاد فرمایا کہ دارالعلوم دیوبند کے کتب خانہ میں گنگوہ کے ملا رُدّو ملازم تھے۔ یہ ملا ردّو حضرت مدنیؒ کے یہاں کھانے میں تو جاتے نہیں تھے لیکن جب ناشتہ کا وقت ہوتا تو فوراً چلے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرتؒ کہیں باہر سفر میں تشریف لے گئے تو ان (ملا ردّو) کو قاری اصغر صاحب نے ڈانٹا کہ یہ بھی کوئی عقیدت ہے کہ چائے کے وقت حاضر ہو جاتے ہو اس پر یہ چلے آئے اور جانا بند کر دیا۔ جب حضرت سفر سے تشریف لائے تو ملا ردّو کو نہ دیکھا۔ پوچھا کہ ملا ردّو کہاں گئے؟ کیوں نہیں آئے۔ آدمی بلانے کیلئے بھیجا تو انھوں نے آنے سے انکار کر دیا۔ آپؒ نے اصرار کرکے بلوایا۔ اور نہ آنیکا سبب پوچھا تو انھوں نے کہا کہ قاری اصغر صاحب نے ڈانٹا ہے۔ فرمایا کیوں میاں اصغر علی تم نے ڈانٹا ہے؟ تمہاری کیا سزا ہونی چاہئے؟ عرض کیا حضرت جو بھی تجویز ہو۔ فرمایا کہ آج سے ان کا کھانا بھی یہیں ہوا کرے گا۔

حضرت میانجی نور محمد صاحبؒ اور ایک طالبعلم کا واقعہ

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ میانجی نور محمد صاحب جھنجھانویؒ گردن جھکائے بیٹھے تھے۔ اور ان کے مریدین ان کے سامنے بیٹھے تھے۔ تو کچھ لڑکوں نے انکی نقل اتاری۔ ایک پیر بن کر گردن جھکا کے بیٹھا اور کچھ لڑکے اس کے سامنے مرید بن کر بیٹھے۔ کسی شخص نے جاکر حضرت سے ذکر کر دیا تو میانجی صاحبؒ نے ان کو بلوایا اور پوچھا کہ تم میں سے کون پیر بنا تھا۔ انھوں نے بتا دیا کہ حضرت یہ بنا تھا۔ اس کو کہا کہ تم بیٹھ جاؤ۔ اور اوروں سے کہا کہ تم سب چلے جاؤ۔ سب چلے گئے۔ پھر اس سے کہا کہ آنکھیں بند کرو۔ اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ لیکن فوراً ایں ایں کرکے چلا اٹھا اور تڑپ گیا۔ بعد میں اس سے پوچھا گیا کہ کیا ہو گیا تھا تو اس نے بتایا کہ جب میں نے آنکھیں بند کرلیں تو فوراً

ایسا لگا جیسے اندر آگ لگ رہی ہو کہ قلب پر ایک چنگاری رکھی گئی اور فوراً اٹھالی گئی جس کو میں برداشت نہ کرسکا۔ اپنے بڑھاپے میں وہ کہتا تھا کہ اب میرا یہ حال ہے کہ اندھیری رات ہو، بادل چھایا ہوا ہو، اور میں اندر کمرے میں لحاف اوڑھے ہوئے لیٹا ہوا ہوں تو باہر جو نیم کا درخت ہے اس کے پتے ہلتے ہوئے مجھے اس حالت میں بھی نظر آتے ہیں اس چنگاری کا یہ اثر ہوا۔

حضرت شیخ الہندؒ، حضرت مولانا یحییٰ صاحبؒ اور علامہ کشمیریؒ کا حافظہ

ایک صاحب نے پوچھا کہ حضرت طحطاوی کو علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے مصر میں ایک بار دیکھا پھر ہندوستان آکر اسے لکھوادیا کیا یہ بات صحیح ہے؟

فرمایا:۔ ہم نے نورالایضاح کے متعلق سنا ہے، طحطاوی کے متعلق نہیں سنا۔ پھر فرمایا کہ مولانا حسین احمد مدنیؒ نے درس میں فرمایا تھا کہ شاہ صاحب نے فرمایا میں کوئی چیز پسندیدگی کی نظر سے دیکھ لیتا ہوں تو بیس پچیس سال تک محفوظ رہتی ہے۔ شاہ صاحب جس وقت چمکے اس وقت ایسے حافظہ والے لوگ تھے چنانچہ شیخ الہندؒ نے ایک مرتبہ کتابیں دھوپ میں رکھنے کیلئے باہر نکالیں۔ اتفاق سے میبذی کے کچھ ورق پھٹ گئے تھے حضرت نے ایک طالب علم سے فرمایا اس کو لکھ لو۔ اس نے کہا میں کیسے لکھوں میرے پاس وہ کتاب ہی نہیں۔ فرمایا اچھا سالِ گذشتہ پڑھی اسسال بھول گئے۔ پھر فرمایا اچھا لکھو میں بولتا ہوں چنانچہ زبانی لکھوادیا۔

مولانا یحییٰ صاحبؒ والد شیخ الحدیث صاحبؒ اپنے حافظہ سے متنبی، حماسہ، نفحۃ الیمن وغیرہ لکھکر دیدیا کرتے تھے۔ کوئی طالبعلم آیا حضرت میرے پاس قصیدہ بردہ یا فلاں کتاب نہیں۔ وہ کتابوں کے پارسل باندھنے میں مشغول ہوتے فرماتے اچھا ٹھیرو پارسل باندھ کر لکھوا تا ہوں چنانچہ لکھوا دیتے۔ انھوں نے سُلّم دوسو بار تسبیح سے پڑھی ہے۔

اب پڑھنے والے طلبہ نہیں تو میں کیوں لوں

فرمایا پہلے زمانہ میں جو طلبہ کسی استاذ کے پاس پڑھنے جاتے تو انکی سب ضروریات استاذ کے ذمہ ہوتیں۔ حضرت گنگوہیؒ اپنے مکان پر پڑھاتے تھے جتنے طلبہ ہوتے سب کی ضروریات حضرتؒ کے ذمہ ہوتیں اور جب پڑھانا چھوڑ دیا آنکھوں میں موتیا آنیکی وجہ سے کسی صاحبؒ نے کچھ روپیہ منی آرڈر کے ذریعہ بھیجا تو قبول نہیں کیا واپس کر دیا۔ کسی نے پوچھا حضرت کیا بات ہے؟ کیوں واپس کر دیا؟

فرمایا:۔ بھئی لوگ اس خیال سے بھیجتے ہیں کہ طلبا پڑھنے والے ہیں انکی ضروریات کو پوری کرلیں۔ اب پڑھنے والے طلبہ نہیں تو میں کیوں لوں۔ ایک شخص نے کہا حضرت انھوں نے یہ تھوڑا ہی لکھا ہے کہ طلبہ کیلئے ہے۔ فرمایا نہیں لکھا مگر مقصد تو یہی ہے۔

ایک نکاح میں حضرت سہارنپوریؒ اور حضرت شیخ الہندؒ کی شرکت اور حضرت تھانویؒ کی معذرت

رامپور منہیاران ضلع سہارنپور میں ایک عالم کے یہاں نکاح تھا اس میں انھوں نے حضرت سہارنپوریؒ (مولانا خلیل احمد صاحب) حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت تھانویؒ کو مدعو کیا تینوں حضرات نے منظور کرلیا۔ تاریخ مقررہ پر اپنے اپنے مقام سے اس نکاح میں شرکت کیلئے چلے مگر حضرت تھانویؒ کو راستہ میں علم ہوا کہ وہاں کچھ رسمیں ہوں گی اس لئے تھانہ بھون واپس ہوگئے اور حضرت سہارنپوریؒ اور حضرت شیخ الہندؒ تشریف لے آئے۔ کسی نے ان حضرات سے پوچھا کہ آپ حضرات تشریف لے آئے، حضرت تھانویؒ تشریف نہیں لائے کیا بات ہے؟ حضرت سہارنپوریؒ نے جواب دیا کہ جو کچھ ہم نے کیا کہ شرکت کرلی وہ فتویٰ ہے اور جو انھوں نے کیا کہ تشریف نہیں لائے وہ تقویٰ ہے۔ حضرت

شیخ الہندؒ نے جواب دیا کہ اغلاط العوام سے وہ زیادہ واقف ہیں ہم اتنے واقف نہیں۔
حضرت تھانویؒ نے ایک مجلس میں (جسمیں میں بھی شریک تھا) یہ واقعہ نقل فرماکر فرمایا کہ
حضرت سہارنپوریؒ کا جواب تو تواضع پر مبنی ہے۔ بھلا میرے تقویٰ کی کیا حیثیت ہے ان
کے تقویٰ کے سامنے کچھ نہیں۔ ہاں حضرت شیخ الہندؒ کا جواب صحیح ہے واقعہ یہی ہے کہ
اغلاط الناس (رسم ورواج) سے جتنا میں واقف ہوں وہ حضرات واقف نہیں۔

ہے میرے پاس کچھ تمہیں کیوں بتاؤں

ارشاد فرمایا کہ بابو ایاز صاحب مرکز نظام الدین دہلی میں بازار سے سامان لانے
کی خدمت پر مامور تھے ۱۹۴۷ء کے فساد کے موقع پر کسی ضرورت سے بازار میں گئے
ہوئے تھے ضرورت پوری کر کے مرکز پہنچنے کیلئے بس میں بیٹھے، غیر مسلموں نے ان کو
گھورنا شروع کردیا۔ انھوں نے تاڑ لیا کہ انکا کیا منشاء ہے فرمایا تم لوگ میرا کچھ
نہیں بگاڑ سکتے میں اسی بس سے نظام الدین جاؤنگا۔ لوگوں نے سمجھا کہ ان کے
پاس کوئی چیز ہے جسکی بناء پر اتنا اونچا بول بول رہے ہیں اس لئے ان سے
کہا کہ تمہارے پاس کیا چیز ہے جسکے سبب ایسا کہتے ہو۔ کہا بس ہے میرے پاس
کچھ۔ تمہیں کیوں بتاؤں۔ بالآخر بعافیت نظام الدین پہنچے۔ وہاں یہ قصہ بتلایا۔
حضرت شیخؒ بھی اسوقت وہاں تھے شیخ نے فرمایا کہ ہمیں تو بتلادو وہ کیا چیز ہے۔
کہنے لگے کہ آپ ہی کا تو بتلایا ہوا ہے کہ ایسے مواقع پر اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ
نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ پڑھا کیجئے۔

حضرت گنگوہیؒ مخلص اور حضرت نانوتویؒ متوکل

کانپور میں میرے ایک دوست ہیں ...... وہ کہتے تھے کہ دو بھائی تھے ایک مخلص

اور ایک متوکل دونوں کا انتقال ہوگیا۔ انکی قبروں کا بھی پتہ نہیں۔ میں نے کہا کہ قبروں کا پتہ میں بتاتا ہوں۔ مخلص کی قبر گنگوہ میں ہے اور متوکل کی قبر دیوبند میں ہے۔ اور معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ دونوں بھائی دیوبندی تھے۔ اگر دیوبندی نہ ہوتے تو ضرور انکی قبر کا پتہ ہوتا۔ لوگ چادریں چڑھاتے، پھول چڑھاتے، وہاں جاکر نذر و نیاز مانتے۔

مجھے عورتوں سے کبھی مناسبت نہیں ہوئی

حضرت رائپوریؒ (مولانا عبدالقادر صاحبؒ) فرماتے تھے کہ مجھے عورتوں سے کبھی مناسبت نہیں ہوئی۔ حتیٰ کہ اپنی بہن کو بھی آواز سے پہچانتا ہوں، صورت شکل سے نہیں پہچانتا۔ اسلئے کہ کبھی جی بھر صورت شکل دیکھنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ حضرت کے ایک بچی ہوئی تھی وہ بھی جلد ہی انتقال کر گئی تھی۔ اہلیہ محترمہ کا بھی اسی عمر میں انتقال ہو گیا تھا۔

یہ ہے کام کی چیز

ارشاد فرمایا کہ اللہ دیا نامی ایک شخص تھے جو دارالعلوم دیوبند کے قریب دیوان گیٹ پر رہتے تھے انھیں کے نام سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے مثنوی دیوانِ اللہ دیا لکھی جو پانچسو اشعار پر مشتمل تھی۔ حضرت گنگوہیؒ کیطرف سے شیعوں کے رد میں ہدایۃ الشیعہ شائع ہوئی۔ مولانا نانوتویؒ کو اس کا علم ہوا تو فرمایا یہ ہے کام کی چیز ایسا کام کرنا چاہئے چنانچہ اس کے بعد آپنے ہدیۃ الشیعہ لکھی جو ہدایۃ الشیعہ سے ضخیم ہے۔

ایک شعر میں پورا بیان دیدیا

حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری صاحبؒ کو جب انگریز نے گرفتار کیا اور بیان لینا چاہا تو موصوف نے ایک شعر میں پورا بیان دیدیا

وہ شعر یہ ہے ؎

مجھ سے کیا حاصل ہے میری حسرتوں کا پوچھنا تم تو آخر وہ کروگے جو تمہارے دل میں ہے

قریبی اکابر کی داڑھی

ارشاد فرمایا کہ مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ کی ڈاڑھی بڑی تھی۔ قاری محمد طیب صاحب مرحوم ایک مرتبہ تذکرہ کرنے لگے کہ ڈاڑھی کو چھوڑ کر خبر ہی نہیں لی کہ کہاں تک جارہی ہے

عرض :- حضرت تھانویؒ، حضرت سہارنپوریؒ، حضرت گنگوہیؒ کی ڈاڑھی کیسی تھی؟

ارشاد :- حضرت سہارنپوریؒ کی ڈاڑھی بہت ہلکی تھی، حضرت تھانویؒ کی گھنی تھی پھیلی ہوئی۔ شاہ عبدالقادر صاحب رائپوریؒ کی ڈاڑھی بہت خوب تھی۔ حضرت گنگوہیؒ کو میں نے دیکھا نہیں۔ اس واسطے کہ میں انکی وفات سے دو سال بعد پیدا ہوا ہوں۔

عرض :- مولانا انور شاہ صاحبؒ کی ڈاڑھی کیسی تھی؟

ارشاد :- خوب تھی حضرت شیخ الہندؒ کی بھی، مولانا الیاس صاحبؒ کی بھی۔

وکیل مولانا عبد اللہ جان پر طویل ڈاڑھی کیوجہ سے یہودی ہونے کا الزام

ایک مولانا عبداللہ جان تھے سہارنپور میں وکالت کرتے تھے انکی ڈاڑھی ماشاء اللہ ران تک تھی اور باقاعدہ ان کے پاس ایک جھولا (تھیلا) تھا۔ رات کو اس جھولے میں ڈال کر سویا کرتے تھے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ سے بیعت تھے۔ جمعہ پڑھنے مظاہر علوم میں آتے تھے۔ حضرت اپنا بڑا تکیہ ان کے پیچھے رکھدیتے تھے وہ ٹیک لگاکر آرام سے بیٹھ جاتے۔ حج کو گئے تو وہاں کی حکومت نے انکو پکڑ لیا کہ تم تو یہودی ہو اتنی بڑی ڈاڑھی؟ انھوں نے کہا نہیں بھئی میں یہودی نہیں مسلمان ہوں۔ حکومت کے آدمیوں نے کہا سناؤ کلمہ! انھوں نے کہا ارے کلمہ تو ہمارے یہاں کافر بھی جانتے ہیں۔ مجھ سے جن مسائل میں گفتگو کرنا چاہو کرلو۔ قراءۃ خلف الامام، آمین بالجہر وغیرہ پر بحث کروگے تو سند کے ساتھ حدیثیں پیش کروں گا۔ اس پر ان کو چھوڑ دیا۔ اس طرح بچ گئے، ورنہ پھنس گئے تھے۔

مولانا گل محمد صاحب کی ڈاڑھی

فرمایا:۔ حضرت مولانا گل محمد صاحبؒ جو دارالعلوم دیوبند کے استاذ تھے انکی ڈاڑھی بہت گھنی تھی۔ ایک مرتبہ انکی ڈاڑھی میں بچھو گھس گیا تو کھال تک نہیں پہنچ سکا اتنی گنجان تھی جب انھوں نے کنگھا کیا تو مرا ہوا نکلا۔

مولانا گل محمد صاحب کے بعض حالات

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ مولانا گل محمد صاحب کوٹھے کی چھت پر سو رہے تھے کہ سانپ لپٹ گیا۔ انکی آنکھ کھلی تو دیکھا۔ کہا اچھا! سانپ ہے۔ بس اچھل کر زمین پر آ کر پڑے سانپ کے حواس باختہ ہوگئے وہ چھوڑ کر بھاگا تب انھوں نے پکڑ کر مارا۔ ایک دفعہ سفر میں جا رہے تھے چوروں نے پکڑ کر پیٹا۔ ایک دفعہ ان کے گلٹی نکل گئی طاعون کی۔ مگر سب جگہ بچتے ہی بچتے چلے گئے۔ یاحفیظ کا ورد اتنا قوی تھا ان کا۔ امتحان میں کوئی طالب علم دوا منگاتا کہ میں بیمار ہوں۔ میرے کمرے میں سے دوا منگا دو تو دوا منگا دیتے مگر اس کے اندر انگلی ڈال کر دیکھتے کہ کوئی گولی تو نہیں بنی ہوئی پرچی کی جس میں جواب لکھا ہوا ہو امتحان کے سوال کا۔

ریش بچہ کے طرفین کے بال منڈانے میں مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہ کا تشدد

فرمایا:۔ حضرت شیخ الحدیثؒ نائی سے حجامت بنوا رہے تھے۔ مولانا ابرار الحق صاحب (دامت برکاتہم) بھی پہنچ گئے۔ انھوں نے کہا میں اپنی معلومات کیلئے، ہدایت و اصلاح کیلئے دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ یہ بال (یعنی ریش بچہ کے دونوں طرف کے) منڈانا کیسا ہے؟ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے فرمایا۔ بہت اچھا ہوا تم نے بتلا دیا میرے یہاں پر بال اُگے ہی نہیں آجاؤ دیکھ لو ہاتھ پھیر کر۔

پھر فرمایا کہ میں ایک دفعہ ہردوئی گیا وہاں ان سے پوچھا کہ آپ اتنا تشدد کیوں کرتے ہیں

منع کرتے ہیں، ناجائز بتلاتے ہیں؟ انھوں نے کہا کٹانے منڈانے کا کوئی ثبوت بھی نہیں۔ میں نے کہا سلبِ کلی کا دعویٰ بغیر استقراءِ تام کے معتبر نہیں۔ آپ نے سالبہ کلیہ بول دیا کہ کہیں ثبوت نہیں۔ یہ کیسے کہدیا؟ اس پر انھوں نے کہا۔ ثبوت کہاں ہے؟ میں نے کہا اچھا اپنے جدامجد (حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ کی کتاب شرح سفرالسعادۃ منگائیے اس میں لکھا ہے کہ کٹانے میں حرج نہیں (حلقِ طرفین عنفقہ لا باس بہ است۔ شرح سفرالسعادۃ ص۴۹۵) حضرت تھانویؒ نے بھی بیاضِ اشرفی ص۱۱ میں ایسا ہی لکھا ہے۔

اس عمل کا داعیہ یہاں سے پیدا ہوا

ارشاد فرمایا کہ کسی نے حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ سے معلوم کیا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ (آپ کے والد) نے آپکو پڑھایا سب کچھ کیا مگر پھر بھی آپ ان سے بیعت نہیں ہوئے۔ مولانا سید احمد صاحبؒ بریلوی سے بیعت ہوئے اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا کہ جو بات میں نے یہاں دیکھی وہ وہاں نہیں دیکھی وہ یہ کہ میری بہن بیوہ ہو گئی تھی۔ میں ان کو مشکوٰۃ شریف پڑھاتا تھا۔ ہماری برادری میں بیوہ کا نکاح نہیں کرتے تھے۔ مجھے بھی کچھ حجاب سا تھا اسی لئے میں بہن کو کتاب النکاح پڑھانے سے گھبراتا کہ کہیں نکاح کے فضائل سن کر نکاح کا جذبہ پیدا ہو جائے۔ جب میں مولانا سید احمد صاحبؒ سے بیعت ہو گیا تو میں نے خود بہن کا نکاح کرایا۔ اس عمل کا داعیہ یہاں سے پیدا ہوا۔

شاہ عبدالعزیز صاحبؒ، شیخ الہندؒ، شاہ اسمٰعیل شہیدؒ، حضرت سہارنپوریؒ، علامہ شامیؒ اور علامہ کشمیریؒ کے سنِ وفات میں عجیب مناسبت

فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی وفات ۱۲۳۹ھ میں ہے۔ انکو جہاد کی بڑی تڑپ تھی۔

حضرت مولانا سید احمد صاحبؒ اور مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کو جہاد میں بھیجا۔ ایک صدی کے بعد ۱۳۳۹ھ میں حضرت شیخ الہندؒ کی وفات ہے۔ آپ کو بھی جہاد کا بہت شوق تھا۔ کہیں جگہ حضرت مدنیؒ کو بھیجا کسی جگہ کسی اور کو؎ اور حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی وفات ۱۲۴۶ھ میں ہے آپؒ روافض اور بدعتیوں کی بڑی خبر لی وہ سب بہت گھبراتے تھے آپ سے۔ اس کے صحیح ایک صدی کے بعد ۱۳۴۶ھ میں حضرت مولانا خلیل احمدؒ کی وفات ہے۔ آپ نے بھی بدعت کی جڑ کاٹی، براہین قاطعہ لکھی جس کا سب میں شور ہو گیا۔ ۱۲۵۲ھ میں علامہ شامیؒ کی وفات ہے جو محقق، مدقق، علوم کے جامع تھے۔ صحیح ایک صدی کے بعد ۱۳۵۲ھ میں حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ کی وفات ہے جو علماء میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔

یہاں آکر مجھے اپنے جہل کا علم ہوا

ارشاد فرمایا کہ مولانا سید سلیمان ندویؒ باوجودیکہ بڑے متبحر عالم تھے مگر تھانہ بھون آئے اور حضرت تھانویؒ سے بیعت ہوئے کسی نے ان سے کہا کہ آپ جیسے زبردست عالم بھی بیعت ہوئے؟ آپکو کیا ضرورت تھی بیعت کی؟ فرمایا یہاں آکر مجھے اپنے جہل کا علم ہوا ہے۔

حضرت شیخؒ کیلئے غیب سے گوشت کا انتظام

فرمایا کہ ۱۹۴۷ء میں ذبح پر پابندی لگ گئی اسوقت حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ ایکبار رائپور تشریف لائے۔ آپ گوشت کے عادی تھے، اب گوشت کہاں سے لائیں۔ دو شکاری جنگل میں شکار کے لئے گئے۔ ایک ہرن کے گولی ماری وہ لنگڑا تو ہو گیا مگر بھاگتا رہا اس کے پیچھے بھاگتے رہے مگر وہ ہاتھ نہیں آیا شام کو واپس آئے اور آکر قصہ سنایا۔ عصر کے بعد مجلس جاری تھی۔ سامنے سے بھاگتا ہوا وہی لنگڑا ہرن آیا اور آکر وہیں باغ میں گر گیا۔ شیخ نے فرمایا کہ حضرت، حضرت دیکھیو تو ہرن ہے اسکو

؎ کہیں مولانا عبید اللہ سندھیؒ کو۔ کہیں مولانا عزیر گلؒ کو

پکڑا اور ذبح کرلیا اس پر حضرت رائپوریؒ نے فرمایا اس ہرن نے سوچا ہوگا کہ یہ بیچارے مجھے وہاں تک کاندھے پر لاد کر لیجائیں گے۔ میں خود ہی وہاں پہنچ جاؤں ۔"

دوسری دفعہ حضرت شیخ رحمہ اللہ رائپور تشریف لے گئے تو اب وہاں وہ شکاری بھی نہ تھے۔ شام کو تین سکھ آئے اور بہاڑا لائے۔ یہ بہاڑا دبارہ سنگھا، ہرن کا بڑا بھائی ہے انھوں نے آکر بتلایا کہ ہم گاڑی میں تھے یہ بہاڑا سڑک سے نیچے کھڑا تھا۔ لنگڑا تھا ہم نے اسکو پکڑ لیا۔ اب سوچا کہ اس کا کیا کریں جب یہاں خانقاہ کے برابر میں آگئے تو خیال ہوا اس کو یہاں دیدیں اس لئے ہم اسے لائے ہیں ہماری گاڑی وہ سڑک پر کھڑی ہے چنانچہ اسکو لیکر ذبح کرلیا اور اسطرح گوشت میسر آیا۔

دو رکعت میں پورا کلام پاک ختم فرمایا

ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے خسر مظفر نگر رہتے تھے۔ رمضان بھی وہیں گذارتے اور ۲۹ر رمضان کو گھر جاتے۔ ایک مرتبہ گھر گئے تو والدہ نے کہا کہ رمضان میں کیوں نہیں آتا میں نے جو قرآن پاک محنت سے پڑھایا تھا اسے بھلا دیا ہوگا۔ اسلئے نہیں آتا، کبھی سنانا پڑ جائے۔ عشاء کی نماز پڑھ کر گھر آئے اور والدہ کو لے کر تراویح کیلئے کھڑے ہوگئے۔ پہلی رکعت میں سورۂ فلق پڑھی اور دوسری رکعت میں سورۂ ناس۔ دو رکعت پر سلام پھیر کر والدہ سے کہا کہ اٹھارہ اپنی خود پڑھ لو۔ اور میں نے ایسا اسلئے کیا کہ کبھی یہ سمجھیں کہ قرآن بھلا دیا ہے۔

ایک شب میں ختم

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا انعام الحسن زید مجدہٗ کے لڑکے مولانا زبیر صاحب سہارنپور قرآن پاک سنا کر دہلی گئے۔ مولانا نے عشاء کے بعد فرمایا کیا ارادہ ہے؟ کہا جو آپ فرمائیں۔ فرمایا چلو مصلے پر چنانچہ اسی بقیہ رات میں سارا قرآن پورا کر کے بیٹھے۔

امام طحاویؒ کی وفات کا سبب

امام طحاویؒ اپنی لڑکی کو املاء کراتے تھے ایک روز املاء کراتے ہوئے فرمایا جامعنا ہم یعنی ہم نے ان سے اجماع (اتفاق) کرلیا۔ لڑکی کے چہرہ پر اسکو سنکر مسکراہٹ طاری ہوئی اس کا ذہن جماع کیطرف گیا۔ امام نے دیکھ لیا پھر کچھ املاء کرانیکے بعد املاء کرایا جامعونا انھوں نے ہم سے اجماع کرلیا۔ لڑکی کے چہرہ پر پھر مسکراہٹ آئی۔ امام نے دیکھ لیا اس سے انکو بیحد افسوس و ملال ہوا کہ حالات کیسے خراب ہوچلے، ماحول کا کیسا اثر ہے کہ ان الفاظ سے ذہن کسی اور طرف بھی جاتا ہے حتیٰ کہ اسی صدمہ سے انکا انتقال ہوگیا

امام طحاویؒ اور امام مزنیؒ میں بحث

امام طحاویؒ اپنے ماموں مزنیؒ سے پڑھتے تھے ایک روز کسی مسئلہ میں بحث ہوگئی۔ مزنیؒ ناراض ہوگئے اور قسم کھاکر فرمایا کہ تمہیں علم نہیں آئیگا۔ امام نے فرمایا کہ میں بھی تمہارے پاس نہ پڑھوں گا۔ جب امام پڑھکر فارغ ہوئے تو مزنیؒ کا انتقال ہوچکا تھا۔ اسی واسطے امام فرماتے تھے اگر ماموں زندہ ہوتے تو انکو اپنی قسم کا کفارہ دینا پڑتا۔

کیا ابھی تیرے سنبھلنے کا وقت نہیں آیا

حضرت گنگوہیؒ کے صاحبزادے محمود احمد کے ابتدائی حالات ٹھیک نہ تھے۔ لوہے کا گھڑا لیکر تالاب میں ڈبو کر بھرتے پھر ایک ہاتھ سے اوپر کی جانب اٹھاتے پھر اسی ہاتھ سے اسکو اوندھا کرتے اس طرح غسل کرتے۔ حضرت گنگوہیؒ نے ایک روز فرمایا کہ محمود کیا ابھی تیرے سنبھلنے کا وقت نہیں آیا کب تک اس جسم کو پالتا رہے گا۔ اسوقت کو یاد کر جب کہ قبر میں یہ کیڑے مکوڑوں کی غذا بن جائیگا۔ اس مختصر و جامع نصیحت کا اتنا اثر ہوا کہ اس روز کے بعد سے حالات بدل گئے بہت اچھے حالات ہوگئے بالکل کایا پلٹ ہوگئی۔ (تذکرۃ الرشید صہ ۵۱/۲)

مولانا اسعد اللہ صاحبؒ کا دھرم بھکشو سے مناظرہ

فرمایا:- مولانا اسعد اللہ صاحبؒ کا مناظرہ ہوا دھرم بھکشو سے۔ مولانا سائل اور وہ مجیب۔ مولانا اعتراض پر اعتراض کرتے چلے جارہے تھے وہ جواب دے رہا تھا۔ اس نے الزامی جواب دینا شروع کیا کہ تمہارے مذہب میں بھی تو یہ بات ہے۔ مولانا نے فرمایا آپکو الزامی جواب دینے کا حق نہیں۔ یہ جلسہ آپ کے مذہب کی پختگی کا ہے۔ اس میں ہم سوال کریں گے۔ آپ کو اپنے مذہب کی روشنی میں انکا جواب دینا ہوگا۔ مذہب اسلام سے اس جلسہ میں بحث ہو ہی نہیں سکتی۔ جب ہمارا جلسہ ہوگا اس وقت آپ مذہب اسلام پر اعتراض کرسکتے ہیں۔ اس نے پوچھا آپ کب جلسہ کریں گے؟ فرمایا بس ابھی ابھی آپکو شکست دیکر کرتے ہیں چنانچہ جلدی جلدی کرکے نمٹا دیا پھر مولانا نے کہا اب آؤ ہمارا جلسہ ہے۔ مذہب اسلام پر جس شخص کو اعتراض کرنا ہو کرے۔ ہم جواب دیں گے۔ اس نے پوچھا آسمان کتنے ہیں۔ مولانا نے فرمایا نوؔ۔ اس نے کہا نویں آسمان کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا آٹھواں آسمان۔ اس نے پوچھا۔ اس کے نیچے کیا ہے؟ مولانا نے کہا ساتواں آسمان۔ پوچھا اسکے نیچے کیا ہے؟ کہا چھٹا، پانچواں، چوتھا، تیسرا، دوسرا، پہلا۔ اس نے پوچھا اس کے نیچے کیا ہے؟ مولانا نے کہا۔ کرۂ نار۔ کرۂ زمہریر۔ کرۂ ماء۔ کرۂ ہوا۔ ایک زمین اسکے نیچے دوسری زمین۔ اس کے نیچے تیسری زمین۔ وہ پوچھتا گیا اس کے نیچے کیا، اس کے نیچے کیا۔ مولانا جواب دیتے گئے۔ اخیر میں فرمایا۔ اسکے نیچے میں۔ اس نے کہا آپ کے نیچے کیا؟ فرمایا تیری ماں (املک)۔ اس پر اس نے کہا مولانا میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں ہارا اور آپ جیتے۔ (نوٹ) مناظرہ کا موضوع تھا "حقانیت اسلام" مگر اس نے آسمان کی باتیں پوچھیں۔ اس لئے مولانا نے ایسا جواب دیا۔ اور ایسے موقع پر ضرورت بھی ایسے ہی جواب کی ہے کہ علمی جواب مفید نہیں۔

مَنْ قَالَ مَا لَا يَنْبَغِي سَمِعَ مَا لَا يَشْتَهِي

فرمایا:۔ ایک مرتبہ رام چندر سے مناظرہ تھا۔ اس نے کہا مولانا کے پاس دلیل تو کچھ ہے نہیں صرف جوانی کا جوش ہے۔ مولانا اسعد اللہ صاحبؒ نے فرمایا آپکو احساس ہوا ہوگا میری جوانی کے جوش کا۔ شاید سابقہ پڑا ہے آپکو میری جوانی سے۔

ایضاً

فرمایا:۔ کالی چرن آریہ عربی خوب جانتا تھا۔ اس نے میرٹھ آکر اُدھم مچایا۔ میرٹھ والوں نے آدمی بھیجا حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے پاس۔ تو مولانا نے مولانا اسعد اللہ صاحبؒ کو بھیجدیا۔ اس وقت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ کے ڈاڑھی نہیں آئی تھی۔ میرٹھ والوں نے دیکھا یہ تو لونڈا ہے اور کالی چرن پرانا خُرّاٹ ہے۔ خیر حضرت نے بھیجا ہے تو ٹھیک ہی ہوگا۔ کالی چرن نے کہا۔ ابھی عمر ہی کیا ہے؟ ابھی تو منہ چوموانے کا زمانہ ہے منہ چوموا ؤ جاکر۔ تم جیسے سیکڑوں کو میں نے نیچا دکھلا دیا ہے۔ مولانا کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے، کرسی کے سامنے میز رکھی تھی۔ میز پر کھڑے ہوگئے اور کہا میں آریہ پبلک کو مبارکباد دیتا ہوں کیونکہ پنڈت جی نے سیکڑوں کو نیچا دکھا دیا ہے۔ میں بھی شور سنکر آیا ہوں کہ پنڈت جی کا نیچا دیکھوں گا۔

پنڈت جی دیکھوں نیچا   پنڈت جی دیکھوں نیچا

اگر نہیں دکھلائینگے تو آریہ پبلک سے سوال ہے میرا کہ دیکھنا ہے مجھے پنڈت جی کا نیچا۔ بس مناظرہ آگے چلا ہی نہیں۔

کیا شیخ نے گھڑی باندھی ہے

عرض:۔ کیا حضرت شیخؒ نے گھڑی باندھی ہے؟

ارشاد:۔ حضرت شیخؒ نے کبھی نہیں باندھی۔ مدرسۂ قدیم مظاہر علوم کی مسجد میں عصر بعد مفتی یحیٰی صاحبؒ اور مولوی الیاسؒ کو قرآن پاک سنایا کرتے تھے۔ ان سے کہتے بھئی اپنی گھڑی

نکال کر سامنے رکھدو۔ وہ رکھدیتے تو بار بار اسے دیکھتے اور انکو چھیڑنے کے لئے کہتے کہ قرآن پاک میں جو اہل جنت کو کنگن پہنانے کا ذکر آیا ہے وہ شاید ایسے ہی ہونگے۔

دیوبند چھتہ مسجد میں میلاد شریف

فرمایا :۔ حضرت حاجی عابد حسین صاحب میلاد کے قائل تھے، کرتے بھی تھے۔ جسوقت میرا قیام دیوبند ہوا اور رمضان وہاں گذارنے کی نوبت آئی تو ان کے خاندان کے لوگ جمعہ جمعہ کو آتے تھے اور آواز ملاکر میلاد شریف پڑھتے تھے۔ اور کچھ موئے مبارک بھی تھے کسی صاحب کے پاس انکی زیارت بھی کراتے تھے۔ میں نے پوچھا ایک صاحب سے یہ کیا ہے؟ تو انھوں نے کہا تم بھول گئے۔ شاخ چلی ہے حضرت حاجی رح سے۔ پھر جمعہ کی نماز کے بعد ان کے یہاں تو میلاد شریف پڑھا جاتا۔ ہمارے یہاں ذکر کی مجلس ہوتی۔ اتنا بیچاروں نے کرم کیا کہ مسجد کے اندر نہ پڑھتے تھے بلکہ حجرہ میں پڑھتے تھے۔ میلاد کے بعد مٹھائی تقسیم کرنے کے لئے مسجد میں بھی آدمی آتے مگر ذاکرین میں سے کوئی نہ لیتا۔ ایک مرتبہ میں نے ایک بڑے صاحب سے کہا (جو میرے پاس آیا کرتے تھے) کہ یہ جو میلاد شریف پڑھا جاتا ہے آواز ملا کر تو پڑھنے والے ہی پڑھنے والے ہوتے ہیں سننے والا کوئی ہوتا ہی نہیں۔ اس کے بجائے اگر ایک آدمی پڑھے بقیہ سب سنیں جیسا کہ بخاری شریف کا سبق ہوتا ہے کہ ایک پڑھتا ہے بقیہ سنتے ہیں تو کچھ فائدہ بھی ہو۔ انھوں نے کہا ہاں بہت اچھی بات ہے۔ میں آئندہ اس کی تاکید کردوں گا۔ مگر خدا کا کرنا آئندہ رمضان سے پہلے انکا انتقال ہی ہوگیا۔ شاید وہاں جاکر تاکید کی ہو۔ اور پھر اللہ نے کیا برسات میں جو حجرے پرانے تھے وہ بھی گر گئے، انکی محفل اجڑ گئی۔ میلاد بند ہوگیا۔

براہین قاطعہ کی تعریف بزبان مولانا گنگوہیؒ

فرمایا :۔ ان حضرات کا اختلاف ایسا

تھا کہ مولانا احمد علی صاحب سہارنپوریؒ جو محشی ہیں بخاری شریف کے انھوں نے ایک فتویٰ لکھا میلاد کے متعلق جس میں اسکو بدعت بتلایا۔ اس کے رد میں مستقل کتاب "انوار ساطعہ" لکھی مولانا عبد السمیع صاحبؒ نے۔ اس کے جواب میں "براہین قاطعہ" لکھی گئی جس میں انوار ساطعہ کو پورے طور سے رد کر دیا۔ براہین قاطعہ مولانا خلیل احمد صاحبؒ کی ہے اور مولانا گنگوہیؒ نے اسکو بہت پسند فرمایا کہ مصنفؒ نے سعی بلیغ کی ہے وغیرہ وغیرہ۔ حضرت گنگوہیؒ نے اتنی تعریف کسی اور کتاب کی نہیں کی۔

کیا ٹیپو سلطان صاحبِ ریش تھے

عرض:۔ ٹیپو سلطان صاحب ریش تھے یا نہیں؟

ارشاد:۔ انکا مجسمہ بنا رکھا ہے وہ تو بغیر ریش کے ہے البتہ ایک مرتبہ حضرت مدنیؒ انکی قبر پر گئے اور بہت دیر تک مراقب رہے بعد میں فرمایا ان کے چہرہ پر سنت تھی۔ پھر فرمایا (حضرت زاد مجدہم نے) کہ ٹیپو سلطان دو گذرے ہیں۔ ایک دادا، ایک پوتا دونوں انگریز کے خلاف تھے۔

رضا خانیوں کے فتنہ فساد کرنیکی وجہ

ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت۔ آجکل یہ رضا خانی اتنا فتنہ کیوں مچارہے ہیں ہر جگہ جہاں دیکھو ان کا فتنہ ہے اس پر ارشاد فرمایا کہ بچارے فتنہ کیوں نہیں کریں گے جبکہ آپ کے پالن حقانی صاحب ہر جگہ اپنی زور دار تقریریں کر رہے ہیں جس سے ان کی خانقاہیں مدرسے ویران ہوتے جارہے ہیں دوسری طرف آپ کی تبلیغی جماعت سعی میں مشغول ہے جو سب کو کھینچ کھینچکر چلہ کیلئے لیجاتے ہیں اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب کے نواسے خود تبلیغی جماعت میں نکل گئے نظام الدین بھی آتے تھے اسوجہ سے انکے پیروں تلے کی زمین نکلتی جارہی ہے۔

حضرت مہتم صاحبؒ کا مُناظرانہ جواب

ارشاد فرمایا کہ حضرت مہتم صاحبؒ سے

ایک بدعتی نے کہا کہ حضرت ۔ آپ لوگوں نے ایک جاہل شخص { یالن حقانی صاحب } کو عالم بنا دیا ہے اس نے ساری دنیا میں تقریریں کرکے فتنہ برپا کر رکھا ہے تو حضرت مہتم صاحب نے فرمایا کہ ہم نے تو ایک ہی جاہل کو عالم بنایا ہے اور آپ کے یہاں تو سارے ہی جاہل عالم بنے ہوئے ہیں ہم بہت مدت سے آپ کے سب جاہلوں کو برداشت کر رہے ہیں آپ ہمارے ایک جاہل کو برداشت کریں ۔

پھر حضرت زاد مجدہ نے فرمایا کہ حضرت مہتم صاحب نے جو جواب مرحمت فرمایا وہ مناظرانہ تھا ان کی شان اور اہتمام کے لائق یہ جواب تھا کہ ہمارا تو کام ہی یہی ہے کہ ہم جاہلوں کو عالم بناتے ہیں ۔

حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ کا قادیانیوں سے مناظرہ

فرمایا کہ ایک مرتبہ دہلی میں قادیانیوں سے مناظرہ طے ہوا ۔ موضوع انھوں نے خود ہی متعین کیا کہ حضرت عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام افضل ہیں یا حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۔ سہارنپور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ کو اطلاع دی گئی ۔ آپ مناظرہ کیلئے دہلی تشریف لے گئے ۔ مناظرہ شروع ہوا ، قادیانیوں کے ترجمان نے کہا کہ تمہارے عقیدہ کے اعتبار سے حضرت عیسٰے علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ شانہ نے چوتھے آسمان پر زندہ اٹھالیا اور حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو موت آئی اور آپ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مٹی میں دفن کیا گیا تو اب بتلایئے کہ جو چیز اوپر ہوتی ہے وہ افضل ہوتی ہے یا جو چیز نیچے ہوتی ہے وہ افضل ہوتی ہے ؟ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ فوراً کھڑے ہوئے اور

فرمایا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک بہت اونچا ہے تم لوگ اس قابل نہیں ہو کہ انکا نام لو۔ باقی جو دلیل آپ نے بیان کی ہے اس دلیل کا تقاضہ یہ ہے کہ قادیان کے بھنگی اور چمار غلام احمد قادیانی سے افضل ہوں بلکہ قادیان کے کتے اور خنزیر تمہارے نبی سے افضل ہوں۔ اس واسطے کہ یہ سب زمین کے اوپر ہیں اور مرزا غلام احمد قبر میں ہے، زمین کے نیچے ہے۔

بزمانۂ حضرت سہارنپوریؒ، سہارنپور میں عیسائی مشن کا رد

فرمایا کہ ایک مرتبہ سہارنپور میں بہت سارے عیسائی آگئے اپنا دین پھیلانے کے لئے۔ تقریباً چار بجے شام کے سارے شہر میں پھیل گئے اور لوگوں کو بہکانا شروع کیا۔ ادھر حضرت سہارنپوریؒ نے اساتذہ وطلبہ کو چھٹی دیدی۔ ایک ایک عیسائی پادری کے مقابلہ میں دو دو طالبعلم بھیجدیئے چنانچہ یہ سب بھی سارے شہر میں پھیل گئے۔ ایک جگہ دو طالبعلم پہنچے تو دیکھا کہ ان عیسائیوں نے ایک دیہاتی کو پکڑا رکھا ہے، اس سے پوچھ رہے ہیں کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا مسلمان۔ ان عیسائیوں نے کہا کیا دلیل تمہارے پاس مسلمان ہونیکی۔ اس دیہاتی نے جواب دیا کہ میں کلمہ پڑھتا ہوں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)، عیسائی نے کہا کہ کلمہ تو میں بھی پڑھتا ہوں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) حالانکہ میں تو مسلمان نہیں۔ تم اس کا ترجمہ بتلاؤ؟ اس پر وہ دیہاتی خاموش۔ اس پر ان طالبعلموں میں سے ایک نے دیہاتی کا ہاتھ اس عیسائی کے ہاتھ سے جھٹک کر کہا۔ چھوڑ دو میں بتلاتا ہوں اس کے بعد اس دیہاتی سے کہا بتا بھئی۔ اللہ کتنے؟ اس نے کہا ایک۔ طالب علم نے پوچھا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون؟ اس نے کہا اللہ کے رسول ہیں۔ اس پر طالب علم نے عیسائی سے کہا یہی تو ترجمہ ہے اس کا۔ چھوڑ دیجا ناہر

کلمہ کا مطلب۔ پھر فرمایا کہ یہ لوگ طرح طرح سے دھوکہ دیتے ہیں۔ پیسہ، کپڑا، شادی کرانے اور ملازمت دلانے کا لالچ دیتے ہیں۔ جو چیزیں حرام ہیں انکو حلال بتاتے ہیں۔ بس حق تعالیٰ ہی حفاظت فرمائے۔

حضرت سید احمد رائے بریلوی کی ہندوؤں کے میلہ میں دعوت اسلام

فرمایا کہ ایک روز مولانا سید احمد صاحب رائے بریلوی نے مولانا عبدالحی صاحب اور مولانا اسمٰعیل صاحب سے فرمایا کہ چلو بھئی میلہ میں چلیں۔ ہندوؤں کا میلہ تھا۔ چنانچہ تینوں حضرات میلہ میں پہنچے۔ وہاں مولانا سید احمد صاحب نے دونوں حضرات سے فرمایا کہ دیکھو کوئی یہاں کام کا آدمی ہے؟ یہ حضرات لگے گھومنے، ایک جگہ دیکھا کہ کئی سادھو بیٹھے ہیں۔ واپس آکر بتلایا کہ ایک سادھو ہے وہ کچھ کام کا معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا اچھا چلو دیکھیں کون ہے۔ تینوں اس سادھو کے پاس پہنچے اس حال میں کہ وہ ننگا تھا۔ ان حضرات کو دیکھ کر فوراً اس نے اپنے بدن پر کپڑا لپیٹا اور استقبال کیلئے کھڑا ہوگیا۔ یہ تینوں حضرات جاکر اس کے پاس بیٹھ گئے اور اس سے کہا کہ تم خدا کتنے مانتے ہو؟ اس نے کہا کہ میں موحد ہوں ایک خدا مانتا ہوں۔ مولانا سید احمد صاحب نے فرمایا کہ رسولؐ کو مانتے ہو؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا کیوں نہیں؟ کہا ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ رسول ذریعہ ہوتا ہے خدا تک پہنچنے کا اور میں خود ہی خدا تک پہنچا ہوا ہوں، موحد ہوں۔ اس کے بعد مولانا سید احمد صاحب نے ہاتھ اوپر کو کیا تو ہاتھ میں ایک پھل آیا اس کو کاٹا اور خود کھایا اور سادھو کو بھی کھلایا سادھو نے بھی اسی طرح ہاتھ اوپر کو کیا۔ اس کے ہاتھ میں بھی ایک پھل آگیا۔ اس کے بعد مولانا سید احمد صاحب نے دوبارہ ہاتھ اوپر کو کیا تو ہاتھ میں ایک پیالی آئی اور ایک چھری۔ سادھو نے بھی ایسا ہی کیا اس کے ہاتھ میں بھی ایک پیالی اور چھری آگئی۔ مولانا نے چھری سے اپنے ہاتھ کی نس کھول کر اس پیالی میں خون نکالا اور اس پیالی کو

مٹی میں دفن کر دیا۔ سادھو نے بھی اپنے ہاتھ کی نس سے خون نکال کر پیالی کو مٹی میں دبا دیا۔ کچھ دیر بعد مولانا نے اپنی پیالی نکالی۔ سادھو نے بھی اپنی پیالی نکالی تو دیکھا کہ حضرت مولانا والا خون تو مشک کیطرح مہک رہا ہے۔ اور سادھو کے خون میں کیڑے پڑ گئے۔ بڑی بدبو آنے لگی۔ تب مولانا سید احمد صاحبؒ نے اس سے فرمایا کہ زمین کے اوپر رہتے ہوئے تم کو رسول کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی، زمین کے نیچے یعنی مرنے کے بعد تم کو رسولؐ کی ضرورت پڑے گی۔ اس سادھو نے کہا کہ آپ نے ٹھیک کہا۔ مولانا نے کہا پھر کیا دیر ہے اس نے کہا کچھ نہیں۔ فوراً کلمہ پڑھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد اس کو ساتھ لیکر آ گئے۔

وہاں کی خاک کہاں ہے

فرمایا کہ حضرت مدنیؒ نے اپنی سوانح میں لکھا ہے کہ میں جب مدینہ منورہ میں ذکر کرتا تھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرا بدن حضرت گنگوہیؒ کا بدن بن گیا۔ میں اپنے ہاتھ میں کاٹتا کہ دیکھوں میرا ہی بدن ہے؟ احساس ہوتا ہے یا نہیں۔ اس کے بعد حضرت گنگوہیؒ نے حضرت مدنیؒ کے پاس لکھا کہ کچھ دن کیلئے یہاں آ جاؤ۔ چنانچہ آئے۔ ان کے بھائی بھی ساتھ تھے۔ ان کے بھائی تو سیدھے حضرت گنگوہیؒ کے پاس پہنچے۔ اور حضرت مدنیؒ پہلے دیوبند آئے پھر گئے گنگوہ۔ ان کے بھائی سے حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ وہاں کی گرد کہاں ہے۔ کہا کہ وہ تو انھیں کے پاس ہے۔ حضرت مدنیؒ پہنچے تو فرمایا کہ وہاں (روضۂ اطہر) کی خاک کہاں ہے۔ آپ نے وہاں کی خاک دی حضرت گنگوہیؒ نے اسکو اپنے سرمہ میں ڈلوایا اسطرح اسکو آنکھوں میں جگہ دی۔ یہ ہے عشق نبوی۔ کہاں ہیں وہ جو ان حضرات کو گستاخانِ رسول وغیرہ ناموں سے پکارتے ہیں آئیں اور موازنہ کریں۔ اُولٰئِکَ اٰبَائِیْ فَجِئْنِیْ بِمِثْلِہِمْ اذا جمعتنا یا جریر المجامع

اس کے بعد حضرت مدنیؒ نے عرض کیا کہ مجھ کو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میرا بدن، آپکا بدن بن گیا۔ اس پر حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا اسی کو تو فنا فی الشیخ کہتے ہیں۔

حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم کے واقعات
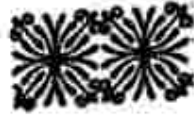
لیجئے حضرت وہ آگئے

ارشاد فرمایا کہ میرے نکاح سے دو روز بعد حضرت مدنیؒ گنگوہ تشریف لائے میرے نکاح کا علم ہوا جس میں مہر فاطمی مقرر نہ کیا گیا تھا بلکہ اس سے کافی زائد پانچ ہزار روپیہ تھا اس وقت چاندی کا روپیہ چلتا تھا، حضرت مدنیؒ مہر فاطمی پر بہت زور دیتے تھے۔ اس لئے مہر کے متعلق دریافت فرمایا۔ بتایا گیا کہ مہر اتنا ہے۔ اس پر ناراض ہوکر فرمایا "من کان عاقدا؟" نکاح کس نے پڑھایا۔ کسی نے جواب دیا۔ کون بولتا ان کے سامنے فرمایا۔ اس بیچارے کے سر پر تو اتنے بال بھی نہیں کہاں سے ادا کریگا۔ والد صاحب سے ملاقات ہوئی تو ان سے خوب لڑے کہ اتنا مہر کیوں رکھا مہر فاطمی کیوں تجویز نہ کیا۔ پھر مجھ سے مٹھائی کا مطالبہ کیا۔ مٹھائی کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا حضرت مٹھائی آپ کیلئے اور آپ کے کتوں کیلئے۔ فرمایا میرے ساتھ تو کتے نہیں ہیں۔ میں نے عرض کیا ابھی آئے جاتے ہیں۔ اتنے میں دو سی آئی ڈی پہنچ گئے۔ میں نے کہا لیجئے حضرت وہ آگئے۔ حضرت سمجھ گئے اور مسکرائے۔

دو پادری حضرت کی خدمت میں

فرمایا کہ کچھ طلبہ یہاں دیوبند میرے کمرہ میں دو پادریوں کو لائے اور کہا کہ یہ دونوں پہلے مسلمان تھے اب عیسائی ہیں۔ پھر مسلمان ہونا چاہتے

ہیں انکا ایک سوال ہے اس کا جواب مل جائے تو ابھی مسلمان ہو جائیں۔ سوال یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے ایک ہونیکی عقلی دلیل کیا ہے؟ اسپر انمیں سے ایک بولا دیکھو جی میں آیا نہیں ہوں لایا گیا ہوں۔ میں نے ان طلبہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تم خواہ مخواہ کسی کو پکڑ کر کیوں لاتے ہو تمہیں کیا ضرورت پڑی اگر یہ خود آکر معلوم کرتے تو میں انکو بتلاتا لیکن یہ خود نہیں آئے اس لئے انکو تو بتلاتا نہیں البتہ تم کو سمجھاتا ہوں۔ یہ بتاؤ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نبی ہیں اس کی دلیل کیا ہے؟ حق تعالیٰ شانہ نے ان پر انجیل نازل فرمائی اس کی دلیل عقلی کیا ہے؟ اس کی عقلی دلیل بتلاؤ تو میں اللہ کے ایک ہونیکی دلیلِ عقلی بتلادوں اور یہ میں نے تمہارے سمجھنے کیلئے کہا ہے۔ یہ پادری جب پوچھیں گے تب انکو جواب دونگا اس پر وہ اٹھ کر چلے گئے اور اپنے جانے سے پہلے دیوبند ہی کے کسی اخبار میں شائع کیا کہ ہم نے فلاں عالم سے ملاقات کی انھوں نے یہ کہا، ہم نے اس پر یہ اشکال کیا انھوں نے یہ جواب دیا۔ فلاں کے پاس گئے ان پر یہ اشکال کیا انھوں نے یہ جواب دیا۔ میرے متعلق لکھا کہ ہم ان کے پاس گئے ان سے ہمیں بہت فائدہ ہوا۔ بس یہ لکھا باقی جو گفتگو ہوئی تھی وہ کچھ نہ لکھی۔

انفاسِ طیبہ

دارالافتاء کے طلبہ الاشباہ والنظائر پڑھنے کے لئے حاضرِ خدمت ہوئے اور زیادہ قریب ہو کر بیٹھ گئے تو ارشاد فرمایا کہ انفاسِ طیبہ سے استفادہ کرنیکی مجھ میں ہمت نہیں۔ ان کے نہ سمجھنے پر ارشاد فرمایا کہ انفاس جمع ہے نَفَس کی بمعنیٰ سانس اور طیبہ کے معنے عمدہ۔ مطلب یہ کہ آپ لوگ ذرا فاصلہ سے بیٹھیں۔

میں تو گالی والی زبان سے محروم ہوں

ارشاد فرمایا کہ میں ایک جگہ تقریر کر رہا تھا ایک صاحب نے (جو اپنے ہی تھے) پرچہ دیا جس میں لکھا تھا کہ جب یہ مدِمقابل کے لوگ گالی دے رہے ہیں تو آپ گالی کیوں نہیں دیتے کیا آپ کے منہ میں زبان نہیں۔ میں نے کہا ہاں بھئی میرے منہ میں زبان نہیں۔ زبان حق تعالیٰ شانہ کی نعمت ہے اس کا حق یہ

ہے کہ اس کو اچھے کاموں میں مشغول رکھا جائے، ذکر کریں، تلاوت کریں، وعظ کہیں، غلط جگہ
اس کو استعمال کرنا ناشکری ہے اس لئے میں تو گالی والی زبان سے محروم ہوں۔ بتائیے
اگر کسی شخص کے پاس طرح طرح کے عطر ہوں خوشبوئیں ہوں اور کوئی جاکر اس سے کہے
کہ آپ کے پاس گوبر تو ہے ہی نہیں۔ تو وہ کہنے والا ہے نا بیوقوف، بریلی پاگل خانہ میں بھیجنے
کے لائق۔ اسی طرح زبان کو سمجھ لو۔

روپیہ بھی دیا اور لینے والے کا شکریہ بھی ادا کیا

حضرت مدنیؒ کے ایک نواسے کی میزان، نحو میر شروع کرائی اور انکو کچھ نقد روپیہ عنایت فرمایا ان کے قبول کرنے
پر فرمایا جزاک اللہ۔ اس پر اہل مجلس ہنس پڑے تو فرمایا کہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں
کسی سے بطریق نقل لکھا ہے کہ اگر کوئی ہماری دعوت کرتا ہے اور ہم اس کی دعوت قبول
کر لیتے ہیں تو اس پر ہمارا احسان ہے اور اگر انکار کر دیتے ہیں تو اس کا ہم پر احسان ہے۔

بچھو پر حق تعالےٰ کی لعنت

ارشاد فرمایا ایک بزرگ کے مزار پر جانا ہوا۔ وہاں بچھو بہت ہیں مگر معلوم
ہوا کہ کاٹتے نہیں۔ کوئی صاحب لوٹا اٹھا کر لائے جس میں بچھو جمع کر رکھے تھے اس میں سے
ایک نکال کر میرے ساتھی کے ہاتھ پر رکھدیا جھٹ سے وہ آستین میں گھس گیا مگر ڈسا
نہیں خیر سے اس کے ڈنک ہی نہ تھا۔ مجھ سے کہا کہ ایک آپ بھی لے لو۔ ڈسے گا نہیں میں نے
کہا نا بھئی میں نہ لوں گا اس واسطے کہ اس نے تو نبی کو بھی نہیں بخشا۔ چنانچہ ایک بار حضور
اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز میں ڈس لیا جس سے بہت تکلیف ہوئی۔ نماز سے فراغت
پر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بچھو پر لعنت کرے کہ نہ نمازی کو چھوڑے نہ بے نمازی کو چھوڑے
(مشکوٰۃ ص ۳۶۰)

شاخ نکلوادی

ارشاد :- دیوبند میں قاری عبدالوحید صاحب کے لڑکے
کا انتقال ہوا دفن کے وقت کسی نے قبر میں بیری کی شاخ

ڈالدی۔ حضرت مدنیؒ تشریف فرماتھے میں بھی حاضر تھا۔ حضرت مدنیؒ نے وہ شاخ نکلوادی اور فرمایا کہ یہ ہمارے اسلاف کے طرزِ عمل کے بالکل خلاف ہے۔

قبر سے بیری کی شاخ نکالدینا

ارشاد :۔ کانپور میں میرے ایک دوست کے بچہ کا انتقال ہوا ان کے کہنے سے میت کو قبر میں میں نے ہی اتارا۔ کسی نے قبر میں بیری کی شاخ ڈالدی میں نے نکال کر پھینک دی اور کہا کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ فقہاء کرام نے ادنیٰ سے ادنیٰ مستحب کو بیان کیا ہے۔ اس چیز کو کسی نے ذکر نہیں کیا ان صاحب کے استاذ بھی وہاں موجود تھے جو پکے بدعتی تھے۔ لوگوں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا کسی کتاب میں تو ہے نہیں باقی دستور ہے۔

بریلویوں کا مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی ذات کو موضوعِ مناظرہ بنانے سے انکار

ارشاد فرمایا ایک جگہ بریلویوں سے مناظرہ کیلئے جانا ہوا۔ وہاں ہم نے کہا کہ حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی ذات کو موضوع بنایا جائے مناظرہ کا۔ ان کا کفر ثابت کیا جائے۔ مگر وہ اس کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ وہاں پولیس کا بھی انتظام تھا ہم نے داروغہ سے کہا کہ آپ نے کبھی شکار تو کھیلا ہوگا۔ اس نے کہا جی ہاں۔ میں نے کہا ہرن کے نشانہ اس کی دُم پر لگاتے ہیں یا سر پر؟ کہا سر پر کیونکہ سر پر گولی لگنے سے دُم تو خود بخود شکار ہو جائیگی۔ میں نے کہا اسی طرح ہمارے بڑے ہیں۔ ان کو مناظرہ کا موضوع بنایا جائے جب انکا کفر ثابت ہو جائیگا ہمارا خود بخود ہو جائیگا۔ داروغہ نے کہا جی ہاں بات تو معقول ہے مگر وہ پھر بھی انکو موضوع بنانے پر تیار نہیں ہوئے۔

پھر تو سُنّی نہیں ہو

ارشاد :۔ ایک جگہ بریلویوں سے مناظرہ کیلئے جانا ہوا وہاں حکومت کیطرف سے پابندی

لگ گئی ان کے ایک عامی شخص نے کہا کہ ہم اتنی دور سے مناظرہ سننے کیلئے آئے ہیں مگر مناظرہ ہوا ہی نہیں۔ میں نے کہا ہم اتنی دور سے مناظرہ کرنے کو آئے تھے پھر بھی مناظرہ نہیں ہوا۔ اس نے کہا چلو میں کرتا ہوں مناظرہ۔ میں نے کہا کر دیہ بتلاؤ تم کون ہو؟ اس نے کہا میں سنی ہوں میں نے پوچھا اعلیٰ حضرت کے مرید ہو؟ کہا ہاں میں نے کہا پھر تو سنی نہیں ہو کیونکہ اعلیٰ حضرت نے ملفوظات میں لکھا ہے مجھ سے سنت معاف کر دی گئی ہیں اور جس سے سنت معاف ہو جائیں وہ سنی نہیں ہو سکتا۔ اس پر وہ خاموش ہو گیا۔

بریلویوں کا حضرت تھانوی رح پر سی آئی ڈی ہونیکا الزام

ارشاد:- ایک جگہ بریلویوں سے مناظرہ ہو رہا تھا ان کے ایک صاحب نے تقریر میں کہا کہ ہم نے انگریز کو اپنے سینہ پر گولی کھا کر ہندوستان سے نکالا ہے اور دار العلوم دیوبند پاکستان کا اڈہ ہے۔ ۱۸۵۷ء کے بعد سب سے پہلے دار العلوم کی تلاشی ہوئی اور مولانا تھانوی رح انگریزوں کے سی آئی ڈی تھے۔ ۶۰۰ روپیہ تنخواہ انگریز ان کو دیتے تھے اس پر میں نے کہا اگر کسی شخص کو بدنام کرنا ہو تو اس کی بہتر تدبیر یہ ہے کہ اس کو مخالفین کا سی آئی ڈی کہدیا جائے اور صحیح پتہ تو اس کو ہو جو خود اس محکمہ سے تعلق رکھتا ہو۔ ہو سکتا ہے مولانا احمد رضا خانصاحب انتہائی رازداری کے ساتھ اپنے حلقہ اثر کے ڈر سے سو روپئے ماہوار انگریز سے لیکر مولانا تھانوی رح کے پاس پہنچایا کرتے ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھی سی آئی ڈی ہیں آپ کا بھی حصہ ہے۔ پھر آپ نے کہا کہ انگریز کو ہم نے سینہ پر گولی کھا کر ہندوستان سے نکالا ہے۔ مولانا احمد رضا خانصاحب نے انگریز کے زمانہ میں ہندوستان کو دار الاسلام قرار دیا اور انگریز کو ظل اللہ فی الارض لکھا ہے جس کو تمہارے اعلیٰ حضرت ظل اللہ فی الارض کہتے ہیں تم نے اس کو سینہ پر گولی کھا کر نکالا ہے۔ کتنے خوش ہو رہے ہوں گے وہ قبر میں کہ میرے متبعین ظل اللہ فی الارض کو سینہ پر گولی کھا کر نکال رہے ہیں۔ رہا یہ کہ دار العلوم کی تلاشی

ہوئی تو آپ جیسے مہربان زندہ ہیں تو کبھی تلاشی ہوسکتی ہے۔ اس وقت بھی آپ جیسے مہربان تھے اس لئے تلاشی ہوگئی اس میں کیا تعجب ہے جس کو چاہیں گے اس کی تلاشی ہوجائیگی۔

شیطان کن لوگوں کے پاس آتا ہے

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک شیعی نے مجھ سے کہا کہ شیعہ حضرات اپنے مذہب کے پکے ہوتے ہیں۔ جب سنو کہ فلاں شخص قادیانی ہوگیا یا فلاں شخص عیسائی ہوگیا تحقیق کرو تو وہ سنی ہی نکلے گا۔ میں نے جواب دیا کہ ہاں تمہاری بات صحیح ہے ابلیس شیطان تو انھیں لوگوں کے پاس آتا ہے جن کے پاس ایمان ہو اور سنی حضرات کے پاس ایمان ہے اس لئے شیطان ان کے پاس آتا ہے اور جن کے پاس ایمان نہیں ان سے تو وہ پہلے ہی سے مطمئن ہے ان کے پاس آکر شیطان کیا کریگا۔ وہ تو وہیں آئیگا جہاں تھوڑا بہت ایمان ہو اس پر وہ خاموش ہو رہا اور کوئی جواب نہ دیا۔

مردانہ لباس پہنو

فرمایا:۔ سفرحج میں دو آدمی ایسے تھے جن کے سر پر چوٹی تھی، زنانہ لباس تھا۔ جب احرام باندھنے کا وقت آیا تو آئے ہمارے پاس اور کہا۔ اجی ہمارا احرام کیسے بندھے گا؟ میں نے کہا کیوں؟ کیا بات ہے؟ ایک نے دوسرے کیطرف اشارہ سے کہا کہ یہ سمجھے نہیں۔ تو دوسرے نے کہا ہم خواجہ سرا (مخنث) ہیں۔ میں نے کہا کہ تم پیدا تو مرد ہی ہوئے تھے۔ لہٰذا اب بھی مرد ہی ہو۔ انھوں نے کہا جی ہاں۔ میں نے کہا پہلا کام تو یہ کرو کہ اپنی چوٹی منڈاؤ اور زنانہ لباس اتارد و مردانہ لباس پہنو۔ اس کے بعد احرام کی بات پوچھنا۔ انھوں نے اس پر عمل کیا تو انکو طریقۂ احرام بتایا گیا۔

کہیں نہیں اٹکا

فرمایا:۔ یہ میبذی نصاب میں کیوں داخل ہے؟ اتنی آسان کتاب اس کو استاذ سے پڑھنے کی کیا ضرورت؟ مدرسہ میں جب میں داخل ہوا تو ستر صفحات میں نے بغیر استاذ کے خود دیکھے

اور کہیں نہیں اٹکا دیکھتا چلا گیا۔ ہدیہ سعیدیہ اس سے بھی آسان ہے۔ ہاں شمس بازغہ مشکل ہے۔

مصنفِ شمس بازغہ کا حال

پھر فرمایا :۔ شمس بازغہ کے مصنف کے انتقال کے وقت یہ واقعہ پیش آیا کہ مصنف نے (کتاب تو لکھ لی تھی لیکن) مقدمہ نہیں لکھا تھا۔ حالتِ نزع میں کہنے لگے میرا شمس بازغہ بغیر مقدمہ کے رہ گیا۔ شاگرد قلم و دوات لیکر دوڑے وہ ایک جملہ بولتے طلبہ اس کو لکھتے اتنے میں غشی طاری ہو جاتی پھر کچھ دیر بعد ہوش آتا۔ دوسرا جملہ بولتے پھر غشی طاری ہو جاتی اور دوسرا جملہ پہلے جملہ کے ساتھ مربوط ہوتا۔

پھر فرمایا کہ اصل فلسفہ یونانی زبان میں تھا۔ اور لکھنے والا اس کا ارسطاطالیس تھا۔ جب یہ عربی زبان میں منتقل ہو گیا تو شیخ ابن سینا نے کتاب الشفاء میں اس کے اصول وکلیات لکھے، ان پر رد لکھا امام فخر الدین رازیؒ نے اور ان کے بیان کئے ہوئے تمام اصول کو مردود کر دیا۔ پھر دوسری شرح لکھی دوسرے شخص نے اس نے دلائل اور امثلہ بھی بیان کر دیئے اس کے بعد تیسری شرح لکھی ایک اور صاحب نے۔ اس کا نام محاکمات ہے۔ اس میں تنقیح ہے۔ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اتنی بات امام رازیؒ کی صحیح، اتنی بات فلاں شخص کی صحیح۔ اس طرح شمس بازغہ امام رازی کے بیان کردہ اعتراضات کے جوابات کو متضمن ہے اس کو رد کرنے کیلئے مستقل امام رازیؒ کی ضرورت تھی۔ اچھا ہوا کہ اس کے مصنف کا جلد ہی انتقال ہو گیا۔

مشروب کا بقیہ کس کو دیا جائے

حضرت دام مجدہٗ کی خدمت میں ٹھنڈا پیش کیا گیا اس میں سے کچھ نوش فرمانے کے بعد بقیہ مولانا احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم کو واپس کر دیا اس پر ایک صاحب نے (جو حضرت کی داہنی طرف بیٹھے تھے) کہا میں تو سمجھ رہا تھا کہ الایمن فالایمن پر عمل فرمائیں گے۔ اس پر فرمایا "بینک کے سود کیلئے اعلیٰ بات

تو یہ ہے کہ اس کو بینک میں واپس کر دیا جائے اگر وہاں واپس کرنیکی کوئی صورت نہ ہو تو پھر غرباء پر تقسیم کر دیا جائے: اسی طرح یہاں بھی اعلیٰ بات یہ ہے کہ جس نے ٹھنڈا پیش کیا بقیہ اسی کو واپس کر دیا جائے۔

مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہ کی بھانجی کے نکاح میں شرکت سے معذرت

مولانا ابرار الحق صاحب نے ہردوئی سے میرے پاس کانپور لکھا کہ میری بہن نے بھانجی کا نکاح میرے سپرد کر دیا ہے اس میں میں نے کسی کو نہیں بلایا صرف آپکو بلا رہا ہوں تشریف لاکر نکاح پڑھا دیجئے۔ میں نے لکھدیا کہ حاضری کا موقع نہیں اس لئے معذرت خواہ ہوں۔ البتہ آپ کے علم میں اگر کوئی روایت بھانجی کے نکاح میں اس طرح کسی کو دور سے مدعو کرنے کی ہو تو اس سے مطلع فرمائیں احسانِ عظیم ہوگا۔

پیٹ شریف میں بھوک شریف نہیں

ارشاد فرمایا ایک مزار پر جانا ہوا وہاں کے لوگ ہر چیز کے ساتھ لفظ شریف لگاتے تھے۔ مزار شریف، دروازہ شریف، درگاہ شریف، آستانہ شریف۔ میرے سامنے کھانا لایا گیا اور کہا گیا کہ یہ درگاہ شریف کا کھانا ہے۔ میں نے کہا کہ پیٹ شریف میں بھوک شریف نہیں ہے اسلئے کھانا شریف سے معذرت ہے۔

کسٹم والوں کی شرارت

۲ر مارچ ۱۹۹۰ء ۵ر شعبان ۱۴۱۰ھ کو حضرت دامت برکاتہم کی سفر افریقہ، جہاز وغیرہ سے دہلی واپسی ہوئی۔ ہوائی اڈہ پر جانچ پڑتال کسٹم وغیرہ میں انتظامیہ کی شرارت کے باعث تقریباً پانچ گھنٹے صرف ہوئے۔ نتیجۃً ایک بڑا افسر اسی وقت شدید بیمار ہو کر نکلا جب حضرت باہر تشریف لائے۔ تو استقبال کے لئے جانیوالے

خدام سے فرمایا کہ حضرت عمرؓ کو تیرہ سال بعد کسی صاحب نے خواب میں دیکھا کہ جبین مبارک پر پسینہ ہے اور فرما رہے ہیں کہ ابھی حساب کتاب سے فارغ ہو کر آرہا ہوں۔

صدر آپ ہونگے اور یا بھی آپ ہی ہوں گے

فرمایا جب دیوبند میں دارالقضاء قائم ہوا تو دارالعلوم کے ایک مفتی صاحب (مفتی احمد علی سعید صاحب) نے مجھ سے کہا کہ اس دارالقضاء کا صدر یا تو میں رہونگا یا آپ رہیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ کوئی بھلا نیک آدمی تھا بیوی تیز مزاج تھی ایک روز وہ صاحب نماز پڑھکر گھر پہنچے۔ بیوی نے کہنا شروع کیا کہ تو نے فلاں کام خراب کر دیا، ایسا ویسا کیا۔ اس نے کہا کہ میں نے تو ایسا نہیں کیا۔ بیوی نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے اس پر اس شخص (شوہر) نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور کہا یا اللہ یا تو میں مرجاؤں بس اتنا ہی کہہ پایا تھا (آگے کہنا چاہتا ہے کہ یا یہ (بیوی مرجائے) کہ بیوی نے جو چولھے کے پاس بیٹھی تھی چمٹا اٹھا کر کہا اور یا؟ اس نے کہا بس یا بھی میں ہی مرجاؤں۔ اسی طرح دارالقضاء کے صدر آپ ہوں گے اور یا بھی آپ ہی ہوں گے۔

اور شیشی اُن کے ہاتھ سے لے لی

مکہ مکرمہ میں ایک مصری شخص کوئی شیشی ہاتھ میں لئے ہوئے تھے ایک شیشی کھول رکھی تھی۔ جو ان کے پاس سے گذرتا تھا اس کی ناک پر تھوڑا سا عطر لگا دیتے اور کہتے "العطور من سنن الرسول صلی اللہ علیہ وسلم" میں ان کے پاس سے گذرا تو میرے ساتھ بھی انھوں نے یہ معاملہ کیا اور کہا العطور من سنن الرسول صلے اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں نے کہا نعم نعم اور شیشی ان کے ہاتھ سے لے لی اور کہا قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم حبب الی من دنیاکم ثلث وعد منهن الطیب[۱]

---

[۱] یعنی مجھے تمہاری دنیا کی چیزوں سے تین چیزیں محبوب ہیں ان میں سے ایک خوشبو ہے۔

اس پر انھوں نے کہا نعم نعم۔ اس پر میں نے کہا قبول الھدایۃ من سنن الرسول صلے اللہ علیہ وسلم ایضاً۔ اس پر انھوں نے شیشی میرے ہاتھ سے چھین لی کہ یہ تو لیکر دیتے ہیں

جب تمہیں کھانیکا نمبر آئیگا تو سب ایک ہو جائینگے

فرمایا کہ میں سہارنپور سے گنگوہ جا رہا تھا۔ بس میں ایک ہندو نوجوان لڑکے نے کہا کہ مسلمان کتنی جماعتوں میں بٹ گئے۔ کوئی مسلم لیگ، کوئی جمعیت علماء کوئی انکے علاوہ، ہم نے انکے ٹکڑے کر دیئے۔ میں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی ماں کی گود میں سے اٹھکر آئے ہو۔ دیکھو ہاتھ میں پانچ انگلی سب الگ الگ ہیں لیکن جب نوالہ بنانیکا نمبر آتا ہے تو سب ایک جگہ جمع ہو جاتی ہیں۔ ایسے ہی مسلمان اگرچہ متفرق ہیں مگر جب تمھیں کھانیکا نمبر آئیگا تو سب ایک ہو جائیں گے۔

ایسی تلبیس کرتے ہو

فرمایا کہ ایک مناظرہ میں بریلویوں کیطرف سے براہین قاطعہ کے حوالہ سے ایک عبارت پیش کی گئی کہ اس میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور وہ عالم غیب ہیں۔ پھر کہا گیا کہ ویسے تو تم (دیوبندی) حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے عالم غیب ہونیکا انکار کرتے ہو مگر براہینِ قاطعہ میں اسطرح لکھا ہے۔ یہ کیا بات ہے۔ میں نے کہا کہ غلط ہے۔ کہیں ڈوب مرنے کو جگہ نہیں ایسی تلبیس کرتے ہو؟ براہین قاطعہ کی عبارت اس طرح ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ اور اللہ کی اجازت سے عالَمِ غیب میں جاتے ہیں۔ انھوں نے میں کو ہیں بنایا اور عالَم کو عالِم بنایا اس طرح تحریف کی۔

تناسخ (آواگون) کا ابطال

فرمایا کہ ایک ہندو لوگوں کو بتلا رہا تھا کہ

ؔ یعنی ہدیہ کا قبول کرنا بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے جیسا کہ خوشبو لگانا۔

ایک لڑکی چھوٹی سی بچی پیدا ہوئی ہے دوسرے جنم میں۔ اور پہلے جنم کی باتیں بتلاتی ہے۔ میں نے کہا غلط ہے، مرنے کے بعد کوئی نہیں آتا۔ اس نے کہا کہ پھر وہ لڑکی کیسے بتلاتی ہو کہ میری فلاں چیز وہاں ہے، فلاں چیز وہاں ہے۔ اور ایک بات اس نے ایسی بتلائی جس کا کسی کو علم نہیں۔ اس نے بتلایا کہ اس کونہ میں میرا خزانہ ہے۔ وہاں کھودا تو وہ خزانہ نکلا۔ میں نے کہا کہ اپنے مذہب کی تائید تم ایک ناسمجھ لڑکی سے کرتے ہو؟ کیا یہ صحیح ہے؟ اور پھر وہ خزانہ تو نے اس کو دیا؟ اس نے کہا کہ دو یا نہ دوں، وہ الگ بات ہے۔ میں نے کہا کہ تمہارے مذہب میں کیا لکھا ہے؟ دینا چاہئے یا نہیں؟ اس نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ کچھ دیر بعد کہا۔ اچھا دوسری دلیل لو ایک بیل نے دوسرے بیل سے کہا کہ کل ہماری سزا کا وقت پورا ہو جائیگا چنانچہ چوبیس گھنٹہ کے بعد وہ بیل مرگیا۔ میں نے کہا آپ اپنے مذہب کی تائید کیلئے بیل کو پیش کرتے ہو؟ اچھا بتلاؤ کہ اس بیل نے انسانی زبان میں کہا تھا یا بیل کی زبان میں؟ اگر بیل کی زبان میں کہا تھا تو تم نے کیسے سمجھا۔ اور اگر انسانی زبان میں کہا تو شور مچ جاتا کہ بیل انسان کی زبان بولتا ہے۔ اس پر انھوں نے کہا کہ اس بچی کو قرآن پاک کہیں کہیں سے یاد ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے پہلے جنم میں قرآن پاک پڑھا ہو لہٰذا تناسخ صحیح ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ اس سے تناسخ (آواگون) کی صحت پر استدلال کرنا خود تمہاری کتابوں کی رو سے غلط ہے۔ اس لئے کہ آپ کی کتاب ستیارتھ پرکاش میں لکھا ہے کہ پہلے جنم میں جس دھرم (مذہب) کو اختیار کیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحیح اور حق ہے تو اس کو پھر اسی جنم میں بھیجا جاتا ہے ورنہ دوسرے جنم میں بھیجا جاتا ہے۔ اب یہ لڑکی بقول آپ کے پہلے جنم میں مسلمان تھی، انسان تھی پھر اسی انسانی جنم میں آئی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ مذہب اسلام حق ہے۔ نیز اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ پہلے جنم کی کوئی بات دوسرے جنم میں یاد نہیں رہتی۔ اور اس کو پہلے جنم کا قرآن یاد ہے اس سے معلوم ہوا کہ تمہارا مذہب غلط ہے لہٰذا تم سب کو مسلمان ہو جانا چاہئے اس کے بعد وہ لوگ تو چلے گئے میرے

ساتھیوں نے مجھ سے پوچھا کہ اس کا سبب کیا ہے، اس کو قرآن پاک کی آیات کیسے یاد ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ بچے کے ذہن کا پردہ نہایت صاف اور منقش ہوتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی مسلمان سے سن سن کر یاد کرلی ہوں گی۔ تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ اس کے پڑوس میں کسی مسلمان کا گھر ہے وہاں تلاوتِ قرآن پاک ہوتی ہے اور یہ بچی وہاں آتی جاتی ہے اسی سے سن سنکر کچھ آیات اس کو یاد ہوگئیں ہیں۔ پھر شیطان کا بدنِ انسان میں چلنا کا بھی ملاحظہ

ان مُردوں میں روح کیسے پھونکتا

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب نے جامعہ عربیہ ہتھورا کے ایک جلسہ میں تقریر کی کہ زور سے قرآن پڑھنا حق اللہ ہے۔ پس اگر زور سے پڑھنے سے کسی کی نیند میں خلل آئے تو زور سے نہ پڑھے کیونکہ اس میں حق العبد ضائع ہوتا ہے۔ ان کے بعد میرا نمبر تھا تقریر کا۔ اکثر لوگ سوئے ہوئے تھے۔ میں نے کہا کہ میں تقریر آہستہ کرونگا ورنہ سونیوالوں کی نیند میں خلل ہوگا جیسا کہ ابھی مولانا نے فرمایا ہے۔ کچھ لوگ جاگ رہے تھے یہ سنکر وہ زور سے ہنسے تو سارے مجمع کی آنکھ کھل گئی کہ کیا ہوا۔ میں نے کہا آخر ان مُردوں میں روح کیسے پھونکتا۔ اب سب اٹھ گئے۔

ایک مدرسہ کا معائنہ

فرمایا:- ایک مدرسہ میں جانا ہوا۔ اس میں ایک استاذ بیٹھے تھے، ان کے سامنے چار بچے تھے۔ تین نابالغ، ایک بچہ بظاہر مراہق تھا۔ بلوغ کی حد تک نہیں پہنچا تھا۔ بیٹھ کر باتیں شروع کی۔ میں نے پوچھا آپ کے یہاں کتنے بچے ہیں؟ کہا ساٹھ۔ میں نے کہا انکی حاضری تو ہوتی ہوگی؟ انھوں نے کہا ہاں اور فوراً اٹھ کر الماری کھولی رجسٹر نکالا مگر اسمیں صرف تیس۳۰ بچوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ میں نے کہا اس میں تو صرف تیس نام ہیں؟ آگے میں نے ہی انکو راستہ بتلایا کہ جو مقامی بچے ہیں شاید آپ نے ان کے نام نہیں لکھے۔ جو صرف دار الطلباء میں رہتے ہیں ان کے ہی نام لکھے ہیں؟ انھوں نے کہا ہاں ہاں ۔ میں نے پوچھا

اچھا وہ تیس۳۰ کہاں ہیں ؟ بتلایا کہ فلاں جگہ تبلیغی اجتماع ہو رہا ہے اس کے لئے ہم نے چھٹی دے رکھی ہے وہاں گئے ہیں ۔ میں نے کہا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ صرف تیس۳۰ ہی ہوں نوّے۹۰ نہ ہوں ۔ اس پر انھوں نے ذرا آنکھیں نیچی کرکے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔ میں نے کہا مدرس صاحب تنہا ہیں ؟ جواب دیا۔ ہاں ۔ میں نے کہا ایک ہی مدرس نوے بچوں کو پڑھاتا ہے۔ ماشاء اللہ کرامت ہے ۔ پھر میں نے کہا کہیں ایسا تو نہیں کہ صرف یہی تین چار ہوں؟ انھوں نے کہا ہاں ایسا ہی ہے ۔ میں نے کہا اللہ کے بندے پہلے ہی کیوں نہیں بتلایا؟ کہا ہم مبالغۃً بیان کرتے ہیں ۔ میں نے کہا قرآن شریف کے علاوہ کچھ اور بھی پڑھاتے ہیں ؟ کہا ہاں ایک گھنٹہ مہتمم صاحب نے دے رکھا ہے عربی فارسی پڑھانے کیلئے ۔ وہ ایک گھنٹہ یہ دے رکھا تھا کہ وہ انکی (یعنی مہتمم صاحب کی) بھینس چرایا کرتے تھے ۔ اسی دوران مہتمم صاحب کے صاحبزادے آگئے انھوں نے آکر مجھ سے ان استاذ کی شکایت کی کہ مفتی صاحب پوچھئے انکو کس چیز کی پریشانی ہے ۔ گھی ، دودھ ، دہی ، بالائی ، روٹی ، سالن ، ناشتہ سب چیزیں انکو ملتی ہیں ۔ اب یہ ہیں کہ خود پڑھاتے نہیں ۔ اور دوسرا استاذ ہم لاتے ہیں تو اسکو ٹھیرنے نہیں دیتے ۔ نکالدیتے ہیں ۔

تناسخ پر پنڈت سے گفتگو

فرمایا :۔ ایک موٹر میں جا رہا تھا ۔ وہاں ایک ہندو پنڈت کسی نوجوان کو تناسخ کا مسئلہ سمجھا رہا تھا ۔ اس میں میں نے دخل اندازی کی کہ کوئی مرنیکے بعد واپس نہیں آتا ۔ اس نے دلیل سے سمجھایا میں نے اسکی دلیل توڑ دی ۔ اس نے سنسکرت کے الفاظ بولنے شروع کئے منتر پڑھا ۔ میں نے کہا آپ نے ثبوت شئی لشئی فرع ثبوت المثبت لہ" کہیں نہیں پڑھا ۔ اب وہ چپ میں بھی چپ ۔ پھر اس نے کچھ کہا ۔ میں نے کہا ۔ آپ سمجھتے ہی نہیں ۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں ثبوت شئی لشئی فرع ثبوت المثبت لہ ۔ پھر میں نے کہا اچھا ایک کتے کو پکڑ کر پوچھو ۔ کیوں بے پچھلے جنم میں کیا تو پنڈت تھا ؟ کیا حرکتیں

کی تھی تونے؟ وہ سمجھ گیا کہ مجھے کتا بنایا۔ بس کیا جواب دیتا چلا گیا۔

فتاویٰ رشیدیہ میں "اللہ میاں" لکھنے پر بریلویوں کو اعتراض

فرمایا:۔ رضا خانیوں نے ایک مناظرہ میں کہا فتاویٰ رشیدیہ میں جگہ جگہ لکھا ہوا ہے اللہ میاں اللہ میاں۔ اللہ تعالےٰ کو اللہ میاں کہنا ناجائز ہے۔ میں نے کہا بھئی کیوں ناجائز ہے؟ انھوں نے کہا کہ مولانا احمد رضا خانصاحب نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو میاں کہنا بے ادبی اور گستاخی ہے کیونکہ "میاں" کے تین معنے ہیں۔ ایک معنےٰ ہیں شوہر۔ یہاں یہ معنے مراد لینا غلط ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کسی کا شوہر نہیں۔ دوسرے معنیٰ "دلاّل" ہیں۔ جو کسی مرد اور عورت کے درمیان ناجائز تعلقات کرائے، ادھر سے بھی فیس لے اُدھر سے بھی فیس لے، یہ معنےٰ بھی درست نہیں۔ تیسرے معنےٰ ہیں آقا۔ یہ معنےٰ صحیح ہو سکتے ہیں۔ مگر جب اول دو معنےٰ شانِ خداوندی کے خلاف ہیں تو ایسا مُوہم لفظ بولنا درست نہیں جیسے یٰاَیُّھا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا" (الآیۃ) رَاعِنا کے ایک معنیٰ صحابہ مراد لیتے تھے (یعنی ہماری رعایت کیجئے) وہ صحیح تھے۔ ایک معنیٰ یہودی مراد لیتے تھے (ہمارے چرواہے) وہ غلط تھے۔ حق تعالےٰ نے ایسا لفظ بولنے سے منع کر دیا کیونکہ دوسرے غلط معنےٰ کا احتمال ہے۔ لہٰذا فتاویٰ رشیدیہ میں جو لکھا ہے اللہ میاں، اللہ میاں یہ غلط اور ناجائز ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ اعلیٰحضرت احمد رضا خانصاحب نے اپنے دو بیٹوں کو کچھ وصیتیں کی ہیں۔ اس میں لکھتے ہیں بڑے میاں، چھوٹے میاں۔ بڑے بیٹے کو بڑے میاں، چھوٹے بیٹے کو چھوٹے میاں۔ پہلے معلوم ہو چکا میاں کے تین معنے ہیں۔ ایک معنیٰ شوہر۔ وہ تو یہاں مراد ہو نہیں سکتے۔ اس واسطے کہ خانصاحب بھی مرد، بیٹے بھی مرد۔ مرد کا شوہر مرد نہیں ہو سکتا۔ قرآن میں کہا گیا ہے نِسَآءُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ" تمہاری عورتیں تمہارے لئے حرث (کھیتی) ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ مرد حرث نہیں لہٰذا یہ معنےٰ تو یہاں مراد ہو نہیں سکتے۔ نیز ارشاد ہے

فَانکحُوا مَا طَابَ لَکُمْ مِنَ النِّسَآءِ مردوں کو حکم ہے کہ عورتوں سے نکاح کریں۔ یہ نہیں کہا گیا کہ مرد مُردوں سے نکاح کریں۔ اور اگر خانصاحب کو عورت فرض کیا جائے تو بھی یہاں یہ معنیٰ مراد نہیں ہو سکتے۔ اسواسطے کہ خانصاحب ہوگی بیوی۔ بیٹے ہوں گے شوہر۔ ماں کو بیوی بنانا لازم آئیگا جو سخت گالی ہے۔ عوام میں بھی مشہور ہے، قرآن پاک میں بھی ہے حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّهٰتُکُمْ تم پر تمہاری مائیں حرام ہیں۔ پس خانصاحب عورت اور بیٹے شوہر فرض کئے جائیں تو بھی یہ نکاح ناجائز ہے۔ علاوہ ازیں ایک وقت میں ایک عورت کے دو شوہر ہو بھی نہیں سکتے۔ دوسرے معنےٰ آقا کے ہیں۔ وہ بھی یہاں مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ بیٹے ہوئے آقا، اور اعلیٰحضرت غلام ہوئے۔ سوال ہوگا یہ غلام بیٹوں کی ملکیت میں کہاں سے آیا۔ کہیں بازار سے خرید کر لائے یا کہیں سے میراث میں ملا، یا جہاد میں گرفتار کرکے لائے آخر اس عبدِ مشترک کی کیا حیثیت ہے۔ پس یہ معنےٰ بھی مراد نہیں ہو سکتے۔ لامحالہ وہ تیسرے معنےٰ دلاّل کے متعین ہو گئے۔ جس سے پتہ چلا گھر میں آمدنی کا ذریعہ کیا تھا۔ بڑے دلاّل، چھوٹے دلاّل اپنے ابا جان کی ہدایت کے مطابق کیا کام کرتے تھے۔ پھر فرمایا کہ ہمارے ایک دوست تھے انگریز انھوں نے کہا لغت کی کتابیں منگاؤ تاکہ میاں کے معنےٰ دیکھوں۔ میں نے کہا بھائی تھکتے رہئے آپ لغت کی کتاب میاں کے معنےٰ تلاش کرتے رہئے مگر آپ کو ملنے کے نہیں۔

گفتگو بر توسیعِ قدرت

فرمایا:۔ ایک روز کانپور میں کوئی بریلوی صاحب آ گئے۔ ان کے ساتھ دو تین معتقدین بھی تھے۔ آتے ہی انھوں نے سوال کیا آپ کا خدا جھوٹ بول سکتا ہے یا نہیں؟ میں نے ان سے کہا دیکھو بھئی بات کو بگاڑنا کوئی شریفانہ کام نہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ مولانا رشید احمد صاحبؒ نے فتاویٰ رشیدیہ صہ ج ۱ میں لکھا ہے کہ جس شخص کا نام لیکر اللہ تعالیٰ نے فرمادیا یہ جہنمی ہے اللہ تعالیٰ اسے جہنم ہی میں بھیجیں گے۔

(جیسے ابولہب) جنت میں نہیں بھیجنے کے۔ لیکن وہ جنت میں بھیجنا چاہے تو اسے کوئی روک نہیں سکتا وہ قادر ہے، بس اتنی سی بات ہے۔ تم نے اس پر کہدیا خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔ وہ کہنے لگے مجھے تو ہاں یا نہیں میں جواب چاہئے۔ خدا جھوٹ بول سکتا ہے یا نہیں؟ اور کچھ نہیں چاہئے۔ میں نے کہا بعض بات نفس الامر میں صحیح ہوتی ہے اس کے باوجود اس کا زبان سے نکالنا خلافِ ادب ہوتا ہے۔ مثلاً سب جانتے ہیں کہ انبیاء کا خالق اللہ ہے، فرشتوں کا خالق اللہ ہے، تمام حیوانات کا خالق اللہ ہے بندر اور خنزیر کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ لیکن علماء کرام نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خالق القردة والخنازیر نہیں کہنا چاہئے کہ اسمیں سوء ادب کا پہلو ہے۔ انھوں نے کہا آخر یہ ہڈی آپ کے حلق میں اٹکی ہوئی کیوں ہے؟ ہاں یا نہیں میں جواب کیوں نہیں دیتے۔ میں نے کہا معلوم ہوتا ہے خمیرہ گاؤزباں عنبری، جواہر مہرہ موافقِ مزاج نہیں، کچی اوجھڑی کی ضرورت ہے وہ بھی بغیر صاف کی ہوئی۔ بتلائیے اللہ تعالےٰ نے آپکو منہ دیا ہے منہ میں دانت ہیں، دانتوں میں تیزی ہے، چبانے کی طاقت ہے۔ زبان بھی دی ہے، حلق بھی دیا ہے، لعاب بھی ہے۔ بتلائیے اگر ایک چمچہ انڈے کے حلوے کا آپ کے منہ میں ڈالا جائے تو کھا سکتے ہیں۔ ایک چمچہ گاجر کے حلوے کا دیا جائے تو کھا سکتے ہیں، ایک نوالہ بریانی کا دیا جائے تو کھا سکتے ہیں لیکن اگر ایک چمچہ بلی کے پاخانہ کا آپ کے منہ میں ڈالا جائے تو اسے کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ دیکھئے کھائیے گا نہیں مسئلہ بھی یہی بتلاؤں گا، مشورہ بھی یہی دوں گا سوال صرف اتنا ہے کہ اُسے کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ ایسا تو نہیں کہ بلی کے پاخانے کا چمچہ منہ میں گیا منہ سارا پتھر بن گیا، دانتوں کی تیزی ختم ہو گئی، لعاب سب ختم ہو گیا، حلق کا پھاٹک بند ہو گیا اس لئے بتلائیے کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ انھوں نے اِدھر اُدھر کی ہانکنا شروع کی۔ میں نے کہا آخر بلی کے پاخانے کا چمچہ آپ کے منہ میں اٹکا ہوا کیوں ہے؟ اسے اگلئے یا نگلئے۔

گفتگو بر علم نبوی

اس کے بعد انھوں نے کہا آپ لوگ کہتے ہیں شیطان کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ تھا۔ میں نے کہا بعد میں دیکھ لیں گے کس کا علم زیادہ تھا۔ ابھی تو جحیہ کی بات ہو رہی ہے۔ کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج پہلی مرتبہ منہ میں بلی کا پاخانہ گیا ہے جو بہت ہی لذیذ معلوم ہو رہا ہے اس لئے اس کو منہ میں رکھتے ہوئے آپ نے دوسرا مسئلہ چھیڑا تاکہ اس کا ذائقہ حاصل کرتے رہیں۔ پھر کہا کیوں بھئی کیا میں نے کہا شیطان کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔ کیا میرے کسی فتوے میں دیکھا؟ اگر نہیں تو پھر بے سند بات میری طرف منسوب کرنیکا کیا حق ہے؟ میرا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ علیہ وسلم کو شانِ نبوت کے لائق ذات وصفات اور عالم آخرت کے متعلق اتنے علوم عطا فرمائے کہ تمام جن وبشر اور تمام ملائکہ کے علوم آپ کے علم کے مقابلہ میں بمنزلۂ قطرہ کے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ایک بڑے سمندر کیطرح ہے اور میرا عقیدہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم اس سے بھی زیادہ ہے اس کی کوئی نسبت قائم ہی نہیں کی جاسکتی۔ یہ ان علوم سے متعلق ہے جو شانِ نبوت کے لائق ہوں۔ رہا لغویات کا علم وہ کسی کے پاس زیادہ ہو تو حضور صلی اللہ علیہ کی شان میں فرق نہیں آتا۔ اس پر انھوں نے کہا یہی وہ چیز ہے جس کو آپ لوگ چھپاتے ہیں۔ جس کا علم زیادہ ہوگا وہ افضل ہوگا۔ میں نے کہا چاہے کسی قسم کا علم ہو؟ انھوں نے کہا ہاں علم تو علم ہی ہے؟ میں نے کہا دیکھو سڑک پر بیٹھ کر جوتی گانٹھنے والا چمار ایسی صفائی سے جوتی گانٹھ دیتا ہے کہ بادشاہ وقت بھی نہیں گانٹھ سکتا تو کیا اس چمار کو افضل کہو گے بادشاہ وقت سے؟ چور ایسی صفائی سے چوری کرتا ہے، جیب کاٹتا ہے کہ بڑے بڑے عالم نہیں کرسکتے۔ کیا چور افضل ہو جائے گا؟ انھوں نے کہا اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے۔ بات ظاہر ہے۔ اس پر میں نے کہا تو ممکن ہے کہ بریلی کے چمار افضل ہوں اعلیٰ حضرت سے، بریلی کے چور افضل ہوں اعلیٰ حضرت سے۔

اچھا یہ بتائیے آدمی کے پاخانہ کا ذائقہ آپکو زیادہ معلوم ہے یا سور کو؟ اور آپکو تو فرصت نہ ہوگی کیونکہ بلی کے پاخانہ کا بچہ آپ کے منہ میں موجود ہے۔ خانصاحب سے پوچھئے کہ آدمی کے پاخانہ کا ذائقہ خانصاحب کو زیادہ معلوم ہے یا سور کو؟ اگر اعلیٰ حضرت کو زیادہ معلوم ہو تو ہم کہیں گے اعلیٰ حضرت افضل ہیں سور سے آدمی کے پاخانہ کے ذائقہ کے بارے میں۔ اور اگر نہیں تو ہم کہیں گے خانصاحب سور سے بھی گئے گذرے ہیں، سور ان سے افضل ہے۔ اب ان کو غصہ آگیا، کہنے لگے آپ کو شرم نہیں آتی ایسی باتوں سے۔ میں نے کہا اچھا جب اللہ تعالیٰ کے متعلق پوچھ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے یا نہیں؟ اس وقت شرم نہیں آئی تھی۔ اب جو خانصاحب کے منہ میں پاخانہ گیا تو شرم آنی شروع ہو گئی۔

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میلاد میں تشریف لاتے ہیں؟

پھر انھوں نے کہا۔ آپ لوگ کہتے ہیں مجلس میلاد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہیں لا سکتے۔ میں نے کہا وہ بعد میں دیکھا جائیگا۔ پہلے یہ بتائیے کہ ایک لائن میں کھڑے ہوئے ہیں ایک کا نام سور، ایک کا نام احمد رضا خاں۔ ان میں سے کون زیادہ عالم ہے آدمی کے پاخانہ کے ذائقہ کا۔ اسے پہلے حل کر لیجئے۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جسطرح بلی کا پاخانہ آج عمر بھر میں پہلی مرتبہ آپ کے منہ میں گیا ہے اسی طرح خانصاحب کے منہ میں پہلی مرتبہ آدمی کا پاخانہ گیا ہے۔ اس لئے اس کو اپنے منہ میں رکھے ہوئے اگلا مسئلہ چھیڑتے ہیں۔ بھئی مجلس میلاد کے بارے میں بھی بات بگاڑی گئی ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ مجلس میلاد کے ختم پر تم لوگ قیام کرتے ہو۔ تم سے پوچھا جائے کہ قیام کیوں کرتے ہو؟ تو کہتے ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لانا دو طرح سے ہو سکتا ہے۔ ایک تو یہ کہ کسی حدیث میں

فرمادیا ہو کہ جہاں کہیں مجلس میلاد ہوتی ہے میں وہاں جاکر شرکت کرتا ہوں۔ ایسی کوئی مستند حدیث ہو تو بتلاؤ؟ اور دوسری شکل یہ کہ تمہیں نظر آتا ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ جب یہ دونوں باتیں نہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف منسوب کرنیکا حق کیا ہے؟ یہ تو "مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ"ع کی زد میں آتا ہے۔ پھر انھوں نے کہا جو شخص ہر جگہ پہنچ جاتا ہے وہ زیادہ افضل ہوتا ہے۔ شیطان تو ہر جگہ پہنچ جاتا ہے کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہیں پہنچ سکتے؟ میں نے کہا خدا تمہیں ہدایت دے۔ شیطان تمہارا مقتدا اور رہنما ہے۔ قرآن و حدیث سے تمہیں دلیل نہیں ملتی۔ ملتی ہے تو شیطان سے؟ اچھا یہاں بھی معلوم ہوتا ہے کہ اوجھڑی کی ضرورت پیش آئیگی۔ ایک بات بتلائیے ایک چھوٹی سی بیت الخلاء کی نالی جس میں مختلف قسم کی غلاظت بہتی ہے چھچھوندر اس میں گھس جاتی ہے اپنی حاجت پوری کرنے کے لئے۔ کیا تم بھی اس میں جا سکتے ہو؟ تم نہیں تمہارے والد بزرگوار جا سکتے ہیں اس میں؟ اگر والد بزرگوار بھی گھس جائیں اتنا بڑا سر لئے ہوئے تو ہم کہیں گے چھچھوندر افضل نہیں ہے تمہارے والد سے اسواسطے کہ یہ بھی پہنچ گئی وہ بھی پہنچ گئے دونوں برابر ہیں۔ اور اگر چھچھوندر چلی گئی اور آپ کے والد صاحب نہیں جاسکے تو ہم کہیں گے چھچھوندر آپ کے والد سے افضل ہے۔ بس ناراض ہو گئے اٹھ کر چلدیئے۔ میں نے کہا مہربان ذراسی بات اور سنتے جائیے۔ آپ کو مذہبی چھیڑ چھاڑ کا بہت شوق معلوم ہوتا ہے۔ آئندہ جب کبھی طبیعت کے اندر یہ شوق ابھرے تو اس کا خیال ملحوظ رہے کہ آپ یہاں سے اس حال میں جار ہے ہیں کہ بلی کے پاخانہ کا چچہ آپ کے منہ میں، آدمی کے پاخانہ کا چچہ خانصاحب کے منہ میں، آپ کے والد صاحب کا سر بیت الخلاء کی نالی میں ہے، پھر بھی اگر شوق ہو تو کر لیجئے ممکن ہے وہاں سے بھی کچھ اس قسم کا تحفہ مل جائے۔

ع مشکوٰۃ شریف ص۳۲ - جس شخص نے مجھ پر قصداً جھوٹ بولا اسکو چاہئے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

وکیل نے تو کچھ اور مشورہ دیا تھا

سیر عمر بن عبدالعزیز نامی کتاب حضرت اقدس دامت برکاتہم کی خدمت میں پیش کی گئی تو ارشاد فرمایا کہ پاکستان میں مجھے ایک صاحب نے یہ کتاب دی تھی مگر پاکستان ایسی سرزمین شریف ہے کہ وہاں سے کوئی کتاب میرے پاس نہیں پہنچی، بہت سی کتابیں خریدیں یا ویسے ہی ملیں ان میں سے کوئی کتاب مجھ تک نہیں پہنچی۔ ایک صاحب کی معرفت جو جہاز میں ملازم تھے کچھ کتابیں بھیجیں، نہ پہنچنے پر معلوم کرایا تو معلوم ہوا کہ ان صاحب کا تبادلہ ہو گیا پھر انکو تلاش کر کے معلوم کیا تو بتلایا کہ میں نے تو نظام الدین بھیجدیں۔ پوچھا کس کی معرفت؟ کہا یہ معلوم نہیں۔ نظام الدین معلوم کرایا تو پتہ چلا کہ وہاں کوئی کتاب نہیں پہنچی۔ ایک مرتبہ ایک دوست نے حجاز سے کچھ کتابیں بھیجیں۔ یہاں کی حکومت نے ان کو روک لیا اور مجھ پر مقدمہ قائم کرنا چاہا کہ تم بیرونِ ملک سے تجارت کرتے ہو، کیا تمہارے پاس لائسنس ہے؟ میں نے جواب دیا کہ میں نہ اندرونِ ملک تجارت کرتا ہوں نہ بیرونِ ملک۔ بات یہ ہے کہ ایک دوست نے کچھ مذہبی کتابیں بھیجی ہیں۔ قانون میں گنجائش ہو تو مجھے دیدیں، نہ گنجائش ہو تو واپس کردیں۔ اس پر انھوں نے وہ کتابیں دیدیں۔ وکیل نے تو کچھ اور مشورہ دیا تھا۔ میں نے کہدیا تھا۔ نا بھئی میں تمہارے مشورہ کو اختیار نہ کروں گا۔

اب کیا منطقی الفاظ بولیں

دیر سے حضرت دامت برکاتہم کی طبع مبارک علیل چل رہی ہے، ایک روز بغرض عیادت حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی مدظلہ تشریف لائے اور عرض کیا کہ ہم کو تو یہ خبر پہنچی تھی کہ حضرت کی طبیعت اسقدر خراب ہے کہ کسی سے ملنا بھی بند، گفتگو بھی بند۔ اسوقت تو آپ اچھے خاصے بیٹھے ہیں۔ اس پر ارشاد فرمایا کہ کسی وقت ایسا بھی ہوا ہے، دوام تو نہیں ہوا۔ قضیہ اتفاقیہ ہے۔ آپ نے اسکو دائمہ سمجھ لیا کسی صاحب نے کہا یہ تو منطقی الفاظ ہیں۔ اس پر فرمایا کہ اب کیا منطقی الفاظ بولیں۔ لوگ منطق جانتے ہی نہیں۔ میں نے درسِ نظامی میں سترہ کتابیں منطق کی پڑھی ہیں۔

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے طلبہ نے اپنی مجلس مناظرہ کے ختم پر حضرت اقدس دامت برکاتہم کو شرکت کی دعوت دی۔ مجلس مناظرہ علم غیب پر تھی۔ اس کے متعلق حضرت زادمجدہٗ نے ذیل کلمات ارشاد فرمائے۔ جو موقع پر ٹیپ کر لئے گئے

مسئلۂ علم غیب

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ امابعد

کتبِ شرع میں جہاں کہیں علم غیب کا لفظ آتا ہے تو اس سے مراد علم غیب ذاتی ہوتا ہے۔ اس کی تصریح حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے بھی کی ہے۔ اور اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں نے بھی کی ہے۔ اس میں دونوں میں سے کسی کا اختلاف نہیں بالکل اتفاق ہے دوسری بات مولانا احمد رضا خاں نے یہ بھی فرمائی ہے ملفوظات میں کہ علمِ غیب ذاتی حق تعالیٰ شانہ کی صفتِ خاصہ ہے اگر کوئی شخص غیر اللہ کیلئے ایک ذرہ کا بھی علمِ ذاتی مانے تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے کافر ہے۔ تیسری بات یہ کہ علمِ محیط (کہ کوئی بھی جزئی خارج نہ رہے) یہ بھی حق تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ غیر اللہ کو علمِ محیط حاصل نہیں۔ یہ سب تصریحات مولانا احمد رضا خانصاحب کی کتابوں میں موجود ہیں۔ چوتھی بات یہ کہ عالم الغیب کا اطلاق حق تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے کسی اور کو عالم الغیب کہنا درست نہیں اس کی تصریح بھی مولانا احمد رضا خاں نے کی۔ لہٰذا اب اختلاف کیا باقی رہ گیا۔ آپ حضرات بھی کہتے ہیں کہ علم غیب وہی ہے جو بغیر واسطے کے حاصل ہو وہ حق تعالیٰ کا خاصہ ہے، خانصاحب بھی یہی کہتے ہیں۔ آپ بھی کہتے ہیں کہ علم محیط کہ کوئی جزئی خارج نہیں یہ حق تعالیٰ کی صفتِ خاصہ ہے۔ خانصاحب بھی یہی کہتے ہیں عالم الغیب کا اطلاق کسی پر درست نہیں آپ بھی یہی کہتے ہیں خانصاحب بھی یہی کہتے ہیں لہٰذا آپ کا اور خانصاحب کا اختلاف تو ہے نہیں۔ صاف صاف بات بشرطیکہ

بات کو منقح کر کے کہا جائے بس اگر وہ پچاس نہیں بلکہ پچاس ہزار جزئیات بھی پیش کر دیں تو بھی کوئی اختلاف کی بات نہیں کیونکہ محیط تو جب بھی نہیں اگر وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے پورا علم غیب کلی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما دیا تھا۔ ایجاب کلی کا دعویٰ کرتے ہیں تو اس رفع ایجاب کلی کیلئے سلب جزئی کافی ہے۔ ایک جزئی آپ پیش کر دیں تو یہ کافی ہے۔ ان کا دعویٰ غلط ہو جائے گا۔ مگر وہ اس کے باوجود بھی جگہ جگہ علم غیب کا دعویٰ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے کرتے ہیں چنانچہ یاایھاالنبیُ انا ارسلنٰک شاھدًا کا ترجمہ کرتے ہیں۔ اے غیب کی خبریں بتانے والے۔ دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ نبوت کہتے ہی ہیں علم غیب کو۔ اچھا صاحب کہتے ہیں بالکل صحیح آپ حضرات اتنا سوچئے کہ غیب وہ چیز ہے جس کا ادراک حواس سے نہ ہو سکے جو حواس اللہ تعالےٰ نے انسان کو عطا فرمائے ہیں۔ حواس خمسہ ظاہرہ، حواس خمسہ باطنہ کوئی چیز اس میں دخیل نہ ہو بغیر حواس کے حاصل ہو وہ علم غیب ہے۔ بیشمار چیزیں ایسی ہیں کہ جو علم غیب میں داخل ہیں اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے امت کو ان کی خبر دی ہے۔ مثلاً قبر میں کیا ہوگا، منکر نکیر آکر سوال کریں گے یہ جواب دیگا، قبر میں وسعت ہوگی، قبر میں تنگی ہوگی، جنت کیا ہے، دوزخ کیا ہے، عرش کیا ہے، لوح کیا ہے، کرسی کیا ہے۔ ان سب چیزوں کی خبر دی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ یہ سب ہمارے واسطے غیب ہی ہیں کیونکہ ہمارے پاس ان کے ادراک کا کوئی ذریعہ سہارا نہیں بلکہ انبیاء کرام علیہم السّلام کے پاس بھی نہیں۔ ارشاد ربانی ہے قل لا اقولُ لکُم عندی خزائنُ اللہِ ولا اعلمُ الغیبَ۔ جیسے مثلاً آپ کو بولنے کے لئے زبان عطا فرمائی ہے تو آپ کے اختیار میں ہے جب چاہیں بولیں جب چاہیں زبان کو روک دیں۔ آنکھ دیکھنے کیلئے عطا کی ہے جب چاہیں آنکھ سے دیکھیں جب چاہیں آنکھ بند کر لیں۔ اس قسم کی کوئی قوت کسی شخص کو بھی علم غیب حاصل کرنے کیلئے نہیں عطا ہوئی کہ جب چاہے مطلع ہو جائے۔ ہاں اللہ تعالیٰ جب چاہیں مطلع فرما دیں اس میں کوئی اشکال نہیں مگر یہ کہاں ثابت ہے کہ

جمیع مغیبات کا علم حق تعالیٰ نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما دیا تھا اس طرح سے
تو آپ کا علم حق تعالیٰ کے علم کے مساوی ہو جائے گا۔ اور ملا علی قاری نے موضوعات کبیر
اور دوسری کتابوں میں تصریح کی ہے کہ جو شخص اللہ اور اللہ کے رسول کے علم کو مساوی مانے
وہ کافر ہے اس واسطے کہ اللہ کا علم بیشمار ہے غیر متناہی ہے اور کسی کا علم کتنا ہی ہو جائے مگر
متناہی ہے لہٰذا جو شخص آپ سے مناظرہ کرنا چاہے علم غیب پر پہلے اس سے دریافت کر لیں
کہ آپ مولانا احمد رضا کو کیسا مانتے ہیں؟ اگر آپ ان کا اتباع کرتے ہیں تو وہ علم غیب کلی
کے قائل ہیں نہیں نہ علم غیب ذاتی کے قائل نہ علم غیب کلی کے قائل۔ اور انھوں نے لکھا
ہے کہ شریعت کے احکام پر عمل کرنا حتی الامکان لازم ہے اور میرے دین و مذہب پر عمل کرنا
سب فرائض سے اہم فرض ہے۔ میرا دین و مذہب وہ ہے جو میری کتابوں سے ظاہر ہے۔
انکی کتابوں سے جو کچھ ظاہر ہے اس پر عمل کرنا تمام فرائض سے اہم فرض ہے۔ احکام شرع
پر عمل کرنے کے لئے قید لگا دی حتی الامکان جہاں تک ہو سکے اور یہاں حتی الامکان بھی
نہیں سب سے اہم فرض ہے لہٰذا پہلے تو یہ بتاؤ کہ مسئلہ علم غیب کیا اعتقادی ہے، اعتقادی
تو ایمانیات کی چیز ہے اگر آپ کو مولانا احمد رضا خانصاحب سے اختلاف ہے اس مسئلہ میں کہ
وہ تو علم غیب ذاتی کے قائل نہیں کلی کے قائل نہیں اور آپ لوگ قائل ہیں تو یہ مولانا احمد
رضا خانصاحب پر اعتراض ہوا بتائیے آپ خود ان کو کیسا مانتے ہیں؟ مومن مانتے ہیں یا
کافر مانتے ہیں؟ آپ ہی بتائیے ہم لوگ نہیں کچھ کہنے کے آپ سے ہی پوچھنے کی ضرورت
ہے کیونکہ وہ تو علم غیب ذاتی کے قائل نہیں، کلی کے قائل نہیں اور ان کے دین مذہب
کو ماننا سب فرض سے اہم فرض ہے اب کیا چیز باقی رہ گئی کچھ نہیں اور ملفوظات میں
صاف طور سے مولانا احمد رضا خانصاحب نے تصریح کی ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی اور پر
عالم الغیب کا اطلاق کرنا منع ہے پھر ہزاروں چیزوں کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو
عطا ہوا ہم بھی قائل ہیں۔ جتنی چیزیں آپ نے بذریعۂ وحی بیان کیں ہمارے ادراک کے

وہاں تک پہنچنے کی کوئی صورت نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہمیں علم ہوگیا. اسلئے پہلے طے کرلیا جائے کہ آپ علم غیب کلی مانتے ہیں یا جزئی مانتے ہیں۔ اگر جزئی مانتے ہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں، کلی مانتے ہیں تو پوچھیں کہ جو شخص کلی کا قائل نہیں آپ کے نزدیک کیسا ہے پھر طے کیا جائے کہ آپ لوگ.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے علم غیب ذاتی مانتے ہیں یا عطائی اگر ذاتی مانتے ہیں تو مولانا احمد رضا خانصاحب ذاتی کے قائل نہیں آپ کے نزدیک وہ کیسے ہیں تو بجائے اس کے کہ آپ کفر کا پلڑا اپنی طرف لیں اور دھکیلتے رہیں ان سے ہی پوچھتے رہیں. آپ کے نزدیک وہ کیسے وہ کیسے وہ کیسے اتنا ہی کافی ہے۔ نیز پوچھنے کی ضرورت ہے کہ علم غیب کلی ہے تو کب عطا ہوا جس روز پیدا ہوئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو پیدائش کے ساتھ ساتھ علم غیب کلی لیکر آئے تھے یا جب بالغ ہوئے تھے اس روز علم غیب کلی عطا ہوا یا جس روز وحی نازل ہوئی نبوت سے سرفراز کئے گئے اس روز علم غیب کلی عطا ہوا یا جس روز کتاب عطا ہوئی اس روز علم غیب کلی عطا ہوا یا جس روز وفات ہوئی اس روز علم غیب کلی عطا ہوا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنے لئے علم غیب کا دعویٰ نہیں کیا اپنی زندگی میں بلکہ اس دنیا کی زندگی کے ختم ہونیکے بعد بھی روز قیامت سے متعلق انك لا تدری ما احدثوا بعدك "بخاری شریف کی روایت ہے جس سے علم غیب کلی کی نفی ظاہر ہے۔ اب آگے وہ جزئیات پیش کرتے ہیں ہمیں کوئی ضرورت نہیں انکار کرنیکی۔ استدلال کرتے ہیں مجمل مبہم طور پر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر بیان فرمانا شروع کیا جمیع ماکان و مایکون کا علم بتادیا صبح سے ظہر تک ظہر سے عصر تک عصر سے مغرب تک تمام ماکان و مایکون کا علم بتادیا منطقی حیثیت سے اس پر یہ اشکال کرسکتے ہیں کہ ضمناً اس تھوڑے سے وقت میں غیر متناہی علوم بیان بھی ہوسکتے ہیں۔ اچھا صاحب بطور معجزہ بیان کردیئے لیکن حاضرین کے سامنے جو بیان کئے سب حاضرین نے سنے تو کیا سب حاضرین بھی عالم الغیب ہوگئے کیا انکو بھی عالم الغیب جاننا ضروری ہے

حالانکہ وہ انکو عالم الغیب نہیں مانتے اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عین وفات کے وقت میں اخیر دم میں اخیر سانس میں علم غیب عطا ہوا تو پھر اس سے فائدہ کیا ہوا۔ اچھا اور جب خدا جانے خدا کا رسول جانے۔ ہم نہیں جانتے ان کے درجات کو کس قدر بلند کرنا مقصود تھا لیکن ثبوت چاہئے، ثبوت ہے نہیں یہ مجھ سے ایک دفعہ گفتگو ہوئی تو میں نے کہا اچھا بھائی آپ لوگ ہمیشہ مدعی ہوتے رہے علم غیب کے آج یہ دعویٰ ہمارے حوالہ کرو ہم مدعی بنتے ہیں کہا بنئے۔ ہم نے کہا اچھی بات ہم توضیح کریں گے اپنے دعویٰ کی ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ عالم الغیب والشہادۃ اللہ تعالےٰ کی صفت خاصہ ہے کسی اور پر کبھی کہیں اس کا اطلاق ہوا ہی نہیں۔ یہ ہمارا دعویٰ ہے اس کے خلاف کوئی چیز ہو تو پیش کرو، اللہ تعالےٰ کے جو اسماء صفاتیہ ہیں بعض ایسے ہیں کہ انکا اطلاق دوسروں پر بھی آتا ہے گو کسی معنیٰ کر سہی مثلاً سمیع ہے بصیر ہے۔ قرآن پاک میں ہے هَلْ اتیٰ علی الانسانِ حِینٌ مِنَ الدھر لم یکن شیئًا مذکورًا انا خلقنا الانسانَ مِنْ نطفۃٍ اَمشاجٍ نَبتَلیہِ فجعلناہ سمیعًا بصیرًا۔ ہر انسان کو سمیع و بصیر کہدیا حالانکہ سمیع و بصیر اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ عالم اللہ تعالےٰ کی بھی صفت ہے بندہ پر بھی اس کا اطلاق آتا ہے علیم ہے حلیم ہے رشید ہے انک لانت الحلیم الرشید۔ شکور ہے صبور ہے۔ اللہ کے نام بھی ہیں بندوں پر بھی اطلاق آتا ہے اِنَّہٗ کَانَ عبدًا شکورًا۔ غرض اللہ تعالےٰ پر بھی اطلاق آیا ہے اور بندوں پر بھی اطلاق آتا ہے ان کا۔ لیکن عالم الغیب یا عالم الغیب والشہادۃ ایسا ہے جیسا خالق السمٰوٰت والارض۔ اور خالق السمٰوٰت والارض ایسی صفت خاصہ ہے کہ کسی پر اس کا اطلاق ہوا ہی نہیں اللہ تعالےٰ کے علاوہ۔ اسی طرح سے عالم الغیب والشہادہ یا عالم الغیب ایسی صفت ہے کہ اللہ کے سوا کسی پر اس کا اطلاق ہوا ہی نہیں اس سے بحث ہی نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کتنا علم تھا کتنا ملا، ہم کیا اور ہماری حیثیت کیا اس کے علاوہ جو چیزیں زائد ہیں ان زائد چیزوں کو ذکر کرنے

کی ضرورت نہیں کہ صاحب وہ اشرفعلی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پڑھوایا ہے یہ سب لغویات ہیں ان چیزوں کی تفصیلات الامداد میں اور دوسری جگہ پر شائع ہو چکی ہیں امداد الفتاوی کی ایک جلد میں یہ رسالہ مستقلاً موجود ہے اس کے اوپر اکابر کے فتاوی موجود ہیں۔ یہ کہنا کہ مولانا اشرفعلی صاحب کے ایک مرید نے ایسا پڑھا قطعاً غلط ہے وہ شخص اس وقت تک مرید ہوا ہی نہیں تھا بلکہ وہ تو ارادہ کر رہا تھا بیعت ہونے کا مگر یہ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس سے مرید ہوں تب یہ خواب دیکھا اور خواب دیکھنے کے بعد حضرت تھانوی کو اطلاع کی حضرت تھانوی نے لکھا کہ تم جس کیطرف رجوع ہونا چاہتے ہو وہ متبع سنت ہے۔ حضرت تھانوی نے حیات میں، زندگی میں کبھی کسی کو یہ کلمہ نہیں پڑھوایا کہ پڑھو لاالہ الا اللہ اشرفعلی رسول اللہ۔ رہا خواب سوتا ہوا آدمی غیر مکلف ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے رُفِعَ القلمُ عَن ثلٰثٍ عن نائمٍ حتیٰ یستیقظ اس کے اوپر احکام شریعت نافذ ہی نہیں۔ بیداری میں، بے اختیاری میں زبان سے غلط کلمات نکل جائیں اس پر مواخذہ نہیں چہ جائیکہ خواب کی باتوں پر۔ اس کے اوپر وہ جو اعتراضات کرتے ہیں مہمل اعتراضات ہیں حدیث میں خود موجود ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندے کی توبہ کرنے سے ایسے خوش ہوتے ہیں جیسے کہ کوئی شخص سفر میں ہو اونٹنی پر اس کا سب سامان لدا ہو اچانک وہ اونٹنی غائب سارا سامان غائب اب وہ زندگی سے مایوس پریشان ادھر ادھر ڈھونڈتا پھرتا ہے - آخر تھک تھکا کر لیٹ گیا کسی درخت کے نیچے مایوس ہو کر۔ ناامید ہو کر۔ پھر جب بیدار ہوا تو دیکھا کہ اونٹنی سامان سے لدی ہوئی کھڑی ہے اس پر اتنی خوشی اس کو ہوتی ہے کہ بے خبری میں کہہ اٹھتا ہے الٰہی اَنْتَ عَبْدِیْ وَاَنَا رَبُّکَ کہنا چاہتا تھا الٰہی اَنتَ رَبّی وَاَنَا عَبْدُکَ مگر زبان سے کیا نکلتا ہے اے اللہ تو میرا بندہ میں تیرا رب (مشکوٰۃ شریف ص۲۰۳)۔ اس کے اوپر کوئی حکم کفر کا نہیں لگایا گیا۔ تم کون ہو اس کے اوپر کفر کا فتویٰ لگانیوالے۔

عہ بخاری شریف ج۲ ص۱۰۰۱

اور جن صاحب کا یہ واقعہ ہے لا الٰہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ والا میں نے انکو دیکھا نہیں ان کے بیٹے ابھی زندہ سلامت موجود ہیں۔ میری ان سے ملاقات ہوئی حرم شریف میں تو انھوں نے اپنا تعارف یہی کرایا کہ میں ان صاحب کا بیٹا ہوں جن کا وہ واقعہ ہے انکا نام ہے مفتی رشید احمد صاحب۔ کراچی میں بڑے مفتی ہیں انکی کتاب احسن الفتاویٰ ہے۔ کئی جلدوں میں آچکی ہے۔ حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھولپوریؒ کیطرف سے خلیفہ اور مجاز طریقت بھی ہیں ان کے والد کا وہ واقعہ ہے لہٰذا یہ کہنا کہ حضرت مولانا تھانویؒ اپنا کلمہ پڑھواتے تھے۔ پڑھوانا کہنا اسکو بالکل غلط ہے اس واسطے کہ مولانا تھانویؒ نے خود انکو اس کی تلقین نہیں فرمائی بلکہ ان سے اسکا استغفار کیا۔ مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ سے بھی استغفار کیا۔ مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ سے بھی استغفار کیا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ سے بھی استغفار کیا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب سے بھی استغفار کیا۔ پھر مرید تو وہ بعد میں ہوئے۔ اگر مرید ہونے سے پہلے کوئی چیز کرے تو اسکو یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ ان کے مرید نے کیا مرید تو بعد میں ہوئے غرض اسطرح سے یہ سب مغالطے ہیں جو سیدھے سادے بھولے مسلمانوں کو پریشان کرنے کے لئے راہ حق سے ہٹانے کیلئے گھڑ رکھے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ صحیح راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور دیکھو اہلِ باطل کیطرف سے جو لوگ وکیل ہوں وہ کبھی اپنی طرف سے یہ بیان نہ کریں کہ ہمارا دعویٰ یہ ہے ہم یہ کہتے ہیں بلکہ اسطرح سے کہیں کہ اگر کوئی شخص یہ کہے تو آپ کے پاس کیا جواب ہے اگر مخالفین اسطرح سے دلیل پیش کریں تو آپ کے پاس کیا جواب ہے اس طریقہ سے کہنا چاہئے یہ نہیں کہ گویا کہ خود ہی مدعی ہو کر انکی باتوں کو اپنی طرف منسوب کر رہے ہیں یہ نہایت غلط اور مذموم طریقہ ہے۔

مناظرہ میں خصم سے بچنے کا اصول

حافظ محمد طیب صاحب نے عرض کیا کہ حضرت وہ (بریلوی) لوگ بحث و مباحثہ میں الجھا دیتے ہیں اس سے بچنے کی کیا صورت ہے؟ ارشاد فرمایا کہ

وہ لوگ سائل بنتے ہیں اور ہمیں مجیب بناتے ہیں۔ آپ ان کو مجیب بنا دیجئے پھر دیکھئے وہ ایسے الجھیں گے کہ نکلنا مشکل ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے علم غیب ثابت ماننے والوں سے کسطرح گفتگو کیجائے

دریافت کیا گیا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے علم غیب کلی ماننے والوں سے کسطرح گفتگو کی جائے۔ فرمایا کہ ان سے سوال کیا جائے کہ علم غیب حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو کب عطا ہوا ولادت شریفہ سے قبل یا عین ولادت کے وقت یا اس کے بعد بلوغ سے قبل یا بلوغ کے بعد۔ پھر جس روز نبوت عطا ہوئی اس روز یا اس کے کچھ بعد یا انتقال کیوقت آخری سانس میں۔ اگر وہ کہیں کہ آخری سانس میں عطا ہوا تو قطع نظر اس سے کہ اس کا فائدہ کیا ہوا ان سے معارضہ کیا جائے کہ آپ کا دعوی ایجاب کلی کا ہے جس کے رفع کرنے کیلئے سلب جزئی کافی ہے مثلاً بخاری شریف صـ۹۷۴ جـ۲ میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حوض پر ہوں گے آپ کیطرف سامنے سے کچھ لوگ آتے ہونگے کہ اچانک انکو وہاں سے ہٹا دیا جائے گا حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے کہ یہ تو میرے آدمی ہیں ان کو میرے پاس آنے دیا جائے اس پر حق تعالےٰ شانہ کیطرف سے جواب دیا جائیگا " انک لا تدری ما احدثوا بعدک " آپ کو معلوم نہیں کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد دین میں کیا کیا نئی نئی باتیں پیدا کیں اس پر حضور علیہ السلام ارشاد فرمائیں گے دوری ہو دوری ہو ان کیلئے جنھوں نے میرے بعد دین میں نئی چیزیں پیدا کیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو علم غیب کلی عطا نہیں کیا گیا ورنہ آپ علیہ السلام کو ان لوگوں کے احداث فی الدین کا ضرور علم ہوتا۔ اسی طرح بخاری شریف جـ۲ صـ۹۷۱ پر حدیث شفاعت میں ہے کہ جب لوگ بعض انبیاء علیہم السلام سے سفارش کی درخواست کرتے ہوئے ان کے انکار کر دینے پر حضور

اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حق تعالیٰ شانہٗ کے سامنے سجدہ میں گر پڑیں گے حق تعالیٰ شانہ فرمائیں گے اِشفَعْ تُشَفَّعْ کہ سفارش کیجئے آپ کی سفارش قبول کی جائیگی۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں سجدہ سے سر اٹھاؤں گا فاحْمَدُ رَبِّی بتحمیدٍ یُعَلِّمُنِی اور اپنے رب کی ایسے کلمات سے حمد کرونگا جن کا علم مجھ کو اسی وقت دیا جائیگا۔ صفحہ ۶۵ پر یہ الفاظ ہیں ثم یفتح اللہُ علیّ من محامدہٖ وحسن الثناء علیہ شیئاً لم یفتحہ علی احد قبلی یعنی حق تعالیٰ شانہ اپنی حمد و ثنا کیلئے مجھ کو ان کو کلمات کا علم عطا فرمائینگے جنکا علم مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دیا ہوگا اس سے بھی علم غیب کلی کی نفی صاف ظاہر ہے ورنہ ان کلمات حمد کا آپکو اسوقت علم ہونیکا کیا مطلب

موضوع بالا پر مناظرہ

فرمایا کہ ایک جگہ اس موضوع پر ان لوگوں سے گفتگو ہوئی انھوں نے استدلال میں یہ آیت ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر کو پیش کیا اور استدلال اسطرح کیا کہ اس آیت میں حق تعالیٰ شانہٗ نے استکثارِ خیر حضور علیہ السلام کو خیرِ کثیر عطا ہونے پر علم غیب کو مرتب کیا ہے۔ اگر استکثار خیر ثابت ہو جائے تو علم غیب ثابت ہو جائیگا ہم دیکھتے ہیں کہ استکثار خیر ثابت ہے۔ ارشاد ہے "ومن یؤت الحکمۃ فقد اُوتی خیراً کثیراً" جسکو حکمت مل گئی اس کو خیر کثیر مل گئی اور حکمت ملنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یقینی امر ہے۔ ارشادِ باری ہے "ویعلمھم الکتاب والحکمۃ" حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ اسی طرح ارشاد ہے انا اَعطَینٰکَ الکوثر" ہم نے آپ کو کوثر عطا کی۔ اس میں کوثر سے مراد خیر کثیر ہے۔ پس ہر دو آیت سے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو خیر کثیر کا عطا ہونا ثابت ہو گیا نتیجۂ علم غیب بھی آپ کیلئے ثابت ہوگیا۔

میں نے عرض کیا کہ اگر آپ اس طرح علم غیب کا ثبوت مان لوگے تو تعدد آلہہ (چند خدا ہونا) کو بھی ماننا پڑیگا اس واسطے کہ ارشاد ہے " لوکان فیھما آلھۃ

اِلَّا اللہ لفسدتا" اس میں فساد پر تعدد الٰہہ کو مرتب کیا ہے اور فساد ثابت ہے۔ ارشاد ہے "ظہر الفساد فِی البرِ و البحر" پس تعدد بھی ثابت ہوگا حالانکہ آپ اس کے قائل نہیں جیسا کہ ہم بھی اس کے قائل نہیں۔ پھر یہ جواب آپ کے استدلال کی صحت کو تسلیم کرتے ہوئے ہے ورنہ تو آپ کا استدلال باطل ہے اس لئے کہ مناطقہ نے تصریح کی ہے کہ قیاس استثنائی متصل میں وضع تالی وضع مقدم کا نتیجہ نہیں دیتا جیسا کہ رفع مقدم رفع تالی کا نتیجہ نہیں دیتا۔ ہاں وضع مقدم وضع تالی کا اور رفع تالی رفع مقدم کا نتیجہ دیتا ہے۔ کذا فی شرح التہذیب شاہجہانی ص۱۴۵۔

مناظرہ کا فائدہ کب ہے

بندہ نے عرض کیا کہ حضرت مدرسہ (خادم العلوم) میں طلبہ مناظرہ کا طور طریق سیکھنا چاہتے ہیں۔ بریلویت وغیرہ موضوعات پر کچھ کتابوں کی نشاندہی فرمادیں۔ تو ارشاد فرمایا کہ جانبین سے سنجیدگی و متانت ہو تو مناظرہ کا فائدہ بھی ہے۔ مگر ہم تو متانت اختیار کریں اور وہ گالیاں دیں، لغویات بکیں تو کیا کام بنے، ان کے جواب میں لغویات ہی ہوں تو بات بنے۔

آپکی والدہ کے دوسرے شوہر کا نام ہوگا

جیسے ایک مرتبہ میں ریل میں سفر کر رہا تھا ایک صاحب نے پوچھا کہاں جارہے ہو۔ میں نے بتایا کہ کانپور جارہا ہوں۔ پوچھا کانپور کہاں جاؤگے۔ میں نے بتایا مدرسہ جامع العلوم پٹکاپور جامع مسجد میں جاؤں گا اس پر کہا اچھا وہ اشرف علی کافر کا مدرسہ۔ میں نے کہا کہ اشرف علی کافر کون؟ میں اس سے واقف نہیں شاید آپ کی والدہ کے دوسرے شوہر کا نام ہوگا پھر کہا مجھ سے غلطی ہوئی۔ آپ کی والدہ کے دوسرے شوہر کا نام نہیں بلکہ اعلیحضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کی والدہ کے دوسرے شوہر کا نام ہوگا۔ مجھے علم نہیں آپ بتا دیجئے علم کی بات چھپانا تو حرام ہے۔ ہاں حضرت مولانا اشرفعلی صاحبؒ تھانوی سے واقف ہوں۔ اسپر وہ پورے راستہ خاموش رہے کوئی جواب نہیں دیا۔

آپ کا حال تباہ ہے

یاد ہے ایک مرتبہ دوران سفر میں ریل میں نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک صاحب مُچھّے تیغے والے اپنے بعض معتقدین کے ساتھ اسی ڈبے میں سوار ہوئے جس میں میں نماز پڑھ رہا تھا مجھے دیکھ کر کہا وہابی معلوم ہوتا ہے۔ اس کی مونچھ نہیں دیکھئے کیسی کٹی ہوئی ہے۔ اس کا کرتا نہیں دیکھئے کتنا نیچا ہے۔ پاجامہ نہیں دیکھئے ٹخنوں سے اوپر ہے۔ ایک صاحب نے کہا بھی ان بیچارو نے تمہارا کیا بگاڑا ہے جو ان پر فقرہ کس رہے ہو۔ تو کہا ارے گستاخ رسول ہیں۔ ایسے ہی لیسے ہیں۔ ان صاحب نے کہا کہ اگر انھوں نے جواب دینا شروع کر دیا تو کیا ہوگا؟ کہنے لگے ان کے منہ پر تو مہر سکوت لگی ہوئی ہے یہ کیا جواب دیں گے، ان کے بڑے جواب دے سکے. میری نماز تو غارت ہوئی کہ انکی سننے لگا۔ نماز سے فراغت پر انکی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کیا تو بجائے سلام کا جواب دینے کے کہتے ہیں مجھے تو آپ وہابی معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے عرض کیا مجھے آپ رضائی (رضا خانی) معلوم ہوتے ہیں۔ انھوں نے کہا میں تو رضائی نہیں، لحاف ہوں۔ میں نے کہا پھر تو آپکا حال تباہ ہے، بڑی بری طرح لتیائے جاتے ہوں گے، کبھی دائیں لات لگتی ہوگی، کبھی بائیں لات سے خبر لیجاتی ہوگی، کبھی دائیں کولہے کے نیچے دبائے جاتے ہوں گے، کبھی بائیں کولہے کے نیچے، کبھی بچہ سے واسطہ پڑتا ہوگا تو اس کا پاخانہ پیشاب بھی گرتا ہوگا، کبھی حیض والی عورت سے سابقہ پڑتا ہوگا تو خون حیض کے قطرات سے بھی ملوث ہوتے ہوں گے، کبھی زوجین کی مباشرت ہوتی ہوگی تو منی کے قطرات سے بھی محظوظ ہوتے ہوں گے۔ غرض آپ کا حال بری طرح تباہ ہے۔ اس پر وہ بھنا گئے اور غصہ میں بولے بس بس اپنا کام کرو۔ میں نے کہا نہیں۔ سب کے سامنے آپ کے ان مریدوں کو تو ناگوار نہیں ہوگا؟ اس پر وہ خاموش ہوگئے۔ کچھ نہ بولے۔ جن صاحب نے پہلے انکو فقرہ بازی سے منع کیا تھا انھوں نے کہا بھی۔ کیوں صاحب آپ تو کہتے تھے کہ ان کے منہ پر مہر سکوت لگی ہوئی ہے۔ اب جواب کیوں

نہیں دیتے، مگر وہ اس کے باوجود بھی خاموش رہے۔ اسی اثناء میں کوئی اسٹیشن قریب آگیا تو اپنے ساتھیوں کو لیکر دوسرے ڈبے میں جانے لگے۔ میں نے انکی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے پڑھا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ، لاحول ولاقوۃ الا باللہ، لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ کہ شیطان کو اسی سے بھگایا جاتا ہے۔

الجنۃ لاہل السنۃ، ہدایۃ المفتری اور مقامع الحدید

اس کے بعد فرمایا کہ الجنۃ لاہل السنۃ مولانا عبدالغنی صاحب شاہجہانپوری کی کتاب اس موضوع پر عمدہ ہے اس میں بریلویوں کی جانب سے کئے جانیوالے اعتراضات کا شافی جواب ہے۔ انھیں کی کتاب ردِ قادیانیت میں ہے ہدایۃ المفتری، نیز بریلویوں کی کتاب المصباح الجدید ہے۔ اسکے رد میں مقامع الحدید عمدہ ہے۔ ان کی طرف اس کا رد بھی لکھا گیا ہے" العذاب الشدید"۔

بریلویوں کا حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ پر اعتراض

ایک مرتبہ مناظرہ میں رضاخانیوں نے کہا کہ امداد اللہ جی تھانوی لکھتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا میری بھاوج کھانا پکا رہی تھی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا ہٹ امداد اللہ کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا اس کے مہمان علماء ہیں اور علماء میں سب سے پہلے بیعت ہونیوالے مولانا گنگوہیؒ ہیں۔ ان وہابیوں کو شرم نہیں آتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا باورچی بناتے ہیں۔ اولاً میں نے ان سے کہا کہ آپ جس عنوان سے نام لے رہے ہیں" امداد اللہ جی تھانوی" ذرا منہ سنبھال کر نام لیجئے۔ سارے سہارے میلاد وقیام کے ختم ہو گئے، صرف ایک سہارا حاجی امداد اللہ صاحبؒ کا رہ گیا تھا اگر آپ نے اس طرح سے انکو تعبیر کرنا شروع کیا تو یاد رکھو وہ سہارا بھی ختم

ہوجائے گا۔ ثانیاً یہ غلط کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے یہ خواب دیکھا بلکہ انکی بھاوج نے دیکھا تھا اسکی تعبیر یہی تھی کہ علماء بیعت ہوں گے۔ ثالثاً یہ خواب کی بات ہے۔ بخاری شریف ج ۲ صـ۱۰۰۶ میں ہے "رُفع القلم عن ثلٰث عن النائم حتی یستیقظ" سوتا ہوا آدمی غیر مکلف ہوتا ہے۔ اللہ جس کو غیر مکلف قرار دے آپ اس پر پابندی عائد کرتے ہیں۔ یہ بات حدیث شریف کے خلاف ہے۔ پھر باورچی حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے نہیں قرار دیا بلکہ لفظ باورچی تم خود کہہ رہے ہو اور سر تھوپ رہے ہو حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے۔ کیا یہی انصاف ہے؟ پھر یہ کہ جو بھی کھانا پکا دے اس کو باورچی کہنے کا دستور ہمارے یہاں تو ہے نہیں بلکہ کہیں بھی نہیں۔ کیا باورچی ہی کا یہ پیشہ ہوتا ہے؟ اگر کبھی کوئی چیز باپ نے بیٹے کو پکاکر کھلادی تو کیا بیٹا باپ کو اپنا باورچی کہہ کر پکارتا ہے؟ اور اماں کو تو ہمیشہ آپ لوگ باورچن کہہ کر پکارتے ہوں گے؟ دیکھئے حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ روٹی اپنے ہاتھ سے پکائیں گے۔ روایت ہے عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم تکون الارض یوم القیٰمۃ خبزۃ واحدۃ یتکفأ ھا الجبار بیدہٖ ۔ (بخاری شریف ج ۲ صـ۹۶۵ پارہ ۲۷ باب نفخ الصور) توکیا حق تعالیٰ شانہٗ کو آپ لوگ اپنا باورچی کہہ کر پکاریں گے۔ العیاذ باللہ۔

حضرت عائشہؓ کی توہین بزبان مولانا احمد رضا خانصاحب

فرمایا:۔ ایک جگہ گفتگو ہوئی رضاخانیوں نے کہا کہ تھانوی صاحب نے لکھا ہے کہ خواب میں حضرت عائشہؓ ہمارے گھر آئی۔ میں سمجھ گیا کوئی کنواری ملے گی۔ ان وہابیوں کو شرم نہیں آتی کہ ام المؤمنین کو جورو بناتے ہیں۔ حالانکہ حضرت تھانویؒ نے جورو قرار نہیں دیا بلکہ خود انکے سر تھوپتے ہیں۔ آج بھی اگر کوئی شخص خواب میں دیکھ لے کہ میرے مکان پر حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی

اعلی اللہ درجاتہ، ونفع المخلوق بتعلیماتہ وہدایاتہ کی صاحبزادی آئی ہے یا بریلوی خاں صاحب کی بیٹیا آئی ہے اور تعبیر لے کہ میرے یہاں کوئی صالحہ آئیگی تو اس میں نہ انکی توہین نہ ان کی توہین۔ ہاں توہین کی ہے تو خانصاحب نے کی ہے۔ ایسا قصیدہ لکھا ہے حضرت عائشہؓ کی شان میں کہ کوئی شریف آدمی اسے پڑھ نہیں سکتا۔
اس پر وہ (رضاخانی) غصے میں آگئے۔ بولے تم جھوٹ کہتے ہو، غلط کہتے ہو۔ خانصاحب نے ایسا کوئی قصیدہ نہیں لکھا۔ ان کے قصائد (حدائق بخشش) کے دو حصے ہیں۔ وہ دونوں ہمارے پاس موجود ہیں۔ اس میں کہیں بھی حضرت عائشہؓ کا تذکرہ نہیں۔ میں نے کہا ؎

مچھلی سمجھ رہی ہے مجھے لقمۂ تر ملا صیاد مطمئن ہے کہ کانٹا نگل گئی

وہ تو کانٹا نگل گئی مچھلی۔ اب دیکھ لو سب آتا ہے باہر۔ آپ کہتے ہیں دو حصے موجود ہیں۔ دو نہیں تین ہیں خانصاحب کا تیسرا حصہ کہاں غائب کر دیا؟ بولے وہ تو مرتب سے غلطی ہوگئی کہ تین ہیں نیز وہ حضرت عائشہؓ کی شان میں نہیں ہے۔ میں نے کہا اچھا کر لیا اقرار تیسرے حصہ کا بھی۔ اچھا بتلائیے وہ کس کی شان میں ہے؟ کہنے لگے ایک مشرکہ سے متعلق ہے۔ میں نے کہا اچھا مشرکہ کے متعلق ہے حالانکہ ٹائیٹل پر لکھا ہوا ہے" قصیدۂ نعتیہ مبارکہ حضرت عائشہؓ کی شان میں" اور یہ جلی قلم سے لکھا ہوا ہے۔ پھر خانصاحب نے مشرکہ کی شان میں قصیدہ لکھا تو وہ کون سی مشرکہ تھی؟ خانصاحب کے کیا تعلقات تھے اس سے؟ اس میں لکھا ہے" لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا" وہ کون سی مشرکہ تھی جس کی شان میں آیت تطہیر نازل ہوئی؟ حالانکہ قرآن کریم کہتا ہے" انما المشرکون نجس" اور خانصاحب مشرکہ کے متعلق آیت تطہیر نازل کر رہے ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے
"اذا مدح الفاسق غضب الرب تعالیٰ واھتز لہ العرش" (جامع صغیر صفحہ ۳۳ و کنز العمال ج ۲ ص ۱۰۳)

فاسق کی تعریف سے عرش رب تھرّا اٹھتا ہے۔ خانصاحب نے مشرکہ کی شان میں قصیدہ لکھا۔ عرشِ اعظم کیسا تھرّا اٹھا ہوگا۔ بتلایئے نام اس مشرکہ کا؟ گول مول بات سے کام نہیں چلے گا۔ اور پھر خانصاحب کے خاص معتقد کہتے ہیں ؎

نکیریں آکے جو مرقد میں پوچھیں گے تو کس کا ہے ادب سے سر جھکا کر لونگا نام احمد رضا کا

اگر وہاں مولانا احمد رضا خاں موجود ہوئے تو غلیظ میں جوتا بھر کر تمہارے منہ پر نہیں ماریں گے؟ کہ بدنصیب مجھے دنیا میں رسوا کر دیا۔ میرا کس مشرکہ سے تعلق تھا؟ کیا میں نے مشرکہ کی شان میں قصیدہ لکھا تھا۔ اس پر وہ بہت پریشان ہوئے اور کوئی جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر بعد کہنے لگے۔ ہاں انھوں نے تو توبہ کر لی تھی۔ فلانے اخبار میں فلاں تاریخ کو توبہ نامہ شائع ہو چکا تھا۔ کیا وہابیوں کے یہاں توبہ قبول نہیں؟ حالانکہ توبہ تو مرتد کی بھی قبول ہوتی ہے۔ میں نے کہا۔ آپ اپنی مذبوحی حرکت دیکھئے اول تو آپ نے انکار ہی کر دیا کہ قصیدہ ہی نہیں لکھا، اس کے ڈیڑھ ہی حصے ہیں۔ تثنیہ حاضر، واحد غائب۔ دو حصے حاضر، ایک حصہ غائب۔ بہت زور دینے کے بعد تیسرا حصہ نکالا تو کہنے لگے مرتب سے غلطی ہوگئی۔ پھر کہا کہ مشرکہ کی شان میں لکھا ہے، پھر کہتے ہیں توبہ کر لی تھی۔ کیوں صاحب کیا مشرکہ کی توہین ہوگئی تھی جس سے توبہ کر لی، اور پھر توبہ اس طرح کی کہ ایک ٹانگ کاٹ دی گئی، امامت سے دھکے دیکر الگ کئے گئے، عدالت میں مقدمہ کیا گیا، پبلک نے جا کر منہ پر تھوکا۔ کیا اسی کا نام توبہ ہے؟ مقدمہ جب تک عدالت میں نہ پہنچے اسوقت تک توبہ معتبر ہے۔ جب عدالت میں مقدمہ پہنچ جائے تو توبہ مقبول نہیں۔ اور پھر خانصاحب کے انتقال کے کئی سال بعد توبہ نامہ شائع ہوا۔ حدیث تو کہتی ہے اذا مات الانسان انقطع عملہ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۲) مرنیکے بعد عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر یہاں مرنے کے طویل عرصہ کے بعد توبہ نامہ آرہا ہے برزخ سے۔ پھر قصیدہ لکھا ہے خانصاحب نے اور توبہ کر رہے ہیں محبوب خانصاحب

یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کسی شخص سے زنا کا صدور ہوا۔ سارے گواہوں نے گواہی دی۔ زانی صاحب کا بیٹا پوتا شاگرد مرید خلیفہ آکر کہتا ہے ہمارے شیخ سے غلطی ہوگئی تھی۔ انھوں نے زنا کا ارتکاب کرلیا میں انکی طرف سے توبہ کرتا ہوں حالانکہ قرآن پاک میں ہے ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ۔ مرنے کے بعد معافی و توبہ کی کوئی صورت نہیں۔ نیز معافی اس سے مانگی جائے جس کا قصور کیا ہو۔ قصور کیا حضرت عائشہ صدیقہؓ کا معافی مانگ رہے ہیں عدالت سے۔ عدالت کو حق نہیں معاف کرنیکا، بلکہ معاف کرنیکا حق صرف حضرت عائشہؓ کو ہے۔ ان کو معاف کرنیکی کوئی صورت نہیں، سیل لگ گئی ہے اب تو۔

مولانا احمد رضا خانصاحب کو سب سے پہلے کسبیوں نے سند دی

فرمایا:- ایک صاحب دیوبند سے فارغ ہوکر لکھنؤ گئے۔ انھوں نے وہاں سے خط لکھا کہ میں مولانا احمد رضا خانصاحب کے فتاویٰ دیکھ رہا ہوں۔ انھوں نے اپنی سند بھی لکھی ہے۔ آپ بھی مجھے سند دیدیں۔ میں نے کہا آپ کس کس چیز میں انکی حرص کریں گے۔ انکو تو سند سب سے پہلے کسبیوں نے دی ہے۔ جب انکی عمر ساڑھے چار سال کی تھی صرف ایک کرتا ٹخنوں تک پہن کر اپنے مکان کے دروازہ پر کھڑے تھے، سامنے سے کسبیاں گذریں انھوں نے کرتا اٹھا کر آنکھوں پر ڈال لیا۔ وہ کہنے لگیں واہ میاں صاحبزادے ستر کھول دیا اور آنکھیں ڈھک لیں؟ اس پر جواب دیا جب آنکھ خراب ہوتی ہے تو دل خراب ہوتا ہے اور جب دل خراب ہوتا ہے تو عمل خراب ہوتا ہے وہ یہ سنکر حیرت میں رہ گئیں اور کہنے لگیں کیسا فقیہانہ جواب دیا۔

مولانا احمد رضا خانصاحب کا تقویٰ!

پھر فرمایا کہ ایک بریلوی کے ساتھ میرا مناظرہ ہوا، اس نے کہا مولانا احمد رضا خانصاحب جیسا تقویٰ کس کا ہوگا؟

میں نے کہا جی ہاں ساڑھے چار سال کی عمر میں نامحرموں کو نہیں دیکھا (جیسا کہ گذرا) اس وقت ضرورت بھی نہیں تھی۔ سوال یہ ہے کہ جب ضرورت تھی اس وقت دیکھا یا نہیں (وہ آنیوالے واقعہ سے ظاہر ہوگا)

مولانا احمد رضا خانصاحب فرماتے ہیں۔ آدمی کا حال بچے جیسا ہے۔ بچے کا جب دودھ چھوڑوایا جاتا ہے تو وہ چھوڑ دیتا ہے، ورنہ بیتا رہتا ہے۔ چنانچہ ایک عورت اپنی بیس سالہ لڑکی کے ساتھ اپنے رشتہ داروں کے یہاں گئی۔ وہ لڑکی اس عمر میں بھی ماں کا دودھ پیتی تھی وہاں بھی آئی اور والدہ سے مطالبہ کیا کہ مجھے دودھ پلاؤ۔ والدہ نے منع کیا۔ اس لڑکی نے زبردستی والدہ کو لٹا کر کرتا اٹھا کر پستان منہ میں لیا اور دودھ پیا۔ خانصاحب فرماتے ہیں کہ یہ میں نے خود دیکھا ہے۔ دیکھو اٹھارہ بیس سالہ لڑکی کو دیکھ رہے ہیں، کرتا اٹھا ہوا دیکھ رہے ہیں، پستان منہ میں دیئے ہوئے دیکھ رہے ہیں، دودھ کے گھونٹ اندر اتر رہے ہیں اور وہ دیکھ رہے ہیں۔ ان میں سے کوئی چیز تقوے کے خلاف نہیں۔ اور نہیں معلوم کتنی اور نامحرم عورتیں ہونگی وہاں۔

مولانا احمد رضا خانصاحب اپنے فتویٰ کی روشنی میں ایسے ویسے

ایک بریلوی صاحب اپنے کچھ معتقدین کے ساتھ آئے۔ کمرہ کے باہر سے ہی کہا آپ سے مناظرہ کرنا ہے۔ میں نے کہا محترم! السلام علیکم تشریف تو لائیے۔ انھوں نے کہا مجھے آپ سے مناظرہ کرنا ہے۔ میں نے کہا آپ نے شرائطِ مناظرہ نہیں پڑھے۔ مناظرہ کی شرط یہ ہے کہ طرفین کا علم مساوی ہو۔ اور میرا، آپکا علم کہاں مساوی۔ میں خاک نشیں اور آپ فلک نشیں۔ دونوں کہاں برابر ہو سکتے ہیں۔ ہاں استفادہ کیلئے تیار ہوں اسواسطے کہ میرا نظریہ تو یہ ہے کہ اگر پاخانہ میں بھی کوئی موتی ہو تو اسکو بھی نکال لو۔

شیخ سعدیؒ نے لکھا ہے کہ اگر نصیحت دیوار پر لکھی ہو اس کو بھی وہاں سے قبول کرلے۔ انہوں نے کہا آپ کچھ ہی نام رکھ لیں آج چھوٹ کر نہیں جاؤ گے۔ میں نے کہا یہ جملہ آپ کا بے محل ہے۔ اس واسطے کہ چھوٹ کر جانیکی فکر تو اس کو ہو جو دوسری جگہ جاکر پھنس گیا ہو میں تو اپنی جگہ بیٹھا ہوں۔ اس کے بعد میں نے کہا اچھا گفتگو سے پہلے کچھ اصول مقرر کرلیں جن کے تحت بات کریں ورنہ بات کرتے کرتے قیامت کا سویرا ہو جائیگا لیکن نتیجہ نہیں نکلے گا۔ اس لئے کچھ اصول ہونے چاہئیں اور ان اصول میں متبع ہوں مبتدع نہوں۔ انھوں نے کہا اچھا بتلائیے کیا اصول ہیں۔ میں نے کہا۔

(۱) بلا دلیل نہ آپ کا قول معتبر ہوگا نہ میرا۔ اس نے کہا بالکل صحیح ہے (۲) دلیل کیا ہوگی وہ آپ بتلائیں۔ اس نے کہا قرآن و حدیث۔ میں نے کہا الحمد للہ۔ اب میں سو فیصد کامیاب ہوں۔ (۳) جو آیت یا حدیث میں استدلال میں پیش کروں اور وہ آپکو پہلے سے معلوم ہو تو آپ یہ نہیں کہینگے کہ اس کو کتاب میں کھول کر دکھاؤ۔ اسی طرح جو حدیث یا قرآن پاک کی آیت آپ پیش کریں اور وہ مجھے معلوم ہے تو میں آپ سے نہیں کہوں گا کہ حوالہ دیں، کتاب میں کھول کر دکھائیں۔ اس نے کہا تسلیم ہے۔

(۴) قرآن پاک تیسؔ پاروں میں ہے اور الحمد للہ میں حافظ ہوں۔ البتہ احادیث کا ذخیرہ بہت بڑا ہے۔ کچھ کتابیں چھپیں کچھ نہ چھپیں، کوئی کتاب کہیں ہے کوئی کہیں پر اس لئے بہتر یہ ہے کہ ہم مدار صحاح ستہ پر رکھیں جن کو پڑھ کر آدمی مولوی ہو جاتا ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ صحاح ستہ کے علاوہ دیگر احادیث معتبر نہیں بلکہ یہ آسانی کیلئے ہے ایسا نہ ہو کہ آپ کسی کتاب کا حوالہ دیں اور کہیں کہ جرمن کے کتب خانہ میں اس کا قلمی نسخہ ہے اس طرح کیسے کام چلے گا۔ اس نے کہا تسلیم ہے۔ (۵) جو حدیث پیش کریں تو اس کی اصل کتاب کا حوالہ دیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کہنے لگیں کہ فلاں رسالہ یا فلاں اردو کی کتاب میں یہ لکھی ہے۔ اصل کتاب میں دکھائیں۔ اس نے کہا کیوں جی

رسالے اور اردو کی کتابیں تمہارے نزدیک معتبر نہیں؟ میں نے کہا معتبر ہونے نہ ہونے کی تو بحث ہی نہیں۔ جب اصل کتاب موجود ہے تو آپ اس میں دکھائیں۔ اردو کی کتاب کی ضرورت کیا ہے۔ وہ اس بات کو ماننے کیلئے تیار نہ ہوئے۔ میں نے دوسری چال چلی کہ دیکھو یا تو آپ مان لیں ورنہ مجھے بدگمانی ہوگی کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے علوم آپکو رسالہ تک محدود ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے بخاری شریف نہیں پڑھی صحاح ستہ نہیں پڑھیں۔ اور یہ بدگمانی صرف مجھے ہی نہیں بلکہ تمہارے معتقدین جو ساتھ ہیں ان کو بھی ہوگی کہ ہمارے حضرت کا علم اردو کی کتابوں تک محدود ہے اور پھر یہ جاکر کس کس سے بتلائیں گے کہ ہمارے حضرت کا علم اخبار اور رسالوں تک محدود ہے اور یہ ایسا نقصان ہے کہ آپ اسکی مکافات ساری عمر نہیں کرسکیں گے۔ پھر میں نے ان کے معتقدین سے کہا کہ آپ حضرات ان سے میری یہ سفارش کردیں کہ اس شرط کو مان لیں انھوں نے کہا کہ حضرت جی آپ اس کو مان لیں اس میں آپکا کیا نقصان ہے۔ بات تو سیدھی سادی صحیح معلوم ہوتی ہے۔ خیر کچھ ردو کد کے بعد انھوں نے مان لیا۔ میں نے شکریہ ادا کیا پہلے معتقدین کا پھر ان کا۔ پھر میں نے کہا ایک بات اور رہ گئی جو کانٹے کی ہے وہ یہ کہ اگر کسی آیت یا حدیث پاک کا مطلب سمجھنے میں اختلاف ہوجائے آپ کہیں اس کا یہ مطلب ہے، میں کہوں یہ مطلب ہے۔ اس کے لئے ایک ثالث ہو جو فیصلہ کرے اور اس کی بات آپ بھی مانیں گے میں بھی مانوں گا۔ اور وہ ثالث ایسا ہو جس میں تین اوصاف موجود ہوں۔ علمؔ، فہمؔ، دیانتؔ۔ اور آپکو اختیار ہے میری طرف سے جس کو چاہیں ثالث مقرر کرلیں۔ البتہ وہ تینوں اوصاف اس کے اندر ہونے چاہئیں اس نے فوراً کہا کہ اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں۔ میں نے کہا بہت اچھا مجھے منظور ہے۔ میں نے یہ نہیں کہا کہ وہ تو مرگئے ان سے فیصلہ کیسے کراؤ گے کیونکہ جائیں گے تو بھی میں تو پیچھے پیچھے ہوں گا۔ اس کے بعد میں نے کہا کہ اعلیٰ حضرت نے فلاں کتاب میں

لکھا ہے کہ گنگوہی کافر، نانوتوی کافر، تھانوی کافر اور جو ان کو کافر نہ سمجھے وہ بھی کافر اور جو انکو کافر نہ سمجھنے والے کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر اور اسکا نکاح ختم، الخ
نکاح جدید کے جو اولاد پیدا ہوگی وہ حرام کی ہوگی۔ اس نے کہا میرا بھی ایمان یہی ہے،
میں نے فوراً ایک کتاب اس کے سامنے کھول کر رکھدی اور کہا دیکھو یہ کتاب اعلیٰحضرت
کے والد صاحب کی تصنیف ہے نا ؟ اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا بریلی سے چھپی ہے نا؟
اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا کہ دیکھو اس میں اعلیٰ حضرت کے والد صاحب نے یہ لکھا
ہے کہ حضرت گنگوہیؒ متبع سنت عالم اور محدث ہیں۔ اب بتلائیے اعلیٰ حضرت کے
نظریہ کے اعتبار سے اس کی کیا تشریح ہے۔ اس پر وہ خاموش ہوگئے۔ میں نے
کہا۔ میں بتلاتا ہوں سنئے ! اعلیٰ حضرت کے والد صاحب حضرت گنگوہیؒ کو کافر
نہیں مانتے لہٰذا اعلیٰ حضرت کے نظریہ کے اعتبار سے ان کے والد کافر ہوگئے۔
انکا نکاح ٹوٹ گیا اور ان سے جو اعلیٰ حضرت پیدا ہوئے وہ حرامی ہوئے۔ اس پر
اول تو انھوں نے اس کتاب کو زور سے زمین پر پٹک کر مارا۔ میں نے کہا ایسا
نہ کیجئے اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف لکھا ہے۔ ادب کی چیز ہے، بے
ادبی کی نہیں اور پٹک کر مارنے سے جواب ہوا بھی نہیں۔ بس یہ سنکر زبان بالکل بند
ہوگئی۔ بولنا تو درکنار وہاں سے اٹھنا بھی بھاری ہوگیا۔ آخر مجبوراً وہاں سے اٹھے
تب میں نے کہا دیکھئے آپنے جو جملہ پہلے میرے لئے استعمال کیا تھا وہ بے محل تھا اب میں
آپ کیلئے وہ جملہ استعمال کرتا ہوں جو بامحل ہے کہ آپ یہاں سی چھوٹ کر جا نہیں سکتے اسکے
باوجود بھی وہ کچھ نہ بولے بلکہ جانے لگے تو میں نے کہا مہربان اتنی بات اور سنتے جائیے کہ اعلیٰحضرت
کے تمام معتقدین میں اس بات کو پھیلائیں کہ تم لوگوں کا ایمان اس بات پر موقوف
ہے کہ اعلیٰ حضرت کو کافر سمجھو، بددین اور مرتد سمجھو ورنہ تم خود بددین مرتد و
کافر ہو۔

خواب میں کوئی طاعت کرتے دیکھے تو بیداری میں اسپر عمل مستحب ہے

ایک طالبعلم نے اپنا کوئی خواب لکھ کر حضرت کو سنوایا تو ارشاد فرمایا کہ کسی وقت زبانی بتلائیں۔ دوسری مجلس میں انھوں نے خواب ذکر کیا کہ آپ ہمارے یہاں تشریف لے گئے، اور درس دے رہے ہیں۔ مشکوٰۃ شریف کا درس ہے۔ بندہ بھی وضو کر کے حاضر ہونیکا ارادہ کر رہا ہے۔ اتنے میں آنکھ کھل گئی۔ فرمایا کسی وقت کوئی کتاب لے آنا اور اسمیں سے کچھ پڑھ لینا۔ اس طرح خواب سچا کر لینا۔ چنانچہ وہ کسی وقت مشکوٰۃ شریف لے آئے اور اس میں سے کچھ پڑھ دیا۔ سند اس کی یہ حدیث ہے کہ حضرت ابو خزیمہؓ نے خواب دیکھا کہ وہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر سجدہ کر رہے ہیں۔ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی تو آپ علیہ السلام لیٹ گئے اور ارشاد فرمایا کہ لو اپنا خواب سچا کر لو اس پر انھوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر سجدہ کیا۔ مشکوٰۃ شریف صـ ۳۹۶/۲۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص خواب میں اپنے کو ایسا کام کرتے دیکھے جو طاعت کی قبیل سے ہو تو بیداری میں اس پر عمل کرنا مستحب ہے۔ مرقات شرح مشکوٰۃ صـ ۴۲/۹۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

صاحب ملفوظات فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب مدظلہ مفتی اعظم ہند کی

اہم اور مقبول تالیفات

اسمائے کتب	قیمت	اسمائے کتب	قیمت
فتاویٰ محمودیہ جلد اول	۱۰۰/=	سرکاری سودی قرضے	۷/۵۰
فتاویٰ محمودیہ از جلد ۲ تا ۱۳ فی جلد	۹۰/=	نغمۂ توحید	۷/۵۰
فتاویٰ محمودیہ جلد ۱۴ و ۱۵	زیرطبع	معمولات یومیہ	۷/۵۰
مواعظ فقیہ الامت ۱، ۳، ۸ فی قسط	۲۳/=	کثرتِ رائے کا فیصلہ	۷/۵۰
" " ۲	۲۲/=	عورت کی خلافت وامامت	۲/۵۰
" " ۴، ۵، ۶ فی قسط	۲۱/=	حقیقتِ حج	۱۳/۵۰
" " ۷	۲۷/=	اسبابِ غضب	۲۵/=
" " ۹	زیرطبع	اسبابِ مصائب اور انکا علاج	۵/=
ملفوظات فقیہ الامت قسط اول	۲۴/=	وصفِ محبوب	۲۲/=
" " ۲، ۴، ۵ فی قسط	۲۰/=	شوریٰ واہتمام	۱۸/۵۰
" " ۳	۲۲/=	فاتحہ خلف الامام ورفع یدین	۱۰/۰
" " ۷	۲۷/۰۰	مسلک علماء دیوبند اور حبِ رسول	۱۵/=
" " ۸	زیرطبع	ارمغانِ اہل دل	۱۵/=
وصفِ شیخ	۳۷/۰۰	افریقہ اور خدماتِ فقیہ الامت	۴۲/=
حدودِ اختلاف	۳۷/۰۰	اسباب لعنت کی چہل حدیث	۹/۲۵

نوٹ یہ موجودہ قیمت ہیں کاغذ وغیرہ کی گرانی کیوجہ قیمت بڑھتی رہتی ہے۔ اسلئے خریدتے وقت جو قیمت ہوگی وہ وصول کی جائے گی۔

ارشادات حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مدظلہ

جمع وترتیب

محمد نور اللہ قاسمی رایچوٹی

یکے از خدام حضرت والا زیدمجدہٗ

ناشر

مکتبہ دار الایمان

محلہ مبارک شاہ سہارنپور
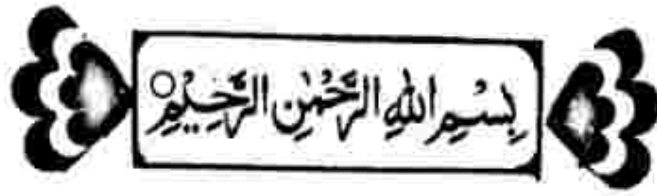
نام کتاب

ملفوظاتِ فقیہ الامت قسطِ ثامن

مرتب	....	محمد نور اللہ قاسمی
کتابت	....	مطیع الرحمن الاعظمی
سنِ اشاعت	....	۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۳ء
تعداد	....	ایک ہزار
قیمت		۱۸ / روپئے
تعداد صفحات		۹۶

مکتبہ دار الایمان

محلہ مبارک شاہ سہارنپور

عرضِ مرتّب

بِاسْمِہٖ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالیٰ

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

حضرت اقدس مرشدی و مولائی و آقائی و ماوائی مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی متعنا اللہ بفیوضھم العالیہ لسائر المسلمین بطول حیاتہ مفتی اعظم ہند اس دور کے ان برگزیدہ ہستیوں میں سے ہیں جن کو حق تعالیٰ نے مقبولیتِ عامہ سے نوازا ہے اور رفتہ رفتہ حق تعالیٰ نے حضرت والا کے فیض کو ساری دنیا میں پھیلا دیا۔

حضرت شیخ الحدیث سہارنپوری قدس اللہ سرہٗ کے نزدیک اس وقت ساری دنیا میں فتنہ و فساد کا جو زور ہے خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہو اور ہر طرف مسلمان کس مپرسی کے عالم میں پریشان حال ہیں وہ صرف ذکر اللہ کی کمی اور مسلمانوں کی بد اعمالیوں کی وجہ سے ہے اسی وجہ سے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ اپنی آخری حیاتِ مبارکہ میں اس بات کی زیادہ تاکید فرمایا کرتے تھے کہ مسلمان سب سے پہلے اپنے پروردگار کے سامنے خشوع وخضوع الحاح وزاری کے ساتھ اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔ اور زیادہ سے زیادہ ذکر اللہ کی مجالس قائم کیا کریں۔ اسی مقصد کے پیش نظر حضرتِ اقدس مرشدی مدظلہٗ ہمیشہ اس بات کی طرف توجہ فرمایا کرتے ہیں اور اس ضعف و پیرانہ سالی میں بھی برابر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے حذو النعل بالنعل چلتے ہوئے مجالسِ ذکر

کے قیام کیلئے حضرتِ والا کو جس ملک میں بھی دعوت دی جاتی ہے حضرتِ والا تشریف لے جاتے ہیں اور ذکر کی مجالس قائم فرماتے ہیں۔ حالانکہ احقر کو چند سال پیشتر کا وہ دَور بھی یاد ہے جبکہ حضرتِ والا باوجود مختلف ممالک سے باصرار دعوت آنے کے بھی تشریف لیجانے سے معذرت فرمادیا کرتے تھے یہاں تک کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب متالا زیدہ مجدہم مجاز حضرت شیخ نوّر اللہ مرقدہٗ نے حضرتِ والا کو لندن تشریف لانے کی دعوت دی اور حضرت شیخ نوّر اللہ مرقدہٗ سے سفارش کروائی۔ تب حضرتِ والا نے اپنے شیخ کا منشا سمجھ کر لندن کا سفر فرمایا تھا واقعی ہے بھی یہی بات کہ جو شخص اپنے آپ کو ہمیشہ مٹانے کی فکر میں رہتا ہو اور دنیا اور اہلِ دنیا کو کوڑے کباڑ سے زیادہ بدتر سمجھتا ہو اور اپنے آپ کو مٹی کا پتلا خیال کرتا ہو اس کے نزدیک ساری دنیا کی کیا حیثیت ہوگی۔ حق تعالیٰ حضرتِ والا کے فیض کو تاقیامت جاری و ساری فرمائے۔ آمین۔

آج کل حضرتِ والا پر ساری دنیا کے مسلمانوں کے حالاتِ ناسازگار کی وجہ سے بہت رقّت طاری رہتی ہے۔ حضرتِ والا جیسے کوہ استقامت بھی جنھوں نے ہمیشہ ہر قسم کے مصائب اور پریشانیوں اور غموں کو انتہائی خندہ پیشانی سے برداشت کیا ہو جن کا حال یہ ہو سے

غم حیات نے کتنا مجھے سنبھال لیا
دِل بھی دُکھایا کسی نے تو ہنس کے ٹال دیا

حضرتِ والا ہمیشہ ہر دکھ درد کو مسکرا کے چھپا لیتے ہیں۔ اور ہر غصہ کو پی جاتے ہیں۔ ایسے صبر و استقلال کے پہاڑ پر بھی مسلمانوں کے حالات سے گریہ و بکا طاری ہے۔ جب بھی مسلمانوں کے حالات سنتے ہیں آنکھوں سے مسلسل آنسوؤں کی لڑیاں بہنے لگ جاتی ہیں۔ اور سرد آہیں بھرنے لگتے ہیں۔ اسی وجہ سے حضرتِ والا بار بار فرماتے ہیں کہ مسلمانوں میں دینی بیداری پیدا کرنے کی سخت ضرورت ہے آج مسلمان دین سے

ناآشنا ہے اور مزید برآں یہ ہے کہ دین سے بے تعلقی کے اظہار کو اپنے لئے فخر سمجھتا ہے ۔ اور مسلمانوں کیلئے عزت صرف اسلام ہی کی تابعداری میں منحصر ہے خود حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے ۔ اناکنا اذل الناس فاعزنا اللہ بالاسلام لونطلب العزۃ بغیرما اعزنا اللہ فاذلنا اللہ ۔ (ہم لوگوں میں سب سے زیادہ ذلیل تھے حق تعالیٰ نے ہمیں اسلام کے ذریعہ عزت عطا فرمائی اگر ہم اسلام کے علاوہ کسی اور چیز کے ذریعہ عزت چاہیں تو خدائے پاک ہمیں ذلیل فرمادیں گے ۔)

آج کل کے حالات بالکل ٹھیک اسی طرح کی عکاسی کرتے ہیں جس کی طرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشارہ فرمایا ہے ۔ اگر یہی حال رہا جیسا آج کل مسلمانوں کا ہے تو خدائے پاک کی ذات بالکل مستغنی اور بے نیاز ہے ۔ ساتویں صدی ہجری میں مسلمانوں کی ایسی ہی بداعمالیوں کی بنا پر جنگ تاتار میں تاتاریوں نے بغداد میں چودہ لاکھ مسلمانوں کو قتل کیا ۔ خون کی ندیاں بہائیں ۔ لیکن خود تاتاریوں کو حق تعالیٰ نے دین اسلام کی دولت سے مشرف فرماکر دین کے کام کیلئے کھڑا کردیا ۔

اس لئے مسلمانوں سے درخواست ہے کہ حق تعالیٰ سے خشوع وخضوع کے ساتھ الحاح وزاری کرتے ہوئے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور ہر گھر میں دینی تعلیم کا سلسلہ جاری کریں حق تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اپنے اپنے اعمال درست کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ (آمین)

سنہ ۱۹۸۶ء میں حضرتِ والا نے سب سے پہلی مرتبہ جنوبی ہندوستان (آندھرا تامل ناڈو، کرناٹک) کا احقر کی دعوت پر کئی سال مسلسل کوششوں کے بعد سفر فرمایا ۔ حضرت مولانا بھائی محمد ابراہیم صاحب افریقی مظلہٗ کا بڑا احسان ہے کہ موصوف نے حضرتِ والا کو سفر کیلئے آمادہ فرمایا اور احقر کی دیرینہ تمنا پوری فرمائی ۔ زیرِ نظر ملفوظات کا مجموعہ

نیز ۸ مرتب ہے جو احقر نے حضرت والا کے اس سفرِ جنوبی ہند کے موقع پر قلمبند کیا تھا۔
احقر محترم جناب بھائی محمد ابراہیم صاحب اور مولانا مسعود احمد صاحب قاسمی اور
عزیزم مولوی حافظ سہیل احمد وانمباڑی سلمہٗ کا بہت ہی ممنون و مشکور ہے کہ ان حضرات
نے میرے دونوں ملفوظات ۶ و ۸ کی ترتیب، کتابت، طباعت وغیرہ میں میری بہت
ہی اعانت فرمائی۔ حق تعالیٰ ان تینوں حضرات کو بہت ہی جزائے خیر عطا فرمائے۔
آمین ثم آمین

فقط

احقر محمد نور اللہ قاسمی

جامعہ محمودیہ محمود نگر چتور روڈ

رائے چوٹی ضلع کڑپہ آندھرا پردیش

۱۵ شعبان المعظم ۱۴۱۳ھ دوشنبہ

۸۔۲۔۹۳

فہرست مضامین ملفوظاتِ فقیہ الامت قسطِ ثامنؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ما یتعلق بالحدیث

براق النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ارشاد فرمایا کہ اگر آپ آج ذخیرۂ احادیث کو سامنے رکھ کر کچھ ایسا انتخاب کرنا چاہیں جس سے کسی حدیث کی مخالفت لازم نہ آئے یہ آپ کیلئے بہت دشوار ہے۔ بس امام صاحب پر اعتماد کیجئے۔ انھوں نے جس طرح سے فرمادیا اس کو مان لیجئے۔ حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ ایک کتاب کھولے ہوئے اپنے کمرہ میں کچھ تلاش کر رہے تھے۔ ان کے یہاں کتابیں رکھی رہتی تھیں انکو کتب بینی کا بہت ذوق تھا۔ پوچھا حضرت کیا بات ملاحظہ فرمارہے ہیں۔ فرمایا وہ براق کو تلاش کر رہا ہوں جس پر سوار ہوکر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم معراج میں تشریف لے گئے۔ بیت المقدس جاکر اس پتھر میں انگلی دیکر اس کو سوراخ کرکے باندھا تھا۔ اس کے بعد وہ براق کہاں چلا گیا وہ نہیں ملتا اس کو تلاش کر رہا ہوں۔ یعنی بیت المقدس سے آسمانوں تک اور جنت تک اور وہاں سے واپسی مکان تک براق پر سوار ہو کر گئے یا پیدل گئے، کاہے پر گئے۔ پھر مکہ مکرمہ کو جو واپسی ہوئی براق پر ہوئی یا کس پر ہوئی وہ نہیں مل رہا ہے کہ کہاں ہے۔ بس اس طرح پریشان رہتے تھے۔

مال اندوزی سے ممانعت کی روایات کیا عام ہیں

ارشاد فرمایا کہ احادیث میں جو روپیوں کے جمع کرنیکی وعید آئی ہے انکو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عام مانتے تھے اور دوسرے حضرات انکو عام نہیں مانتے تھے بلکہ مخصوص طور پر اہل صفہ کے حق میں مانتے تھے۔ اہل صُفّہ میں سے ایک شخص کا انتقال ہوگیا اس کے سامان میں سے ایک اشرفی مل گئی تو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دِینَارٌ کَیٌّ مِنَ النَّارِ دِینَارَانِ کَیَّتَانِ مِنَ النَّارِ (ایک اشرفی جس کے پاس ہوگی اس کو ایک داغ لگے گا آگ کا، دو ہونگی تو دو داغ لگیں گے آگ کے)۔ اس حکم کو عام صحابہ اصحاب صفہ کے ساتھ مخصوص مانتے تھے کہ ان کو کمانے اور جمع کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ ایک چبوترہ ان کے لئے بنا دیا گیا تھا اس پر وہ رہتے تھے اور ان کیلئے جو مطبخ اور کھانیکا انتظام تھا وہ یہ تھا کہ انصار اپنے باغوں سے کھجور کے گچھے توڑ کر لاتے اور مسجد نبوی میں لٹکا دیتے۔ کسی نے ایک کھالی، کسی نے دو کھالی۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ تشریف لائے تو مجمع تھا۔ ایک قاری قرآن پڑھ رہا تھا باقی سن رہے تھے۔ آکر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم بھی بیٹھ گئے پوچھا کیا کر رہے ہو۔ تو کہا کہ اس طرح قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور حال یہ تھا کہ کسی کے پاس صرف ایک چادر تھی، کسی کے پاس لنگی ہے، کسی کے پاس صرف کرتا ہے۔ حتیٰ کہ ایک شخص کا ایسا حال تھا کہ اس کے پاس ستر چھپانے کیلئے ابھی پورا کپڑا نہیں تھا وہ دوسرے کے کپڑے سے اپنی ستر کو چھپائے ہوئے تھا۔ ان لوگوں کو اجازت نہیں تھی روپیہ پیسہ پاس رکھنے کی۔ عام صحابہؓ ایسا ہی سمجھتے تھے، اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ حکم سب کیلئے عام ہے۔ اسی وجہ سے انکی زبان بندی کر دی گئی تھی۔ روایت میں موجود ہے سنن دارمی میں روایت ہے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ جمرۂ وسطیٰ کے پاس بیٹھے ہوئے مسئلے بتا رہے تھے۔ کسی نے

آکر کہاکہ بڑے مزے سے مسئلے بتارہے ہو تمہاری توزبان بندی ہے انھوں نے کہاکہ اگر میری گردن پر تلوار رکھدی جائے اور مجھے یہ اندازہو کہ تلوار کے چلنے اور گردن کے کٹنے سے پہلے پہلے ایک مسئلہ بتادوں گاتو میں مسئلہ بتانیکی کوشش کروں گا، تلوار سے بچنے کی کوشش نہیں کروں گا اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ شہر بدر بھی کردیئے گئے تھے۔ ایک مقام ہے ربذہ وہاں پر رہتے تھے۔ یہ اور انکی بیوی تھیں اور ایک غلام تھا۔ کسی نے ان کی خدمت میں آکر کہاکہ میں آپ کی خدمت میں رہنا چاہتا ہوں استفادہ کے لئے۔ تو کہاکہ ہمارے یہاں ایک شرط ہے (جیسے آپ کے یہاں مدارس میں داخلہ کیلئے شرط ہوتی ہے) وہ یہ کہ جب میں اپنا کوئی مال خرچ کرنے کیلئے کہوں تو ایک دم بڑھیا مال خرچ کرنا۔ ایک مرتبہ تالاب جیسا پانی تھا اس تالاب کے کنارے کچھ لوگ آکر ٹھہرے تو حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے آدمی بھیجا کہ جاؤ دیکھ کر آؤ کہ کتنے گھر لئے ہیں (یعنی کتنی فیملی) پھر فرمایاکہ ایک اونٹ ذبح کرو اور جتنے گھر وہاں ہیں اتنے ہی اونٹ کے گوشت کے ٹکڑے کرو اور ایک ایک ٹکڑا سب کے یہاں پہنچادو اور ایک ٹکڑا ہمارے یہاں بھی دیدو۔ وہ خادم اونٹ لائے اسکو دیکھ کر حضرت ابو ذر غفاریؓ کو جوش آگیا۔ ان سے فرمایاکہ تم نے وعدہ کیا تھاکہ سب سے بڑھیا مال جو ہوگا وہ لاؤں گا۔ خادم نے کہاکہ میں نے پہلے سب سے بڑھیا اونٹ ہی لیا تھا نمبر ایک والا لیکن مجھے خیال آیاکہ یہ آپ کے سفر کاہے اور یہ مضبوط ہے۔ یہ دوسرا بھی گیا گذرا نہیں ہے کمزور نہیں ہے لیکن اس سے نمبر دو کاہے اس واسطے میں یہ لایا ہوں تو فرمایاکہ دیکھو جی میری ضرورت کا دن وہ ہے جس دن کہ کوئی کسی کے کام نہیں آئیگا۔ میری ضرورت دنیا میں ہے ہی نہیں (احقر راقم الحروف سے فرمایاکہ سمجھ میں آگیا) میری ضرورت کا دن تو آخرت کا دن ہے دنیا میں ہے ہی نہیں۔ لہٰذا تم کیا اسکو برداشت کرلوگے کہ دنیا میں میری ضرورت کا دن ہے ہی نہیں کیا اسکو عام مانوگے۔

حضرت ابوذرؓ کی وفات

اور جب بیمار ہوئے اور اندیشہ ہوا کہ انتقال ہو جائے گا بیوی کو پریشانی ہوگی تو کہا کہ دیکھو میرا جب انتقال ہو جائے تو یہاں باہر کھڑی ہو جانا۔ اِدھر سے ایک قافلہ آئیگا اشارہ کرکے اس قافلہ کو روک لینا اور کہنا کہ ابوذرؓ کا انتقال ہو گیا ہے انکی تجہیز و تکفین کرکے جاؤ اور راستے وہ قافلہ میری تجہیز و تدفین کرے یہ بکری کا بچہ ہے اسکو ذبح کردینا اور اس کا شوربا بنا دینا، یہ اناج پیس کر روٹی بنا لینا۔ جب وہ لوگ میری تجہیز و تدفین سے فارغ ہو جائیں تو کہنا کہ ابوذر کی وصیت ہے کہ کھانا کھاکے جاؤ۔ اور وہ وقت ایسا تھا کہ قافلوں کی آمد و رفت تقریباً بند ہو چکی تھی حج کا زمانہ بالکل قریب آگیا تھا جو آنے والے تھے آچکے تھے لیکن امیر المؤمنین کا حکم پہنچا تھا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس کہ حج کے موقع پر مجھ سے آکر ملاقات کرو۔ اسلئے وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ آ رہے تھے اونٹوں کو دوڑاتے ہوئے تیز چلے آرہے تھے چونکہ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا تھا کہ قافلہ اِدھر سے آئیگا۔ اہلیہ کھڑی ہو گئی تھیں۔ جب دور سے اس کا اندازہ ہوا کہ قافلہ آرہا ہے تو اشارہ کرکے روکا وہ رُک گئے۔ اہلیہ نے کہا کہ ابوذرؓ کا انتقال ہو گیا ہے تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا کہ ابوذر تم اکیلے مروگے کہ وہاں پر کوئی ہوگا ہی نہیں۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کو پیسے سے عداوت تھی۔ اسلام لانے کے بعد عداوت کا رخ بدل گیا۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے تو جس شخص کے پاس پیسے دیکھتے تھے اس سے چھین لیتے تھے، اس کو مار ڈالتے تھے۔ عداوت کا سبب یہ ہوتا تھا کہ پیسہ اس کے پاس کیوں ہے میرے پاس کیوں نہیں۔ اور اسلام قبول کرنیکے بعد عداوت کا رخ ایسا بدلا کہ اگر کسی کے جیب میں روپیہ ہے تو فرماتے تھے کہ خدا کے راستہ میں صدقہ کیوں نہیں کرتا۔

نزع کی تکلیف کیا گناہ کیوجہ سے ہوتی ہے

ارشاد فرمایا کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو خود بھی اللہ تعالےٰ کے یہاں جانیکی تمنا تھی۔ تکلیف کا ہونا اور چیز ہے ؎

در رہِ منزلِ لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں شرط اول درقدم آنست کہ مجنوں باشی

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب کسی شخص کو نزع کی تکلیف زیادہ ہوتی تھی تو میں سمجھا کرتی تھی کہ یہ زیادہ گنہگار ہے لیکن جب حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی تکلیف کو دیکھا تو یہ خیال نکل گیا کہ یہ تکلیف گناہ کیوجہ سے نہیں بلکہ اس میں کوئی اور نکتہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اشد الناس بلاءً الانبیاء ثم الامثل فالامثل" یہ کیا چیز ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کتنی آزمائشیں آئیں، اولاد اور بیوی کو چٹیل میدان میں چھوڑ کر آنیکا حکم ہوا پھر بیٹے کی قربانی کا حکم ہوا ان کی ساری زندگی اسی میں گذری۔ تکلیف کا حال تو مختلف ہے ہر ایک کو تکلیف ہوتی بھی نہیں بعضوں میں تکلیف کو برداشت کرنیکا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔ ہمارے یہاں گنگوہ میں مولوی منظور صاحب تھے وہ موٹر میں بیٹھے تھے اور ہاتھ باہر لٹکا رکھا تھا دوسری طرف سے بس آئی اُن کے ہاتھ کو کچل دیا۔ ہسپتال میں داخل کئے گئے۔ ڈاکٹر نے کہا کہ ہاتھ کاٹا جائے گا آپ کو بیہوش کریں گے۔ انھوں نے کہا کہ بیہوش کرنیکی کیا ضرورت ہے۔ تو اپنا کام کر۔ اچھے خاصے بیٹھے رہے، بیہوش نہیں کیا ان کا ہاتھ کاٹا یہ عالمِ تکلیف ہے۔ آپ تکلیف کے اسباب پوچھنے کے مکلف نہیں، ہیں کہ کس بات کے ماتحت تکلیف ہوئی۔

حضراتِ صحابہؓ کی شان میں گستاخی کا نتیجہ

ارشاد فرمایا کہ حضرت سعد

ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ماموں تھے وہ مستجاب الدعوات تھے. حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کیلئے دعا فرمادی تھی کہ اے اللہ انکی ہر دعا قبول فرما۔ ایک مجلس میں کچھ اصحاب تبصرہ، اصحاب تنقید بیٹھے ہوئے تھے جو حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کی لڑائیوں پر تبصرہ کر رہے تھے. حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے کہاکہ بھائی انکو بُرا مت کہو کیونکہ یہ اچھے لوگ ہیں اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے جنتی ہونیکی بشارت دی ہے. ایک شخص جو بہت زور شور سے بول رہا تھا. اس نے پھر کہا حضرت سعد بن ابی وقاص نے پھر منع کیا پھر اس نے بولنا شروع کیا. حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ نے فرمایاکہ اچھا اب میں بددعا کرتا ہوں. ہاتھ اٹھاکر انھوں نے کہاکہ یا اللہ یہ تیرے مخلص بندے جن کے متعلق تیرے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونیکی بشارت دی ان کو یہ شخص بُرا کہہ رہاہے. اگر واقعی یہ تیرے بندے تیری بارگاہ میں مقبول ہیں تو اس پر ایسا عذاب مسلط فرماکہ جو دیکھنے والوں کیلئے عبرت بن جائے. سامنے اونٹوں کی قطار جارہی تھی اس میں ایک اونٹ بگڑ اہے وہ اونٹ قطار میں سے نکل کر آیا ادھر اُدھر دیکھا پھر اس شخص کو پکڑا ہے اور اس کی کھوپڑی چباگیا اور چباکر اس کو ختم کرکے پھر قطار میں جاکے مل گیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی معیشت

ان کی معیشت کا یہ حال تھاکہ ایک جگہ چلے جارہے تھے راستہ میں کسی شخص نے اپنے گھر میں سے کباڑ پھینکا۔ اُس میں ایک چمڑے کا ٹکڑا بھی تھا جو پُرانا اور گلا سڑا تھا انھوں نے آگے بڑھ کر اس کو اٹھالیا اور کہاکہ الحمد للہ اس میں تین روز کا توانتظام ہوگیا. اس کو دھوکر سکھاکر جلایا ہے اور اس کی راکھ بنائی اور اس کو تین روز کی خوراک بنایا۔

شیعوں کی تدلیس اور تراویح کا ثبوت

ارشاد فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی فتاویٰ عزیزی میں لکھا ہے کہ تراویح نام کی کوئی عبادت اسلام میں نہیں اگرچہ ہم اس کی تاویل کرتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی کتابیں شیعوں کے ہاتھ لگ گئی تھیں۔ انھوں نے ان کتابوں میں بہت تدلیس کی ہے۔ چونکہ شیعوں کے نزدیک تراویح نہیں ہے۔ یہ بھی اسی تدلیس میں سے ہے۔ مسلمان چاہے اس میں اختلاف کرتے ہوں کہ تین رات تراویح ثابت ہے پھر آٹھ رکعت ہیں یا بیس یا چھتیس لیکن نفس تراویح کے سب قائل ہیں شیعوں کے علاوہ کہ وہ لوگ اس کے قائل نہیں۔ یہ بیس رکعت تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وجہ سے ہے انھوں نے تراویح کا اہتمام فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ساڑھے چار ہزار مساجد تعمیر کرائی ہیں اور نو سو جامع مسجد بنوائیں۔ اس کا اہتمام فرمایا کہ ہر مسجد میں تراویح میں قرآن پاک ختم کیا جائے۔ جمع قرآن کے پہلے محرک حضرت عمرؓ ہی ہیں۔ جنگ یمامہ ہوئی اس میں حفاظ اور قاریوں کی ایک بڑی جماعت شہید ہو گئی۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے آکر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ قرآن پاک ایک جگہ پر جمع کرا دیں۔ کچھ کسی کے پاس لکھا ہوا ہے کچھ کسی کے پاس لکھا ہوا ہے اور قرآن پاک سب یکجا نہیں۔ اگر ایسے ہی ایک دو جنگ ہو جائیں اور بقیہ حفاظ بھی ختم ہو گئے تو مشکل پیش آئے گی۔ ایران کو فتح کرنیوالے حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہی ہیں۔ اُن ہی کے زمانہ میں ایران فتح ہوا تھا۔ بس ایرانیوں کو حضرت عمرؓ سے جتنی عداوت ہو کم ہے چونکہ ایرانی پہلے آتش پرست تھے۔ جس وقت جہاد ہوا اور ایران کو فتح کیا گیا اس کے بعد پھر انکی تربیت کی نوبت نہیں آئی۔ بس اُدھ کچرے ہی رہے۔ نہ تو عربیتم نہ فارسیتم نہ ترکیتم۔ یہ بھی ہے کہ عرب سے جو اقرب ترین علاقہ ہے فارس کا ہی ہے۔ قاتلوا الذین یلونکم من الکفار۔ یلونکم کے مصداق تو وہی فارسی ہیں۔ اُولی بأس

شدیدا تقاتلونہم او یسلمون۔ اس آیت کے مصداق بھی وہی ہیں۔

چند احادیث میں تطبیق

ارشاد فرمایا کہ جب آپ فجر میں مسجد ایسے وقت پہنچے جبکہ جماعت شروع ہو چکی تھی تو ایک صاحب تو جماعت میں جا کر شریک ہو گئے۔ ایک صاحب نے باہر کھڑے ہو کر دو رکعت سنت پڑھ لی۔ جو شریک ہو گئے وہ نماز کے بعد وہیں بیٹھے رہے یہاں تک کہ سورج نکل آیا کچھ بلند ہو گیا اس وقت انھوں نے سنتیں پڑھی۔ اسواسطے کہ اگر ایسی حالت میں وہ فجر کی سنتیں پڑھتا ہے تو حدیث شریف میں ہے کہ اذا اُقیمت الصّلوٰۃ فلا صلوٰۃ الّا المکتوبۃ۔ اس کے خلاف لازم آتا ہے۔ اگر نہیں پڑھتا تو حدیث میں ہے کہ لا تدعوھما و لوطردتکم الخیل اس کے خلاف لازم آتا ہے۔ اور اگر اس وقت امام کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے اور امام کے سلام کے بعد پھر پڑھتا ہے تو حدیث میں ہے کہ اذا طلع الفجر فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ اس کے خلاف لازم آتا ہے۔ اسواسطے ان سب کو جمع کرنے کی امام ابو حنیفہؒ نے یہ صورت تجویز فرمائی کہ دو رکعت سنت پڑھکر امام کے ساتھ شریک ہو سکتا ہے تو گنجائش ہے کہ وہ ایسا ہی کرلے۔ اور اگر شریک نہیں ہو سکتا اور جماعت نہیں مل سکتی تو امام کے ساتھ شریک ہو جائے اور پھر طلوع آفتاب کے بعد پڑھ لے۔

سلوک و تصوف

شیخ سے فیض نہ پہنچے تو کیا کرے

ارشاد فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگر کوئی مرید اپنے شیخ سے حسن عقیدت بھی رکھتا ہو، مخلص بھی ہو، شیخ کی ہدایات پر عمل بھی کرتا ہو اس کے باوجود ترقی نہ کرتا ہو تو اس کو چاہئے کہ کسی دوسرے شیخ کے یہاں چلا جائے، خواہ مخواہ عمر کیوں ضائع کرے۔ پھر فرمایا کہ اس پر میرا (حضرت مرشد محترم) اضافہ ہے کہ ایسے شخص کیلئے خود شیخ مشورہ دیدے کہ کسی دوسرے شیخ کے یہاں چلا جائے۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے یہ مسئلہ پوچھا تھا کہ مفتی جی۔ وہ مسئلہ کیا ہے۔ تو میں نے یہی مکتوبات کھول کر پیش کر دیئے تھے۔ ایسا کرنا نہ برا ہے اور نہ گناہ بلکہ وہ تو مناسبت کی بات ہے کہ کسی کو کسی سے مناسبت ہوتی ہے کسی سے نہیں ہوتی۔

شیخ کو اذیت دینا محرومی ہے

ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانویؒ کی مجلس بعد نماز ظہر جو ہوتی تھی اس میں لوگ بیٹھے رہتے تھے۔ اس میں حضرت ڈاک کا جواب بھی لکھتے تھے اور ملفوظات بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے، لوگوں کے سوالات کا جواب بھی دیتے تھے ایک مرتبہ حضرت کے پاس ہی ایک بڑے میاں بیٹھے ہوئے تھے وہ کچھ حضرت سے

عرض کرنا چاہتے تھے مگر حضرت انکی طرف دیکھتے لیکن مخاطب نہ ہوتے تھے آخر عصر تک یہی حال رہا مگر حضرت نے اُن سے گفتگو نہ فرمائی۔ آخر جب عصر کا وقت ہوگیا حضرت انکی طرف متوجہ ہوئے تو اُن صاحب نے حضرت سے معافی مانگی۔ پھر حضرت نے انکی جو خبر لی ہے۔ اللہ اکبر۔ فرمایا میں بار بار تمہاری طرف متوجہ ہونا چاہتا ہوں تو تمہاری وہ گالیاں جو تم نے حوض کے پاس کھڑے ہوکر دی ہیں وہ بار بار قلب میں نشتر کیطرح لگتی تھیں اور میرا قلب مکدر ہوجاتا تھا۔ تم جاہل اَن پڑھ آدمی کچھ نہیں جانتے۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحب کتنے بڑے فاضل ہیںؒ۔ سننے میں آیا ہے کہ وہ میری طرف سے کئی جگہ لڑے تھے، کیوں نہ ایسے لوگوں کی میرے دل میں قدر ہوگی۔ حضرت مولانا محمود حسن صاحب جنکو شیخ الہند کہا جاتا ہے حقیقت میں وہ شیخ العالم تھے انھوں نے میرے متعلق کتنی جگہ فرمایا ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب گو کہ میرے استاذ نہیں مگر میرے استاذ کے ہمعصر ہیں، میں اُن کا استاذ ہی کے مانند احترام کرتا ہوں۔ حضرت مولانا نے بھی بہت لوگوں کو سمجھایا اور میرا بہت خیال فرماتے ہیں۔ تم کون ہو۔ انتہائی جاہل آدمی گالیاں دیں۔ جب تم نے نشتر لگائے کبھی اس کی مرہم پٹی کی، کبھی مرہم بھی لگایا؟ اس پر اُن صاحب نے کہا کہ آپ نے اعلان فرمایا تھا کہ جتنے لوگوں نے بُرا کہا ہے اُن سب کو معاف کیا۔ اس سے میں سمجھا کہ مجھے بھی معاف ہی فرما دیا ہوگا۔ تو فرمایا کہ اب بھی میں کہتا ہوں کہ سب کو معاف کیا، تم کو بھی معاف کیا کہ دنیا و آخرت میں انتقام نہیں لینے کا مگر قلب کو کیا کروں جب بھی متوجہ ہونا چاہتا ہوں تو قلب پر نشتر لگتا ہے یہ تو میرے قبضہ میں نہیں ہے۔ میں نے معاف کیا مگر تم نے کیا کیا یہ تو بتاؤ؟ اُن صاحب نے کہا کہ میں نے توبہ کرلی تھی۔ تو اس پر فرمایا کہ ٹھیک ہے۔ کیا تم نے

عہ حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ حضرت تھانویؒ سے بارہ سال چھوٹے ہیں کیونکہ حضرت تھانویؒ کی پیدائش ۱۲۸۰ھ میں اور حضرت شاہ صاحب کی ۱۲۹۲ھ میں ہے۔

مجھے اس توبہ کی اطلاع بھی کی۔ میں تو یہ سمجھا کہ تم ان ہی خیالات پر قائم ہو۔ اب مجھ سے تم کو نفع نہیں ہوگا اس لئے تم کسی دوسرے شیخ کے یہاں چلے جاؤ۔ اُن صاحب نے کہا کہ آپ ہی بتائیں کہ کہاں جاؤں۔ حضرت نے فرمایا کہ اس وقت ذہن منتشر ہے۔ پرچہ لکھ کر ڈبے میں ڈالدو جو بات رات میں ذہن میں آئیگی اُس پر لکھدوں گا۔

ترقیات کے باوجود تکبر ایسا نیچا گراتا ہے کہ اٹھنا مشکل ہوتا ہے

ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ رمضان گذارنے کیلئے اپنے بعض آدمیوں کو رائپور بھیجا۔ حضرت شاہ صاحب ہنسے اور فرمایا کہ بعضا آدمی خود سوجاتا ہے یا کہیں چلا جاتا ہے اور دوسروں سے کہدیتا ہے کہ میرے بیلوں کا خیال رکھیو۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب کے ایک مرید وہاں سے واپس آگئے۔ حضرت شیخ نے پوچھا کہ واپس کیوں آگئے۔ حضرت شاہ صاحب نے کیا فرمایا۔ اُن صاحب نے شیخ سے عرض کیا کہ حضرت نے سلام فرمایا اور فرمایا کہ میں خدمت کیلئے حاضر ہوں۔ تو حضرت شیخ نے فرمایا کہ مطلب تو یہی ہے کہ میں تربیت کیلئے حاضر ہوں لیکن یہ لوگ ٹھیریں بھی تو۔ اُن صاحب نے کہا کہ وہاں مغرب کے بعد دستر خوان بچھ جاتا ہے، اوابین کا وقت نہیں ملتا۔ حضرت شیخ بہت ناراض ہوئے اور مجھ سے فرمایا کہ مفتی جی۔ ان کیلئے نظام عمل بناؤ میں نے کہا کہ ان کیلئے نظام یہ ہو کہ ان کا کھانا تین روز کیلئے مطبخ سے جاری کردیا جائے اور یہ جب تک چاہیں نفلیں پڑھتے رہیں اور تین روز کے بعد نظام الدین بھیجدیا جائے وہیں رہیں تو حضرت نے یہی تجویز فرمایا۔ اُن صاحب نے (مجھ سے) کہا کہ عجیب سزا تجویز کی۔ تو میں نے کہا کہ اسی میں آپ کیلئے بھلائی تھی ورنہ اس کی سزا کچھ اور تھی۔ ایک مرتبہ انھوں نے مجھ سے کہا کہ یہاں آنے سے کیا فائدہ جو معمولات ہمارے گھر پر ہوتے ہیں وہی یہاں بھی ہوتے ہیں یہاں آنے سے کیا فائدہ میں نے کہا نہ آؤ۔ آپ سے کس نے کہا کہ آپ رمضان میں آئیے حالانکہ وہ

صاحب بہت اونچی حالت میں تھے مگر گرے تو ایسے گرے کہ خدا کی پناہ اٹھنا مشکل ہوگیا۔
حضرت شیخ نے بھی مجلس میں فرمایا تھا کہ بعض لوگ اتنے اونچے چڑھے اتنے اونچے چڑھے کہ
بہت اونچے چڑھ گئے، مگر گرے تو ایسے کہ اٹھنا مشکل ہوگیا۔ یہ بات مجلس میں میں بھی سمجھا
تھا وہ بھی خوب جانتے تھے۔ مغرب سے قبل کتاب ختم کردی جاتی تھی تو کچھ لوگ دعا میں
کچھ لوگ افطار کی تیاری میں کچھ لوگ مراقبہ میں مصروف ہوجاتے تو یہ کہتے تھے کہ مراقبہ میں
میں نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ یہاں تشریف لائے ہیں اور حضرت شیخ کو
اور سب کو گھوم پھر کر دیکھا، افطاری کا انتظام دیکھا اور تشریف لے گئے۔ وہ ایسی چیزیں
بیان کیا کرتے تھے مگر بہت بری نخوت میں الجھ گئے۔ میں نے اُن سے کہا کہ جب تک یہ
نخوت ختم نہیں ہوگی اُسوقت تک ترقی نہیں ہوگی اُس کے بعد وہ حضرت شیخؒ کے مجاز
بھی ہوگئے۔ اس کے بعد جب ملے تو وہ چیز اُن میں نہیں تھی بہت ہی تواضع اور انکساری تھی۔

مشائخ پر اعتراض اور ہرجائی ہونیکا نتیجہ

ارشاد فرمایا کہ طالب علمی کے زمانہ میں مغرب کی نماز پڑھکر مسجد سے آرہا تھا۔
ایک صاحب ملے جو انتہائی پریشان تھے۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ مولوی صاحب تم ہی
بتادو نا۔ میں نے کہا کیا۔ میرے سینہ میں سخت درد رہتا ہے ایسا جیسا کہ کوئی شخص اندر
خاردار چیز ڈال کر کھینچ رہا ہو۔ جب تک حضرت مدنی کے سامنے بیٹھتا ہوں تو سکون رہتا ہے
جب چلا جاتا ہوں تو پھر درد شروع ہوجاتا ہے۔ میں کئی مشائخ کے پاس پھر پھرا کر
آیا ہوں۔ میں نے کہا کہ میں طالب علم آدمی ہوں کیا کرسکتا ہوں۔ اس کے بعد اپنے کمرہ
چلا آیا۔ صبح کو جب قبرستان جارہا تھا جہاں آجکل جامعہ طبیہ ہے اُس وقت وہ کھلا ہوا
میدان تھا اُس میں ایک درخت کے نیچے یہ صاحب بیٹھے ہوئے تھے میں نے ان کو سلام
کیا انھوں نے مجھے بلایا میں نے جاکر اُن سے کہا۔ میں سنا کرتا تھا کہ حضرت تھانویؒ

کے یہاں ایک شخص تھے ان کے حالات بہت اچھے تھے بعد میں اُن کے حالات بہت خراب ہو گئے، کیا آپ وہی ہیں؟ تو کہا کہ ہاں میں وہی ہوں۔ پھر اپنا پورا واقعہ سنایا کہ میرے چھ شیخ ہیں اور سب زندہ ہیں، کسی کا انتقال نہیں ہوا۔ میں سب سے پہلے حضرت تھانویؒ سے بیعت ہوا اور سات سال انکی خدمت کی چار سال تک تو میں ان کو پنکھا جھلا کرتا تھا، دیوانہ وار اُن پر مرمٹا تھا اور جب حضرت تھانویؒ نماز کو کھڑے ہو جاتے تو میں بھی پیچھے کو نیت باندھ کر کھڑا ہو جاتا اور یوں سوچتا تھا کہ بس اب قیامت ہی کو سلام پھیریں پھر آہستہ آہستہ میرے اندر تنزلی شروع ہوئی، ذکر چھوٹا، اوراد و وظائف چھوٹے، نمازیں ترک ہوئیں اور جو جو فحش کام نہیں کرنے تھے وہ سب کر لئے کوئی نہ بچا۔ میں اپنے حالات کی اطلاع حضرت تھانویؒ کو دیتا رہا، جوں جوں اطلاع دیتا اُسی طرح حضرت مجھ پر سخت سخت علاج تجویز فرماتے۔ میں نے اتنے سخت مجاہدات کئے ہیں کہ سنا کرتا تھا کہ حضرت نظام الدین بلخیؒ نے شاہ بوسعیدؒ سے سخت مجاہدات کروائے ہیں مگر میرے مجاہدات کے سامنے اُن کے مجاہدات کی کوئی حیثیت نہیں۔ آخر میں ان مجاہدات اور سختیوں سے مجبور ہو کر ایک پرچہ حضرت تھانویؒ کو لکھ کر ڈبے میں ڈال آیا کہ آج سے آپ میرے شیخ نہیں اور میں آپ کا مُرید نہیں۔ پھر حضرت شاہ عبدالقادر رائپوریؒ کے یہاں گیا تمام حالات سنائے تو فرمایا کہ حضرت حکیم الامتؒ نے تم کو بڑی حکمت کے ساتھ آہستہ آہستہ نیچے اتارا ہے۔ جو گرمی تمہارے اندر بھری تھی اس کو تین سال میں نکالا ہے۔ ایک دم نکال لیتے تو تم قبر میں ہوتے۔ پھر حضرت مولانا اصغر حسین میاں صاحبؒ کے پاس حاضر ہوا اور گردن جھکا کے بیٹھ گیا تو مجھے دیکھ کر حضرت نے فرمایا کہ کیوں پیر صاحب۔ تم مجھ پر توجہ ڈال کر گھیراؤ گے؟ تم کو تمہارے مجاہدات پر ثواب تو مل جاتا ہوگا مگر جلوہ تمہارے لئے نہیں ہے۔ تو میں نے کہا کہ مجھے نہ ثواب کی ضرورت ہے نہ عذاب کی۔ میں تو ذات کا طالب ہوں۔ اس پر فرمایا کہ سورج کو کتنی دیر دیکھ سکتے ہو۔ میں نے کہا

ایک منٹ بھی نہیں۔ تو فرمایا کہ پانی میں اسکی صورت کو دیکھ سکتے ہو؟ میں نے کہا ہاں خوب دیکھ سکتا ہوں۔ فرمایا کہ ہے تو وہ بھی سورج ہی اس لئے ذات کو کسی عکس میں دیکھ لو۔ اس کے بعد گنگوہ گیا۔ وہاں حافظ محمد صاحب آگئے۔ میں نے اپنے حالات بتلائے تو انھوں نے مجھے معکوس نماز بتلائی میں مسجد کی چھت میں رسّی لٹکا کر الٹا لٹک کر نماز پڑھتا تھا۔ اس سے مجھے بہت فائدہ ہوا۔ وہیں تھا کہ ایک مرتبہ اتفاق سے حضرت مدنیؒ وہاں تشریف لائے مجھے کچھ ایسا پسند آئے کہ میں نے ان سے عرض کر دیا کہ میری حالت پر توجہ کرو۔ حضرت نے فرمایا کہ یوں کام نہیں چلے گا توجہ کیلئے تو بیعت ہونا ضروری ہے۔ میں بیعت ہو گیا بس پھر پریشانی شروع ہو گئی میں پھر حافظ یاد محمد صاحب کے پاس گیا تو کہا کہ بس ایسے لوگوں پر میں توجہ نہیں کرتا وہ یوں ہی پھرا کریں گے۔ اب معلوم نہیں وہ زندہ ہیں یا انکا انتقال ہو گیا۔

ہمارے حضرتِ والا (مرشدِ محترم) سے سوال کیا گیا کہ ایسا کیوں ہوا تو فرمایا کہ علم کی کمی اور اپنی حیثیت سے زیادہ بڑھکر کام کرنیکا جذبہ۔ فلاں بزرگ فلاں مقام پر پہنچے۔ میں بھی پہنچ جاؤں۔ پھر فرمایا کہ انکی طبیعت میں اپنے شیخ اور دوسرے مشائخ پر اعتراض کا مادہ تھا۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ مجاہدات تو انھوں نے بہت کئے لیکن انکی طبیعت میں اپنے شیخ پر اعتراض ہے۔ اُن کیلئے بہتر یہی ہے کہ کسی اور خانقاہ میں نہ جائیں ورنہ اور پریشان ہوں گے۔ پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ مثلاً اُن کا یہ کہنا کہ حضرت شاہ نظام الدین بلخیؒ نے حضرت شاہ بوسعید سے بہت مجاہدات کرائے۔ میرے مجاہدات کے سامنے ان کے مجاہدات کی کوئی حیثیت نہیں۔ یہ سب جہالت اور نخوت ہی تو ہے۔

صحابہؓ کے دور میں کرامات کیوں نہ تھیں

عرض:۔ کرامات صحابہؓ کے دور میں کیوں ظاہر نہیں ہوئیں؟

ارشاد:۔ خدائے پاک کو اس زمانہ میں منظور نہیں تھا اسلئے ظاہر نہیں ہوئیں۔

بعد میں منظور ہوا اس لئے ظاہر ہو گئیں۔ مکہ مکرمہ میں ایک صاحب نے یہی سوال کیا تھا کہ صحابہؓ کے زمانہ میں یہ باتیں تو تھیں نہیں۔ کیا وہ ولایت میں کچھ کم درجہ کے تھے۔ اور اب ولایت بڑی ہونے لگی۔ میں نے کہا نہیں یہ بات نہیں ولایت تو ان کی بڑھی ہوئی تھی ان کی ولایت کے درجہ کو تو کوئی ولی پہنچ ہی نہیں سکتا۔ دیکھو ایک صورت تو یہ ہے کہ میں اپنے ہندوستان سے دیوبند سے حج کے لئے چلوں رکشہ میں بیٹھ کر اسٹیشن تک آنا ہوگا، ریل میں بیٹھ کر دلی جانا ہوگا، کہیں ہوائی جہاز ہوگا کہیں پانی کا جہاز ہوگا، کبھی کوئی شہر بیچ میں آرہا ہے کبھی کوئی شہر بیچ میں آرہا ہے۔ اور تم ہو مکہ مکرمہ کے رہنے والے۔ اگر تم حج کو جاؤ کچھ بھی نہیں کرنا پڑتا۔ مکہ سے چلو منیٰ پہنچ جاؤ عرفات پہنچ جاؤ۔ یہ تھوڑا ہی کہ تمہارا حج کچھ کمزور ہے یہ تو سب راستہ کی چیزیں ہیں۔ تمہارے راستہ میں نہیں آتیں۔ ہمارے میں آتی ہیں۔

یک در گیر محکم گیر کا مطلب

ارشاد فرمایا کہ یک در گیر محکم گیر کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص سے اصلاحی تعلق عقیدت اور محبت ہونی چاہئے دوسے نہیں۔ بعض حضرت حضرت گنگوہیؒ کا مقولہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت نے یہ فرمایا کہ اگر ایک مجلس میں ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ موجود ہوں اور حضرت جنیدؒ بھی موجود ہوں تو ہم حضرت جنیدؒ کیطرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں۔ ہم تو اپنے حاجی صاحب کو دیکھیں گے۔ چاہے حاجی صاحبؒ حضرت جنیدؒ کیطرف دیکھتے رہیں۔ اب خدا جانے یہ مقولہ حضرت گنگوہیؒ نے کس موقعہ پر فرمایا تھا جو لوگوں کی زبان زد ہو گیا۔ کئی آدمی ریل میں ملے۔ معلوم ہوا کہ حضرت مولانا وصی اللہ صاحبؒ کی خدمت میں جا رہے ہیں اور وہ مرید ہیں حضرت مولانا وصی اللہ صاحبؒ کے ایک مرید کے۔ اور گفتگو کر رہے تھے۔ یہی بات درمیان میں آگئی۔ میں نے پوچھا کہاں جا رہے ہیں۔ تو کہا الہ آباد جا رہا ہوں۔

پوچھا کیوں۔ تو کہا کہ حضرت مولانا وصی اللہ صاحب کے پاس۔ میں نے کہا وہاں کیوں جارہے ہو۔ کیا جھک مارنے جارہے ہو جب آپ کے پیر فلاں صاحب ہیں تو وہاں کیوں جارہے ہیں۔ جب حضرت گنگوہیؒ حضرت جنیدؒ کیطرف نظر اٹھاکر بھی نہ دیکھیں اپنے حاجی صاحب کو دیکھیں تو آپ اپنے شیخ کو چھوڑ کر شیخ کے شیخ کے پاس کیوں جارہے ہیں۔ یہ مقولہ جاہلوں کے ہاتھ لگ گیا اسے استعمال کرنا شروع کردیا۔ طریقہ تربیت سب کا یکساں نہیں ہوتا، اخلاق عادات سب کے یکساں نہیں ہوتے، معاشرہ سب کا یکساں نہیں ہوتا۔ اور جب ایک شیخ کی خدمت میں ایک شخص موجود ہے اور ان سے ہی اپنی اصلاح کرا رہا ہے اسکو تو سب طرف سے آنکھ بند رکھنا چاہیئے اور جب اس کے اندر اپنے شیخ کا پورا رنگ چڑھ جائے تب آنکھ کھولنی چاہیئے ورنہ اندیشہ یہ ہے کہ کسی دوسرے شیخ کی کوئی بات پسند آگئی۔ کہیں اسے نہ اختیار کرلے اور ادھر سے بھی جائے ادھر سے بھی جائے۔

حضرت شیخؒ کا طریقہ اپنے مریدین کے ساتھ

ارشاد فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائپوریؒ جب لکھنؤ وغیرہ کا سفر فرماتے تو حضرت شیخ (مولانا زکریا صاحبؒ) اپنے متوسلین کو خطوط لکھ دیتے کہ دیکھو حضرت رائپوریؒ اس وقت فلاں جگہ پر ہیں۔ تم لوگ جاؤ اور جاکر زیادہ سے زیادہ ذکر میں مشغول ہوجاؤ اور جو کچھ پوچھنا ہو حضرت رائپوریؒ سے پوچھو اور ان کا بتایا ہوا میرا ہی بتایا ہوا سمجھو اور اپنے مریدین خدام کو کثرت سے رائپور بھیجتے تھے۔ کبھی حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے پاس دہلی بھیجدیتے حضرت مدنیؒ کا یہ طریقہ تھا کہ سہارنپور میں حضرت مدنیؒ کے جو مریدین ہیں ان کو تاکید تھی کہ حضرت شیخ کے پاس آیا جایا کریں اور ان کی مجلس میں بیٹھا

کریں۔ اِن حضرات کے یہاں یہ ہے اور وہاں وہ ہے۔ تو یہ اختلافِ ذوق ہے۔ کوئی اعتراض کی بات نہیں۔ اُن کا ذوق وہ ہے اور ان کا ذوق یہ ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اس سے زیادہ نفع ہے یہ سمجھتے ہیں کہ اُس سے زیادہ نفع ہے۔ یہ اجتہادی چیز ہے ہر ایک کا اپنا اپنا تجربہ ہے۔

پرائے پوت کس نے پالے

ارشاد فرمایا کہ اعظم گڈھ میں مولانا صفات اللہ صاحب ہیں حضرت مدنیؒ کے شاگرد ہیں اور مجاز بھی ہیں۔ وہ حضرت مولانا وصی اللہ صاحبؒ کی خدمت میں گئے انھوں نے ان کو ڈانٹ دیا کہ تم حضرت مولانا حسین احمد صاحبؒ کے مرید ہو یہاں کیوں آتے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ اُن کی اجازت کے بغیر یہاں کیوں آئے انھوں نے حضرت مدنیؒ کو خط لکھا۔ حضرت مدنیؒ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ آپ جائیے اور وہیں جائیے ضرور جائیے۔ میں اور وہ دو نہیں۔ حضرت حاجی صاحبؒ پر جاکر دونوں جمع ہو جاتے ہیں۔ انکو مولانا تھانویؒ سے اجازت ہے مجھ کو حضرت گنگوہیؒ سے اجازت ہے اور یہ دونوں حضرت حاجی صاحبؒ کے خلفاء ہیں۔ انکی نسبت اور توجہ محفوظ ہے۔ وہ اسی کام کیلئے بیٹھے ہوئے ہیں۔ میری توجہ منتشر ہے، رات دن کے سیاسی جلسوں میں لگا رہتا ہوں۔ انکی توجہ سے آپ کو زیادہ فائدہ ہوگا۔ بلکہ وہیں جائیے جب تک ان کو یقین نہیں ہوجائیگا کہ آپ اُن کے ہیں اُس وقت تک وہ آپ پر توجہ نہیں کریں گے۔ مثل مشہور ہے کہ۔ پرائے پوت کس نے پالے۔

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ حضرت مدنیؒ اور حضرت تھانویؒ کی خدمت میں

ارشاد فرمایا کہ مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی کا قصہ ہے کہ وہ ابتداءً بیعت

ہونیکے لئے حضرت مدنیؒ کے پاس گئے تھے انھوں نے تھانہ بھون کا مشورہ دیا۔
مولانا عبدالماجد صاحبؒ نے عرض کیا کہ آپ ہی تھانہ بھون چل کر بیعت کرا دیجئے۔
چنانچہ حضرت مدنیؒ تھانہ بھون گئے اور حضرت تھانویؒ سے کہا کہ حضرت آپ سے
یہ بیعت ہونا چاہتے ہیں۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ یہ تو آپ سے بیعت ہونا چاہتے
ہیں آپ بیعت کیوں نہیں کر لیتے۔ حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ حضرت میں اس کا
اہل نہیں ہوں۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ میں بھی کہہ سکتا ہوں کہ میں بھی اہل
نہیں۔ پھر فرمایا کہ دیکھئے مولانا۔ جنید اور شبلی نہ آپ ہیں نہ میں ہوں۔ انکو مشورہ
آپ بھی دے سکتے ہیں، میں بھی دے سکتا ہوں۔ آپ ان کے لئے مناسب ہیں۔
اس لئے کہ آپ بھی خادم قوم ہیں یہ بھی خادم قوم ہیں اور میں نادم قوم ہوں
مجھے ندامت ہے خدمت نہ کرنے پر۔ آپ سے اِن کو مناسبت ہے۔ اِن کو آپ سے
فائدہ ہوگا۔ چنانچہ حضرت تھانویؒ نے ان کو بیعت نہیں کیا۔ پھر وہ دیوبند آگئے
اور حضرت مدنیؒ سے بیعت ہوئے۔ مولانا عبدالماجد صاحب نماز کیواسطے جانے کیلئے
جب چارپائی پر سے اترنے لگے، جوتے ایک رخ پر تھے اور یہ دوسری طرف رخ
کرکے چارپائی سے اترنے لگے۔ حضرت مدنیؒ جلدی سے اٹھے اور جوتے لاکر ان کے
سامنے رکھ دیئے۔ مولانا عبدالماجد صاحب نے کہا کہ حضرت۔ میرے سامنے جوتے اس
طرح سے رکھے جائیں گے تو بس میری تو اصلاح ہو لی۔ مجھے تھانہ بھون جانے کی
اجازت دیجئے۔ حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ میں نے تو پہلے ہی عرض کیا تھا کہ آپ ضرور
جائیں۔ پھر تھانہ بھون سے تعلق قائم کرنا چاہا۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ آپ
بیعت ہیں مولانا حسین احمد صاحب سے اور میری طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ اُن کو اس
سے گرانی نہ ہو۔ مولانا عبدالماجد صاحب نے عرض کیا کہ ان کو گرانی کیوں ہوگی
وہ تو خود مجھے آپ کے پاس بھیج رہے تھے۔ اگر گرانی ہوگی تو کیا ہے۔ میرے تو

دو دروازے ہیں۔ اس پر حضرت تھانویؒ نے بہت ڈانٹا۔ لوگ کہتے ہیں کہ بڑا فلسفیانہ اعلیٰ درجہ کا دماغ ہے۔ کیا یہی آپ کا دماغ ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ دو دروازے ہیں۔ مولانا حسین احمد صاحب ناراض ہو گئے تو میرے پاس آجائیں گے، اور میں ناراض ہوا تو وہاں چلے جائیں گے۔ ایسے شخص کو کہیں سے فائدہ نہیں پہنچتا۔ آخر کار یہی ہوا تھا کہ حضرت مدنیؒ سے وہ ناراض ہو گئے۔ حضرت تھانویؒ کے معتقد تھے۔ بس اس تعلق کے بعد کانگریس کے ساتھ کیسے موافق رہ سکتے تھے۔

عرض :۔ حضرت مدنیؒ سے ناراض ہونے کے کیا اسباب تھے ؟

ارشاد :۔ ان کے ناراض ہونیکے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی تھا کہ انھوں نے ایک خط لکھا تھا اس کا جواب حضرت مدنیؒ نے ایسے پرچہ پر دیا تھا کہ جس پر ہندی عبارت چھپی ہوئی تھی۔ معلوم نہیں کیا عبارت تھی۔ اس پر مولانا عبدالماجد صاحب نے خط لکھا کہ آپ نے ہندی پیڈ پر خط لکھا ہے۔ آپ کانگریس اور ہندوؤں سے اتنا متأثر ہو چکے ہیں۔ حضرت مدنیؒ نے اس کا جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں کہ اس پر کیا لکھا ہے۔ میں نے خط لکھ کر ایک دوسرے شخص کو دیا کہ اسکی نقل کر دو۔ نقل آپ کے پاس بھیج دیں اور اصل میرے پاس رہے انھوں نے اس ہندی پیڈ پر نقل کر دیا۔ مجھے اس کی اطلاع نہیں۔

مولانا عبدالماجد صاحب اپنے یہاں معتقدین کو بتلایا کرتے تھے کہ یہ بات اس طرح ہے ایسا ہونا چاہئے، ایسا ہونا چاہئے اور مشائخ زمانہ یوں کرتے ہیں اس طرح وہ مشائخ کی تردید کرتے تھے اور تردید کرتے کرتے بعض دفعہ ان کا لب ولہجہ تیز ہو جاتا تھا اور فرماتے تھے کہ عوام کو مشائخ نے تباہ کیا ہے۔ اس کا نام اخلاق رکھا ہے۔ یہ اخلاق نہیں ہے بلکہ اہلاک ہے۔ یہ تباہ کرنا ہے۔

حالانکہ ان سب کے باوجود وہ خود مشائخ زمانہ کے پاس جاتے بھی تھے اور اپنے معتقدین کو بھی لے جاتے تھے۔

مشائخ کی عیب جوئی ایمان کو تباہ کرتی ہے

ارشاد فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں ایک صاحب حضرت تھانویؒ کے مجاز تھے۔ اب ان کا انتقال ہوگیا۔ بس یہی تھا کہ مولانا مسیح اللہ صاحبؒ نے یہ کہا۔ مولانا یوسف صاحبؒ آئے تھے۔ انھوں نے یہ کہا۔ فلاں نے یہ کہا۔ فلاں نے یہ کیا۔ فلاں نے یہ کیا۔ بس برابر عیب جوئی۔ ایک مرتبہ میں نے ان سے کہا کہ کانپور سے ایک شخص نے حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی خدمت میں جانیکا ارادہ کیا بیعت ہونے کیلئے۔ چنانچہ وہ سہارنپور گئے اور بیعت ہوکر واپس کانپور آئے تو انھوں نے قصہ سنایا کہ مجھے بہت ڈر تھا کہ معلوم نہیں دیکھتے مجھ پر کتنی لتاڑ پڑے گی (کیونکہ وہ ڈاڑھی منڈے تھے) لیکن حضرت شیخؒ نے کوئی لفظ نہیں کہا۔ حضرت رائپوریؒ تشریف لائے ہوئے تھے۔ شیخ نے ملاقات پر پوچھا کہ آپ کب تک ٹھہریں گے۔ میں نے عرض کیا کہ آج رات ٹھہروں گا۔ کل جاؤں گا۔ تو شیخ نے فرمایا کہ اسوقت فلاں مکان پر چلو حضرت رائپوری وہاں آئے ہوئے ہیں۔ میں بھی آتا ہوں اور پھر صبح کی نماز یہاں پڑھ لینا اسوقت بیعت ہو جانا۔ یہ کہہ کر حضرت شیخ نے حضرت رائپوریؒ کے یہاں بھیجدیا وہاں جاکر انھوں نے حضرت رائپوریؒ کے خادم سے عرض کیا کہ میں کانپور سے آیا ہوں۔ حضرت نے فرمایا نہ۔ نہ۔ شیخ کے پاس بھیجو۔ انھوں نے یہ نہیں کہا کہ بیعت ہونے کیلئے آیا ہوں۔ انھوں نے بس یہی کہا کہ میں کانپور سے آیا ہوں۔ بہرحال میں نے یہ قصہ سنایا اس پر انھوں نے (جو حضرت تھانویؒ کے خلیفہ تھے) کہا کہ یہ تو طالب کیساتھ خیانت ہے۔ جب ڈاڑھی مونچھ منڈی ہوئی تھی تو ان کو نصیحت کرنا چاہئے تھا۔ یہ تو طالب کی حق تلفی ہے۔

شیخ نے خیانت کی ہے۔ میں نے کہا خدا جانے ان کے اندر کیسا کینسر کا مرض ہوگیا ہے کہ دوسروں کے عیوب پر ان لوگوں کی نظر جاتی ہے اپنا کوئی عیب ان کو نظر نہیں آتا۔ میں نے انکو اچھی طریقہ سے جھاڑ دیا۔ میں نے کہا خبر بھی ہے کہ اس کا کیا اثر ہوا۔ اسکے بعد سے آج تک انھوں نے ڈاڑھی پر کبھی اُسترہ نہیں لگایا۔ کیا طالب کا یہی حق ہے کہ فوراً اس کے سر پر لاٹھی ماردیں۔ مقصود اصلاح ہے اور اصلاح کے طریقے بزرگوں کے الگ الگ ہیں۔ انھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ لوگ شیخ کو بھی بُرا کہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ اتنے روز تک سہارنپور رہے اور شیخ کے دسترخوان پر آپ نے کھانا کھایا۔ کبھی شیخ کی زبان سے کسی کو بُرا کہتے ہوئے آپ نے سنا۔ جو بدنصیب بزرگانِ دین کو برا کہہ کر اپنا ایمان تباہ کرتے ہیں وہ آپ کیلئے قابلِ تقلید ہیں، حضرت شیخ قابل تقلید نہیں۔ اُن بیچاروں کی طبیعت ایسی خراب ہوگئی تھی کہ دماغ پر فالج پڑا تھا، پاگل ہوگئے تھے۔ کسی کے گھر میں گھس جاتے تھے اور پھر جب یہ طاقت ختم ہوگئی تو بس اب لیٹے لیٹے نہ زندوں میں نہ مُردوں میں۔ بس اسی طرح سے رہے۔ اس کے بعد انتقال ہوا۔ تہجد پڑھتے تھے، ذکر و شغل بھی کرتے تھے۔ یوں کہا کرتے تھے کہ بس اسکی تمنا ہے کہ جو چیز ہمارے پاس ہے اس کو لینے والا کوئی مل جائے۔ اللہ رحم کرے۔

حضرت تھانویؒ کے اندر ایثار کا مادہ بہت تھا

ارشاد فرمایا کہ بس آج کل لوگوں کا حال یہ ہوگیا ہے کہ اس طرح بیٹھے رہیں جس طرح ان کے شیخ بیٹھے رہیں۔ بات اس طرح کرتے ہیں جسطرح انکے شیخ بات کرتے ہیں۔ ایک صاحب کے پاس میں نے بہت موٹی کاپی اصلاحی دیکھی اُن احوال کی جو وہ اپنے شیخ کو لکھتے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ سب سے پہلے میں نے اپنے شیخ کی لاٹھی کو اختیار کیا۔ لوگ حضرت تھانویؒ کی ڈانٹ ڈپٹ کو تو اختیار کرتے ہیں لیکن جو حضرت

کے اندر ایثار کا مادہ تھا۔ ہر ایک کی حیثیت کی شناخت کا مادہ تھا۔ اس کے پاس بھی نہیں جاتے۔ ایک صاحب لمبا سفر کرکے آئے۔ انھوں نے پہلے آنیکی اجازت نہیں مانگی تھی۔ حضرت نے ان کو واپس کردیا۔ تین روز بعد فرمایا کہ مجھے تین روز سے نیند نہیں آئی۔ اس صدمہ سے کہ اس شخص نے کتنا پیسہ خرچ کیا اور کتنا وقت صرف کیا اور اس نے کتنی محنت کی پہلے خط کے ذریعہ سے اجازت منگا لیتا تو کیا اچھا ہوتا اس کی خاطر میں نیند نہیں آئی۔ اور اپنے اصول کے اتنے پابند کہ اسکو واپس کردیا۔ کاپی میں یہ بھی تھا کہ جب حضرت کو خط لکھا تو اس میں انکی اہل و عیال کو بھی سلام لکھدیا۔ بس اس کے اوپر گرفت۔ کیا یہ اپنے شیخ کے ساتھ بے ادبی اور گستاخی نہیں ہے۔ میں نے کہا بس تمہاری اصلاح یہیں ہو گی۔ جتنے خطوط اصلاحی لکھتے تھے وہ اور اس کے جوابات اسی میں نقل تھے۔

خراسان سے آرہا ہوں

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے ایک شخص کو دیکھا کہ گھسٹ کر چل رہا ہے۔ ان صاحب نے ان سے پوچھا کہ کون ہو کہاں سے آرہے ہو۔ تو کہا کہ (اسی طرح گھسٹ کر) خراسان سے آرہا ہوں۔ پوچھا کب چلے تھے۔ جواب دیا دس برس ہوئے۔ پوچھا کہاں جارہے ہو۔ جواب دیا کہ حج کیلئے جارہا ہوں۔ (ہمارے حضرت والانے فرمایا کہ) اب بتاؤ کہ اس دس برس کے عرصہ میں اس کو راستہ میں کتنی چیزیں ملی ہوں گی۔ یہ سب راستہ کی چیزیں ہیں اصل مقصود نہیں ہیں اسیطرح کرامات کو سمجھ لیجئے کہ وہ اصل مقصود نہیں صرف راستہ کی چیزیں ہیں۔

کیا سفرِ معصیت کی موت شہادت ہے

عرض:- ایک بزرگ نے فرمایا کہ چونکہ سفر کی موت شہادت ہے اسلئے

اگر سفر معصیت ہو اور سفر میں موت آگئی تو شہادت کا مرتبہ ملے گا اگرچہ اسے سفر معصیت کا گناہ بھی ہوگا۔ انھوں نے مجھ سے دریافت فرمایا تھا کہ اس سلسلہ میں کوئی فقہی جزئیہ ہے؟ تو میں نے لاعلمی ظاہر کردی تھی لیکن میں شامی میں تلاش کرنے لگا تو اس انداز کی بات اس میں ملتی ہے حضرت والا اس پر کیا فرماتے ہیں۔

ارشاد:- اللہ کی بخشش تو بہت وسیع ہے۔ ایک شخص زنا کر رہا ہے اور زنا کی حالت میں اس پر چھت گر پڑی۔ وہ شہید ہے۔

اصل عشق اتباع سنت میں ہے

عرض:- ان بزرگ نے فرمایا تھا کہ میں تعزیہ کو کبھی گالی نہیں دیتا اگرچہ بنانے کو منع کرتا ہوں لیکن تعزیہ بنانے والا حسنین کے عشق میں بناتا ہے۔ کیا عجب ہے کہ اس کا یہ عشق قیامت میں کام دے جائے۔

ارشاد:- جنھوں نے عشق کی تعلیم دی ہے انھوں نے اس کا طریقہ بھی بتایا ہے۔ اپنی طرف سے نہیں۔ اصل عشق تو اتباع سنت میں ہے۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابیؓ کو ایک جگہ کا امیر بنایا۔ ان کو فرمایا کہ تم سوار ہو جاؤ انکو سوار کرا دیا اور خود نصیحتیں ارشاد فرماتے ہوئے پیدل چلے۔ ذرا غور کی بات ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پیدل چلیں اور وہ صحابیؓ اونٹ پر سوار ہوں۔ انھوں نے سوار ہونے سے انکار نہیں کیا، تواضع نہیں کی، خاکساری نہیں برتی۔ جسطرح سے آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی کی تعمیل کی۔ بس یہی گُر کی بات ہے کہ جس طرح سے حکم ہو اس پر عمل کیا جائے۔

مراقبہ کس لئے ہوتا ہے

عرض:- آپ کو کبھی کسی وقت مولانا احمد رضا خانصاحب کے

متعلق مراقبہ میں نظر آیا کہ کس حالت میں ہیں ؟

ارشاد : کیا مراقبہ اسی لئے کرتے ہیں کہ دنیا بھر کے لوگوں کے عیوب اور گناہ ٹٹولیں۔ مراقبہ اس لئے نہیں ہوتا۔ مراقبہ اپنے گناہوں کیلئے ہوتا ہے کہ اپنے گناہوں کو دیکھیں اور غور کریں کہ ان سے توبہ کی کیا صورتیں ہیں۔ باقی میں انکی شان میں کچھ کہتا نہیں۔ میں نے کبھی ان کے متعلق نازیبا لفظ نہیں کہا۔ اُن کے لوگ مجھے برا کہہ لیں مگر میں نہیں کہتا۔

عرض : ایک بزرگ فرما رہے تھے کہ مولانا احمد رضا خانصاحب میں اتنا زیادہ عشقِ رسول تھا کہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عشق کے طفیل انکو معاف کردیں۔

ارشاد : بس جی۔ اللہ تعالیٰ کیمتعلق تو کچھ کہنا نہیں چاہئے۔ ہمیشہ حق کہنے کا حق ہے۔

بہ مئے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید

مولانا حامد میاں صاحب نے سوال کیا کہ حضرت ! " بہ مئے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید" کا کیا مطلب ہے۔ تو اس پر فرمایا کہ قصہ مشہور ہے اورنگ زیب عالمگیر کا۔ کسی ہندو لڑکی پر نظر پڑگئی کسی پولیس افسر کی۔ پولیس افسر مسلمان تھا اسے پسند آگئی یہ اندر بیٹھ گئی۔ اس پولیس افسر نے کیا کیا۔ جب اس کی شادی کا وقت آیا، اس کا ڈولا تیار ہوا، اس پولیس افسر نے مطالبہ کیا کہ پہلی رات ڈولا میرے یہاں رہے گا۔ لڑکی اُس کیلئے تیار نہیں۔ حتیٰ کہ کوشش کرکے لڑکی نے براہِ راست اورنگ زیب عالمگیر سے عرض کیا۔ انھوں نے کچھ سوچا۔ سوچنے کے بعد کہا کہ تمہیں اس کی بات مان لینی چاہئے۔ لڑکی نے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ تو کہا کہ بیٹی اس کا کہنا مان لو۔ تو اس نے اور تعجب سے کہا کہ آپ مجھے بیٹی بھی کہہ رہے ہیں اور ایسی بات کیلئے کہہ رہے ہیں۔ آپ بتائیے اگر واقعی آپکی بیٹی ہو اور ایسا معاملہ ہو تو کیا آپ برداشت

کریں گے۔ تو اورنگ زیبؒ نے کہا کہ ہمارا حکم تو ماننا ہی پڑیگا۔ اب وہ لڑکی آگے کیا بولے، کچھ نہیں کہا۔ چنانچہ طے ہو گیا اُس پولیس افسر کے یہاں جانا۔ وہ پولیس افسر (ڈولا اس کے گھر جانے سے پہلے) نذرانۂ عقیدت لیکر آیا۔ ماتحتوں کو خیرات تقسیم کی اور بادشاہِ وقت کے سامنے نذرانۂ عقیدت لیکر گیا خوشی و مسرت کے ساتھ ساتھ۔ چونکہ سب حال معلوم ہو گیا تھا کہ اورنگ زیبؒ نے یہ کہا۔ لڑکی نے یہ کہا۔ جب افسر نذرانہ لیکر آیا تو پوچھا یہ نذرانہ کیسا ہے۔ کیا بات ہے۔ کہا وہی۔ تو اورنگ زیب عالمگیرؒ نے زور سے ایک تھپڑ مارا جس سے اس کا سر پھٹ گیا اور بڑی عبرتناک سزا دی اور کہا کہ ڈولا دو لہا کے ہی گھر جائے گا۔ لڑکی سے کہہ رہے ہیں کہ کہنا ماننا پڑے گا۔ بات کیا ہے پورے طور پر دیکھنا تھا کہ شکایت غلط تو نہیں تاکہ آئندہ کسی کو جرأت نہ ہو۔ دیکھنے والوں کو تو معلوم ہوا کہ بڑی سخت بات کہہ رہے ہیں۔ اورنگ زیب عالمگیرؒ باقاعدہ صاحب طریقت اور صاحب نسبت شخص ہیں اور وہ ایسی بات کہہ رہے ہیں کچھ بات ضرور ہے۔ باقی جس طرح کھرے کھوٹے روپئے چلتے ہیں اس لائن میں بھی کھرے کھوٹے چلتے ہیں۔ کھوٹے کھرے بنکر اس پر اشکال کرتے ہیں۔ یہ نہایت خطرناک چیز ہے۔ اسواسطے جو شخص اپنے لئے پیر مغاں بنائے اس کے متعلق خوب تحقیق کرلے کہ واقعی یہ ظاہر و باطن کا ماہر ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو پھر اب آگے کچھ اور پوچھنا ہی نہیں۔ جس کے پاس علم ظاھر بھی ہے علم باطن بھی ہے تزکیۂ نفس کئے ہوئے ہے۔ تصور بھی نہیں کر سکتا شراب کا جو آپ پیر مغاں کیطرف منسوب کر رہے ہیں۔

یہ صورت تو شراب پینے والے کی ہے ہی نہیں

ایک زمانہ میں شیخ الحدیث صاحبؒ دلی جایا کرتے تھے۔ اکیلے جایا کرتے تھے۔

کسی اسٹیشن پر پیاس شدید لگ رہی تھی۔ سامنے دیکھا بوتلیں ہیں، دوکان ہے۔
اس سے خریدنے کیلئے پہنچ گئے۔ اس نے ایک نظر ڈالی اور کہاکہ آپ کے پینے کی
نہیں۔ یہ سمجھے کہ یوں دیکھا ہو گاکہ طالب علم آدمی ہے اس کے پاس پیسے نہیں
ہوں گے تو کہاکہ پیسے جتنے کہو گے اتنے دیدوں گا بوتل دیدو۔ اس نے کہا۔ نہیں
دیتا۔ شیخ نے فرمایاکہ بات تو بتادو۔ تو اس نے ڈانٹ کے کہا نہیں بیچتا میں آپ
کے ہاتھ، آپ یہاں سے جلئیے۔ حضرت شیخ چلے آئے۔ بات کیاہے۔ دراصل وہ
شراب کی بوتلیں تھیں۔ اللہ نے بچایا۔ یہ تو بے خبری میں پہنچ گئے تھے۔ اس نے دیکھ
کر سمجھ لیاکہ یہ مغالطہ میں آگئے ہیں۔ یہ صورت تو شراب پینے والے کی ہے ہی نہیں۔
(پھر مولانا حامد میاں صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا) حضرت مولانا وصی اللہ صاحب
نے حکیم افہام اللہ صاحب سے کتنا عرصہ پہلے کہدیا تھا کہ یہ تمہارے پاس آئینگے۔
ذرا انکا خیال رکھنا۔ آپ انکے یہاں گئے اور حکیم افہام اللہ صاحب نے آپ کا خیال
رکھا۔ بس جو علم ظاہر اور علم باطن میں کامل ہے تو وہ غلط بات کہے گا ہی نہیں لوگ
اپنی کم علمی کیوجہ سے اسکی بات کو غلط کہہ رہے ہیں لیکن درحقیقت وہ غلط بات نہیں کہیگا۔

ایمان رأس العبادات ہے یا نماز

عرض:۔ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان سے عبادت
طلب کی ہے۔ اور عبادات میں رأس العبادات نماز ہے جو بلا ایمان کے مقبول نہیں اسلئے
سوچنے کے بعد ایسا سمجھ میں آتا ہے کہ نماز ہی مقصود بالذات ہے اور ایمان شرائطِ صحتِ
صلوٰۃ میں سے ہے۔ بار بار یہی سمجھ میں آتا ہے اور کبھی کبھی اس سے الجھن پیدا ہوتی ہے کہ تمام محققین نے
تو ایمان کو رأس العبادات لکھاہے اور نماز کو عبادتِ بدنی قرار دیا۔ حضرت نانوتویؒ فرماتے
ہیں کہ نماز انقیاد کامل ہے۔ ارشاد:۔ کچھ نہیں۔ یہ سب کچھ نہیں۔ بس جسطرح حق تعالیٰ فرمادیں اسی
طرح کرنا چاہئے۔ کیا چیز مقصود ہے کیا چیز مقصود نہیں۔ اس سے بحث ہی نہیں جو کچھ انھوں نے فرمادیا وہ کرنا چاہئے۔

آدمی سے روپیہ بنتا ہے نہ کہ روپئے سے آدمی

ارشاد فرمایا کہ برما سے کچھ تاجر حضرات سہارنپور آئے اور مدرسہ کو دیکھ کر اور آمد وخرچ کو معلوم کرکے کہا کہ ہمارے یہاں تو ایسا مدرسہ ایک ایک آدمی چلا سکتا ہے ہم بھی اپنے یہاں جاکر مدرسہ قائم کریں گے۔ تو مولانا عبداللطیف صاحب (ناظم مدرسہ مظاہر علوم) نے میرے سامنے جواب دیا تھا کہ روپئے سے آدمی نہیں بنتا، آدمی سے روپیہ بنتا ہے۔ اگر آدمی کام کا ہے تو روپیہ بہت جمع ہوسکتا ہے، اور اگر آدمی کام کا نہیں اور روپیہ بہت ہے اس سے کیا ہوسکتا ہے۔

عطر لگانیوالوں کے چند طریقے

ارشاد فرمایا کہ عطر لگانے والوں کے چند طریقے دیکھے۔ ایک طریقہ تو یہ کہ عطر کی شیشی کھول کے اس کے منہ پر ایک انگلی رکھی پھر شیشی کو الٹا کیا اور عطر لگالیا۔ بعضے حضرات ایک نہیں بلکہ پانچوں انگلیوں پر عطر لگاکر کپڑوں پر لگاتے ہیں۔ بعضے حضرات شیشی کو الٹا کرکے ہتھیلی پہ ڈالتے ہیں پھر اسکو کپڑوں پر لگاتے ہیں۔ بعضے حضرات شیشی کھول کر کندھے پر ڈالتے ہیں۔ بعضے حضرات شیشی کو لے کر جیب میں رکھ لیتے ہیں۔ میرے ایک دوست کا معمول یہی ہے کہ وہ عطر

کی شیشی جیب میں رکھ لیتے ہیں۔ جب میں انکو عطر کی شیشی دیتا ہوں تو اس کی ڈاٹ میں اپنے پاس رکھ لیتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں لائیے میں ڈاٹ لگا دیتا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ میں اپنے آپ لگالوں گا۔ آپ کو اتنی زحمت کرنیکی ضرورت نہیں۔

سر میں تیل لگانیکا سُنت طریقہ

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ عطر ہتھیلی پر ڈالتے اور دونوں ہاتھوں کو خوب ملتے پھر لگایا کرتے تھے۔ اسی طرح مولانا قمرالدین صاحبؒ بھی لگایا کرتے تھے اور بغل میں لگاتے تھے جہاں پسینہ کا اثر ہوتا ہے۔ بسل شاہجہاںپوری صاحب حضرت شیخ (مولانا زکریا صاحب) کے سر میں تیل لگا رہے تھے۔ انھوں نے شیخ سے پوچھا کہ حضرت سر میں تیل لگانا سنت کس طرح ہے۔ حضرت شیخؒ نے سر کے بالکل بیچ میں ماتھے کے قریب جگہ بتائی اور فرمایا کہ یہاں سے ابتداء کی جائے اور بھوؤں کو بھی لگایا جائے۔ یہ میرے سامنے ہی فرمایا تھا۔

جس برتن میں کھائے اسمیں ہاتھ نہ دھونے چاہئیں

ارشاد فرمایا کہ مناظرہ کے سلسلہ میں ایک جگہ جانا ہوا۔ وہاں مولانا عبدالسلام صاحب مرحوم بھی تھے وہ اپنے پیالہ میں ہاتھ دھوتے تھے۔ حضرت رائپوریؒ کے ایک خادم مولوی عبدالمنان صاحب جواب بھی پاکستان میں حیات ہیں۔ ان کو دیکھا کہ برتن کو پہلے خوب چاٹ لیتے تھے اور اس کے بعد ہاتھ دھو کر انگلی سے خوب پھر اکر اسے پی جاتے تھے۔ الاشباہ والنظائر میں کچھ نصائح لکھے ہیں۔ انھوں نے منع کیا ہے کہ جس برتن میں کھاؤ اس برتن میں ہاتھ مت دھوؤ۔

بدن موٹا کرنیکی ترکیب

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت پتلی اور دُبلی تھیں۔ کسی نے ان کیلئے بتایا تھا کہ کھجور کو ککڑی کے ساتھ کھلایا کرو۔ بدن موٹا ہو جائے گا۔

چائے پر اعتراض

ہمارے مولانا سعید احمد خاں صاحب چائے پر اعتراض کرتے ہیں کہ چائے میں چند چیزیں خلاف سنت ہیں۔ بغیر ہاتھ دھوئے اسکو پیتے ہیں اور کلی نہیں کرتے، بسم اللہ نہیں پڑھتے حالانکہ پانی میں یہ سنت جاری ہے۔ اس میں بھی کوئی ہاتھ نہیں دھوتا بلکہ کھجوریں بھی بغیر ہاتھ دھوئے کھائی جاتی ہیں۔ کھجوروں کے کھانے کیلئے کوئی ہاتھ نہیں دھوتا نہ کلی کرتا ہے بلکہ پان کھانے میں بھی یہ سنتیں ترک ہو جاتی ہیں۔

نبی اور غیر نبی کی طاقت میں فرق

احقر راقم الحروف (نور اللہ) نے غار حراء اور غار ثور جاکر آنے کے بعد عرض کیا کہ حضرت۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم غار حراء اور غار ثور پر اتنا طویل راستہ ہونیکے باوجود کیسے تشریف لے گئے جبکہ آج حجاج کرام بسوں میں جاتے ہیں اسکے باوجود پہاڑ پر چڑھنا مشکل ہوتا ہے۔ تو ارشاد فرمایا کہ کیا تم نبی کی طاقت کو غیر نبی کی طاقت پر پرکھنا چاہتے ہو۔

وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی جب مکہ مکرمہ پہنچے تو ملکہ وکٹوریہ کا فرمان سلطان عبد الحمید (جو اسوقت مکہ مکرمہ کے بادشاہ تھے) کے نام پہنچا کہ ہمارا ایک مجرم آپ کے یہاں پہنچا ہے اسکو گرفتار کرکے ہمارے پاس بھیجو۔ تو سلطان نے جواب دیا تھا کہ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا۔ وہ دار امن میں داخل ہو گئے ہیں ہم ان کو گرفتار نہیں کرسکے۔

اسکو پکڑ کے لیجاؤ

ارشاد فرمایا کہ سہارنپور میں ایک صاحب نے سب سے ملاقات کرلی کہ میں حج کو جارہا ہوں۔ سب سے مصافحہ وغیرہ بھی کرلیا۔ تیسرے دن دیکھا کہ پھر وہیں موجود ہیں۔ پوچھا

کیا بات ہے؟ تو کہا کہ میں نے سنا ہے کہ والدین کی اجازت کے بغیر حج نہیں کرنا چاہئے۔ اس لئے اجازت لینے آیا ہوں۔ مگر وہ تو جاتا ہی نہیں۔ مولانا اسعد اللہ صاحبؒ حج کو تشریف لیجارہے تھے شیخؒ نے اُن سے کہا کہ اس کو پکڑ کے لیجاؤ۔ کہیں بھی اسکو مت چھوڑنا۔ چنانچہ مولانا اسعد اللہ صاحبؒ اس کو لے گئے راستہ میں چقمہ دینے کی اس نے بہت کوشش کی مگر مولانا اسعد اللہ صاحبؒ نے نہیں چھوڑا۔ جب کراچی کی بندرگاہ پر پہنچے تو اس نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو گیا۔ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے۔ تو ایک شخص نے کہا کہ یہ میرا لڑکا ہے پانی کو دیکھ کر ڈر گیا ہے کوئی بات نہیں ہے۔ آخر کار اس کو حج میں لے گئے۔ جب مکہ مکرمہ پہنچے تو چیخیں مارتا ہوا پھرتا تھا۔ لوگ پوچھتے تو مولانا فرماتے کہ یہ لڑکا پاگل ہو گیا ہے اس کو چھوڑ دو۔ حضرت نے اس کو ڈانٹا اور کہا کہ بیوقوف کیا حرکتیں کرتا ہے۔ تو اس نے جواب دیا کہ واقعی میں بیوقوف ہوں تب ہی تو میں آپ کو مل گیا، اگر میں ہوشیار ہوتا تو نہ ملتا۔

حج بدل کرنیوالے کیلئے تمتُّع جائز ہے یا نہیں

احقر راقم الحروف (نور اللہ) نے عرض کیا کہ حضرت حج بدل کرنیوالے کے لئے تمتع جائز ہے یا نہیں؟ اس پر ارشاد فرمایا کہ ہاں جائز ہے لیکن اس میں اختلاف ہے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ نے فرمایا کہ دلائل کو دیکھتے ہوئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمتع آمر کی اجازت سے جائز ہے لیکن حضرت گنگوہیؒ کے خلاف فتویٰ دینے کی ہمت نہیں ہوئی کیونکہ حضرت گنگوہیؒ اس کے خلاف تھے۔ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانویؒ کے پاس اس کا فتویٰ آیا تو انھوں نے دلائل میں بہت زور صرف کر دیا کہ تمتع جائز ہے پھر یہ فتویٰ حضرت سہارنپوریؒ کے پاس آیا۔ حضرت سہارنپوریؒ نے اس پر لکھا کہ مجیب کے سارے دلائل مخدوش ہیں۔ حضرت مولانا ظفر احمد صاحبؒ

تھانویؒ نے اس کو دیکھ کر حضرت سہارنپوریؒ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ آپ ہی نے
تو فرمایا تھا کہ جائز ہونا چاہئے۔ حضرت سہارنپوریؒ نے فرمایا کہ ان دلائل کی بناء پر تھوڑا
ہی کہا تھا جن کو آپ نے لکھا ہے۔ پھر حضرت والا (حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ) نے فرمایا
کہ بات دراصل یہ ہے کہ متمتع کے عمرہ کا احرام تو ہے میقاتی اور حج کا احرام ہے مکی۔ حالانکہ
حج کا احرام میقاتی ہونا چاہئے چونکہ قرآن میں حج و عمرہ دونوں کا احرام میقاتی ہے
اس لئے وہ جائز ہے تمتع میں یہ بات نہیں ہے لیکن میرا خیال یہ ہے کہ جس طرح کوئی
شخص اپنا حج تمتع کرنا چاہے تو وہ جائز ہوتا ہے اسی طرح اگر آمر تمتع کی اجازت
دیدے تو وہ بھی جائز ہونا چاہئے۔

منیٰ کا حوض

ارشاد فرمایا کہ منیٰ میں ایک حوض ہے۔ جس آدمی کو
لُو لگ جاتی ہے اس کو اس میں غوطہ دیتے ہیں (آجکل
ایرکنڈیشن کمرے وغیرہ ہو گئے ہیں اب خدا جانے وہ حوض ہے یا نہیں) وہ
حوض برف کا ہے۔ سہارنپور میں ایک مولانا عبدالسبحان صاحب تھے۔ جب میں
شعبان کی چھٹی میں کانپور سے سہارنپور آیا تو انھوں نے کہا کہ مفتی صاحب۔ میں
اس سال حج کو جاؤں گا۔ ویسے میرے پاس نہ ٹکٹ ہے نہ پاسپورٹ نہ ویزا۔
باقی میں حج کو ضرور جاؤں گا۔ میں نے اُن سے کہا کہ میری آپ سے ایک درخواست
ہے وہ یہ کہ آپ وہاں سے واپس نہ آئیے۔ چنانچہ وہ حج کو گئے، منیٰ میں اُنکو لُو
لگی تو ان کو حوض میں غوطہ دیا گیا تو وہ ایسے ہو گئے کہ جیسے آگ پر پانی ڈالنے
سے ہوتا ہے بالکل ٹھنڈے ہی ہو گئے۔ بیچارے کا انتقال ہو گیا۔

صاحبِ قاموس کی امام ابوحنیفہؒ کے متعلق برائت

ارشاد فرمایا کہ صاحب القاموس کے پاس کسی صاحب نے خط لکھا کہ آپ نے امام ابوحنیفہؒ

کی مخالفت میں رسالہ لکھا ہے۔ انھوں نے جواب میں لکھا کہ غلط ہے۔ اگر تمہارے پاس وہ رسالہ ہو تو اسکو پھاڑ دو، جلادو۔ میں نے امام ابو حنیفہؒ کے خلاف کچھ نہیں لکھا۔ پھر انھوں نے امام ابو حنیفہؒ کے مناقب میں مستقل رسالہ لکھا کہ میں امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں یہ عقائد رکھتا ہوں۔

تنبیہ الطربی کا تعارف

ارشاد فرمایا کہ شیخ محی الدین ابن عربیؒ کے ساتھ فتوحاتِ مکیہ میں بہت کچھ تدلیسات کی گئیں۔ عبارت گھڑ گھڑ کر بڑھا کر انکی طرف منسوب کردی گئی۔ حضرت تھانویؒ نے تنبیہ الطربی فی تنزیہ ابن عربی میں انکی تفتیش کر کے لکھا کہ یہ غلط ہے یہ غلط ہے۔ حالانکہ دوسری جگہ پر اسی کتاب فتوحاتِ مکیہ میں اسکے خلاف تصریح موجود ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی تین بددعائیں

ارشاد فرمایا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کے گورنر تھے۔ وہاں سے ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں انکی شکایت کی کہ آپ نے یہاں ایسے شخص کو بھیجدیا ہے کہ جسکو نماز پڑھانا بھی نہیں آتی (لا یحسن یصلی)۔ حضرت عمرؓ نے تحقیق و تفتیش کی۔ خود براہِ راست اُن سے بھی دریافت کیا کہ آپ کیسے نماز پڑھاتے ہیں تو بتایا کہ اس طرح پڑھاتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے میرا بھی خیال یہی ہے کہ آپ ایسے ہی نماز پڑھاتے ہوں گے۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ایسے ہی نماز پڑھاتے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے کہا کہ مجھ سے زیادہ خسارہ میں کون ہوگا اگر مجھے نماز پڑھانا نہیں آتی۔ میں نے براہِ راست حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے نماز سیکھی ہے۔ کیا مجھے نماز پڑھانی نہیں آتی۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے بددعا کی یا اللہ جس شخص نے میرے متعلق

یہ شکایت کی ہے اگر تیرے نزدیک جھوٹا ہے تو اسکی عمر دراز کردے۔ اور اسکو نابینا کردے۔ اور اس کو فتنوں میں مبتلا کردے۔ تین بد دعائیں کیں چنانچہ اسکی عمر بہت ہوئی، نابینا ہوگیا، اور فتنوں کا یہ حال تھا کہ کوئی لڑکی پاس سے گذرتی اور وہ اس کی آہٹ محسوس کرتا تو اس کو پکڑ کے بدکاری کرنیکی کوشش کرتا۔ کوئی اس سے پوچھتا کہ تو کون ہے تو کہتا کہ میں وہ ہوں جس کو سعد بن ابی وقاص کی بد دعا نے تباہ کردیا ہے۔

الثُلثُ کثیرٌ

ارشاد فرمایا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جب حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج وعمرہ کے موقع پر آئے تھے وہاں بیمار ہوگئے۔ ان کو خیال ہوا کہ بس انتقال کا وقت قریب آگیا تو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری صرف ایک لڑکی وارث ہے میرا اور کوئی وارث نہیں۔ کیا میں اپنے سارے مال کی وصیت کردوں۔ حضور نے فرمایا نہیں۔ عرض کیا آدھے مال کی وصیت کردوں۔ تو فرمایا نہیں۔ عرض کیا ایک تہائی مال کی وصیت کردوں تو فرمایا ہاں۔ وَالثُلثُ کثیرٌ۔ پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شاید اللہ تعالیٰ تمہاری عمر دراز کرے اور تمہارے ذریعہ سے ایک قوم کو نفع پہنچے، اور ایک قوم کو مضرت پہنچے۔ وہ نفع یہی تھا جو مسلمانوں کو پہنچا کہ ان کے ہاتھ پر ایران فتح ہوا، اور مضرت وہی تھی جو آتش پرستوں کو لاحق ہوئی۔

حضرت عمرؓ کا دُرّہ

ارشاد فرمایا کہ بازار میں ایک لڑکی کپڑا اوڑھے ہوئے جارہی تھی۔ ہوا کا جھونکا آیا اس کا کپڑا اٹھ گیا جس سے اس کی پنڈلی ظاہر ہوگئی۔ حضرت عمرؓ نے دُرّہ ہاتھ میں لئے ہوئے ڈانٹا کہ احتیاط سے نہیں چلتی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ پاس ہی تھے۔ انھوں نے کہا کہ دیکھو جی! اس لڑکی کا قصور نہیں ہے وہ اپنی طرف سے پورے پردہ کا اہتمام کرکے

نکلی اور ہوا پر اس کا قبضہ نہیں۔ میں آپ کیلئے بد دعا کرتا ہوں۔ بس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً ان کے ہونٹ پکڑ لئے۔ اور اپنا درّہ ان کے ہاتھ میں دیدیا کہ کوڑے مارلو مگر بد دعا نہ کرنا۔

بے قصور بھی معزول کیا جاسکتا ہے

حالانکہ جب کوفہ کی گورنری سے انکو معزول کیا اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے محمد بن مسلمہ کو بھیجا تھا انھوں نے کوفہ جاکر ایک گھاس کی گٹھری خریدی اور ان کے مکان کے سامنے ڈال کر آگ لگائی (اسوقت لوگوں کو جمع کرنیکی یہی صورت اختیار کی جاتی تھی) شعلہ بلند ہوا، لوگ اکٹھے ہوگئے تو محمد بن مسلمہ نے سب کے سامنے ان کو معزول کیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں بیٹھے ہوئے دیکھتے رہے۔ انھوں نے کوئی بد دعا نہیں کی کیونکہ محمد بن مسلمہ امیر المؤمنین کے حکم سے آئے ہوئے تھے اور پھر مجمع کے سامنے یہ بھی فرمادیا تھا کہ سعد بن ابی وقاص رض کی غلطی نہیں ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رض کی جو شکایت کی گئی تھی وہ غلط ہے لیکن دوسری مصلحت کیوجہ سے انکو معزول کیا گیا ہے۔ قصور تو کچھ نہیں۔ اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ بغیر قصور بھی الگ کیا جاسکتا ہے۔

حضرت عمر رض کی خصوصیات

ارشاد فرمایا کہ شوریٰ واہتمام میں قرآن پاک سنانے کے محرّک اول حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اُسکو تراویح میں سنانے کے محرّک بھی حضرت عمر رض ہیں۔ ایران کو فتح کرنیوالے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ جگہ جگہ پر قرآن پاک کی اشاعت کرنیوالے حضرت عمر رض ہیں۔ شیعہ لوگ ناراض نہیں ہوں گے تو کیا خوش ہوں گے۔

شیعہ کے دو خچر

ارشاد فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رح کے زمانہ میں ایک شیعہ نے دو خچر پال رکھے تھے۔ ایک کا نام رکھا تھا ابوبکر

اور ایک کا نام عمر رکھا تھا۔ ایک روز امام صاحبؒ سے کسی نے بیان کیا کہ ایک خچر نے اس شیعہ کے لات ماردی جس سے اس کی کھوپڑی پھٹ گئی۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ تحقیق کرکے دیکھو اس خچر نے لات ماری ہوگی جس کا نام عمر رکھا ہوگا۔ چنانچہ تحقیق کی گئی۔ معلوم ہوا کہ اسی خچر نے لات ماری تھی جس کا نام عمر رکھا تھا۔

مہمان کی تین قسمیں

ارشاد فرمایا کہ کسی ایک جگہ دعوت میں بلایا گیا تو میں نے کہا کہ میرے ساتھ ایک مہمان بھی ہیں۔ پھر میں نے کہا کہ مہمان کی تین قسمیں ہیں۔ وہ تین قسمیں کتابوں میں تو لکھی ہوئی نہیں ہیں باتی ہیں۔ ایک قسم تو یہ ہے کہ کسی نے دعوت کی تو میں کہوں کہ میرے ساتھ ایک مہمان بھی ہے انکو بلا کرلے آؤں گا۔ خود بھی گیا اور مہمان کو بھی ساتھ لے گیا۔ ایک مہمان ایسا ہے کہ یوں کہے کہ میرے یہاں مہمان ہیں دعوت کا کھانا میرے یہاں بھیجدو نہ تو خود گیا نہ مہمان کو ساتھ لے گیا۔ بلکہ کھانا اپنے یہاں ہی منگالیا مہمان کے اعزاز میں۔ ایک مہمان ایسا کہ اس مہمان کے اعزاز میں (خود کی) دعوت ہی ملتوی کردی کہ بھائی میرے یہاں مہمان ہیں میں نہیں آسکتا۔ ہر ایک مہمان کی حیثیت الگ الگ ہوتی ہے۔ یہ حیثیت خود میزبان تجویز کرسکتا ہے کہ یہ مہمان کس حیثیت کا ہے کسی دوسرے کے تجویز کرنے کی یہ چیز نہیں۔

مسلم اور غیر مسلم لڑپڑیں اور مسلم ناحق پر ہو تو کیا کیا جائے

عرض:۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ کانپور میں رہتے تھے۔ میں نے کانپور میں پڑھنے کے زمانہ میں سنا تھا کہ کوئی تعزیہ تھا وہ تلی بازار میں سبزی منڈی جاتے ہوئے وہاں ہندوؤں نے تار باندھ دیا تھا تو اس پر ہندو مسلم لڑائی کی نوبت

آگئی تھی۔ مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ نے اپنے لوگوں کو بھیجا مسلمانوں کی حمایت کیلئے۔ یہ تو بظاہر تعزیہ کی حمایت ہوئی اگرچہ وہ تعزیہ کے حامی نہیں تھے۔ ارشاد۔ اگر ایک مسلم اور ایک غیر مسلم کے درمیان لڑائی ہو جائے اور فرض کر لیجئے کہ مسلم ناحق پر ہے اور یہ لڑائی پھیل جائے اور بے ایمان مسلمانوں کو اور مسلمان بے ایمانوں کو ماریں تو مسلمانوں کی حمایت کرنا لازم ہے۔ اب یہ لڑائی کفر و اسلام کی لڑائی ہو گئی۔

عوام کی دلیل

ارشاد فرمایا کہ امام رازیؒ کو کسی جگہ راستہ میں شیطان مل گیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ پھر ایک کھیت والے کو دیکھا کہ کندھے پر پھالی لئے جا رہا تھا اپنے کھیت میں کو۔ امام رازی نے شیطان سے پوچھا کہ بتا میرا ایمان قوی، یا اس پھالی والے کا ایمان قوی۔ شیطان نے کہا کہ اس کھیت والے کا ایمان قوی۔ تیرے ایمان کو تو میں دلیلوں سے چٹکیوں میں اڑا دوں گا۔ امام رازی نے کہا کہ میرا ایمان تحقیقی ہے اور اس کا ایمان تقلیدی ہے۔ تحقیقی ایمان قوی ہوتا ہے تقلیدی ایمان سے۔ شیطان نے کہا کہ اچھی بات۔ جب ہی اُس کھیت والے کو بلایا (جو کندھے پر پھالی لئے ہوئے تھا) اس سے پوچھا کہ خدا کے؟۔ اس نے کہا کہ ایک۔ شیطان نے کہا کہ اگر میں نے دو ثابت کر دیئے تو۔ کھیت والے نے (اپنی پھالی اس کی طرف اٹھا کر) کہا کہ ثابت کر کے دکھا تیرا پیٹ پھاڑ دوں گا۔ شیطان وہاں سے بھاگا کہ اس دلیل کا کوئی کیا جواب دے لے۔

کاہل آدمی

ارشاد فرمایا کہ ایک کاہل آدمی پڑا ہوا تھا۔ سامنے سے ایک گھوڑا سوار جا رہا تھا اس نے پکارا کہ او بھائی گھوڑا سوار۔ ذرا ایک بات سن لے۔ دیکھ یہ بیر میرے سینہ پر پڑا ہے اسکو

اٹھا کر میرے منہ میں رکھدے۔ اس نے رکھدیا تو یہ عہدی (کاہل) کہنے لگا بھائی کام تو اپنے ہی ہاتھ کا ٹھیک رہے۔ اب اس نے داہنے کلّے میں رکھدیا۔ بائیں کلّے میں کس طرح پہنچاؤں۔ دوسرا بھی ایک عہدی (کاہل) پڑا ہوا تھا اس نے کہا کہ اسکی بات ہرگز نہ مانئے، اس کے منہ میں ہرگز نہ رکھئے۔ یہ بہت کاہل ہے بڑا عہدی ہے۔ کتا آیا تھا۔ آکر ٹانگ اٹھا کے میرے منہ میں پیشاب کرتا رہا میں نے اس سے بہتیرا کہا کہ ہش کردے اس نے ہش نہیں کی۔

کلکم مجانین ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کوئی کتاب (مدینہ طیبہ میں) نقل کروارہے تھے۔ ایک عرب آیا۔ حضرت سہارنپوریؒ نے اس کے پاس حدیث کی کتاب دیکھی۔ قیمت پوچھی تو قیمت بہت تھی تو حضرت نے کہا کہ اچھا ہمیں نقل کرنیکی اجازت دیدو عرب نے نقل کرنیکی اجازت دیدی۔ ان کے پاس نقل کرنیوالے بہت تھے۔ کتاب تقسیم کردی نقل کررہے تھے۔ ایک اور عرب شخص آیا۔ ایک صاحب نے دو چار عربی کے لفظ سیکھ لئے تھے انھوں نے اس عرب سے کہا "اہلاً وسہلاً" عرب نے پوچھا کہ آپ کا مکان ہندوستان میں کہاں ہے۔ وہ تو کچھ بولے نہیں۔ دوسرے صاحب بولے آپ کا مکان انبیہٹہ شریف ہے۔ یہ کہا اور قہقہہ لگادیا اور انھوں نے آنکھیں نیچی کرلیں تو اس عرب نے ان (دوسرے صاحب) کیطرف متوجہ ہوکر پوچھا کہ آپ کا مکان کہاں ہے تو وہ صاحب چپ ہوگئے تو ایک اور صاحب بولے کہ آپ کا مکان کاندھلہ ہے۔ اس پر سب ہنس پڑے۔ عرب نے سوچا کیا بات ہے۔ جس سے پوچھیں وہ تو بتاتا نہیں، دوسرا بتاتا ہے اور اس طرز سے بتاتا ہے کہ یہ شرمندہ ہوجاتا ہے۔ اب اس عرب نے اس تیسرے شخص سے پوچھا کہ آپ کا مکان کہاں ہے تو وہ تو نہیں بولے کسی اور نے کہا کہ آپ کا مکان بریلی

شریف ہے۔ اس نے پوچھا کیا بات ہے۔ تو کہا کہ ہمارے یہاں یہ تینوں مقامات
ایسے ہیں کہ جہاں کے بیوقوف مشہور ہیں۔ انبیہٹہ ضلع سہارنپور میں۔ کاندھلہ ضلع
مظفر نگر میں اور بریلی۔ تو اس عرب نے کہا کہ کلکم مجانین (تم سب لوگ پاگل ہو)

وہاں نکاح کا کیا سوال

ارشاد فرمایا کہ میرے پاس ایک صاحب رکشہ میں بیٹھے ہوئے
آرہے تھے۔ راستہ میں اُن (بریلویوں) کے مقتدا مولانا غلام مصطفٰے صاحب تھے
انھوں نے دیکھ لیا کوئی اجنبی شخص ہے۔ انھوں نے ان کو سلام کر لیا۔ السّلام علیکم۔
انھوں نے جواب دیا کہ میں دیوبندی ہوں۔ انھوں نے کہا کہ ہوں گے آپ اپنے
گھر کے دیوبندی۔ تو اُن صاحب نے مولانا غلام مصطفٰے صاحب سے کہا کہ جی نہیں۔
آپ کا نکاح ٹوٹ گیا۔ آپ اپنا نکاح دوبارہ پڑھوائیے۔ پھر مجھے سنایا
کہ ایسی بات پیش آئی۔ میں نے کہا کہ تم لوگ بہت بیوقوف آدمی ہو۔ وہاں نکاح
کا کیا سوال۔ انھوں نے تو تین طلاق دینے کے بعد رکھ رکھی ہے۔

آپ نیچے آجائیے

ارشاد فرمایا کہ ایک رضاخانی صاحب نے وعظ کہنے کیلئے خطبہ پڑھا۔ ادھر سے کھڑے
ہو کر ایک نے کہدیا کہ آپ نیچے آجائیے ہم آپ کی تقریر سننا نہیں چاہتے۔ تو کہا کہ
محترم کیا بات ہے۔ تو انھوں نے کہا کہ آپ نے مجھے محترم کہا ہے میں دیوبندی ہوں
جو شخص دیوبندی کو محترم کہتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے لہٰذا آپ اپنے اعلیٰ حضرت
کے فتوے کی رو سے کافر ہو گئے۔ آپ نیچے آجائیے۔ پھر انھوں نے پوچھا کہ مولانا کیا
بات ہے۔ تو انھوں نے کہا کہ آپ نے مجھے مولانا کہا میں دیوبندی ہوں اور دیوبندی
کو مولانا کہنا حرام ہے۔ آپ ڈبل کافر ہو گئے۔ آپ نیچے آجائیے۔ جو شخص بدعت کا کام
کرے اسکو بدعتی کہتے ہیں اور جو حرام کام کرے اسکو کیا کہتے ہیں وہ آپ جانیں۔

تعزیہ کی ابتداء اور مولانا احمد رضا خانصاحب کا فتویٰ

حضرت حافظ محمد طیب صاحب نے سوال فرمایا کہ تعزیہ کی ابتداء اور سند کہاں سے ملتی ہے تو اس پر ارشاد فرمایا کہ مشہور یہ ہے کہ بادشاہ نجف اشرف (شہر کا نام) ہر سال جایا کرتا تھا اور وہاں جاکر اپنی خواہشات ماتم وغیرہ پوری کیا کرتا تھا۔ جس سے سلطنت کے کاموں میں حرج ہوتا اور بہت سارے کام رک جاتے تھے۔ وزیروں نے مل ملاکر کہا کہ ہم یہیں تعزیہ کا انتظام کیے دیتے ہیں۔ چنانچہ تعزیہ بنادیا اور بادشاہ سے کہا کہ بس آپ یہیں زیارت کرلیا کریں۔ پھر فرمایا کہ مولانا احمد رضا خانصاحب نے تعزیہ کے متعلق لکھا ہے کہ جس شخص نے بانس بویا اور جس شخص نے اسکو پانی دیا، جس شخص نے وہ چھرا بنایا جس سے بانس کاٹا جاتا ہے۔ غرض وہاں سے شروع کیا سب کے متعلق لکھا ہے کہ یہ سب کافر ہیں۔ اتنے سخت ہیں کہ کسی کو نہیں بخشا۔

نفل نماز باجماعت اور بعض اکابر کا تفرد

عرض :۔ فقہ کی کتابوں میں نفل نماز باجماعت پڑھنے کو مکروہ لکھا ہے۔ مگر اس کی کوئی دلیل نہیں لکھی ؟ ۔ ارشاد فقہ کی کتابوں میں مسائل منقول ہیں دلائل منقول نہیں۔ دلائل بعد کے لوگوں کے تجویز کردہ ہیں۔ لہٰذا اگر دلائل غلط بھی ثابت ہوجائیں تو امام ابو حنیفہؒ کے مسلک پر کیا اعتراض پڑے گا۔

عرض :۔ علماء تو دلائل کی تحقیق کرتے ہیں اور جتنے اکابر تھے ان سب نے مکروہ لکھا ہے۔

ارشاد :۔ آپ دلائل کی تحقیق کرتے رہیے۔ فتاویٰ بزازیہ میں مکروہ لکھا ہے اور بھی فتاویٰ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر تین مقتدی ہوں اور ایک امام ہو تو مکروہ نہیں۔ اس کے بعد جو اور لوگ آئیں گے تو کراہت ان لوگوں پر

ہوگی نہ کہ امام پر۔ باقی حضرت مدنیؒ کے یہاں تہجد کی نماز میں توسع تھا۔ بڑی جماعت ہوجاتی تھی۔ اسی طرح تراویح کے بعد مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ اپنے ایک شاگرد کو لیکر کھڑے ہوجاتے تھے۔ ان کے پیچھے نوافل میں ایک بڑی جماعت ہوجاتی تھی۔ ادھر مولانا اسعد صاحب اپنے بھائی مولانا ارشد صاحب کو لیکر کھڑے ہوجاتے تھے۔ ان کے پیچھے ایک بڑی جماعت ہوجاتی تھی۔ خود مسجدِ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں امام صاحب تہجد میں سناتے تھے۔ حق تعالےٰ کا ارشاد ہے اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ اس سے تہجد کا جماعت سے پڑھنا ثابت ہے۔ جس چیز کو قرآن پاک بیان کررہا ہے اس کو تو مستقلاً مانا جائے گا۔ آپ اگر اس کے اوپر تراویح کا اطلاق کرتے ہیں تو تراویح اور تہجد دو چیزیں ماننی پڑیں گی یا ایک۔ اگر دو چیزیں الگ الگ ہیں تو اہلِ حدیث حضرات آٹھ رکعت تراویح جماعت کے ساتھ تین روز ثابت مانتے ہیں تو ان تین روز میں تہجد جماعت کے ساتھ پڑھنا کہیں ثابت ہے۔ اور اگر ایک مانا تو حضور نے فرمایا کہ میں نے تراویح کو تمہارے لئے سنت قرار دیا کہ تم اس کا اہتمام کرو۔

مسجدوں میں محراب بنانا کیا بدعت ہے؟

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ سفر میں مولانا مسیح اللہ صاحبؒ بھی تھے۔ میں بھی تھا۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ نماز میں محراب میں کھڑا ہونا کیسا ہے۔ میں نے کہا مجھے یہ مسئلہ معلوم نہیں، مجھے اس کی تحقیق نہیں۔ اس پر مولانا مسیح اللہ صاحبؒ نے مجھے گھور کے دیکھا۔ اور فرمایا کہ کیا یہ مسئلہ آپ کو معلوم نہیں۔ میں نے کہا جی ہاں۔ مجھے معلوم نہیں۔ اس کی وجہ میں نے یہ بتائی کہ

یہ مسئلہ متون میں امام ابوحنیفہؒ سے منقول ہے کہ محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ لیکن متون میں تو نفس مسئلہ منقول ہے اس کی علت منقول نہیں۔ بعد کے حضرات نے اسکی دو علتیں تجویز کی ہیں۔ بعضوں نے کہا کہ اشتباہِ حالِ امام۔ بعض نے کہا کہ تشبہ باہلِ الکتاب۔ شیخ ابن ہمامؒ نے ان دونوں علتوں کو رد کر دیا۔ اول (اشتباہِ حالِ امام) کا رد تو یہ ہے کہ امام کا مقتدی کے سامنے ہونا ضروری نہیں۔ ایسی بھی صورتیں ہیں کہ امام مقتدی کے سامنے نہ ہو لیکن اس کے انتقالات کا تکبیرات سے علم ہوتا رہتا ہے اس کے لئے اقتدا درست ہے۔ اگر یہ ضروری ہو کہ امام مقتدی کو نظر آتا ہو تو ایسے دو چار مقتدی ہوں گے جن کو امام نظر آتا ہو گا۔ اگر لمبی صف ہو تو امام اِدھر اُدھر (دائیں بائیں) کہیں سے بھی نظر نہیں آتا تو انکی نماز نہ ہونی چاہئے۔ دوسری چیز (تشبہ باہل الکتاب) اس کا رد یہ ہے کہ اول تو تشبہ ہے ہی نہیں۔ اسلئے کہ ان کا امام بلندی پر ہوتا ہے اور ہمارا امام سطح ہموار پر ہوتا ہے، ان کا امام مقتدیوں کی طرف رخ کرتا ہے اور ہمارا امام قبلہ کیطرف رخ کرتا ہے۔ اور اگر تشبہ ہے بھی تو بہت سے بہت یہ ہو گا کہ ایک چیز اُن کے یہاں بھی مشروع ہے اور ہمارے یہاں بھی مشروع ہے۔ ہر چیز میں تشبہ کہاں ممنوع ہے۔ ھُمْ یَاکُلُوْنَ وَنَحْنُ نَاکُلُ ھُمْ یَشْرَبُوْنَ وَنَحْنُ نَشْرَبُ " وہ کھاتے پیتے ہیں ہم بھی کھاتے پیتے ہیں۔ اور اشتباہِ حالِ امام کے متعلق یہ بھی کہا کہ اگر محراب ایسی ہو جیسی فلاں علاقہ میں ہوتی ہے تو امام کے حال کا اشتباہ بھی نہیں۔ شیخ ابن ہمامؒ نے یہ جرح کر دی۔ بعضے حضرات نے کہا کہ محراب داخلِ مسجد ہی نہیں بلکہ خارج مسجد ہے۔ اس پر اشکال ہوتا ہے کہ اگر محراب خارج مسجد ہے تو معتکف اگر محراب میں داخل ہو تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جانا چاہئے حالانکہ اعتکاف اس سے فاسد نہیں ہوتا۔ بعضوں نے کہا کہ کوفہ میں جو فلاں مسجد تھی اس میں محراب دوسرے کی زمین غصب کر کے بنائی گئی

تھی اور اس لئے اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے مگر اس میں محراب کی کیا خصوصیت ہے۔ ہر ارضِ مغصوبہ میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ پھر ہمارے فقہاء اتنے مغفل تو معلوم نہیں ہوتے کہ خاص مسجد میں امام صاحبؒ نے ارضِ مغصوبہ ہونیکی وجہ سے نماز کو مکروہ قرار دیا ہو اور وہ اس کو مطلق لکھتے چلے آئیں۔ اسی وجہ سے اس پر یہ بھی جرح کی ہے کہ اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ اگر مسجد کے ساتھ ساتھ محراب بنائی جائے ارضِ مغصوبہ میں تو نماز مکروہ نہیں۔ الغرض میری سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ یہ ہے کیا۔ اس پر مولانا مسیح اللہ صاحبؒ نے فرمایا کہ اچھا یہ مطلب ہے آپ کو نہ معلوم ہونیکا۔ میں نے کہا جی ہاں۔ تو مولانا نے فرمایا کہ محراب بنانا ہی بدعت ہے لفظ محراب ہی بدعت ہے۔ یہ بات بھی میری[علہ] سمجھ میں نہیں آئی کیونکہ قرآن پاک میں ہے فلما دَخلَ عَلیھا زکریا المحرابَ وجد عندھا رزقًا۔ دوسری جگہ فرمایا "قائمًا یصلی فی المحراب" تو اس کو کیسے بدعت کہا جائے گا۔ اس پر بھی اشکال کیا ہے کہ محراب کو بدعت کہنا کیسا ہے۔ جبکہ صحابہؓ اور تابعینؒ کے زمانہ سے یہ چیز بلا نکیر بنتی چلی آرہی ہے۔ صحابہؓ کا تعامل اور توارث تو حجت ہے اس کو کیسے بدعت کہا جائیگا اور یہ بھی تو لکھتے ہیں کہ امت میں سب سے پہلے مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ہیں۔ سب سے پہلے محراب انھوں نے بنائی۔ تو سب سے پہلی بدعت تو انھوں نے ایجاد کی۔[علہ۲] بس الجھاؤ ہی الجھاؤ ہے۔ بات سمجھ میں نہیں آتی۔

علہ مراد حضرت والا زید مجدہٗ ہیں۔

علہ۲ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو فتاویٰ محمودیہ ص ۱۶۱،۶۲ جلد سادس۔

تاریخ و تذکرہ

بد دعا دینے کیلئے ہمارے ہی بچّے رہ گئے تھے

ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخؒ کے یہاں ایک صاحب مہمان ہوئے اور دیکھا کہ شیخ کا نواسہ بہت خدمت کر رہا ہے اور چھوٹا سا ہے، خوب پھر رہا ہے تو بہت خوش ہوئے اور کہا کہ خدا تمہیں بی۔ اے بنادے۔ تو شیخؒ اس پر بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ کیا بد دعا دینے کیلئے ہمارے ہی بچے رہ گئے تھے۔ حضرت شیخؒ نے اس کو بد دعا قرار دی۔ چنانچہ وہ نواسہ بی۔ اے تو نہیں ہوا بلکہ حافظ، عالم ہوا۔

لندن میں حضرت شیخ کا فیض

ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ جب لندن تشریف لے گئے تو لوگوں کا ہجوم تھا اور روزانہ کھانا کھانیوالوں کی تعداد تین ہزار سے پانچ ہزار تک تھی، ہزاروں کا ہجوم ہوتا تھا۔ حضرت شیخ سب سے الگ دوسری جگہ بیٹھے ہوتے تھے۔ مگر سب تحقیق ہوتی رہتی تھی، کوئی آلہ لگا ہوا تھا جس میں سب کی آوازیں، بولنا گفتگو کرنا سب سنائی دیتا تھا۔ ساری باتیں حضرت شیخ کو پہنچتی رہتی تھیں اور نظام طے تھا کہ فلاں وقت فلاں کام ہوگا۔ فلاں وقت فلاں صاحب تقریر کریں گے۔ اور فلاں وقت بیعت ہوگی۔ اور بیعت کیوقت مسلمان، پادری، عیسائی بھی موجود ہوتے تھے۔ ہزاروں

کی تعداد میں روزانہ لوگ بیعت ہوتے تھے۔ بہت سارے عیسائی آتے اور حضرت شیخ کے پاس آکر خاموش بیٹھ جاتے تھے اور دیر تک بیٹھے روتے رہتے تھے۔ نہ حضرت شیخ اُن کو کچھ کہتے نہ وہ لوگ کچھ کہتے۔ آخر میں جاتے وقت مصافحہ کر کے کہتے کہ ہماری ہدایت کیلئے دعا کیجئے میں بھاد ہاں۔ ایک روز مولوی یوسف متالا کو ایک صاحب نے امریکہ سے فون کیا اور کچھ مسائل پوچھے تو مولوی صاحب متالا نے کہا کہ مفتی (محمود) صاحب آئے ہوئے ہیں جلدی آجاؤ سب پوچھ لینا۔ چنانچہ وہ صاحب امریکہ سے ایک لمبی فہرست سوالات کی لکھ کر لے آئے اور جواب ملنے پر دوسرے ہی دن چلے گئے۔ حضرت شیخ کے وہاں تشریف لیجانے پر امریکہ کے ایک اخبار میں شائع ہوا تھا کہ اسلام یورپ کے دروازوں تک پہنچ چکا ہے۔

لندن میں دورۂ حدیث

ارشاد فرمایا کہ مولانا یوسف متالا کے مدرسہ میں اب دورۂ حدیث تک تعلیم ہورہی ہے جس میں مکۂ مکرمہ مدینہ طیبہ زادہما اللہ شرفاً وکرامۃً کے اور پاکستان کے ہندوستان کے طلبہ پڑھتے ہیں۔ ایک سال جب میں گیا تھا تو میں نے بخاری شریف ختم کرائی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا مسیح اللہ صاحبؒ تشریف لے گئے تھے تو انھوں نے بخاری شریف ختم کرائی تھی اور ایک سال مولانا ابرارالحق صاحب مدظلہٗ نے ختم کرائی تھی۔

زندگی میں صرف ایک بار احتلام ہوا

ارشاد فرمایا حضرت شیخ الحدیثؒ کو بالغ ہونیکے چودہ سال بعد احتلام ہوا ہے، اسکے بعد کبھی نہیں ہوا۔ وہ بھی مکہ سے مدینہ کو اونٹ پر سوار ہوکر جاتے ہوئے ہوا ہے کیونکہ اونٹ کی رفتار عجیب ہوتی ہے، اُچھال پیدا ہوتا ہے۔

عـــہ لندن۔

افریقہ میں حضرت شیخ کا استقبال

ارشاد فرمایا کہ جب حضرت شیخ الحدیثؒ رمضان المبارک سے پہلے افریقہ تشریف لے گئے تو میں افریقہ میں تھا۔ حضرت شیخ کو لینے کیلئے میں بھی ہوائی اڈہ گیا تو شیخ نے فرمایا کہ مفتی جی! کیوں تکلیف فرمائی۔ میں تو آہی رہا تھا۔ پھر گاڑی میں بیٹھے ہوئے فرمایا کہ آجاؤ میری گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔ میں نے کہا۔ اجی۔ کوئی کام کا آدمی بیٹھ جائے گا۔ چنانچہ میں نہیں بیٹھا۔ پھر رمضان المبارک کے بعد جب حضرت شیخ دوسرے شہر تشریف لے گئے تو اس شہر میں داخل ہونے سے پہلے دو پولیس گاڑیاں پہنچیں۔ ایک گاڑی سب سے آگے اس کے بعد شیخ کی کار تھی۔ پھر اس کے پیچھے ان کے ساتھیوں کی گاڑیاں تھیں پھر سب سے آخر میں دوسری پولیس کی گاڑی تھی حضرت شیخ کی کار کے دائیں اور بائیں پولیس سپاہیوں کی موٹر سائیکلیں تھیں۔ کئی میل اسی طرح آئے اور جب شہر میں داخل ہوئے تو گاڑیوں کو پولیس نے روکا اور سب نے آکر حضرت شیخ کے سامنے اپنی اپنی ٹوپیاں نکال کر رکھدیں اور کہا کہ ہمارے لئے دعا کیجئے۔ اور شہر کے سڑک کی تمام سرخ بتیاں جلی ہوئی تھیں کہ کوئی سواری نہ جائے جب تک حضرت شیخ کی سواری نہ گذر جائے۔

دوا کا نام یاد رکھنے کی ضرورت نہیں

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ یہاں سے شیخؒ کے مدینہ منورہ جانیکی تجویز ہو رہی تھی۔ چلے گئے شیخ۔ ایک صاحب نے خواب دیکھا کہ مسجد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں شیخ کا انتظار ہو رہا ہے، نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی ہیں۔ ایک بڑی جماعت ہے مگر اُس جماعت میں سے کوئی اپنا دیکھا ہوا آدمی نہیں ہے۔ سامان جانا شروع ہوا۔ حضور فرما رہے ہیں کہ یہ فلاں جگہ رکھو، یہ فلاں جگہ رکھو۔ اس کے بعد شیخ پہونچے۔ حضور نے فرمایا کہ اوفو۔ مولوی زکریا بہت ضعیف ہوگئے۔

معانقہ کیا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ فلاں دوالاؤ۔ وہ دوا آئی تو حضور نے وہ دوا حضرت شیخ کو کھلائی۔ لیکن جب بیدار ہوئے تو خواب دیکھنے والے کو اس دوا کا نام یاد نہیں رہا۔ یہاں سے لکھ دیا کہ دوا کا نام یاد رکھنے کی ضرورت نہیں۔ کسی اور سے تھوڑا ہی کہا کہ فلاں دوا کھلاؤ۔ یا شیخ کو تھوڑا ہی فرمایا کہ تم فلاں دوا کھایا کرو۔ وہ تو دوا منگا کر اپنے دستِ مبارک سے کھلادی۔ اُس کے یاد رکھنے کی کیا ضرورت ہے وہ تو خود حضور نے کھلادی۔ وہ دوا کیا ضعف کی تھی کہ بہت ضعیف ہو گئے تھے۔ وہ دوا وہاں کی حاضری تھی۔ شیخ جب وہاں پہنچے تو ہجوم تھا مدینہ طیبہ میں۔ مدرسہ سے مسجد نبوی (صلے اللہ علیہ وسلم) تک بھی جانیکی گنجائش نہیں تھی۔ وہاں بھی سڑکوں پر جماعتیں ہوتی تھیں۔ حضرتِ شیخ کا تقاضہ یہ کہ کسی طرح سے روضۂ اقدس پر حاضر ہوؤں۔ بالآخر مکان کی سب سے اونچی منزل پہ جانے کا تقاضہ کیا وہاں سے گنبد خضرا نظر آتا تھا۔ وہاں جاکے صلوٰۃ وسلام پڑھا۔

روضۂ اقدس سے پان کی تھالی خواب میں

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے مراقبہ میں دیکھا کہ روضۂ اقدس کی جالی سے تھالی نکلی جس میں پان ہیں۔ اور یہ ارشاد فرمایا کہ یہ پان مولوی زکریاؒ کے مہمانوں کیلئے ہیں۔ اُن صاحب نے آکر شیخ سے بیان کیا تو جتنے پان شیخؒ کے پاس رکھے تھے وہ سب کے سب مہمانوں کو کھلادیئے اور فرمایا کہ وہاں سے ارشاد ہے۔ اُسی روز ایک صاحب ہندوستان سے گئے تو وہ بہت سارے پان لے گئے۔

حدیث مسلسل بالمصافحہ کی برکت

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے خواب دیکھا کہ مسجد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں اعلان ہو رہا ہے کہ جو لوگ وطن جانا چاہتے ہیں وہ سب حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے رخصتی کا مصافحہ کرلیں۔ لوگ مصافحہ

کر رہے ہیں۔ خواب دیکھنے والے جب وہاں مصافحہ کرنے کیلئے پہنچے تو دیکھا کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تو وہاں ہیں نہیں۔ شیخ بیٹھے ہیں اور لوگ ان سے مصافحہ کر رہے ہیں اور شیخ نہایت چمکدار لباس پہنے ہوئے ہیں۔ اور یہ صحیح ہے کیونکہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نظروں کے سامنے کہاں ہیں۔ حدیث مسلسل بالمصافحہ جو شیخ پڑھاتے ہیں یہ اسی لئے ہے۔ کسی شخص کا اُن سے مصافحہ کرنا حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرنا ہے وہ سلسلۂ سند حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

کارڈ کیلئے پیسے نہ تھے

ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ (مولانا زکریا صاحبؒ) ایک مرتبہ کچھ پرانے خطوط نکال کر پڑھ رہے تھے دیکھا کہ مولانا الیاس صاحبؒ کا خط تھا۔ پڑھا تو لکھا تھا کہ عزیزم میں بہت دنوں سے تم کو خط لکھنے کا ارادہ کر رہا تھا مگر کارڈ کیلئے پیسے نہیں تھے۔

حضرت مولانا عبدالاحد صاحبؒ کا حال

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا عبدالاحد صاحبؒ کے موجودہ اساتذۂ دارالعلوم میں عمدہ حالات تھے۔ رات میں بہت زیادہ بیدار رہنے والوں میں اور زیادہ رونیوالوں میں تھے۔ اللہ انکو غریق رحمت کرے آمین

حضرت شیخؒ کے یہاں مہمان کی رعایت

ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت شیخؒ کے یہاں ایک سادھو آیا۔ اسکو کچھ اشکال ہوا تھا۔ حضرت رائپوریؒ کی خدمت میں رائپور گیا پھر وہاں سے حضرت شیخؒ کے یہاں بھی آیا۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانویؒ بھی ساتھ تھے۔ حضرت شیخؒ سے ملاقات کی حضرت شیخؒ نے کھانا پکوایا۔ اس نے کہا کہ میں گوشت نہیں کھاؤں گا شیخ کہا اچھا۔ سبزی پکائی، کھانا آیا۔ ان بچوں نے یعنی مولوی ہارون اور مولوی زبیر

نے دیکھا کہ وہ ساد ھو بیٹھا ہے تو ان بچوں نے کہا کہ ہمارا دستر خوان الگ بچھایا جائے چنانچہ جب کھانا کھانے کے لئے بیٹھے اتفاق سے اس سادھو کے سالن میں کوئی ہڈی نکلی اس نے تو کھانا کھانا بند کردیا۔ جہاں پر جس چیز سے پرہیز نہیں ہے اس سے پرہیز کرنا مشکل ہے۔ سادھو کے سالن میں ہڈی نکلنے کی وجہ یہ پیش آگئی تھی کہ جو چمچہ گوشت میں چلایا جاتا تھا وہ اسکی سبزی کے سالن میں چلادیا تھا۔ اس چمچہ پر چھوٹی سی ہڈی چپک کر سبزی میں آگئی تھی۔

حضرت مدنیؒ کی تواضع

ارشاد فرمایا کہ حضرت مدنیؒ ایک جلسہ میں مراد آباد تشریف لے گئے۔ اس جلسہ میں مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ مہتمم دار العلوم دیوبند بھی تھے۔ میں بھی اپنے والد صاحبؒ کیساتھ حضرت مدنیؒ کی خدمت میں گیا تھا۔ حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ نے حضرت مدنیؒ سے فرمایا کہ ارے مولوی حسین احمد جاؤ نا مولوی مرتضیٰ کو وصول کرو (یعنی ان کے یہاں جاؤ اور کچھ کھاؤ پیو) حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ جی حضرت۔ ابھی جاتا ہوں۔ تب حضرت مدنیؒ مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوریؒ کے مکان پر تشریف لے گئے تو انکی والدہ نے فرمایا کہ میرے بچے کیلئے دعا کرو۔ اللہ تمہاری چھاؤں میرے بچے پر بھی ڈال دے۔ حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ آپ کے بچے کی چھاؤں اللہ تعالےٰ تیرے اوپر ڈالے۔ میری چھاؤں میں کیا رکھا ہے پھر میرا ہاتھ پکڑ کر والد صاحبؒ نے کہا کہ حضرت اس کے سر پر ہاتھ پھیر دیجئے۔ اس پر مولانا مدنیؒ نے میرا ہاتھ پکڑ کے اپنے سر پر پھیر لیا۔

حضرت مدنیؒ کے یہاں کھانا کھانیکا طریقہ

ارشاد فرمایا حضرت مدنیؒ کے یہاں ایک مرتبہ کھانا کھا رہے تھے۔ ان کے یہاں گول دستر خوان ہوتا تھا۔ بس صرف ایک برتن میں سالن ہوتا تھا۔ دستر خوان پر حضرت مدنیؒ کے سامنے کپڑے میں لپٹی

ہوئی روٹیاں رکھی رہتی تھیں اور دو دو روٹی ہر ایک کے سامنے رکھدیتے تھے۔ اور اپنے بائیں ہاتھ میں روٹی لے لیتے تھے اور دائیں ہاتھ سے اس روٹی کو توڑ توڑ کر سالن میں ڈبو کر کھاتے تھے۔ نظر نہایت تیز رکھتے تھے۔ جو دو دو روٹی سب کے سامنے رکھی رہتی تھی اس کے ختم ہونے سے پہلے پہلے مزید روٹی بڑھا دیتے تھے۔

روزانہ پچاسؔ طوافؔ

ارشاد فرمایا کہ جس سال میں حج کو آیا تھا اسی سال سہارنپور کے ایک حاجی صاحب بھی تھے۔ وہ روزانہ پچاس طواف کیا کرتے تھے۔ جب سہارنپور واپس پہنچے تو معلوم ہوا کہ بیوی کا انتقال ہوگیا اور دوکان ختم ہوگئی۔ یہ ۶۳ھ کی بات ہے انھوں نے کہا کہ الحمدللہ میں تو اب فارغ ہوگیا۔ تبلیغی جماعت میں نکل گئے اور ایسے کام کرتے ہوئے نکلے کہ راستہ میں کہیں پانی نہ ملا حلق سوکھ رہا تھا، میلوں میل اسی طرح چلے۔ دیکھو ایسے ایسے مجاہدات کرنیوالے تھے۔

اب تو عافیت ہی کی دعا کر دیجئے

ایک اور حاجی صاحب تھے جو کوہ منصوری پر رہا کرتے تھے اور وہیں پران کی دوکان تھی، سہارنپور آیا کرتے تھے۔ ۴۷ھ کے زمانہ میں حالات سنگین ہوگئے تھے۔ جب وہ سہارنپور آئے اور جانے لگے تو حضرت رائپوریؒ سے دعا کی درخواست کی کہ حضرت دعا فرمائیے کہ عافیت کے ساتھ جاؤں۔ تو حضرت رائپوریؒ نے فرمایا کہ حاجی صاحب آپ تو شہادت کی دعا کیا کرتے تھے۔ اب تو شہادت سستی ہے کیا رائے ہے۔ تو کہا کہ حضرت اب تو عافیت ہی کی دعا کر دیجئے شہادت کی پھر دیکھی جائیگی۔ میں نے اس واقعہ کو بہت جگہ سنایا اور اُن حاجی صاحب کو بھی سنایا کہ آپ کا یہ واقعہ میں نے کئی جگہ سنایا ہے۔

حضرت حاجی صاحب کا درسِ مثنوی شریف

ارشاد فرمایا کہ ضلع مظفر نگر میں

ایک حاجی صاحب ملے تھے۔ انھوں نے بتایا تھا کہ میں مکہ مکرمہ میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے مثنوی شریف کے سبق میں بیٹھا کرتا تھا۔ درس کے وقت حاجی صاحب ایسا دسینہ اٹھاکر تن کر بیٹھتے تھے۔ جب سبق ختم ہوجاتا تو بہت ہی مضمحل ہوجاتے تھے اور جھک جاتے تھے۔

حضرت حاجی صاحبؒ کی کرامت

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے حضرت حاجی صاحبؒ سے عرض کیا کہ حضرت کیا کوئی ایسا راستہ ہے کہ حرم شریف میں نماز ظہر پڑھ کر چلے اور پہاڑ پر چڑھ کر آگے مدینہ طیبہ پہنچ جائے وہاں عصر کی نماز پڑھے حاجی صاحب نے فرمایا کہ ہوگا۔ پھر ایک دن حاجی صاحب نے ان صاحب سے فرمایا کہ چلو ٹہل کر آئیں حرم شریف میں نماز ظہر پڑھ کر چلے۔ پہاڑ پر چڑھے تو آگے دیکھا کہ مدینہ طیبہ ہے۔ وہاں عصر کی نماز پڑھی پھر وہاں سے چلے پھر پہاڑ پر چڑھ کر مکہ مکرمہ آگئے اور حرم شریف میں مغرب کی نماز پڑھی۔ ان صاحب نے وہ راستہ اور پہاڑ اچھی طرح سے دیکھا پھر خود گئے۔ پہاڑ تو مل گیا مگر چڑھا نہیں جاتا بس سمجھ گئے کہ وہ حضرت کی کرامت تھی۔

حضرت حاجی صاحبؒ کی تنگی کا زمانہ

ارشاد فرمایا کہ جب حضرت حاجی صاحبؒ یہاں (مکہ مکرمہ میں) تشریف لائے تو بہت ہی عسرت اور تنگی کا زمانہ تھا۔ بسا اوقات ملائکہ سے ملاقات ہوتی تھی۔ جب دوست واحباب سے ملاقاتیں ہونے لگیں تو ملائکہ سے ملاقاتیں بھی کم ہوتی چلی گئیں۔ اسی زمانہ میں ایک مخلص دوست سے کچھ پیسے قرض مانگے۔ ان کے پاس پیسہ تھا مگر نہیں دیا اور عذر کردیا۔ حضرت حاجی صاحبؒ کو بہت افسوس ہوا۔ اس بات پر افسوس نہیں ہوا کہ کیوں نہیں دیا بلکہ افسوس اس پر ہوا کہ اس سے کیوں مانگے۔ جس ذات عالی نے اس کو دیئے اس سے کیوں نہیں مانگا۔

روضۂ اقدس سے اذان کی آواز

ارشاد فرمایا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے

مدینہ طیبہ کی تاریخ لکھی ہے اس میں واقعۂ حرہ تفصیل سے لکھا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ مسجدِ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں کئی روز تک نماز بند رہی۔ ایک بزرگ حضرت سعید ابن المسیب رحمۃ اللہ علیہ مسجد نبوی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے ایک حصہ میں چھپے ہوئے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب اذان کا وقت ہوتا تو اذان کی آواز روضۂ اقدس سے آتی تھی اس پر وہ نماز پڑھتے تھے۔ یہ سنن دارمی میں موجود ہے۔ کتابوں میں برابر یزید کو پلید لکھتے ہیں کہ یزید پلید نے یہ کہا، یہ کیا۔ جو لوگ یزید کے ساتھ دوسری عقیدت رکھتے ہیں انکو بہت ناگوار گذرتا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کا جواب

ارشاد فرمایا کہ شیخ الحدیث

حضرت مولانا زکریا صاحبؒ نے سبق میں ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مدینہ طیبہ میں ہوں۔ لوگوں نے آکر مجھ سے کہا کہ ہمیں بخاری شریف پڑھاؤ۔ میں نے کہا کہ بھائی۔ میں گنہگار ناپاک آدمی میں اس قابل نہیں۔ مجھے معاف کردو۔ تو اصرار کیا کہ نہیں آپ کو پڑھانی پڑے گی۔ دیکھا تو امام بخاری بھی موجود ہیں۔ فرما رہے ہیں کہ کچھ مضائقہ نہیں پڑھاؤ میں ساتھ ہوں میں مدد کروں گا۔ چنانچہ پڑھانا شروع کر دیا۔ وہی کل امرٍ ذی بالٍ لم یُبدأ فیہ الخ سے متعلق تقریر شروع کی کہ امام بخاریؒ نے بسم اللہ اور الحمدللہ کیوں نہیں لکھی۔ اس کے آٹھ جوابات جو حافظ عینی نے دیئے ہیں وہ بیان کئے۔ امام بخاریؒ بڑے غور سے سنتے رہے پھر انھوں نے فرمایا کہ بات اس طرح نہیں۔ بات یہ ہے کہ میں نے کتاب لکھی ہی نہیں۔ میں نے ابواب منعقد کئے۔ بس باب منعقد کیا پھر جہاں بھی جس موقع پر اس کے مناسب حدیث ملی اس کو وہاں لکھدیا۔ اس طرح

اس میں سولہ برس لگے۔ ایک جگہ بیٹھکر جو تصنیف وتالیف کرنیکا طریقہ ہے وہ میں نے کیا ہی نہیں۔ لہٰذا یہ کلی امر ذی بال کے زد میں آتا ہی نہیں۔

ارشاد فرمایا کہ ہردوئی میں

یہ چیزیں میرے مزاج کے خلاف ہیں

نمازوں میں بہت باز پرس ہوتی ہے جسکی وجہ سے طلبہ بلا وضو نمازوں میں شریک ہوجایا کرتے ہیں۔ اس ڈر کے مارے کہ باز پرس ہوگی۔ یہ چیزیں میرے مزاج کے بالکل خلاف ہیں۔ مولانا ابرارالحق صاحب مدظلہ کیطرف سے تاکید ہے کہ جو بات غلط دیکھو منکر دیکھو ضرور اس پر نکیر کرو خاموش نہ رہو۔ سندیلہ ضلع ہردوئی میں تبلیغی اجتماع ہوا۔ مولانا کو میں نے خط لکھا کہ میں تبلیغی اجتماع میں آرہا ہوں۔ آپ بھی تشریف لائیں۔ چنانچہ وہ اپنی جماعت دعوۃ الحق کو لیکر اجتماع میں شرکت کیلئے گئے اور اپنا بڑا سائن بورڈ لاکر وہاں لگایا اور وہاں جانیوالوں کو بہت تاکید کی جو غلط دیکھو اس پر ضرور نکیر کرو، خاموش مت رہو۔ ہردوئی میں رہتے ہوئے یہ جذبہ خوب پیدا ہو جاتا ہے۔

مولانا ابرارالحق صاحب مدظلہ اور حضرت شیخ رح

ایک مرتبہ مولانا ابرارالحق صاحب مدظلہ ٹیپ ریکارڈ لئے ہوئے سہارنپور آئے۔ شیخ رح کے یہاں کوئی قرآن شریف شروع کر رہا ہے، کوئی ختم کر رہا ہے۔ بس ہاں ڈانٹا کہ قرآن کو اس طرح پڑھا جاتا ہے۔ حالانکہ حضرت شیخ رح بیٹھے ہوئے ہیں۔ شیخ رح کچھ نہیں بولتے۔ مدرسہ کے لوگوں نے شیخ رح سے کہا کہ چند بچوں کا قرآن شریف ختم کرادیجئے۔ شیخ رح نے ان کو مولانا کے حوالہ کر دیا کہ اُن کی (مولانا ابرار صاحب مدظلہ) طرف منہ کرکے ان کے سامنے پڑھو۔ انھوں نے ختم کرایا اور ہر چیز کو بتلاتے

رہے کہ اس کو اسطرح پڑھو، اسکو اسطرح پڑھو۔ شیخؒ نے فرمایا کہ بھلا یہ سب کام ہم کہاں کر سکتے تھے۔ ایک مرتبہ رمضان میں آگئے۔ عشاء کی نماز تو پڑھ لی اس کے بعد انکو شیخؒ نے بلایا اور فرمایا کہ یہاں تو کوئی بھی صحیح نہیں پڑھتا غلط پڑھتے ہیں۔ میرے خیال میں تو یہاں سے چلا جا اور دار الطلبہ میں جاکے پڑھ لے وہاں قاری ہیں وہ اچھا پڑھتے ہیں۔ تو کہا کہ نہیں نہیں حضرت۔ شیخؒ نے فرمایا نہیں۔ جب ہی شیخؒ نے چابی منگوا کر دروازہ کھلوا کے اُن کو رخصت کیا۔ اور فرمایا کہ وہاں جاکے پڑھ لے یہاں تو تجھے پریشانی ہوگی اور سارے نمازیوں کو پریشانی ہوگی۔ ان چیزوں کو مولانا ابرار صاحب ظلہٗ فخر کے طور پر فرماتے ہیں کہ شیخؒ نے بھی میرا خیال رکھا۔

سختی کرنے سے اِصلاح نہیں ہوتی

ارشاد فرمایا کہ میرے ساتھ ایک مرتبہ مولانا ابرار صاحب مدینہ طیبہ میں قاری عباس صاحبؒ کے یہاں گئے۔ میں نے مولانا سے کہا کہ تم کو یہاں تجویز کر دیں تو کہا کہ اللہ کے واسطے معاف کرو۔ پھر میں نے کہا کہ بیوقوفوں کی سختی کرنے سے کیا اصلاح ہو جائیگی۔ مان جائینگے کہنا۔ نہیں مانتے۔ کبھی گدے پر بیٹھے ہیں اور ادھر کھانا رکھا جائے تو انکو بہت ناگوار ہوتا ہے کہ بیٹھنے کیلئے تو اونچا گدا اور کھانیکا احترام ہے نہیں۔ وہ نیچے رکھا ہے۔ ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں شیخؒ نے ان کو مدعو کر دیا۔ میں نے شیخؒ سے کہا کہ حضرت وہ (مولانا ابرار صاحب ظلہٗ) ان گدوں کو بہت ناپسند کرتے ہیں تو شیخؒ نے فرمایا ہٹا دو (گدوں کو) چنانچہ ان گدوں کو ہٹا دیا۔ وہاں بیٹھ کر مولانا نے شیخؒ کے ساتھ کھانا کھایا اگلے روز وہ نہیں تھے۔ شیخؒ نے فرمایا۔ ان گدوں کو بچھا دو۔ کسی نے حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ سے عرض کیا کہ حضرت: کیا واقعی گدوں پر بیٹھ کر کھانا کھانا خلاف ادب ہے تو ارشاد فرمایا کہ اس کا مدار عرف پر ہے یہاں یہ چیزیں خلاف ادب نہیں۔

مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہ کے یہاں گول ٹوپی کا التزام

ارشاد فرمایا کہ ان (مولانا ابرار صاحب مدظلہ) کے مدرسہ میں مدرسین، ملازمین سب کے لئے لازم ہے کہ وہ گول ٹوپی پہنیں۔ لکھنؤ کے اسٹیشن پر میں نے ان کے ایک مدرس کو دیکھا بالوں والی ٹوپی اوڑھے ہوئے، بڑے چوڑے پائچوں کا علی گڈھی پائجامہ پہنے ہوئے، ہاتھ میں بید لئے ہوئے اور منہ میں سگریٹ۔ انھوں نے مجھے آتے ہوئے دیکھ لیا۔ سگریٹ پھینکا اور جوتے سے اس کو مسل دیا۔ مجھ سے مصافحہ کیا اور کہا کہ لباس کے بارے میں میں ذرا کمزور واقع ہوا ہوں۔ ایک مدرس کو دیکھا کہ وہ گھر سے آتے ہیں مخملی ٹوپی پہنے ہوئے اور جب مدرسہ کے دروازے پر پہنچتے ہیں تو اٹھا کر اس کو جیب میں رکھ لیتے ہیں اور گول ٹوپی سر پر رکھ لیتے ہیں۔ ایک دفعہ میں نے ہردوئی میں تقریر کی۔ ان کے ماتحت جتنے مدارس تھے ان سب جگہوں کے مدرسین بھی وہاں موجود تھے۔ میں نے گول ٹوپی پر تقریر کی۔ میں نے کہا کہ بزرگوں کو جس پر شرح صدر ہو جائے اس میں ہم کیا بولیں۔ ہمارے ناظم صاحب مدظلہ کو گول ٹوپی پر شرح صدر ہو گیا ہے۔ بس سب سے زیادہ اہتمام اسی چیز کا ہے لڑکے بے وضو نماز پڑھ لیں، بغیر استنجے کے نماز پڑھ لیں، چار رکعت والی نماز میں دو رکعت پر سلام پھیر دیں، یہ ہو، یہ ہو۔ میں نے بہت ساری چیزیں گنوائیں۔ ان کا زیادہ اہتمام اور توجہ نہیں۔ گول ٹوپی پر زیادہ توجہ ہے۔ میں نے کہا کہ عرب میں عامۃً گول ٹوپی پہنتے ہیں۔ مولانا ابرار صاحب مدظلہ کے نائب ناظم مولانا بشارت علی صاحب ہیں نائب صاحب کہلاتے ہیں۔ ان سے میں نے کہا کہ یہودی بھی گول ٹوپی پہنتے ہیں تو انھوں نے کہا کہ اوہو، ان نالائقوں کو منع کر دینا چاہئے۔ جس روز گول ٹوپی پر تقریر ہوئی تو اگلے روز رجسٹر منگوا کے اسمیں لکھوایا کہ مدرسین و ملازمین

مه مراد مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہ ہو۔

گول ٹوپی پہنیں گے یا دو پلیا ٹوپی۔ مفتی صاحب زید مجدہم جیسی پہنیں گے۔ یہ قید لگائی۔

ہم تو مخملی لگا دیں

ارشاد فرمایا کہ مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہ کے صاحبزادے کا انتقال ہوگیا اس سے مولانا بہت متأثر تھے۔ ان کے ایک ہی لڑکا تھا اور وہ قرآن شریف ختم نہیں کر سکا لاڈ پیار بھی زیادہ تھا لکھنؤ میں اس کی ننھیال تھی۔ میں وہاں گیا سڑک پر جب رکشہ پہنچا گھر کے دروازے کے پاس وہ لڑکا مجھے دیکھتے ہی بھاگا۔ اسوقت قاری امیر حسن صاحب مدظلہ بھی ساتھ تھے۔ وہ کہنے لگے کیا بات ہے، کیوں بھاگ گئے۔ دراصل اس کے سر پر گول ٹوپی نہیں تھی۔ میں (حضرت والا) نے ایک لڑکے سے پوچھا کہ کیوں بے۔ تم لوگ مکان پر جاکے بھی گول ٹوپی پہنتے ہو۔ تو کہنے لگے کہ ہم تو کونے ہی میں ڈالدیں ہم تو مخملی لگادیں۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کیسی ٹوپی پہنتے تھے

عرض: حضرت! حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جو ٹوپی پہنتے تھے وہ کیسی تھی اور اس پر کتنے پیوند تھے؟

ارشاد: یہ تو معلوم نہیں کہ اس پر کتنے پیوند تھے۔ البتہ اتنا آتا ہے کہ مدوّر لاصقہ سر سے چپکی ہوئی گول ٹوپی ہوتی تھی۔ اور ایسی ٹوپی جو اوپر اٹھائے چونچ دار پہنتے ہیں یہ اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ اگر سر گول ہے تو یہی سر ٹوپی کو بھی گول بنالے گا۔ میں بھی ایک مرتبہ گول ٹوپی پہنکر ہردوئی گیا مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہ بہت خوش ہوئے کہ مفتی صاحب ہمارے دائرے میں آگئے۔

میرا شیخ تو آفتاب ہے

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے داماد

کو حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کی خدمت میں بیعت کرانے کیلئے گنگوہ لے گئے۔ حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ بہکا کے لائے ہو پیچھے ہٹایا جائے تو حضرت مولانا سہارنپوریؒ نے فرمایا کہ حضرت مجھے تو اس سے بڑی غیرت ہے۔ میں کبھی کسی کو اشارۃً بھی نہیں بہکاتا۔ جس کو سو مرتبہ ضرورت پیش آئے وہ یہاں آ کر جھک مارے۔ میرا شیخ تو آفتاب ہے۔

انوارِ حرم کا مشاہدہ بالعین الظاہر تھا یا بالقلب

عرض :۔ حضرتِ والا نے ایک مرتبہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ کے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ جب وہ کعبۃ اللہ میں تشریف لے جاتے اور کعبۃ اللہ پر نظر جمائے رہتے تو ایک بزرگ نے فرمایا کہ یہ کون بزرگ ہیں۔ جب یہ بزرگ حرم شریف میں آتے ہیں تو حرم شریف انوار سے بھر جاتا ہے۔ تو کسی نے جواب دیا کہ یہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے خلیفہ ہیں۔ تو ان بزرگ نے فرمایا کہ تب ہی تو لوگ حضرت گنگوہیؒ کو قطب الارشاد کہتے ہیں۔ ان کے خلفاء ایسے ایسے اونچے ہیں۔ تو کیا انوار سے حرم شریف کا بھر جانا بالعین الظاہر تھا یا مشاہدہ بالقلب تھا۔ ارشاد :۔ یہ تو وہی جانیں جنھوں نے دیکھا۔ بظاہر ایسا سمجھ میں آتا ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص سورۂ کہف جمعہ کے دن پڑھتا ہے تو جس جگہ سے اس نے پڑھا ہے وہاں سے بیت اللہ تک کا نور اس کو عطاء ہوتا ہے۔ مثلاً دیوبند میں پڑھا تو اسکو دیوبند سے بیت اللہ تک کا نور ملا۔ اگر بیت اللہ میں پہونچکر بیت اللہ کے سامنے ہو کر پڑھیں گے تو وہ نور کتنا تیز روشن ہوگا۔ بس یہی بات ہے۔

عرض :۔ حضرت نے گلدستۂ سلام میں شعر لکھا ہے ؎ السلام اے از درودش شد مدینہ تابدار۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ تشریف لانے پر انوار بڑھ گئے تھے۔ شراحِ حدیث جو تحریر فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ظاہری انوار بھی بڑھ گئے تھے۔

ارشاد :۔ سورۂ کہف کا جو نور تھا وہ تو ظاہری ہی تھا۔

حضرت سہارنپوری رحؒ کا تقویٰ

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب بیان کرتے تھے کہ میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحؒ کے پاس گیا۔ جب تک ٹھیرنا تھا ٹھیرا۔ جب میں واپس ہونے لگا میں نے مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھایا اور مصافحہ کرتے ہوئے حضرت سے کہا کہ حضرت ذراسی ایک بات پر آپ سے ایک منٹ کا مشورہ بھی کرنا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ حضرت سہارنپوری رحؒ بخاری شریف کا سبق پڑھانے کیلئے بیٹھ چکے تھے۔ جب میری یہ بات حضرت نے سنی تو فوراً چٹائی پر سے اٹھ کر کھڑے ہوگئے اور باہر آگئے۔ پھر فرمایا۔ کہو کیا مشورہ کرنا ہے۔ میں نے کہا۔ حضرت! ذراسی بات تو تھی وہیں بیٹھے بیٹھے پوچھ لیتے۔ اٹھ کر باہر تشریف لانیکی کیا ضرورت تھی۔ تو فرمایا کہ یہ دری مدرسہ نے ہمیں سبق پڑھانے کیلئے دی ہے۔ دوستوں سے مشورہ کیلئے نہیں دی۔

عرض:۔ واقعی سچ ہے۔ ایسا تقویٰ تو بزرگوں ہی کیلئے خاص تھا۔ ارشاد:۔ جس کام کیلئے مدرسہ نے وہ دری دی ہے وہ کام کیا جائے۔ مدرسہ نے دری مشورہ کیلئے نہیں دی۔ ہم تو یہ بات جانیں کہ شریعت کے مسائل میں اتنی احتیاط برتنا یہ ہے بڑی بزرگی کی چیز۔

حضرت سہارنپوری رحؒ کی توجہ اور جوگی کا تڑپنا

ارشاد فرمایا کہ سہارنپور کے قریب ایک گاؤں میں مناظرہ تھا مگر حکومت کیطرف سے مناظرہ کی ممانعت ہوگئی۔ پھر وہ مناظرہ سہارنپور میں منتقل ہوگیا۔ حضرت سہارنپوری رحؒ بھی اس مناظرہ میں شریک تھے۔ اور مولانا عبدالحق صاحب رحؒ (مصنف تفسیر حقانی) مناظر تھے۔ آریوں سے مناظرہ تھا۔ آریوں کیطرف ایک آرام کرسی تھی۔ اس پر ایک سادھو بیٹھا ہوا تھا جس وقت مولانا عبدالحق صاحب رحؒ تقریر کیلئے کھڑے ہوئے وہ سادھو گردن جھکا کے

بیٹھ جاتا جس سے انکے اوپر بُرا اثر پڑتا تھا۔ مولانا اسکی وجہ سے تسلسل کیساتھ تقریر نہیں کرسکتے تھے۔ جو صاحب جلسہ کے صدر تھے۔ انھوں نے دیکھا اور ایک پرچہ لکھ کر مولانا خلیل احمد صاحبؒ کو دیا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ جوگی وہاں بیٹھ کر اثر ڈال رہا ہے۔ اس پرچہ کو پڑھ کر مولانا نے گردن جھکائی۔ اب اس جوگی نے وہاں تڑپنا شروع کیا۔ اور تڑپتا تڑپتا اٹھ کر جلسہ سے باہر چلا گیا۔ اس کے بعد مولانا عبدالحق صاحبؒ کی تقریر ہوئی۔ وہ بڑی شاندار ہوئی۔ اسی جلسہ میں اسی وقت گیارہ آدمی ایمان لائے۔ جب کھانیکا وقت آیا تو کھاتے ہوئے حضرت سہارنپوریؒ نے فرمایا کہ مجھے تو اس بات کا یقین تھا کہ اسلام غالب رہیگا۔ الاسلام یعلو ولا یعلیٰ۔ مگر خدا کی ذات بے نیاز ہے اسکا ڈر ہر وقت ہے۔

اِزار بند تھا ہی نہیں

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ جب گنگوہ آئے وہی نماز پڑھاتے تھے۔ کیونکہ وہ حضرت گنگوہیؒ کے استاذزادہ تھے۔ اسوقت حضرت گنگوہیؒ نہیں پڑھاتے تھے۔ ایک دفعہ مغرب کا وقت تھا اقامت ہو رہی تھی اور حضرت گنگوہیؒ مصلے پر پہنچ گئے تھے۔ کسی نے اطلاع کی کہ مولانا محمد یعقوب صاحب آگئے۔ وہیں مصلے پر کھڑے کھڑے حضرت گنگوہیؒ نے پوچھا کہ مولانا۔ آپ کا وضو ہے۔ تو کہا۔ جی وضو ہے۔ تو فرمایا کہ مصلے پر تشریف لائیے۔ وہ مصلے پر آگئے۔ حضرت گنگوہیؒ نے ان کے پیر اپنے رومال سے صاف کئے۔ پیدل چل کر آئے تھے، گردوغبار لگا ہوا تھا۔ پائنچے جھاڑے۔ پھر حضرت مولانا یعقوب صاحبؒ نے نماز پڑھائی۔ مسجد میں بیٹھے ہوئے کسی نے دیکھ لیا کہ مولانا یعقوب صاحبؒ کے پائجامہ میں ازار بند نہیں ہے بلکہ چارپائی کے بان کی رسی ہے۔ حضرت گنگوہیؒ سے عرض کیا گیا کہ حضرت ان کے پائجامہ میں ازار بند نہیں ہے۔ تو حضرت نے فرمایا۔ اچھا۔ کیا بات ہے۔ حضرت نانوتویؒ نے فرمایا کہ جب گنگوہ آنے کے لئے چلنے کا وقت آیا تو ازار بند تھا ہی نہیں۔ ڈھونڈا بھالا ملا نہیں۔ تو میں نے چارپائی

کی رسی کاٹ لی اور باندھ لیا۔ تو حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ اچھا۔ کھونٹی پر ہمارا پائجامہ ٹنگ رہا ہے اسکو اٹھائیے۔ اس میں ازار بند ہے وہ نکال کر ڈال لیجئے۔ انھوں نے بے تکلف اتارا اور اپنی ازار میں ڈال لیا۔ دیکھا تو ازار بند میں ایک روپیہ بھی بندھا ہوا تھا۔ تو فرمایا کہ مولانا (حضرت گنگوہیؒ) اس میں تو ایک روپیہ بھی ہے۔ تو حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ بس وہ بھی آپ کیلئے نذر ہے۔ حضرت نانوتویؒ نے فرمایا کہ بس اب تو گنگوہ آکے ہی کپڑے بدلا کریں گے۔

حضرت رائپوری ثانیؒ کا کشف

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوریؒ ایک مرتبہ حجرہ میں تشریف فرما تھے۔ ذکر کی مجلس چل رہی تھی۔ ایک شخص کو آواز دی جوان کے خادم تھے۔ پکارا عبدالمنان! یہ آئے۔ تو ان سے فرمایا کہ مجلس ذکر میں فلاں نامی شخص ہے۔ اس کو بلا لاؤ۔ چنانچہ یہ گئے اور ان کو ڈھونڈتے رہے۔ دیکھا کہ چہرہ پر رومال ڈالے ہوئے ذکر میں مشغول ہیں۔ بات کیا تھی۔ وہ ذاکر ذکر میں تو مشغول تھے لیکن وہ یوں سوچ رہے تھے کہ بیوی کو اتنے پیسے دیکر آیا تھا وہ تو خرچ ہوگئے ہوں گے (یہ دل میں سوچ رہے ہیں اور اوپر زبان سے کہہ رہے ہیں) لا الٰہ الا اللہ۔ لا الٰہ الا اللہ۔ ان کو بلوایا۔ پھر مولوی عبدالمنان سے کہا کہ تم باہر چلے جاؤ۔ ان ذاکر صاحب سے کہا کہ تم اندر سے کواڑ بند کردو۔ کواڑ بند کرواکے کہا کہ قریب کو آجاؤ۔ کیونکہ حضرت سے اٹھا نہیں جاتا تھا اور ہاتھ بھی نہیں اٹھتا تھا۔ فرمایا کہ میری جیب میں ہاتھ ڈالو اور جیب میں جتنے پیسے رکھے ہیں وہ سب نکال لو۔ اور اپنی بیوی کے پاس بھیجدو اور اطمینان سے ذکر کرو۔

حضرتِ اقدس مفتی صاحب زید مجدہم کے واقعات

خواب میں نعرۂ تکبیر کی تحقیق

ارشاد فرمایا کہ رات خواب میں دیکھا کہ نعرۂ تکبیر کی تحقیق کر رہا ہوں اور بہت زوروں پر حوالے دے رہا ہوں۔ ایسے ہی نہیں کہ خواب میں جھوٹے حوالے دیدیئے ہوں بلکہ صحیح حوالے دیئے۔ جنگِ بدر میں جیسا ابوجہل کا سر لایا گیا تو اُس وقت نعرۂ تکبیر بلند کیا گیا تھا۔ انطاکیہ میں جب قلعہ فتح نہیں ہو رہا تھا تو وہ لوگ قلعہ میں محبوس ہو گئے تھے تو نعرۂ تکبیر بلند کیا گیا تھا جس سے دیوار پھٹ گئی اور قلعہ فتح ہو گیا۔ دارِ ارقم میں جب حضرت عمر رضؓ نے ایمان قبول کیا تو اُس وقت بھی نعرہ بلند کیا گیا تھا۔ یہ سنت برابر چلی آرہی تھی۔ بغداد کو جنگ تاتار میں تباہ کیا گیا تو خلیفہ مستعصم باللہ کے زمانہ میں یہ سنت ختم ہو گئی۔

مہمان کی رعایت

صبح میں ناشتہ کرتے وقت احقر راقم الحروف سے دریافت فرمایا کہ تمہارے یہاں کیا وقت کھانیکا دستور ہے۔ میں نے کہا۔ حضرت تین وقت۔ تینوں وقت کے کھانے کے متعلق دریافت فرمایا تو عرض کیا کہ صبح میں روٹی اور سالن ہوتا ہے۔ اور دوپہر میں کھانا۔ اور رات میں بعض لوگ روٹی کھاتے ہیں اور بعض لوگ چاول کھاتے ہیں۔ اس پر دریافت فرمایا کہ صبح میں باسی روٹی ہوتی ہے یا تازہ ؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت تازہ روٹی ہوتی ہے۔ تو فرمایا کہ

میں یہ سوچ رہا تھا کہ اگر باسی روٹی کا دستور ہوتا تو تمہارے لئے رکھوادیتا۔ حضرت مدنیؒ کے یہاں یہی معمول تھا کہ حضرت صبح میں باسی روٹی کھایا کرتے تھے اور جب سہارنپور تشریف لاتے تو حضرت شیخؒ ان کے لئے اہتمام سے باسی روٹی رکھوادیا کرتے تھے اور صبح میں چائے کے ساتھ وہی باسی روٹی پیش کرتے تھے۔

لندن کے ہوائی اڈہ پر چیکنگ

ارشاد فرمایا کہ لندن میں ہوائی اڈہ پر کسٹم آفیسر نے سامان چیک کرنیکے لئے کھولا۔ مولوی ابراہیم صاحب سامان دکھا رہے تھے۔ میں دوسری طرف کو بیٹھا ہوا تھا۔ اُس نے سامان میں قینچی دیکھی اور کہا کہ یہ کیا ہے؟ تو مولوی ابراہیم نے کہا کہ مونچھیں کاٹنے کے لئے۔ اس نے کہا کہ تمہاری مونچھیں تو کٹی ہوئی نہیں ہیں۔ تو مولوی ابراہیم صاحب نے کہا کہ میرے لئے نہیں بلکہ اُن کیلئے جو وہاں بیٹھے ہوئے ہیں (میری طرف اشارہ کیا) اس نے دیکھا اور کہا کہ اپنا سامان لے جاؤ۔ پھر اس نے چیک نہیں کیا۔

حضرت مسیحؑ کو دیکھنا ہو تو انکو دیکھ لو

ارشاد فرمایا کہ جب میں افریقہ گیا تو مجھے لینے کیلئے بہت سارے ساتھی آئے ہوئے تھے۔ ایک افسر نے دیکھ کر کہا کہ اجی! تمہارے اندر تو بڑی کشش ہے۔ پھر اُس نے پوچھا کہ کیا یہ سب تم کو لینے کیلئے آئے ہوئے ہیں کسی نے کہا ہاں۔ اُس نے کہا کہ اگر حضرت مسیح کو دیکھنا ہو تو انکو دیکھ لو۔

دارالعلوم دیوبند میں درس بخاری شریف

ارشاد فرمایا کہ جس سال حضرت مولانا شریف حسن صاحبؒ کا انتقال ہوا۔ اس سال حضرت مہتمم صاحبؒ دارالافتاء تشریف لائے۔ اور مجھ سے فرمایا کہ کچھ بات کرنی ہے۔ میں نے کہا۔ حاضر ہوں۔ تو فرمایا کہ میں بامید معافی آپ پر کچھ بوجھ ڈالنے آیا ہوں۔

اسکے بعد حضرت مہتم صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت مولانا شریف حسن صاحبؒ کا انتقال ہوگیا ہے۔ مجلس تعلیمی نے بخاری شریف پڑھانیکی ذمہ داری مجھ پر ڈالی ہے۔ پھر مجلس تعلیمی نے کہا کہ آپ پر بوجھ پڑ گیا۔ اور بات بھی یہی ہے کہ جس وقت سے بخاری شریف پڑھانا شروع کیا ہے اُس وقت سے آج تک برابر نہیں سو سکا۔ مغرب کے بعد سے رات کے دس گیارہ بجے تک مطالعہ کرتا ہوں تب جا کے بخاری پڑھاتا ہوں۔ مشورہ ہوا کہ کس کو بلایا جائے تو میں نے آپ کا نام پیش کیا تو بالاتفاق سب نے اس کو منظور کر لیا۔ اس لئے آپ پڑھادیں۔ میں نے معذرت کی کہ میری دونوں آنکھوں میں آپریشن ہوا نہ زیادہ کتاب دیکھ سکتا ہوں نہ زیادہ بول سکتا ہوں۔ تو حضرت مہتم صاحبؒ نے فرمایا کہ بس یہ مجلس کا فیصلہ ہے۔ آپ اس کو قبول ہی فرمالیں۔ اس میں تو انکار کی گنجائش نہیں۔ تو میں نے کہا کہ کیا اس میں کوئی گنجائش نہیں۔ حضرت نے فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا۔ بہت اچھا اور کہا کہ حضرت آپ دعا و توجہ فرمادیں۔

ہردوئی اسٹیشن پر حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ سے ملاقات

ارشاد فرمایا کہ میں ہردوئی میں تھا معلوم ہوا کہ کسی تبلیغی اجتماع سے مولانا محمد یوسف صاحبؒ تشریف لا رہے ہیں۔ اور معلوم ہوا کہ فلاں گاڑی سے آ رہے ہیں۔ میں ملاقات کرنے ہردوئی کے اسٹیشن پر گیا۔ پلیٹ فارم پہ تھا گاڑی آئی۔ انھوں نے مجھے پہلے دیکھ لیا۔ گاڑی ٹھہری۔ میں انکی جگہ تلاش کرنے کے لئے نکلا۔ تو انھوں نے فوراً سے آدمی بھیجا کہ وہ دیکھو مفتی صاحب۔ انکو اندر بلالاؤ۔ میں گیا تو فرمایا کہ بھائی مصافحہ وُصافحہ تو بعد میں کیجیو۔ پہلے میرے مسئلے اٹکے ہوئے ہیں بتادو۔ فلاں مسئلہ کس طرح، فلاں مسئلہ کس طرح؟ میں نے جلدی جلدی بتا دیئے۔ اس کے بعد مصافحہ وغیرہ کیا اور کہا کہ تم تبلیغ میں نہیں آئے۔ میں نے کہا۔ ہُوں۔ ایک دو کو پڑا رہنے دو

ایسے ہی کونے ہیں کہ دن بھر کتاب دیکھتا رہے، مسئلے تلاش کرتا رہے۔ آپ جیسے مسئلے ڈھونڈتے رہیں گے ورنہ اگر سارے کے سارے لگ گئے تو مسئلے حل ہونے بند ہو جائیں گے۔ یہ گفتگو ہوئی۔

اِس میں ہم الحمدللہ کامیاب ہیں

اسی طرح ایک دفعہ کانپور سے سہارنپور آیا (اس زمانہ میں کانپور ہی میں تھا) تو یہاں مولانا محمد یوسف صاحبؒ تشریف لائے۔ کچے گھر میں تھے۔ فرمانے لگے۔ مولوی صاحب پہلے تو آکے ہم سے لڑا کرتے تھے آستین چڑھا چڑھا کے۔ اب آتے بھی نہیں، ہماری خبر بھی نہیں لیتے، پوچھتے بھی نہیں۔ میں نے کہا کہ جو کام ہمارے سپرد کیا گیا وہ ہم نے انجام دیدیا۔ اُس میں ہم الحمدللہ کامیاب ہیں۔

مولانا محمد یوسف صاحبؒ شروع میں تبلیغ کیطرف متوجہ نہیں تھے۔ میں دلی جاتا تھا تو حضرت مولانا الیاس صاحبؒ فرمایا کرتے۔ مولوی محمود۔ یوسف اِس طرف متوجہ نہیں۔ اُن سے گفتگو میں بحث ہوتی تھی (اُسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) میں نے کہا کہ جو کام ہمارے سپرد کیا گیا تھا وہ ہم نے انجام دیدیا اور الحمدللہ ہم اس میں کامیاب ہیں۔

اکثر اور اقل کا تقابل

کلکتہ میں ڈاکٹر اٹل متھرا کے یہاں سے گاڑی میں آرہے تھے۔ ہندوؤں کی کوئی عید تھی۔ جس کی وجہ سے جگہ جگہ مورتیں بنی ہوئی تھیں۔ میں نے دیکھ کر کہا تعجب ہے کہ ہر جگہ پر مورتیاں رکھی ہوئی ہیں۔ اس پر فرمایا کہ یہ آپ نے موجبہ کلیہ کیسے بولدیا۔ میں نے کہا حضرت کثرت سے پایا جارہا ہے اسلئے للاکثر حکم الکل کے اعتبار سے کہدیا۔ تو فرمایا کہ کثرت اُسوقت ہوتی جبکہ آپ شہر کے تمام مکانات کو شمار کرتے اور مورتیوں کو شمار کرتے اور پھر تمام مکانات کی تنصیف کرتے۔ اس کے بعد اگر اس نصف سے زائد مورتیاں ہوتیں

تب کہنے لگے کثرت سے ہیں۔ میں نے کہا کہ جگہ جگہ پایا جا رہا ہے۔ فرمایا کہ مجھ کو یہی جملہ آپ نے کہا، کیا ہر گھر کے سامنے مورت رکھی ہوئی ہے۔ اُس کے بعد فرمایا کہ سنو میں تم کو سیدھی راہ بتاتا ہوں۔ وہ یہ کہ یوں کہو کہ اکثر کے دو معنے ہیں۔ ایک وہ جو اقل کے مقابلہ میں ہو اور ایک وہ جو عدم کے مقابلہ میں ہو۔ اور جو اکثر کہ اقل کے مقابلہ میں استعمال ہو اس کیلئے تو نصف سے زیادہ ہونا ضروری ہے اور جو عدم کے مقابلہ میں ہو تو اگر صرف دو چار جگہ ہو تب بھی اس پر اکثر کا اطلاق ہو سکتا ہے۔

شیطان کا دربار بازار میں لگتا ہے

ارشاد فرمایا کہ ایک ڈاکٹر صاحب اتوار کے دن میرے پاس (جبکہ میں کانپور میں تھا) آیا کرتے تھے۔ ایک اتوار کو میرے پاس آئے تو میرے سامنے ایک کتاب رد بدعت میں تھی جس کا نام "دربار ابلیس کے شیطان... " تھا۔ وہ کہنے لگے کہ اچھا یہاں شیطان کا دربار لگتا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ دربار تو یہاں نہیں لگتا وہ تو بازار میں لگتا ہے۔ البتہ اتوار کے دن کبھی کبھی اسکے درباری آجاتے ہیں

لندن کے گرجا مساجد میں تبدیل

ارشاد فرمایا کہ لندن میں بہت سارے گرجا مسلمانوں نے خرید لیں اور مسجدیں بنا دیں۔ ایک سینما ہال کو خریدا اور خرید کر مجھ کو لے گئے کہ آپ اس کو کھولیں اُس پر تالا تھا۔ چنانچہ میں اسے کھول کر اندر گیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ رمضان المبارک کا مہینہ آیا فیکٹریوں میں مسلمان تھے اور فیکٹریاں عیسائیوں کی تھیں اور رات بھر کام کرنا ہوتا تھا تو مسلمانوں نے درخواست دی کہ رمضان المبارک کا مہینہ ہے ہم کو دو گھنٹے کی روزانہ تراویح کیلئے چھٹی دی جائے تو آفیسر نے کہا کہ دو گھنٹے تو بہت ہوتے ہیں۔ تو پھر انھوں نے کہا کہ اچھا تو پھر بیس پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ چنانچہ اجازت دے دی گئی تو اس سال سترہ فیکٹریوں میں تراویح ہوئی اور قرآن شریف ختم ہوئے۔

افریقہ میں لڑکیوں کا مدرسہ

ارشاد فرمایا کہ افریقہ میں لڑکیوں کے مدرسہ میں جانا ہوا۔ سب لڑکیاں اور اُستانیاں برقعہ پوش تھیں، اور سب عیسائیاں تھیں۔ جب میں گیا تو سب مسلمان ہوئیں اور بیعت ہوئیں (حضرت والا یہ فرماکر رونے لگے)

کمالِ عبدیت و تواضع

ارشاد فرمایا کہ لندن میں ایک تبلیغی اجتماع ہوا جس میں ایک صاحب نے تقریر کی جو غیر عالم تھے۔ بہت طویل دو گھنٹہ تقریر کی اور دو سو کے قریب حدیثیں بیان کیں عربی عبارت کے بغیر اور میں سب حدیثوں پر غور کرتا رہا سب صحیح تھیں۔

پھر ارشاد فرمایا کہ ساری دنیا میں چل پھر کر دیکھ لیا۔ بس ہم سے نکما اور ناکارہ کسی کو نہیں پایا بس کھایا پیا اور سو گئے۔ يَأْكُلُوْنَ وَيَتَمَتَّعُوْنَ كَمَا تَأْكُلُ الْاَنْعَامُ۔

(یہ فرماکر حضرت کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے)

حضرت والا کا پہلا حج

ارشاد فرمایا کہ جب میں پہلی مرتبہ حاجی ہوا تو اس بات کا دیر تک اہتمام کرتا رہا کہ بالکل حرم شریف میں صفِ اول میں امام کے پیچھے ہی نماز پڑھوں اس طرح کہ امام کی ہر نقل و حرکت کو دیکھتا رہوں۔ جب مجمع زیادہ ہوگیا یہ بہت مشکل ہوگیا۔ یہ غالباً ۱۳۶۳ھ کی بات ہے اور میں اس وقت مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں تھا۔ اس سال تقریباً تیرہ سو یا چودہ سو روپیہ خرچ ہوئے تھے۔ اس وقت جمیل مکی معلم تھے، انکی دو شادیاں ہوئیں۔ ایک مکہ میں، ایک سہارنپور میں۔ اُسی سال حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تھا اور مولانا محمد یوسف صاحبؒ پر تبلیغ کی ذمہ داری ڈالی گئی تھی اُس سال مولانا زکریا صاحب قدوسیؒ نے حج کیا تھا۔ دو سال ایسے گذرے تھے کہ انگریزوں کی جنگ کی وجہ سے حج کے راستے بند تھے۔ جس سال ہم نے

حج کیا تھا تو وہ حج کیلئے راستہ کھلنے کا پہلا سال تھا اور اس سال جہاز اس طرح چلتا تھا کہ رات بھر جہاز میں اندھیرا رہتا تھا۔ جب سہارنپور سے روانہ ہوا تھا تو ساٹھ آدمیوں کا ہمارا قافلہ تھا۔

انکا حج میں جانا ہمارے نظام میں نہیں ہے

ارشاد فرمایا کہ کانپور سے ماہنامہ نظام مولانا قمرالدین صاحب مظاہری نکالا کرتے تھے۔ (یہ رسالہ حضرت کی زیر سرپرستی تھا) اور ہر سال جو حجاج کرام کانپور سے جایا کرتے تھے ان کی فہرست نظام میں شائع ہوا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ ایک صاحب نے کہا کہ اس سال کے حاجیوں کی فہرست میں آپ نے فلاں صاحب کا نام شائع نہیں کیا حالانکہ وہ بھی اس سال حج کو جارہے ہیں۔ میں نے کہا کہ ان کا جانا ہمارے نظام میں نہیں ہے۔ پھر چند روز بعد انھوں نے آکر کہا کہ وہ صاحب تو جارہے ہیں اور ان کا جانا بھی طے ہوگیا ہے۔ میں نے کہا کہ ان کا جانا ہمارے نظام میں نہیں ہے۔ پھر انھوں نے آکر کہا کہ وہ صاحب تو فلاں تاریخ کو ہوائی جہاز سے چلے گئے۔ پھر میں نے کہا کہ ان کا جانا ہمارے نظام میں نہیں ہے۔ وہ جدہ بھی پہنچ گئے اور جدہ سے مکہ مکرمہ جارہے تھے راستہ میں ایکسیڈنٹ ہوگیا جس کی وجہ سے وہ جدہ کے ہسپتال میں داخل کردیئے گئے یہاں تک کہ حج کا موسم ختم ہوگیا اور وہ ہسپتال سے کانپور آگئے۔

تم لوگ حرام خور ہو

ارشاد فرمایا کہ کانپور میں ایک مرتبہ ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تم لوگ حرام خور ہو۔ ایک طالب علم بھی بیٹھا ہوا تھا اس کو بہت غصہ آیا۔ میں نے اس طالب علم سے کہا کہ تم کچھ مت کہو۔ اس نے کہا کہ دیکھتے نہیں یہ شخص آپ کو کیا کہہ رہا ہے۔ میں نے کہا کہ تم کو تو نہیں کہہ رہا ہے مجھے کہہ رہا ہے۔ تم خاموش رہو

یہ صاحب ٹھیک کہتے ہیں کہ حرام خور ہیں کیونکہ یہ خود اپنی کمائی کیسی ہے اچھی طرح جانتے ہیں (یعنی چندہ دینے والے کو خوب معلوم ہے کہ کیسی کمائی کے پیسے دے رہا ہے) ایک شخص اپنی بیوی سے زنا کراتا ہے، ایک شخص اپنی بیٹی سے زنا کراتا ہے اور ایسے حرام کے پیسوں سے چندہ دیتا ہے۔ ہر شخص کو معلوم ہے کہ وہ کیسی کمائی کرتا ہے اور چندہ دیتا ہے۔ یہ سنکر وہ شخص اٹھ کر چلا گیا۔ چند روز بعد وہ بیچارہ پاگل ہوگیا تھا۔ پاگل خانہ میں رہا۔ بیچارہ اب بھی وہ زندہ ہے لیکن اب وہ بیچارہ بیعت بھی ہوگیا اور اچھا بھی ہے۔

میں کبھی عدالت گیا ہی نہیں

ارشاد فرمایا کہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں ایک تحریر دکھائی جارہی ہے کہ محمود (حضرت والا) نے عدالت میں حلفیہ بیان دیا کہ میں مذہبی آدمی نہیں جس کی بناء پر مظاہر سے میرے کافر ہونے کا فتویٰ دیا گیا حالانکہ میں کبھی عدالت گیا ہی نہیں نہ میں نے یہ بات زبانی کہی۔ باقی وہاں "(مظاہر علوم میں) آنیوالے مہمانوں کو ضرور دکھلایا جارہا ہے کہ دیکھو یہ بیان محمود نے عدالت میں دیا ہے۔ کچھ لوگ آئے تھے انھوں نے بتایا کہ ہمیں وہاں یہ تحریر بتلائی گئی۔ (استغفراللہ)

تعلیمی نصاب کے متعلق دلچسپ گفتگو

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب جن کا نام سعید الحق تھا مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں پڑھتے تھے، میں بھی پڑھتا تھا۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ میرے ایک عزیز آئے ہوئے ہیں میں ان سے ملنے کیلئے جارہا ہوں آپ بھی چلیں۔ میں نے کہا اچھی بات ہے میں بھی ساتھ چلا گیا اور ان سے ملاقات کی۔ انھوں نے پوچھا کہ آپ کے یہاں کتنے طلبا رہیں۔ میں نے

تعداد بتادی کہ اتنے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ قطع نظر اس سے کہ آپ نے آخرت کے بڑے بڑے درجات حاصل کئے ہوں۔ یہ بتائیے کہ طلبار کی اتنی بڑی جماعت جو آپ کے یہاں ہے ان کے پیٹ کا کیا انتظام کیا۔ میرا زمانہ طالب علمی کا تھا میری طبیعت جوش پر تھی مجھے تاؤ آگیا۔ میں نے کہا کہ پہلے مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ میرے مخاطب کا موقف کیا ہے کن جذبات کا آدمی ہے تب جواب دوں گا۔ تو کہا کہ میں مسلمان ہوں۔ میں نے کہا جزاک اللہ۔ خنزیر رات کو سوتا ہے اور صبح کو خالی پیٹ اٹھتا ہے۔ قطع نظر اس سے کہ اس نے آخرت کے درجات حاصل کئے ہوں۔ اِدھر اُدھر سے غلیظ کھا کے اپنا پیٹ بھر لیتا ہے، پیٹ کا انتظام کر لیتا ہے۔ ایک مسلمان کا نظریہ بھی یہی ہو کہ آخرت سے قطع نظر صرف پیٹ اس کے سامنے ہو۔ ذرا بتائیے کہ اُس خنزیر میں اور اِس مسلمان میں کیا فرق ہے؟ مجھے جتنا تاؤ آیا تھا اُس سے زیادہ تاؤ ان کو آیا۔ مگر میں بھی پی گیا تھا وہ بھی پی گئے۔

انھوں نے کہا کہ میرا مقصد یہ ہے کہ علم تاریخ، علم جغرافیہ، علم ریاضی یہ تین علوم بھی آپ اگر اپنے نصاب میں داخل کرلیں تو کیا اچھا ہو۔ میں نے کہا کہ آپ کے نزدیک ان تین علوم پر پیٹ کا پالنا موقوف ہے۔ ایک شخص جو بڑھئی کا کام کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ میرے نزدیک پیٹ کا پالنا اس پیشہ پر موقوف ہے۔ اس کو بھی داخل کر دیا جائے۔ ایک دھوبی ہے جو کپڑا دھوتا ہے وہ کہتا ہے کہ میرے نزدیک پیٹ کا پالنا موقوف ہے اس پیشہ پر اس کو بھی داخل کرلیا جائے۔ معمار تعمیر کا کام کرتا ہے وہ بھی یہ کہتا ہے۔ اب یہ بتائیے کہ مدرسہ رہیگا یا کیا ہو جائے گا۔ اور پھر کیا وجہ کہ آپ کے مطالبہ کو پورا کیا جائے اور ان کے مطالبات کو پورا نہ کیا جائے۔ انھوں نے کہا کہ نہیں۔ مجھے تو فقط تین چیزوں کے متعلق کہنا ہے۔ میں نے کہا وہ کہے گا کہ مجھے تو فقط ایک چیز کے متعلق کہنا ہے۔

پھر میں نے ان سے کہا کہ آپ نے جو یہ سوال شروع کیا ہے اور تین چیزوں کو معیار بنایا ہے۔ یا تو آپ ہمارے نصاب سے خود ناواقف ہیں یا مجھے خود ناواقف سمجھتے ہیں۔ تب آپ نے سوال کیا۔ اگر ہمارے نصاب سے واقف ہوتے تو یہ سوال ہی نہ کرتے اسواسطے کہ ہمارے یہاں یہ تینوں چیزیں داخلِ نصاب ہیں، پڑھائی جاتی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ کہاں پڑھائی جاتی ہیں۔ ہم تو دیکھتے ہیں کہ مولوی صاحبان کھڑے کے کھڑے رہ جاتے ہیں۔ میں نے کہا کہ کھڑے ہونیکا بھی کہیں حکم ہے "وَقُومُوا لِلّٰہِ قَانِتِینَ" اس لئے کھڑے رہتے ہیں۔ باقی رہا یہ کہ ان کو کچھ نہیں آتا یہ اپنی ذہنیت کا نقشہ ہے۔ اپنے ذہن میں یہ ہے کہ انکو کچھ نہیں آتا۔ بس اور کچھ نہیں۔ ہمارے یہاں تاریخ بھی پڑھائی جاتی ہے وہ بھی اعلےٰ درجہ کی۔ آپ کے یہاں تاریخ پڑھائی جاتی ہے کسی بادشاہ کی، کسی وزیر کی۔ جو ایک دو شخص کی لکھی ہوئی ہو جس میں اس نے اپنے جذبات کو بھر رکھا ہے۔ اس کا التزام ہی نہیں کہ پورے واقعات صحیح صحیح لکھے نہ اس کی دیانت پر اعتماد ہے۔ پھر کسی کی تاریخ ایک نے لکھی اور کسی کی تاریخ دو نے لکھی۔ ہمارے یہاں پڑھایا جاتا ہے علم حدیث ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کی تعداد۔ اور جتنے اُن میں سے بڑے ہوئے ہر ایک کے کچھ نہ کچھ حالات منقول ہیں۔ کیا کوئی شخص دنیا میں ایسا ہوا ہے کہ جس کی تاریخ اتنی بڑی جماعت نے لکھی ہو اور تاریخی نقطۂ نظر اور حدیثی نقطۂ نظر کو سامنے رکھتے ہوئے صحت اور واقعیت کا التزام کیا گیا ہو۔ حضرت ابوہریرہؓ جب احادیث بیان کرنے کیلئے کھڑے ہوتے تو فرماتے سمعتُ صاحب هٰذا صلے اللہ علیہ وسلم کان یقول کذا۔ کوئی صحابی بیان کرتے اور شروع میں پڑھتے من کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ تاریخ کو حدیث کے ساتھ کیا مناسبت ہے۔ اور جو تاریخیں آپ کے یہاں پڑھائی

جاتی ہیں کسی زبجرڈ کی تاریخ ہے جو کسی انگریز کی لکھی ہوئی ہے اور بہت سے لوگ اس کے مثل ہیں۔ حضرت عمرؓ کو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے خط لکھا کہ عبداللہ ابن مسعودؓ کو کوفہ بھیجدیں۔ ان کے علوم کی یہاں حاجت ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ عبداللہ بن مسعودؓ ایسا شخص ہے کہ میں خود انکے علم کا حاجتمند ہوں۔ مگر آپ کو اپنے اوپر ترجیح دیکر بھیج رہا ہوں۔ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ ڈیڑھ ہزار شاگردوں کی جماعت کو لے کر گئے ہیں اور کوفہ کے سارے علاقہ میں پھیل گئے۔ کوئی کسی درخت کے نیچے، کوئی کسی میدان میں، کوئی کسی مسجد کے کونے میں بیٹھ کر حدیثیں بیان کر رہے ہیں۔ ابن ابی شیبہؒ جامعہ رصافہ بغداد میں درس دینے کیلئے بیٹھے۔ پچیس ہزار حدیث پڑھنے اور سیکھنے والے طلبار حاضر تھے۔ یہ سب تاریخ ہے۔ حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی خاص کر تیئیس ۲۳ سالہ نبوت کی زندگی ایسی گذری کہ اس کی رات اور دن صبح اور شام کا کوئی لمحہ ایسا نہیں گذرا جس کے متعلق بتایا نہ گیا ہو کہ فلاں وقت آپ نے فلاں کام کیا۔ اور اچھا یہ تو بتائیے کہ تاریخ کی غایت کیا ہے۔ کہنے لگے کہ غایت کا کیا مطلب۔ میں نے کہا کہ کس مقصد کیلئے تاریخ پڑھائی جاتی ہے۔ انھوں نے کہا تاکہ واقعات کا علم ہو۔ میں نے کہا افسوس۔ آپ کو تو تاریخ کی غایت بھی معلوم نہیں۔ اگر اتنا ہی مقصود ہو تو اخبار پڑھ لیا کریں اس میں خبریں ہوتی ہیں۔ تاریخ کی غایت یہ ہے کہ جو فرد یا جو جماعت آپ کے نزدیک آپ کیلئے زیادہ قابل احترام ہو جس کا اتباع واقتدار آپ کیلئے لازم ہو اس کے حالات معلوم کئے جائیں تاکہ پیش آنے والے واقعات کے وقت میں جو کچھ انھوں نے عمل اختیار کیا ہو وہ آپ بھی اختیار کریں۔ ایک مسلمان کے نزدیک حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے برابر کوئی باعزت واحترام ہوا ہے یا ہو سکتا ہے۔ اس لئے آپ کی

مکمل تاریخ ہمارے نصاب میں پڑھائی جاتی ہے اور اس کو ابواب پر منقسم کر دیا جاتا ہے۔ ہر باب کے متعلق ان کے مناسب احادیث جمع کر دی جاتی ہیں۔ اگر کسی نے کوئی غلط بات کہی تو اس کی پوری نشاندہی کردی جاتی ہے۔ تاکہ اس سے ہوشیار رہیں۔ اب آپ بتائیے کہ ایک مسلمان کو ایک ریچرڈ کے ساتھ کیا مناسبت ہے کہ وہ اپنے حالات اس کے مطابق کرے۔ وہ تو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مطابقت کرے گا۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد دوسرے انبیاء علیہم السلام کا نمبر ہے۔ ان کی بھی تاریخ بقدر ضرورت پڑھائی جاتی ہے۔ چنانچہ ایک سورت کا نام ہی سورۃ الانبیاء ہے۔ پھر خلفاء راشدین کی تاریخ پڑھائی جاتی ہے جن پر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اعتماد فرمایا۔ ان کے بعد درجہ دیگر صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کا ہے انکی تاریخ پڑھائی جاتی ہے۔ پھر طبقۂ تابعین کا نمبر ہے پھر طبقۂ تابعین میں محدثین، فقہاء مجتہدین وغیرہ حضرات ہیں۔ اور جتنی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں ہر ایک کے مصنف کا کچھ حال بیان کر دیا جاتا ہے۔

جماعت اسلامی کے متعلق مولانا صبغۃ اللہ بختیاری سے دلچسپ گفتگو

احقر راقم الحروف نے عرض کیا کہ حضرت! جس وقت آپ سہارنپور میں تھے۔ مولانا صبغۃ اللہ بختیاری صاحب تشریف لائے تھے اور جماعتِ اسلامی کی دعوت دی تھی اور ان سے اس سلسلہ میں بحث ہوئی تھی۔ وہ کیا بحث تھی اور پھر ایک عرصہ کے بعد وہ آپ سے ملے اور کہا کہ الحمدللہ وہ دفد (جماعت اسلامی) کا ٹوکرا ہمارے سر سے اتر گیا۔ اس پر ارشاد فرمایا کہ پوچھ کے کیا کرو گے۔ وہ تشریف لائے

طلبا رسے کہتے تھے کہ یہ بخاری کا بُت کب تک بغل میں دبائے پھرتے رہوگے۔ انھوں نے بخاری شریف کو بت قرار دیا تھا۔ میرے پاس بھی تشریف لائے اور فرمایا کہ تھوڑا انفاق کیجئے۔ انفاق فی سبیل اللہ۔ یعنی انفاقِ وقت۔ میں فتاویٰ لکھ رہا تھا۔ میں نے ہاتھ سے قلم رکھدیا اور کہا اچھا میں حاضر ہوں کہئے کیا ارشاد ہے۔ کہا یہ بتائیے کہ اس جماعت نے جو کچھ کام کیا ہے آپ کو اس سے کیا نسبت ہے۔ میں نے کہا کون سی جماعت، کہاں کی جماعت، کیا جماعت۔ تو کہا کہ جماعتِ اسلامی۔ میں نے کہا کیا کام کیا وہ تو آپ ہی بتائیں گے بختیاری صاحب! دیکھئے اس وقت میں بزمِ فقہ سمجھ کے آیا ہوں، بزمِ منطق سمجھ کے نہیں آیا ہوں آپ مجھے بلا وجہ خاموش کرنے کی کوشش نہ کریں۔ حضرتِ والا۔ استغفر اللہ۔ میں تو آپ کو گویا کرنیکی کوشش کر رہا ہوں۔ یوں کہہ رہا ہوں کہ فرمائیے۔ خاموش کرنے کی تو میں کوشش نہیں کر رہا ہوں۔ خاموش تو میں خود ہو رہا ہوں۔ اچھا خیر میں ہی پوچھ لوں۔ آپ کہاں سے تشریف لا رہے ہیں بختیاری صاحب۔ میں دار الاسلام سے آرہا ہوں۔ حضرتِ والا دار الاسلام کیا چیز ہے۔ کیا اس دار الاسلام میں حدود و قصاص کی تنفیذ ہوتی ہے بختیاری صاحب۔ اس کا صرف دار الاسلام نام ہے اور بس۔ حضرتِ والا۔ مضاف تو نام کا ہے لیکن کیا مضاف الیہ بھی نام کا ہے۔ بختیاری صاحب۔ استغفر اللہ۔ مضاف الیہ نام کا کیوں ہوتا۔ الحمدللہ مضاف الیہ تو کام کا ہے۔ حضرتِ والا یہ بتائیے کہ آپ کی جماعت کے اخراجات کہاں سے پورے ہوتے ہیں۔ بختیاری صاحب۔ ایک تو رسالہ ترجمان القرآن ہے۔ مودودی صاحب نے اس جماعت کو دے رکھا ہے اور بھی انکی کتابیں اس کے علاوہ ہیں وہ دے رکھی ہیں، یہ کتابیں انھوں نے وقف کر رکھی ہیں۔ جماعت وہ کتابیں چھپواتی ہے ان کو فروخت کرتی ہے اس کی تجارت کرتی ہے۔

حضرتِ والا وقف کی بیع تو ناجائز ہے۔ آپ نے کیسے کہدیا کہ وقف کر رکھی ہیں۔
درمختار ص ۳۶۷/ج۳ میں ہے کہ فاذا اتم ولزم لا یُملَّکُ ولا یُملَّک۔ وقف نہ مملوک بنتا ہے اور نہ مملوک بنایا جا سکتا ہے۔ وہ تو ہاتھ سے نکل گیا بختیاری صاحب۔ وقف کا یہ مطلب نہیں بلکہ انھوں نے کتابیں دے رکھی ہیں۔ جماعت ان کتابوں کو فروخت کرتی ہے اس سے کام چلتا ہے۔ حضرتِ والا۔ اچھا۔ وقف بھی نام کا، دار الاسلام بھی نام کا۔ اللہ کرے کوئی کام کی چیز نکل آوے۔ تو کیا اس سے آمدنی اتنی ہو جاتی ہے کہ جس سے جماعت کے تمام اخراجات پورے ہو جاتے ہوں۔ بختیاری صاحب۔ ایک بیت المال ہمارے یہاں ہے۔ جس میں زکوٰۃ صدقات خیرات کا مال جمع ہوتا ہے وہ دیا جاتا ہے۔ حضرتِ والا۔ کیا آپ کے یہاں عاشر، مصدّق موجود ہیں۔ بختیاری صاحب وہ تو نہیں ہیں۔ حضرتِ والا۔ تو پھر آپ کو بیت المال قائم کرنے کا کیا حق ہے۔ اس کے لئے تو ضروری ہے کہ عاشر مصدّق ہوں۔ اور وہ کہاں خرچ ہوتا ہے۔ بختیاری صاحب۔ حنفیہ شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ کے ماننے والوں کے مصارف میں صرف ہوتا ہے۔ ہر ایک کو اس کے مصرف میں صرف کیا جاتا ہے۔ حضرتِ والا۔ شافعیہ کے مسلک پر صرف کرنے میں آپ کو بڑی دشواری پیش آتی ہوگی۔ بختیاری صاحب۔ کیوں حضرتِ والا۔ آپ نے تو سوال ایسا کر دیا کیوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ اُن کے مسلک سے واقف ہی نہیں ہیں۔ شافعیہ کے یہاں خاص مصارف ہیں انما الصدقات للفقراء والمساکین الخ کے تحت ہر صنف کے کم از کم تین افراد پر خرچ کرنا ان کے یہاں لازم ہے۔ حتیٰ کہ وہ لوگ مجبور ہوئے کہ شافعیہ کے مسلک کو چھوڑ کر حنفیہ کے مسلک کو اختیار کریں۔ بختیاری صاحب ابتک ہمارے یہاں شافعیہ کی کوئی زکوٰۃ آئی ہی نہیں۔ حضرتِ والا۔ بس

میں سمجھ گیا۔ شافعیہ کی کوئی زکوٰۃ آئی نہیں۔ مالکیہ اور حنابلہ ہندوستان میں موجود نہیں۔ بیچارے حنفی رہ گئے جس طرح چاہے کرتے رہو۔ اچھا یہ بتائیے کہ وہ زکوٰۃ کہاں خرچ ہوتی ہے۔ بختیاری صاحب۔ جو لوگ ادارہ میں رہ کر تدریسی خدمات انجام دیتے ہیں اس سے انکی خدمت کی جاتی ہے اور جو باہر تبلیغ کیلئے جاتے ہیں انکو زادِ راہ دیا جاتا ہے۔ حضرتِ والا۔ جو لوگ ادارہ میں رہ کر تدریسی خدمات انجام دیتے ہیں انکو جو دیا جاتا ہے وہ تو خدمات کا معاوضہ ہوگا، وہ تو تنخواہ ہوگی۔ بختیاری صاحب۔ نہیں نہیں تنخواہ نہیں وہ تو حسبۃً للہ دیا جاتا ہے۔ حضرت والا ٹھیک ہے آپ حسبۃً للہ روپیہ دیدیتے ہوں گے اور وہ آپ کو حسبۃً للہ خدمات پیش کر دیتے ہوں گے۔ آپ بتائیے کہ اگر آپ ان کو روپیہ نہ دیں۔ کیا وہ تب بھی تدریسی خدمات انجام دیں گے۔ یہاں آکر وہ ذرا خاموش سے ہوگئے۔ پھر میں نے کہا کہ اور جو لوگ تبلیغ میں جاتے ہیں ان کو آپ نوٹ دیتے ہوں گے۔ (اس زمانہ میں روپیہ بھی چلتا تھا نوٹ بھی چلتے تھے) نوٹ تو مال نہیں۔ وہ تو مال کی رسید ہے جب تک اس کے ذریعہ سے مال حاصل نہ کرلیا جائے اسوقت تک اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ ان سب کی زکوٰۃ اکارت جاتی ہے اس لئے کہ اُس نوٹ کے ذریعہ سے بس کا کرایہ بھی ادا کرتے ہوں گے۔ یہ تو مال نہیں۔ یہ تو منفعت ہے۔ بختیاری صاحب کو فکر ہوئی کہ یہ سلسلہ تو دور تک چلا۔ تب انھوں نے کہا کہ ہمیں مولانا تھانویؒ کے مریدین سے بڑی شکایت ہے۔ حضرتِ والا۔ اگر ایسی بات ہے تو آپ تھانہ بھون اُن سے کہئے۔ مجھ سے کیوں کہتے ہیں۔ میں تو خود مولانا تھانویؒ کی پناہ ڈھونڈتا پھرتا ہوں۔ فتاویٰ میں ضرورت پیش آتی ہے تو انکے فتاویٰ کو دیکھتا ہوں۔ قرآن پاک میں ترجمہ کی ضرورت پیش آتی ہے تو بیانُ القرآن دیکھتا ہوں۔ ہر چیز میں ان کی ہدایات سے روشنی حاصل کرتا ہوں۔

میں کہاں سے ان پر کئے گئے اعتراضات کا جواب دیتا پھروں گا. مگر وہ بار بار کہنا چاہتے تھے اور میں سننا نہیں چاہتا تھا۔ آخر انھوں نے کہہ ہی دیا کہ حضرت تھانویؒ کا ایک مرید ہے جو رات کو تہجد پڑھتا ہے صبح صادق پر قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے تسبیح پڑھتا ہے، کچھ مختصر سا ناشتہ کرتا ہے، اشراق پڑھتا ہے. اس کے بعد جاکر وہ ایک کرسی پر فائز ہو جاتا ہے۔ یہ حرام ہے۔ حضرتِ والا ان میں سے کیا چیز حرام ہے. کیا تہجد پڑھنا حرام ہے، یا مختصر سا ناشتہ کرنا حرام ہے، یا اشراق پڑھنا حرام ہے؟ کیا چیز حرام ہے؟ بختیاری صاحب۔ کرسی پر جاکر بیٹھنا حرام ہے۔ حضرتِ والا۔ اللہ کے بندے۔ ایک حرام چیز کے ساتھ آپ نے اتنی حلال عبادتوں کو سب کو بھلا دیا اور سب کے اوپر حرام ہونے کا حکم لگا دیا۔ اچھا تو کرسی پر بیٹھنا کیوں حرام ہے؟ امام مسلمؒ نے تو روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے کرسی پر بیٹھکر وعظ فرمایا اور وہ کرسی لوہے کی تھی، اس کے پائے لوہے کے تھے۔ آپ کیوں حرام قرار دے رہے ہیں۔ بختیاری صاحب۔ وہ شخص کلکٹری کی کرسی پر بیٹھ جاتا ہے۔ حضرتِ والا۔ مختصر سے الفاظ میں آپ نے مطلقاً کرسی پہ بیٹھنا کیوں حرام قرار دیدیا۔ جبکہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ یہ تو وہی تلبیس ہے۔ بختیاری صاحب اس سے مراد طاغوت کو نافذ کرنا اور جاری کرنا۔ مشرک کی کرسی پہ بیٹھ جانا۔ کافر کی کرسی پہ بیٹھ جانا اور اس کے قانون کو پھیلانا یہ حرام ہے۔ قارون کی نوکری کرنا حرام ہے۔ حضرتِ والا۔ کیا بالکل حرام ہے۔ حدیث میں موجود ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر پہ تشریف لائے بچے رو رہے تھے۔ پوچھا کیا بات ہے۔ تو بتلایا کہ کھانے کو نہیں ہے تو آپ اٹھے اور ایک چمڑے کو لیکر اس کے درمیان سے گول قطع کیا اور اس کو سر پر رکھ کر ایک یہودی کے باغ میں گئے وہیں اس باغ کے گرداگرد دیوار تھی اس باغ کے پاس کھڑے ہو گئے تو یہودی

نے پوچھا اوبدو نوکری کرے گا۔ تو فرمایا تیرے باغ کے اندر آنیکا راستہ کدھر ہے۔ اس نے بتلایا کہ ادھر کو ہے آجاؤ۔ وہ باغ میں چلے گئے اور چمڑے کے ٹکڑے کو اپنے اوپر ڈال لیا اور باغ میں چل کر معاملہ طے کیا کہ ایک کھجور کے بدلہ ایک چرس ایک ڈول کھینچو ایک کھجور ملے گا۔ دو ڈول کھینچو دو کھجور ملیں گے۔ چند ڈول کھینچے چند کھجوریں بن گئیں۔ وہ لاکے بچوں کے سامنے رکھدیں۔ تو کیا انھوں نے حرام کام کیا مشرک اور یہودی کی نوکری کی۔ بختیاری صاحب۔ نہیں۔ باگ ڈور اس کے ہاتھ میں دیدینا اور اس کو اختیار دیدینا۔ حضرت والا۔ دنیا کے اعتبار سے باگ ڈور اس کے ہاتھ میں دیدینا حرام ہے، یا دین کے اعتبار سے اس کے ہاتھ میں دیدینا حرام ہے۔ اگر دنیا کے اعتبار سے حرام ہے تو کیا اُس تانگہ میں تو نہیں بیٹھتے جس کا چلانیوالا غیر مسلم ہو، اس موٹر میں تو سوار نہیں ہوتے جس کا چلانیوالا غیر مسلم ہو۔ باگ ڈور اس کے ہاتھ میں ہے جدھر کو چاہے چلادے۔ بختیاری صاحب۔ نہیں۔ دین کے اعتبار سے۔ حضرت والا یاد رکھو دین کے اعتبار سے کوئی اپنی باگ ڈور کسی کافر کے ہاتھ میں نہیں دیتا۔ بالکل آزاد رہتے ہیں (اُن کا اشارہ جمعیۃ العلماء کیطرف تھا کہ اُن لوگوں نے اپنی باگ ڈور غیر مسلم کے ہاتھ میں دے رکھی ہے) جب نماز پڑھانے کا وقت آتا ہے یا نکاح پڑھانے کا وقت آتا ہے تو مولانا مدنیؒ اور مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کو بلایا جاتا ہے۔ کوئی بھی شخص جواہر لال نہرو اور گاندھی سے نہیں پڑھواتا اگر دین کے اعتبار سے بھی کسی غیر مسلم کے ہاتھ میں باگ ڈور ہو تو بتائیے کہ وہ کپتان جو جہاز چلاتا ہے باگ ڈور اس کے ہاتھ میں ہے تو کیا اس جہاز میں بیٹھکر حج تو نہیں کریں گے کیونکہ باگ ڈور غیر مسلم کے ہاتھ میں ہے جہاں چاہے لیجاکے ڈبو دیگا۔ یاد رکھو دین کے اعتبار سے کسی مسلمان نے کسی غیر مسلم

کے ہاتھ میں باگ ڈور نہیں دے رکھی۔ پھر جمعیۃ العلماء پر کیا اعتراض ہے۔ بختیاری صاحب
مولانا۔ جیسا قرآن کو ہم سمجھتے ہیں ویسا کوئی نہیں سمجھتا۔ حضرت والا یہ تو اپنے منہ
مُنہ میاں مٹھو بنتا ہے۔ جس وقت میدان میں سامنے آئیں گے اس وقت پتہ
چل جائے گا کہ قرآن کو کتنا سمجھتے ہیں۔ آپ قرآن کو کیا سمجھتے ہیں یہ بتائیے۔ بختیاری
صاحب۔ ہماری کتابیں دیکھ کر کم از کم آدمی کا دماغ ضرور مسلمان ہو جاتا ہے۔
حضرتِ والا۔ جتنے اہلِ کتاب تھے سب کا دماغ مسلمان تھا حضور اکرم صلے اللہ
علیہ وسلم کے زمانہ میں۔ الذین اٰتینٰھم الکتٰبَ یَعْرِفونہٗ کما یعرفونَ
اَبناءھم۔ مگر دماغی اسلام سے ان کو نجات نہیں ہوئی۔ بختیاری صاحب۔ صرف یہی
نہیں زبان بھی اقرار کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ حضرتِ والا جتنے منافق تھے سب
کی زبان اقرار کرتی تھی۔ اذا جاءكَ المُنافقونَ قالُوا نشھدُ اِنّکَ
لَرَسولُ اللہِ وَاللہُ یَعلَمُ انكَ لَرَسُولُہٗ۔ وَاللہُ یشھدُ اِنّ المنافقین
لکٰذبونَ ٥ اس زبانی اقرار پر قرآن نے جو نتیجہ مرتب کیا ہے وہ یہ ہے کہ اِنَّ
المنافقینَ فی الدّرکِ الاسفلِ مِنَ النّار۔ محترم افسوس آپ کو آج
تک یہ بھی پتہ نہیں چلا کہ اسلام کا محل کیا ہے، ایمان کا محل کیا ہے۔ زبان نہیں
ہے بلکہ قلب ہے۔ اور اس قلب کی صفائی حاصل ہوتی ہے ذکر اللہ سے اور ایمان
سے۔ قرآن پاک میں ہے" قالَتِ الاَعْرَابُ اٰمَنّا قُلْ لَمْ تومنوا وَلکن
قُولُوا اَسلمنا وَلما یدخل الایمان فی قلوبکم۔ بختیاری صاحب۔ میں اربابِ
مظاہر علوم سے ہدایات حاصل کرنے آیا ہوں ورنہ ایسی تقریر کروں کہ آگ
لگا دوں۔ حضرت والا۔ واقعی۔ کیا آپ ایمان کی بات کہہ رہے ہیں۔ کیا آپ
کے جی میں یہی ہے کہ آپ ہدایات حاصل کرنے آئے ہیں۔ کیا واقعی آپ گمراہ
ہیں، غلط راہ پر چل رہے ہیں۔ جو آپ ہدایات حاصل کرنے کیلئے آئے ہیں

یا ہدایات دینے کیلئے آئے ہیں۔ اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک تو بہت خوش ہو گی۔ جب آپ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں آگ لگائیں گے حالانکہ حضور تو آئے امت کو آگ سے بچانے کیلئے اور آپ امت میں آگ لگائیں گے۔ ایسی ایسی باتیں اُن سے ہوئی تھیں۔

احقر راقم الحروف نے عرض کیا۔ حضرت ! کیا جماعتِ اسلامی میں داخل ہونیکی آپ کو اور حضرت شیخؒ کو انھوں نے دعوت دی تھی۔ ارشاد :۔ نہیں۔ انھوں نے مجھے کوئی دعوت نہیں دی اور شیخؒ کے یہاں تو بات ہی نہیں ہوئی۔ اسی وجہ سے جب وہ دیوبند تشریف لائے تو انھوں نے میرا بھی تذکرہ کیا۔ میں ان سے ملنے کیلئے دارالعلوم دیوبند کے مہمان خانہ میں گیا۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ جب مولوی زکریا صاحب کی مجھ سے گفتگو ہوئی تو کیا آپ اسوقت مجلس میں موجود تھے۔ میں نے کہا نہیں، میں تو اس مجلس میں نہیں تھا۔ ہاں مجھ سے جس مجلس میں گفتگو ہوئی اس میں میں تھا۔ گنگوہ تشریف لے گئے وہاں سے واپس آکر ایک صاحب کی تعریف کی کہ بہت کام کے آدمی ہیں مگر افسوس یہ ہے کہ گنگوہ کے لوگ ان کو عالم نہیں سمجھتے۔ حالانکہ انھوں نے حضرت گنگوہیؒ کی تیرہ سال خدمت کی۔ جس شخص نے تیرہ سال حضرت گنگوہیؒ جیسے فقیہ کی خدمت کی اور ان کی صحبت میں رہا اس کو گنگوہ کے لوگ عالم نہیں سمجھتے۔ حضرتِ والا ! گنگوہ کے لوگ تو بڑے ناقدرے ہیں۔ آپ نے ابھی کیا دیکھا ہے۔ ایک عورت نے حضرت گنگوہیؒ کی پچاس برس خدمت کی (اہلیہ محترمہ) لوگوں نے اسکو عالم نہیں سمجھا۔ حالانکہ حضرت گنگوہیؒ کی اولاد بھی اس عورت سے ہوئی پھر بھی لوگ انکو عالم نہیں سمجھتے۔ گنگوہ کے لوگ تو ایسے ہی ہیں۔ ایک شخص نے حضرت گنگوہیؒ کی ساٹھ برس تک خدمت کی اور مولانا کا پاخانہ اٹھایا لوگوں نے اسے عالم

نہیں سمجھا۔ خدا کے بندے! کیا عالم سمجھنے کیلئے صرف خدمت میں رہ جانا کافی ہے۔

مودودی صاحبؒ کی ہدایت

ارشاد فرمایا کہ سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے اپنے آدمیوں کو ہدایت کی کہ بڑی بڑی درس گاہوں میں نہ جائیں فتنہ ان کے پاس رہتا ہے جیسے ہی ان کے پاس کوئی گیا فتنہ میں مبتلا ہو جاتا ہے فتنہ اس کو گھیر لیتا ہے۔ دیکھ لیجئے مولانا منظور نعمانی کو فتنہ نے گھیرا، مولانا علی میاں کو فتنہ نے گھیرا۔ ایک رائیور کے ہو گئے (مولانا علی میاں صاحب) اور ایک (مولانا منظور نعمانی صاحب) دہلی کے ہو گئے (نظام الدین تبلیغی مرکز کے)

جماعت اسلامی کے متعلق دو بزرگوں کا مقولہ

ارشاد فرمایا کہ جماعت اسلامی کے متعلق دو بزرگوں سے سنا تھا۔ ایک سے بلاواسطہ، اور ایک سے بالواسطہ۔ ان دو بزرگوں سے اس جماعت کے متعلق جو کچھ سنا تھا ان کو سامنے رکھتے ہوئے آج دائرہ میں رکھنا دشوار ہو گیا۔ ایک تو حضرت مولانا الیاس صاحبؒ سے سنا تھا۔ انھوں نے فرمایا تھا کہ سخت ترین تلبیس کی تحریک ہے اور اچھے اچھے اہلِ علم کے پھسل جانیکا مظنہ ہے۔ یہ جملہ تو میرے سامنے ہی فرمایا تھا۔ ایک حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ ہیں۔ ان کا مقولہ بالواسطہ سنا تھا۔ فرمایا تھا کہ مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے چینی کی طشتری میں غلیظ رکھ کر اوپر چاندی کا ورق لگا دیا جائے۔

طلاقِ مغلظہ کے فتویٰ پر غصہ سے بھرا ہوا خط آیا

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک عورت کا خط آیا۔ اس نے لکھا کہ ہماری شادی

ایک صاحب سے ہوئی۔ بہت اچھی طرح سے مل جل کر پیار و محبت سے رہے، انکی ہر خواہش کو ہم نے پورا کیا، اچھے سے اچھا پکا کر کھلایا، اچھے سے اچھا سی کر پہنایا۔ ایک غلطی ہم سے ہو گئی۔ اس غلطی کی بناء پر جوش میں آکر شوہر نے ہم کو تین طلاق دیدیں اب کیا حکم ہے۔ جواب دیا کہ طلاقِ مغلظہ ہو گئی۔ اب اس کے پاس رہنا جائز نہیں بغیر حلالہ کے۔ حلالہ کی بھی صورت بتا دی۔ اس کے بعد اس عورت کا غصہ سے بھرا ہوا خط آیا کہ اسلام کا یہ کونسا طریقہ ہے کہ حماقت کرے ہمارا شوہر اور بھگتیں ہم۔ ہمیں یہ حکم کیوں دیا جاتا ہے۔ ہم غیر آدمی کا منہ دیکھیں؟ میں نے جواب میں لکھا کہ آپ کو غصہ آگیا۔ بات کے صحیح نہ سمجھنے سے غصہ آیا ہے۔ اور جو کچھ آپ نے سمجھا وہ ہے ہی غصہ کی بات۔ کسی شریف خاتون سے کہا جائے کہ غیر آدمی کا منہ دیکھو تو اس کو غصہ آنا ہی چاہئے۔ مگر ہم نے یہ نہیں لکھا کہ غیر آدمی کا منہ دیکھیں۔ ہم نے تو یہ لکھا ہے کہ جس شخص نے تین طلاق دی ہیں وہ غیر ہو گیا اور غیر آدمی کا منہ دیکھنا درست نہیں۔ ہم نے منع کیا ہے غیر آدمی کا منہ دیکھنے سے۔ اور جس کو آپ غیر آدمی کہہ رہی ہیں وہ ابھی تک غیر ہے۔ صحیح ہے۔ لیکن جب ایجاب و قبول ہو جائے گا تو غیر نہیں رہے گا آپ کا اپنا شوہر بن جائے گا۔ آپ اس کو اپنا بنا کر دیکھیں غیر رکھ کر نہیں۔ اس کے باوجود آپ کو شریعت مجبور نہیں کرتی کہ آپ نکاحِ ثانی کریں۔ عصمت کے ساتھ آپ بغیر شوہر کے گذارا کر سکتی ہوں تو آپ کو اختیار ہے۔ مگر اندازہ یہ ہے کہ آپ کے جذبات کو تسکین نہیں ہوگی بغیر اس نالائق کمینہ آدمی کے پاس جائے ہوئے۔ جس نے آپ کی ذرا سی غلطی پر ساری عمر کی وفاداری کو ختم کر ڈالا۔ کیا وہ اس قابل ہے کہ آپ اس کے پاس اور اس کے گھر جائیں۔ ساری عمر میں اس کا خیال بھی نہیں کرنا چاہئے اور اگر اس کے پاس جائے بغیر آپ کے جذبات کو تسکین نہیں ہوتی تو شریعت نے آپ کو راستہ بتا دیا کہ آپ ذرا ادھر کو ہو کر

جائیے گا۔ راستہ یہ ہے۔ اس کے بعد پھر اس کا کوئی خط نہیں آیا۔

میں نے جواب میں لکھا

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا انھوں نے لکھا کہ میں فلاں یونیورسٹی میں پڑھتا تھا، لڑکیاں بھی پڑھتی تھیں۔ ایک لڑکی سے جان پہچان ہوگئی۔ محبت کے تعلقات ہوگئے۔ کچھ روز بعد سوچا کہ اس طرح رہنا تو مناسب نہیں۔ بڑوں سے پوچھ کر شادی کرلینا چاہئے۔ چنانچہ شادی ہوگئی۔ شادی کے چند روز بعد میں نے اس کی اٹیچی کھولی تو اس میں کسی اور شخص کا میری بیوی کے نام خط تھا جس میں عشق و محبت کا اظہار کر رکھا تھا۔ تو آپ بتائیے کہ میں ایسی عورت کو رکھوں یا طلاق دیدوں۔ اب معلوم ہوا کہ یہ تو بدچلن ہے۔ میں نے جواب میں لکھا کہ آپ کے سوال ہی میں آپ کے سوال کا جواب ہوگیا۔ ایک بات بتائیے کہ جب آپ یونیورسٹی میں پڑھتے تھے اور آپ کا اس لڑکی سے پیار و محبت کا تعلق ہوگیا تو آپ نے نیک چلن قرار دیا اور شادی کے بعد خط دیکھا تو بدچلن قرار دیا۔ اسکی کیا وجہ کہ آپ سے شادی کے پہلے جو تعلق ہے وہ تو نیک چلن۔ اور اب دوسرے کا خط دیکھ لیا خبر نہیں کہ خط اصل ہے نقل ہے کیا ہے اسکو بدچلن قرار دیدیا۔ اب آپ کے خط کا جواب یہ ہے کہ جیسے مزاج کے آپ ہیں ویسی ہی مزاج کی آپ کو مل گئی۔ اب اس کو طلاق نہ دیں۔ اگر طلاق دیں گے تو دوسری اس سے زیادہ بدچلنی ہوگی۔ اَلْخَبِیثَاتُ لِلْخَبِیثِینَ وَالْخَبِیثُونَ لِلْخَبِیثٰتِ ۔
اس کے بعد ان کا کوئی خط نہیں آیا۔

ایک قادیانی سے دلچسپ گفتگو

ارشاد فرمایا کہ گنگوہ میں ایک شخص قادیانی آیا اس نے اپنی قادیانیت کی تبلیغ شروع کی۔ وہاں آپس میں ہم نے کہا کہ یہ بڑی گڑبڑ

کی بات ہوگئی۔ اپنے ایک آدمی کو اس کا مرید بنوا دیا۔ اس کی ساری توجہ اس مرید کی حد تک محدود رہی اور جو بات ہوتی وہ مرید سے پوچھ کر اس کے مشورہ سے ہوتی۔ حضرت گنگوہیؒ کے ایک نواسہ تھے حافظ محمد یعقوب صاحب۔ ان کی بیٹھک میں لوگ آکر بیٹھا کرتے تھے۔ تو پیر مرید دونوں نے مل کر یہ طے کیا کہ اگر حافظ محمد یعقوب صاحب قادیانی ہو جائیں تو بہت لوگ قادیانی ہو جائیں گے۔ آپس میں مشورہ کر کے طے کیا کہ ان کے لئے کوشش کی جائے۔ مرید نے ہمیں بھی بتا دیا کہ آج یہ طے ہوا ہے۔ سردیوں کا زمانہ تھا۔ حافظ محمد یعقوب صاحب رضائی اوڑھ کر دھوپ میں لیٹ گئے۔ میں ایک مونڈھے پہ بیٹھا۔ قادیانی ایک مونڈھے پہ بیٹھا۔ ایک یہ مرید بیٹھا۔ اب مرید نے پوچھنا شروع کیا۔ یہ بتائیے کہ کلمہ سب نبیوں کا یکساں ہے یا الگ الگ۔ یہ میری تعلیم کا آخری سال تھا۔ میں نے کہا کہ بھائی۔ کلمہ اور کلام کی یہ بحث تم نے کیا چھیڑ دی۔ یہ تو نحوی لوگ کیا کریں الکلمة لفظ وضع لمعنیً مفردًا کیا تعلق اس سے۔ تھوڑی دیر تک تو اس سے تفریح کرتے رہے۔ پھر کہا کہ پہلے جز لا الٰہ الا اللہ میں سب کا اشتراک تھا۔ اور دوسرے جز میں ہر نبی کی نبوت کا تذکرہ تھا۔ مرید نے کہا کہ دیکھئے آپ نے اب بتا دیا اطمینان ہوگیا۔ پھر مرید نے کہا کہ اچھا وہ جو پنجاب میں ایک حضرت نبی صاحب ہوئے ہیں۔ یہ کہتے ہوئے اُسے ہنسی بھی آئی کیونکہ وہ ضمیر کے خلاف کہہ رہا تھا۔ میں نے کہا کہ پنجاب میں کون نبی ہوا ہے۔ عرصہ ہوا نبوت ختم ہوئے، نبوت کا دروازہ تو بند ہوگیا۔ اس نے کہا۔ جی نہیں۔ نبی ہوئے ہیں۔ میں نے کہا۔ ارے وہ کمبخت ملعون غلام احمد کو کہہ رہے ہو کیا۔ اب وہ گڑ بولا۔ جی نہیں۔ ایسا نہ کہئے۔ وہ تو بہت اچھے آدمی تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انتقال ہوگیا (حضرت والا) ان کی گفتگو کا جو کچھ محور ہوتا ہے وہ حیاتِ عیسٰےؑ ہوتا ہے۔ بات کہیں کی کہیں چلتی رہتی ہے اور وہ فوراً کہہ دیتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ

کا انتقال ہوگیا۔ میں نے کہا کہ اگر انتقال ہوگیا تو کیا ہوگیا۔ اگر نہیں ہوا تو اور چند روز بعد وفات ہو جائے گی۔ اس دنیا میں جو آیا ہے وہ وفات پانے کیلئے آیا ہے لیکن مرزا کی نبوت سے اس کا کیا تعلق۔ وفات ہو عیسےٰ علیہ السّلام کی اور ثبوت ہو مرزا کی نبوت کا۔ مارے گھٹنہ پہ اور پھوٹے سر۔ خیر آباد۔ خیر (حضرت واللہ نے فرمایا) کیسے معلوم ہوا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کی وفات ہوگئی۔ **قادیانی**: قرآن شریف میں ہے یٰعیسیٰ انی متوفیک۔ اے عیسیٰ میں تجھے موت دوں گا۔ **حضرت والا**: بتاؤ کہاں لکھا ہے موت دینے کے معنےٰ میں۔ **قادیانی**: مولانا اشرف علی صاحب نے ترجمہ لکھا ہے۔ **حضرت والا**: دکھلاؤ۔ قرآن شریف وہیں پر موجود تھا۔ اس میں یہ لفظ موت نہیں تھا۔ **قادیانی**: اس کے معنےٰ ہیں تجھے قبض کرونگا۔ **حضرت والا**: قبض کے معنےٰ اور ہیں، موت کے معنےٰ اور ہیں۔ **قادیانی**: قبض کرنے کے معنےٰ موت ہی کے تو ہیں۔ **حضرت والا**: سبحان اللہ۔ یہ حافظ محمد یعقوب صاحب عجیب ہیں کہ جب یہ کہیں کہ تمہیں قبض ہو رہا۔ کیا اس کے معنےٰ یہ ہیں کہ موت آرہی۔ فلاں نے فلاں کی زمین پر قبضہ کر لیا۔ تو اس کا کیا مطلب۔ کیا اس کے معنےٰ یہ ہیں کہ موت آگئی۔ تلوار کا قبضہ۔ چاقو کا قبضہ۔ کیا ان سب الفاظ میں قبضہ موت کے معنےٰ میں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو تو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمان پہ اٹھایا۔ **قادیانی**: توفی کے معنےٰ جبکہ اس کا فاعل اللہ تعالیٰ ہو اور اس کا مفعول ذی روح ہو تو اس کے معنےٰ صرف موت کے آتے ہیں۔ **حضرت والا**: اَللّٰہُ یتوفی الانفسَ حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا۔ اللہ تعالےٰ جس کو موت دیتے ہیں اسکی توفی کرلیتے ہیں اور جس کی زندگی باقی ہے تو نوم کی حالت میں اس کی توفی ہوتی ہے۔ کیا اس کے معنےٰ یہ ہوں گے کہ جہاں نیند آئی آدمی مرگیا۔ **قادیانی**: مردہ اور سویا ہوا تو برابر ہی ہوں۔ **حضرت والا**: اچھا مردہ کی جائداد تقسیم ہوتی ہے، اس کا ترکہ تقسیم

ہوتا ہے۔ رات کو باپ سویا صبح ہوتے ہی اس کے بیٹے اس کی جائداد تقسیم کرلیں گے کہ وہ تو مرگیا۔ اور اگر مردہ اور سوتا ہوا برابر ہوتے ہیں تو آپ سوئیے۔ میں آپکے لاٹھی مارتا ہوں اور ایک لاٹھی مردہ کو مارتا ہوں۔ آپ کو تکلیف تو نہیں ہوگی۔ قادیانی: آئیں۔ آئیں۔ اگر آپ مجھے ماریں گے تو آپ کو گناہ ہوگا۔ حضرت والا: مسئلہ تو حل ہو جائے گا۔ پھر اگر عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ موت دیتے اور اس میں ان کی تسلی ہوتی کہ اے بیٹے گھبراؤ مت میں تمہیں موت دوں گا تو ایک بات تھی مگر موت سے کہیں تسلی ہوا کرے؟ یہودی ان کو قتل کرنا چاہتے تھے ان سے بچانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میں توفی کرلوں گا۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ میں زندہ آسمان پر اٹھالوں گا تم ان کے ہاتھ ہی نہیں لگنے کے۔ اور اس سے مراد موت ہے تو اس سے کیا تسلی ہوتی۔ موت سے تو آدمی بھاگتا پھرتا ہے: قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ آدمی تو اس سے راہ فرار اختیار کرتا ہے۔ یہاں تسلی کی کیا بات ہوسکتی ہے۔ اور اگر یہودی بھی قتل کر دیتے۔ کیا مضائقہ تھا۔ شہادت کا درجہ ملتا۔ قادیانی: نہیں۔ نہیں۔ قتل ہونا تو لعنت کی موت ہے۔ حضرت والا: اچھا۔ کیا قتل ہونا لعنت کی موت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا گیا، غزوۂ احد میں ستر صحابہ شہید ہوئے، غزوۂ بدر میں چودہ صحابہؓ شہید ہوئے۔ کیا یہ سب لعنت کی موت مرے۔ قادیانی: نبی کے حق میں قتل ہونا لعنت کی موت ہے۔ حضرت والا: حضرت زکریا علیہ السلام کو قتل کیا گیا اور کتنے انبیاء کو قتل کیا گیا۔ روایات میں لکھا ہے کہ یہودیوں نے ایک دن میں ستر انبیاء کو قتل کیا ہے۔ علماء نے منع کیا کہ کیا غضب کر رہے ہو تمہارے اوپر عذاب نازل ہوگا تو یہودیوں نے کہا کہ یہ علماء بھی نبیوں کے دُم چھلے ہیں۔ لہٰذا ان کو بھی اُن کے ساتھ چلتا کرو۔ چنانچہ علماء کو بھی قتل کیا۔ قادیانی: تفسیروں میں بہت باتیں غلط لکھی ہوئی ہیں۔ تفسیر میں لکھا ہے کہ

حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک شخص کی بیوی سے زنا کرنے کے لئے اس کے شوہر کو قتل کرا دیا تھا۔ **حضرت والا**: بتاؤ کون سی تفسیر میں لکھا ہے۔ **قادیانی**: کیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اسکو لڑائی میں نہیں بھیج دیا تھا۔ اور کاہے کے واسطے بھیجا تھا۔ **حضرت والا**: سبحان اللہ۔ کیا جسکو لڑائی میں بھیجا اسواسطے بھیجا کہ وہ وہاں مرجائے گا۔ قتل ہو جائے گا اور اسکی بیوی سے زنا کریں گے۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو سرایا میں بھیجا۔ کیا اسی واسطے بھیجا تھا۔ کیا بھیجنے کا یہی مطلب ہوتا ہے۔ **قادیانی**: زنا نہیں۔ یہ مطلب نہیں۔ بلکہ بیوی کو رکھ لے۔ **حضرت والا**: اللہ کے بندے۔ کہاں نکاح کر کے بیوی بنا کر رکھنا۔ کہاں زنا کرنا۔ کیا تمہارے نزدیک نکاح اور زنا میں فرق نہیں قادیان میں اسی طرح ہوگا۔ **قادیانی**: تفسیر میں بہت باتیں غلط لکھی ہیں۔ **حضرت والا**: قرآن میں تو غلط نہیں لکھا۔ قرآن پاک میں ہے یقتلون النبیین بغیر الحق۔ یہود نبیوں کو قتل کرتے تھے۔ جب قتل ہونا لعنت کی موت ہے تو وہ نبیوں کو کیسے قتل کرتے تھے۔ **قادیانی**: وہاں تو نبیوں سے مراد علماء ہیں۔ **حضرت والا**: جی ہاں۔ اب سمجھ میں آگیا نبیوں سے مراد جہلاء ہیں۔ آپ کے نزدیک غلام احمد قادیانی جیسا نبی ہوتا ہے، تو احمق ایسے ہی جاہل لوگ مراد ہوں گے۔ بس آپ نے ٹھیک کہا۔ اچھا دوست۔ یہ تو بتاؤ کہ محمدی بیگم کا کیا قصہ تھا۔ کتنے عرصہ تک قادیانی صاحب اس کے فراق میں رہے۔ اور عبداللہ آتھم کا کیا قصہ تھا۔ عبداللہ آتھم سے مناظرہ ہوا۔ مناظرہ کے بعد مرزا نے پیشنگوئی کی بذریعہ الہام۔ کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہے وہ سترہ ۱۵ مہینہ کے اندر اندر مر جائیگا۔ آتھم ضرور مرجائے گا۔ وہ نہ مرا تو میری ٹانگ میں رسی باندھ کر مجھے امرتسر کے بازار میں گھسیٹا جائے اور ذلیل و خوار کیا جائے۔ مرزا نے عدالت میں کھڑے ہو کر بذریعہ وحی یہ پیشینگوئی کی۔ سترہ ۱۵ مہینے گذر گئے آتھم نہیں مرا۔ لوگ رسی لیکر آئے کہ تیرے پیر میں باندھ کر تجھے امرتسر کے بازار میں گھسیٹنا ہے۔ تو کہتا ہے کہ میری مراد

اس سے یہ تھوڑا ہی تھی کہ آتھم ہی مرجائے گا، بلکہ اس کے گروہ کا کوئی آدمی مرجائیگا۔ چنانچہ پادری رائٹ مرگیا جو اس کا ساتھی تھا۔ پھر وہ رجسٹر دیکھا جسکے اندر پیشین گوئی کرکے اس نے دستخط کئے تھے۔ میری مراد فقط آتھم ہے فقط۔ آتھم ہے فقط آتھم ہے۔ کہ وہ سترہ مہینہ کے اندر اندر مرجائیگا۔ **قادیانی**: انھوں نے تو اس میں یہ قید لگادی تھی کہ بشرطیکہ آتھم حق کیطرف رجوع نہ کرے۔ **حضرتِ والا**: تو کیا آتھم مسلمان ہوگیا تھا اور حق کیطرف رجوع کرلیا تھا۔ **قادیانی**: یہ مطلب تھوڑا ہی ہے کہ مسلمان ہوجائے۔ **حضرتِ والا**: اچھا۔ کیا آپ کے یہاں اسلام کے علاوہ کوئی اور مذہب بھی حق ہے۔ ہاں۔ قادیانیوں کا مذہب آپ کے یہاں حق ہوگا۔ ٹھیک ہے۔ **قادیانی**: پھر مرزا صاحب نے اس سے (آتھم سے) کہدیا تھا کہ اب تو نہیں بچے گا۔ چنانچہ وہ مرگیا۔ **حضرتِ والا**: اسی وقت مرا یا بعد میں مرا۔ میں بھی کہتا ہوں تو بھی نہیں بچے گا۔ جب بھی مرے۔ مریگا بچے گا کہاں۔ علمی باتوں کے متعلق اس نے کہنا شروع کیا کہ ہمارے مبلغ جواب دیں گے۔ میں نے کہا اچھا۔ بے علم کے سہی۔ دیکھو نبی کو تو اللہ تعالیٰ پڑھا کر بھیجتے ہیں بذریعہ فرشتہ اس کے پاس علم بھیجتے ہیں۔ دنیا میں آکر نبی کسی سے پڑھا نہیں کرتا۔ اور یہ غلام احمد قادیانی حافظ رحیم بخش کے یہاں پڑھا کرے تھا اور جب سبق یاد نہیں ہوتا تھا تو وہ بھاگ جاتا تھا اور لونڈے پکڑ کر لایا کریں تھے۔ ایک ہاتھ ایک نے پکڑ رکھا ہے ایک پیر ایک نے پکڑ رکھا ہے۔ ڈنڈا ڈولی کرتے ہوئے گھسیٹتے ہوئے مکے مارتے ہوئے اسے لایا کرتے تھے۔ کیا ایسا آدمی بھی نبی ہوسکے۔ کیا وہ لونڈے یہ نہیں کہیں گے کہ ہم تو کل تیری یہ گت بنایا کرتے تھے اور اب تو نبی بنا بیٹھا ہے۔ اور جب مرزا کو سبق یاد نہیں ہوتا تھا تو کان پکڑوا کے بٹھادیا کرتے تھے۔ **قادیانی**: آئیں۔ آئیں۔ وہ تو سبق یاد کرلیا کریں تھے۔ کان وان نہیں پکڑوایا تھا۔ **حضرتِ والا**: کیا آپ اس کے ساتھی تھے۔ آپ کو کیا خبر۔ **قادیانی**: انھوں نے (مرزا نے) استاذ کی مار نہیں کھائی۔ **حضرتِ والا**: اگر اس

نے استاذ کی مار نہیں کھائی تو اس کو علم نہیں آیا۔ شیخ سعدی نے لکھا ہے۔ شعر

ہر آں طفل کہ جورِ آموزگار نہ بیند جفا بیند از روزگار

نبی کی شان یہ ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کیلئے تشریف لیجاتے اور جب فارغ ہوکر واپس تشریف لاتے تو صحابہؓ دیکھتے کہ وہاں کچھ پڑا ہوا تو نہیں ہے فضلہ۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبی کے فضلہ پر کسی کی نظر نہیں پڑتی۔ وہ محفوظ رہتا ہے۔ نبیؑ کی شان تو یہ ہے۔ اور مرزا کا تو یہ حال تھا کہ غسل خانہ میں گر کے مرا۔ اس کے منہ سے پاخانہ نکلا۔ اس کا یہ حال ہوا۔ (کسی نے حضرتِ والا سے سوال کیا کہ غسل خانہ میں مرا یا بیت الخلاء میں۔ تو فرمایا کہ اس میں دونوں ہی تھے یقین نہ ہو دیکھ لیجیو)۔ **قادیانی** : آپ تو ایسی باتیں کرتے ہیں جیسے بازار کے شُعدے کرتے ہوں۔ **حضرتِ والا** : نہیں۔ بازار کے شعدوں کی باتیں کرتا ہوں۔ اچھا۔ ذرا یہ تو بتاؤ کہ کیا آج تک کانا (بھینگا احول) بھی نبی ہوا ہے۔ **قادیانی** : نہیں۔ **حضرتِ والا** : مرزا تو کانا تھا۔ آپ نے تو (اس قادیانی کو خطاب فرماکر) جلالتِ شان کیوجہ سے ان کے چہرے کیطرف نظر بھی نہیں اٹھائی ہوگی۔ فوٹو میں دیکھ لو۔ اس کی آنکھ میں پھولا ہے۔ **قادیانی** : نہیں۔ انکا فوٹو تو بہت صاف ہے۔ **حضرتِ والا** : کیا فوٹو اتروایا تھا۔ فوٹو اتارنا تو حرام ہے۔ **قادیانی** : ولایت بھیجنے کیلئے اتروایا تھا۔ **حضرتِ والا** : کیا ولایت بھجوانے کیلئے اتروانا جائز ہے۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تو سارے عالم کے لئے نبی تھے۔ کہیں بھی آپ نے اپنا فوٹو نہیں بھیجا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب مدظلہ مفتی اعظم ہند کی بعض اہم و مقبول

تالیفات

اسمائے کتب	عام قیمت	اسمائے کتب	عام قیمت
فتاویٰ محمودیہ جلد اول	۱۰۰/۰۰	اسباب غضب حدیث کی روشنی میں	۲۵/--
فتاویٰ محمودیہ از جلد ثانی تا جلد ثالث عشر فی جلد	۹۰/--	اسباب مصائب اور ان کا علاج	۵/۰۰
مواعظ فقیہ الامت قسط اول و ثالث فی قسط	۲۳/--	وصفِ محبوب	۲۲/--
مواعظ فقیہ الامت رابع، خامس، سادس فی قسط	۲۱/۰۰	شوریٰ و اہتمام	۱۸/۵۰
مواعظ فقیہ الامت قسط ثانی	۲۲/--	قرأت فاتحہ خلف الامام و رفع یدین	۱۰/--
مواعظ فقیہ الامت قسط سابع	۲۷/۰۰	مسلک علمائے دیوبند اور حب رسول	۱۵/۰۰
ملفوظات فقیہ الامت قسط اول	۲۲/۵۰	ارمغان اہل دل	۱۵/--
ملفوظات فقیہ الامت ثانی، رابع فی قسط	۱۸/۵۰	افریقہ اور خدمات فقیہ الامت	۴۲/--
ملفوظات فقیہ الامت ثالث، خامس فی قسط	۲۰/۵۰	اسباب لعنت کی چہل حدیث	۹/۲۵
وصف شیخ	۳۷/۰۰	فتاویٰ محمودیہ جلد ثالث عشر	زیر طبع
حدود اختلاف	۳۷/۰۰	مواعظ فقیہ الامت قسط ثامن	۲۳/۰۰
سرکاری سودی قرضے	۷/۵۰	ملفوظات فقیہ الامت قسط ثامن	زیر طبع
نظریۂ توحید	۷/۵۰	مواعظ فقیہ الامت قسط تاسع	زیر طبع
معمولات یومیہ	۷/۵۰	فتاویٰ محمودیہ رابع عشر	زیر طبع
کثرت رائے کا فیصلہ	۷/۵۰	نوٹ:- یہ موجودہ قیمت ہیں۔ خریدنے	
عورت کی خلافت و امامت	۲/۵۰	کے وقت جو قیمت ہوگی وہ وصول	
حقیقتِ حج	۱۳/۵۰	کی جائے گی۔	

ملفوظات فقیہ الامت
قسط تاسع ۹

یعنی

ارشادات حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مد ظلہ

مرتب

محمد رحمت اللہ کشمیری

مہتمم دار العلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کشمیر

ناشر

مکتبہ دار الایمان

محلہ مبارک شاہ سہارنپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب

ملفوظات فقیہ الامت قسط تاسع

مرتب ـــــــ محمد رحمت اللہ قاسمی کشمیری
کتابت ـــــــ مطیع الرحمن اعظمی معروفی
سن اشاعت ـــــــ ۱۴۱۴ھ مطابق سنہ ۱۹۹۴ء
تعداد ـــــــ ایک ہزار
قیمت ـــــــ

مکتبہ دار الایمان

محلہ مبارک شاہ سہارنپور

فہرست مضامین ملفوظاتِ فقیہ الامت قسط تاسع

عرض مرتب

ملفوظاتِ فقیہ الامت کی قسطِ نہم پیشِ خدمت ہے۔ حضرت اقدس سیدی مفتی محمود حسن گنگوہی دامت برکاتہم کے ملفوظات کا سلسلہ بحمد اللہ کافی مقبول ہوا۔ اللہ پاک اس کو زیادہ سے زیادہ نافع بنائے۔ آمین۔ یہ ملفوظات نہایت وقیع اور قیمتی ہوتے ہیں کیونکہ یہ کافی مطالعہ کا خلاصہ بھی ہوتے ہیں اور درد کا برمحل و بروقت علاج بھی۔

بابری مسجد کے سانحہ کے بعد پورے ہندوستان میں جو حالات رونما ہوئے اور اس سے قبل جنت بے نظیر کشمیر میں جو حوادث شروع ہوئے پھر عالمی سطح پر جگہ جگہ مسلمانوں پر جو ابتلا آئیں بوسینا، فلسطین اور دیگر علاقوں میں اہل اسلام جن مصائب سے دوچار ہوئے ان کے نتیجے میں سبھی کی زبانوں پر یہ سوال تھا کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے اور ان حالات میں ہم کو کیا کرنا چاہئے یہ سوال حضرت سے بھی کیا گیا۔ عوام کے ذریعہ سے بھی اور علماء کے ذریعہ سے بھی بلکہ ذمہ دار علماء و شخصیات کی طرف سے بھی۔ حضرت جواب مرحمت فرماتے۔ خوش قسمتی سے ان کئی مجلسوں میں یہ ناکارہ حاضر تھا اور وقت کی اہم ضرورت سمجھ کر ان سوالات اور جوابات کو ٹیپ کے ذریعہ ریکارڈ کر لیا بعد میں اس کو قلمبند کر لیا۔ اور اس قسط کا اہم ترین اور اکثر حصہ اسی مواد پر مشتمل ہے۔ اس سے قبل سالِ گذشتہ حضرت والا حج کے مبارک سفر سے تشریف لائے تو بمبئی جاکر حضرت کے استقبال کی سعادت نصیب ہوئی پھر چند روز ڈابھیل بھی حضرت کی خدمت میں حاضری رہی پھر حضرت کے وطن مالوف

گنگوہ اور اسی ضمن میں جھنجھانہ وغیرہ کے سفر میں (گرامی قدر مولانا محمد ابراہیم صاحب مدظلہٗ جن کی شفقتیں ہمیشہ منعطف رہتی ہیں کی عنایت سے) رفاقت نصیب ہوئی تو اس دوران بھی کچھ مجلسیں ضبط کرنے کی نوبت آئی۔ بعض ملفوظات گاڑی میں جمع کرنیکا موقع ملا، ان سب کو یکجا کیا گیا اور حضرت والا کو رمضان المبارک کے بعد سنایا بھی گیا۔ اب یہ مختصر مجموعہ ہدیۂ قارئین ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس مجموعہ کو بھی نفع عام وتام کا ذریعہ بنا کر قبولیت سے نوازے اور مرتب کے لئے ذریعۂ مغفرت بنائے۔

اس قسط کو بھی مولانا مسعود احمد صاحب مدظلہٗ کی نظر ثانی اور تصحیح واصلاح کرنیکا شرف حاصل ہوا۔ سابقہ قسط کیطرح اس موقع پر بھی مولانا موصوف نے کرم فرماکر اس خدمت کو انجام دیا، اور کتابت وطباعت کے مراحل سے گرامی قدر محترم الحاج مولانا محمد ابراہیم صاحب پانڈور دامت برکاتہم وفیوضہم کی عنایت وتوجہ سے بے فکری حاصل ہوئی۔ اللہ پاک ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور انکی خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین۔

آخر میں یہ عرض کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کتابچہ میں موجود کسی بھی قسم کی سہو وخطا کو اس ناکارہ مرتب کی کوتاہی پر محمول کیا جائے۔ صاحب ملفوظات جس حزم واحتیاط تقویٰ ودیانت علم وعمل اور زہد وقناعت کا پیکر ہیں اس سے جملہ اہل علم، عوام وخواص سبھی واقف ہیں۔ انکی طرف کتاب ومضمون کی کوئی خامی منسوب کرنا ناانصافی ہوگی۔

وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علیٰ خیر خلقہٖ سیدنا ونبینا ومولٰینا محمدٍ وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین آمین

وانا العبد الاواہ

محمد رحمت اللہ عفی اللہ عنہ وعافاہ خادم دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کشمیر

واردِ حال دیوبند یکم ربیع الاول ۱۴۱۴ھ

مَا يَتَعَلَّقُ بِالْقُرْآنِ

سورۂ فاتحہ کس پارے میں؟

سَائل :- سورۂ فاتحہ کو عم کے پارے میں بھی لکھا جاتا ہے بعض دفعہ الٓـمّٓ کے پارے میں بھی لکھا جاتا ہے۔ یہ کس پارے کا حصہ ہے؟

حضرت :- پارہ کا پہلا دوسرا تیسرا ہونا اس کی صراحت کس حدیث میں ہے کیا پاروں کی صراحت کہیں ہے؟

سَائِل :- نہیں۔ اس کی صراحت تو کسی حدیث میں نہیں۔

حضرت :- جب پاروں کی صراحت نہیں تو اس کے جز کی کیا صراحت معلوم کرتے ہو۔ ہاں اگر پوچھنا ہی ہے تو جلال الدین محلی سے پوچھو۔ جلالین میں انھوں نے سورۂ فاتحہ کو کہاں جگہ دی ہے۔

سَائِل :- کہا جاتا ہے کہ انھوں نے سورۂ کہف سے تفسیر شروع کی تھی۔ پارہ نمبر ۳۰ تک مکمل کرکے اب سورۂ فاتحہ کی تفسیر لکھی کہ باقی پندرہ پاروں کو بھی مکمل کریں لیکن ان کا انتقال ہوگیا اور صرف سورۂ فاتحہ کی تفسیر لکھی جاسکی۔ لہٰذا لوگوں نے اس تفسیر فاتحہ کو آخری پارے کی تفسیر کے ساتھ ہی شامل کردیا۔

حضرت :- یہ تو بعد کے لوگوں نے بتلایا ہے، جلال الدین محلیؒ سے بھی پوچھئے۔ جلال الدین سیوطیؒ نے انکی تفسیر کی تکمیل کی اور وہ اونچے

درجے کے مفتر ہیں۔

۔ مَن استطاعَ اِلیہ سَبیلا ۔

سائل:۔ حج کے بارے میں قرآن پاک میں آیا ہے "من استطاع الیہ سبیلا" مشہور ہے کہ جس شخص نے عمرہ کیا اس پر حج فرض ہو گیا کیا ایسا ہے؟

حضرت:۔ من استطاع الیہ سبیلا سے معلوم ہوا کہ وہاں پہنچنے کی استطاعت ہو۔ موسم حج میں اتنی استطاعت ہو کہ وہاں تک پہنچے۔ چاہے عمرہ کے ارادہ سے پہنچے یا کسی اور ارادہ سے۔ جب استطاعت پائی گئی تو حج فرض ہو گیا۔ لیکن استطاعت کے ساتھ عمرہ کرنا حج نہ کرنا بڑی کوتاہی ہے۔ ہاں جو زمانہ حج کا نہ ہو اس وقت اگر استطاعت ہے تو حج فرض نہ ہو گا۔

سائل:۔ وہاں مرد و عورت اکٹھے طواف کرتے ہیں اسکی اجازت کیوں دی گئی؟

حضرت:۔ کہاں اجازت دی ہے؟ شریعت نے تو اجازت نہیں دی ہے۔

سائل:۔ پھر عورتیں طواف کیسے کر سکتی ہیں؟

حضرت:۔ مرد اور عورت کے لئے الگ الگ اوقات متعین کر دیئے جائیں تو کیا پریشانی ہے۔ جیسے کہ مدینہ منورہ میں عورتوں اور مردوں کیلئے زیارت کے الگ الگ اوقات متعین ہیں۔

سائل:۔ چلئے طواف کا مسئلہ تو حل ہو سکتا ہے لیکن نماز کی صفوں کا کیا ہو گا وہ تو بیچ میں گھستی چلی جاتی ہیں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو وہاں کی فضیلت ایک نماز پر ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ان کو کیسے حاصل ہو گا۔

حضرت:۔ ثواب کی یہ تفصیل صرف مردوں کیلئے ہے عورتوں کے بارے میں وضاحت ہے کہ ان کے لئے بہتر گھر کی مسجد ہے۔

حج کے قبول ہونیکی علامت

سائل:۔ حج کے قبول ہونیکی علامت کیا ہے ؟
حضرت:۔ اس کی علامت فقہاء نے یہ لکھی ہے کہ حج کے بعد کے حالات حج سے پہلے کے حالات سے بہتر ہوں، اتباع سنت زیادہ ہو، طاعات کی رغبت خوب ہو، معاصی سے نفرت ہو اگر یہ سب نہ ہو تو علامت ہے کہ قبول نہیں ہوا۔
باقی جو کام اپنے سے متعلق نہیں اس کے درپے نہیں ہونا چاہیئے۔ اپنے سے متعلق یہ ہے کہ شرائط کے مطابق عمل کریں اور دعا کریں۔ قبولیت اللہ پر چھوڑ دیں۔

خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنکو حق تعالےٰ اپنے دربار میں بلائے

ایک شخص نے ساٹھ حج کئے پھر سوچا کہ کہاں تک ان جنگلوں میں مارا مارا پھروں گا ترک کردوں۔ ذرا کمر دیوار سے لگا کر بیٹھے تھے کہ غنودگی آگئی۔ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ تم اپنے گھر اسی کو بلاتے ہو جس کے آنے سے تمہارا دل خوش ہوتا ہے اور جس کے آنے سے تمہارا دل خوش نہیں ہوتا اس کو اپنے گھر نہیں بلاتے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو اللہ تعالےٰ اپنے دربار میں بلائے۔ بس آنکھ کھل گئی۔ پھر سوچا۔ جب تک زندہ ہوں حج کرتا رہوں گا۔

ہمیں بھی ایک صاحب ملے تھے جہاز میں۔ انھوں نے بتلایا کہ یہ میرا ستر ھواں حج ہے۔

سائل :۔ آپ کے کتنے ہوئے ؟

حضرت :۔ یہ معلوم نہیں۔ البتہ سب سے پہلا حج ۱۳۶۳ھ میں کیا۔

سائل :۔ کیا مدینہ حاضری ہوئی تھی ؟

حضرت :۔ ہر مرتبہ مدینہ حاضری ہوئی۔ اس حج (۱۴۱۲ھ) میں بھی مدینہ حاضری ہوئی۔ ایک مرتبہ میں چھتری لئے ہوئے بازار کی طرف جارہا تھا سہارنپور میں ایک صاحب ملے جاننے والے۔ کہنے لگے کیا بات کہاں جارہے ہو؟ میں نے کہا ذرا مکہ تک جارہا ہوں۔

سائل :۔ کیا حج کیلئے جارہے تھے ؟

حضرت :۔ ہاں۔ حج کو جارہا تھا۔

سائل :۔ کتنا خرچہ اس وقت لگا ہے ؟

حضرت :۔ ایک ہزار روپئے۔ اس وقت دیوبند سے دہلی کا کرایہ بارہ آنے یعنی بہتر پیسے ہوتے تھے۔

سائل :۔ جنت البقیع میں کہاں کہاں جایا جائے۔ بعض لوگ باہر سے ہی فاتحہ پڑھتے ہیں۔ کیا بہتر ہے ؟

حضرت :۔ مدینہ منورہ میں جانا ہوا۔ وہاں ایک صاحب نے بتایا کہ مولانا مدنی رح اس احاطے کے اندر نہیں جایا کرتے تھے کہ جو راستے بنائے گئے ہیں بعد میں بنائے گئے ہیں قبروں کے اوپر سے۔

قرآن کریم مسجد میں پڑھانا

سائل :۔ قرآن کریم اور دینی تعلیم مسجد میں ؟

جواب :۔ مسجد دراصل اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔

جَنِّبُوا مَسَاجِدَكُمْ صِبْيَانَكُمْ وَ مَجَانِيْنَكُمْ وَ رَفْعَ اَصْوَاتِكُمْ الخ (ابن ماجہ)

مساجد کو بچوں سے بچاؤ (جو ناسمجھ بچے ہیں پاکی ناپاکی کی تمیز نہیں رکھتے ان سے بچاؤ) مجنونوں سے بچاؤ (انکو پاکی ناپاکی کی تمیز نہیں) مسجدوں میں شور مت کرو

مساجد کو ان چیزوں سے بچانیکی ضرورت ہے۔ لہٰذا ان کی رعایت رکھتے ہوئے اگر تعلیم دی جائے گی تو کوئی مضائقہ نہیں۔

سائل :۔ تنخواہ لیکر بھی مسجد میں پڑھا سکتے ہیں؟

جواب :۔ فقہاء متأخرین نے لکھا ہے کہ اگر کوئی اور جگہ پڑھانیکے لئے نہیں ہے تو مسجد میں پڑھانا (تنخواہ لیکر) درست ہے۔

سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم میں ایک مرتبہ میرے پاس ایک سبق آیا منطق کا (قطبی کا) اور ساتھ میں یہ بھی تھا کہ مسجد میں بیٹھ کر پڑھا دیا کرو۔ میں نے کہا کہ تنخواہ لیکر پڑھانا مسجد میں کہاں درست ہے۔ تو وہاں سے جواب آیا کہ آپ کو تنخواہ پڑھانے کی نہیں ملتی۔ پڑھانا تو حسبۃً للہ ہے۔ میں نے کہا کہ اچھا۔ اگر میں نہ پڑھاؤں کیا پھر بھی تنخواہ ملے گی۔ تنخواہ حسبۃً للہ ہے تو جی چاہا پڑھا دیا، جی چاہا نہ پڑھایا۔ انھوں نے کہا کہ جہاں تمہارا جی چاہے پڑھا دو۔

باقی ــ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ مسجد میں بیٹھ کر پڑھایا کرتے تھے۔ ایک شخص کو پڑھا دیا دس آدمیوں کو ان کے حوالہ کر دیا، انکا حلقہ بنا کر بٹھا دیا کہ یہ سبق ان دس کو پڑھا دو۔ اسی طرح دوسروں کو بھی دس دس طالب علم دیدیئے کہ یہ سبق ان کو سکھا دو۔ سب اسی طرح کی نگرانی کیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک صاحب نے گنا سولہ سو طلبہ ان کے حلقۂ درس میں تھے قرآن شریف پڑھاتے تھے۔ حضرت جابرؓ بھی مسجد میں بیٹھ کر پڑھاتے تھے۔ ان حضرات کی تنخواہیں مقرر نہیں تھیں۔

سائل :۔ مسجد میں پیسے کی ضرورت ہے لیکن لوگ چندہ نہیں دیتے البتہ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ کیا اس کو تملیک کا طریقہ (حیلہ) اختیار کرکے مسجد میں لگا سکتے ہیں۔

جواب :۔ تملیک کے بعد درست ہے لیکن حیلہ تو حیلہ ہی ہے۔

واقعۂ تاویل

سعودی عرب میں ایک مفتی صاحب ہیں۔ جو پیدائشی نابینا ہیں، حافظہ ان کا بڑا زبردست ہے۔ بہت احادیث انکو یاد ہیں لیکن وہ غیر مقلد ہیں۔ اپنی مجلس میں وہ تذکرہ کررہے تھے مقلدین پر تبصرہ کر رہے تھے۔ کہہ رہے تھے کہ تم لوگ قولِ امام میں تاویل نہیں کرتے، نص میں تاویل کرتے ہو یہ غلط طریقہ ہے۔ اگر امام کا قول نص کے خلاف ہو تو اصل عمل کیلئے تو نص ہے اور قولِ امام میں تاویل کرلو۔

ایک مقلد بھی پہنچ گیا تھا اس مجلس میں۔ اس نے کہا حضرت جی! کیا کریں بعض دفعہ مجبور ہو جاتے ہیں نص میں تاویل کرنے پر۔ کہا یہی تو غلطی ہے حماقت ہے۔ تاویل کے قابل تو قولِ امام ہے نص نہیں۔ نص کو تو اپنے مقام پر رکھنا چاہیئے۔

تو انھوں نے پھر کہا کہ حضرت جی! کیا کریں نص میں مجبور ہو جاتے ہیں تاویل کرنے پر۔ تو انھوں نے پھر کہا یہ غلط طریقہ ہے۔

تو اس مقلد نے کہا اچھا یہ بتائیے مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى (جو شخص اس دنیا میں اندھا ہے وہ قیامت میں بھی اندھا اٹھے گا) یہ نص ہے اس میں تاویل نہ کریں تو کیا کریں گے؟ وہ خاموش ہو گئے۔

سائل :۔ کیا آپ کی ان مفتی صاحب سے ملاقات ہوئی ہے؟

جواب :۔ نہیں ہوئی ہے۔

سائل :۔ حضرت! حیلے کا جو مسئلہ ہے حضرت ایوب علیہ السلام کو جو صورت

اللہ پاک نے بتلائی کیا وہ بغیر داعیہ کے ہے ؟

جواب :۔ بغیر داعیہ کے حیلے کو ہم بھی منع کرتے ہیں۔

سائل :۔ اس میں شاید اختلاف ہے احناف کا ؟

جواب :۔ اسی لئے میں نے اسے اپنی طرف منسوب کیا، کسی اور کی طرف منسوب نہیں کیا۔

الذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات

فرمایا - اگر کوئی شخص دن رات کی مسنون دعائیں جو احادیث میں وارد ہوئی ہیں پڑھتا ہے (فلاں کام کے وقت یہ دعا، دوسرے کام کے وقت یہ دعا) وہ الذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات (جو قرآن کریم میں آیا ہے) میں داخل ہے۔ (روایت مولانا محمد ابراہیم صاحب مدظلہ افریقی)

مَا يَتَعَلَّقُ بِالْحَدِيْث

اجتماعی اعتکاف

سائل :- اجتماعی اعتکاف کا دستور کب ہوا ہے؟ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے اس کو جاری کیا ہے اور یہ نئی بدعت ہے۔ کیا یہ حدیث سے بھی ثابت ہے؟

حضوت :- اجتماعی اعتکاف حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے چلا۔ بخاری کی روایت میں موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن لوگوں نے میرے ساتھ پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا وہ دوسرے عشرہ میں بھی میرے ساتھ اعتکاف کریں پھر اسی طرح تیسرے عشرہ میں بھی فرمایا اور پورے مہینہ کا اعتکاف بھی کیا لیلۃ القدر کی تلاش میں۔

حضرت شاہ عبد العزیزؒ نے حضرت شاہ ولی اللہؒ سے نقل کیا کہ انھوں نے اعتکاف کیا اور بڑی جماعت نے اعتکاف کیا۔ بہت فیض اس سے ہوا۔ ملفوظاتِ شاہ ولی اللہ میں یہ موجود ہے۔

تھانہ بھون میں حضرت تھانویؒ اعتکاف کرتے تھے اور متعدد حضرات ساتھ ہوتے تھے۔ حضرت تھانویؒ کی حیات میں خواجہ عزیز حسن مجذوبؒ کے نام حضرت شیخ محدثؒ نے خط لکھا تھا۔ جواب انھوں نے ہنس کے حرہے خوش خبری

اتنی دور سے تھانہ بھون اعتکاف کرنے آئے تھے۔

سہارنپور میں مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ اعتکاف کرتے تھے اور بھی متعدد حضرات وہاں ہوتے تھے۔

یہاں رمضان میں اعتکاف ہوا، بعض طلبہ اعتکاف میں تھے۔ ان کو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی تو ارشاد فرمایا کہ ہماری تمہاری ملاقات حوض کوثر پر ہوگی۔

بیت اللہ پر غلاف

سائل :۔ خانۂ کعبہ پر سب سے پہلا غلاف کس نے چڑھایا اور کب چڑھایا؟

حضرت :۔ فتح الباری شرح بخاری میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔

حدیث شریف میں ٹوپی اور عمامہ

سائل :۔ بعض حضرات ٹوپی اوڑھنے کے قائل نہیں ہیں بلکہ کہتے ہیں ٹوپی اور عمامہ دونوں ہونے چاہئیں ورنہ کوئی بھی نہیں؟

حضرت :۔ ابوداؤد شریف کی روایت میں ہے، بلکہ ترمذی میں بھی ہے۔

فرق ما بیننا و بین المشرکین العمائم علی القلانس۔ | ہمارے اور مشرکین کی ہیئت کے درمیان ٹوپیوں پر عمامہ باندھنا ہے۔

قلانس کے لفظ سے نفس ٹوپی کا ثبوت تو ہو گیا لیکن اس روایت میں محدثین کا کلام ہے۔ امام ترمذیؒ نے کہا ہے (اسنادہٗ لیس بقائم) ۔ امام ترمذیؒ نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ البتہ شمائل ترمذی کی شرح جمع الوسائل میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تینوں طریقے ثابت ہیں۔ (۱) صرف ٹوپی (۲) صرف عمامہ سے نماز پڑھنا (۳) ٹوپی پر عمامہ باندھ کر نماز پڑھنا۔ ان تینوں طریقوں سے ثابت ہے۔

مستحب یہ ہے کہ ٹوپی کے اوپر عمامہ ہو۔ اس طریقہ پر نماز پڑھنا مستحب ہے۔
لیکن بغیر ٹوپی کے عمامہ، اور بغیر عمامہ کے ٹوپی یہ بھی درست ہے۔ البتہ ایسا کرنا جس
سے معلوم ہوتا ہو کہ نماز کے لئے اس کی کوئی اہمیت مقصود نہیں۔ یہ غلط طریقہ ہے۔
مولانا عبد الحی صاحب لکھنوی تحریر لکھا ہے کہ اس باب میں میں نے بہت تلاش کیا مگر
کہیں کچھ نہیں ملا البتہ ایک چیز اپنے والد صاحب کی تحریر میں ملی۔ وہ یہ کہ جو شخص عمامہ کا
اتنا اہتمام کرتا ہو کہ احباب کی مجلس میں بھی بغیر عمامہ کے نہ جاتا ہو، کسی معزز مجلس میں
بھی بغیر عمامہ نہ بیٹھتا ہو ایسے شخص کو بغیر عمامہ کے نماز پڑھنا اور پڑھانا دونوں مکروہ
ہیں۔ چونکہ اس کے لئے بغیر عمامہ کے نماز پڑھنا "ثیاب مھنة" میں داخل ہوگیا۔
ہمارے ایک عزیز تھے مولانا فیض الحسن صاحب گنگوہیؒ۔ جنھوں نے اصول الشاشی
پر بھی حاشیہ لکھا ہے، مسلم الثبوت، حسامی، رشیدیہ وغیرہ پر بھی ان کے حواشی چھپے
ہوئے ہیں۔ وہ رمضان کے مہینے میں باوجودیکہ سخت ترین گرمی کا موسم ہوتا کپڑے
سارے پسینے میں شرابور ہو جاتے لیکن شیروانی میں نماز پڑھا کرتے تھے، تراویح
پڑھاتے تھے۔ لوگوں نے کہا بھی کہ آپ اتنی مشقت برداشت کرتے ہیں اس کی
ضرورت کیا ہے؟ بغیر شیروانی کے نماز پڑھا دیا کیجئے! تو فرمایا۔ میں دوستوں سے
بغیر شیروانی کے نہیں ملتا تو اللہ کے سامنے بغیر شیروانی کے کیسے کھڑا ہوں گا۔

سائل:۔ عمامہ کی لمبائی کتنی منقول ہے؟

حضرت:۔ یہ بھی جمع الوسائل میں ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے دو عمامے تھے
ایک صغریٰ، ایک کبریٰ۔ ایک چھ ذراع کا تھا، اور ایک بارہ ذراع کا تھا۔

کیا رومال سے عمامہ کی سُنت ادا ہو جائیگی؟

سائل:۔ عام طور پر لوگ رومال اوڑھ لیتے ہیں۔ کیا اس سے عمامہ کی سنت ادا ہو جائیگی؟

حضرت :۔ اس سے اوڑھنی کی سنت ادا ہو جاتی ہے۔

اجتماعی دُعا

سائل :۔ نماز کے بعد اجتماعی دعا ثابت ہے ؟
حضرت :۔ حدیث میں ہر نماز کے بعد دعا کا مقبول ہونا وارد ہوا ہے۔ فرض نماز پڑھی، ہر ایک چاہتا ہے کہ میری دعا قبول ہو تو ہر کوئی دعا کرنے لگتا ہے یہ غیر اختیاری اجتماع ہو جاتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص فرض نماز کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ کو حیاء معلوم ہوتی ہے کہ اس کے ہاتھوں کو خالی واپس کرے۔ اور ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ میری دعا قبول ہو۔ ہاتھ اٹھا کر دعا کرے گا تو قدرتی طور پر اجتماع ہو گا۔ لیکن حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے اہتمام نہیں کرایا۔

مفتی شفیع صاحبؒ نے اس مسئلہ پر مستقل رسالہ لکھا ہے۔ انھوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ اجتماعیت درست ہے۔

ہر نماز کے بعد پڑھنے کی دعا "عمل الیوم واللیلۃ" میں ہے جو حافظ ابن السنیؒ کی تصنیف ہے۔ اس میں یہ حدیث بھی موجود ہے اور دعا کے الفاظ بھی۔

مصافحہ کرتے ہوئے ہاتھ ہلانا

مصافحہ کرتے ہوئے ہاتھ کو جو ہلاتے ہیں اس طرف اشارہ ہے کہ گناہ جھڑ رہے ہیں اسی لئے یغفر اللہ لنا ولکم بھی پڑھتے ہیں

اگرچہ حدیث شریف سے اس کے پڑھنے کا ثبوت نہیں (قسط خاص ص۱۴۲)

معانقہ کے وقت دعا

س :- معانقہ کے وقت کی دعا ؟

ج :- میرے علم میں نہیں۔

خیبر کی فتح کے موقع پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض وہ اعزہ آئے جو حبشہ کیطرف ہجرت کر گئے تھے۔ حضرت زبیر، حضرت جعفر رضی اللہ عنہما وغیرہ اس وقت حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے معانقہ کیا اور یہ فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ جعفر کے آنے کی مسرت زیادہ ہے یا خیبر کے فتح کی مسرت زیادہ ہے۔

باریک کپڑا پہننا

س :- کیا پتلا یا باریک کپڑا نہیں پہننا چاہیئے ؟ من رق ثوبہ رق دینہ اس کی اصل کیا ہے ؟

ج :- یہ میرے علم میں نہیں۔ لیکن باریک کپڑا پہننا جس سے بدن جھلملاتا ہو ایسا واقعی نہیں پہننا چاہئے۔ رُبَّ کاسیاتٍ عاریات کتنی عورتیں ایسی ہیں جو کپڑا پہننے کے باوجود برہنہ ہیں ننگی ہیں۔ اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ ایسا باریک کپڑا پہنتی ہیں کہ جس سے بدن نظر آتا ہے۔

س :- یہ تو عورت کے لئے ہے ؟

ج :- کوئی حصہ مرد کیلئے بھی ایسا ہے جس کا چھپانا ضروری ہے۔ اگر اس پر وہ باریک کپڑا پہنا وہ بھی اسی میں داخل ہے۔ ورنہ تو ایک لنگی سے بھی کام چل سکتا ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم بکثرت لنگی باندھتے اور چادر اوڑھتے۔ حتیٰ ظہر بیاض ابطیہ آیا ہے کہ بغل مبارک کی سفیدی ظاہر ہوتی تھی۔ معلوم ہوا کرتا نہیں تھا صرف چادر تھی۔

لقمہ نگلنے کیوقت الحمد للہ

س :- لقمہ کھانے سے پہلے بسم اللہ نگلنے کے بعد الحمد للہ۔ اسکی کیا اصل ہے ؟

ج کھانےکے بعد حدیث سے یہ ثابت ہے۔ اس کو پڑھنا چاہئے" الحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَنِیْئًا مَرِیْئًا ۔ اُس وقت بھی الحمدللہ ہے جب وہ لقمہ نکلے (یعنی قضائے حاجت سے فارغ ہو)

۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّیَ الْاَذٰی وَعَافَانِیْ ۔

لفظ احماض کی تشریح

س :۔ لفظِ احماض سے کیا مراد ہے ؟

ج :۔ سہارن پور میں مدرسہ مظاہر علوم میں جلسہ کیا ۔ اس میں مہتمم صاحب (قاری محمد طیب صاحبؒ) نے تقریر فرمائی ۔ اسکے بعد

مولانا مدنیؒ کا نمبر آیا ۔ تو انھوں نے فرمایا کہ میری تقریر احماض ہے ۔ احماض کیا ؟ اونٹ کو میٹھی گھاس کھلاتے کھلاتے جب وہ اکتا جاتا ہے تو اس کو تُرش گھاس کھلاتے ہیں ۔ پھر وہ میٹھی گھاس کھاتا ہے ۔ اسکو احماض کہتے ہیں ۔

حضرت مہتمم صاحبؒ نے سنایا تھا امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قصہ ۔ کہ جب بیت المقدس کو فتح کرنے کے لئے مسلمان پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے کہا کہ اپنے امیر کو بلالو ۔ ہم ان کو دیکھیں گے کیا وہ ایسے ہیں جو ہماری کتابوں میں لکھا ہے چنانچہ امیر المؤمنین کو اطلاع کی گئی ۔ وہ اونٹ پر سوار ہو کر چلے ۔ اونٹ کی باگ (لگام) غلام کے ہاتھ میں تھی ، ایک منزل چل کر امیر المومنین اتر گئے اور غلام کو سوار کرایا ، باگ اپنے ہاتھ میں لے لی ۔ اسی طرح منزل بہ منزل باری بدلتے

رہے یہانتک کہ قریب پہنچ گئے، یہاں لشکر کے ذمہ دار آکر امیر المؤمنین سے ملے۔
اسوقت امیر المؤمنین باگ لئے ہوئے تھے اور غلام سوار۔ امیرالمؤمنین سے کہا گیا آپ اونٹ
پر سوار ہو جائیے۔ آپنے کہا کہ یہ تو غلام کے سوار ہونے کی ہی باری ہے۔ لہٰذا یہ
سوار ہو کر اور میں نکیل پکڑ کر چلوں گا۔ اور جو کرتا امیر المؤمنین پہنے ہوئے تھے
اس پر سترہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ کسی نے کہا کہ یہ کرتا اتار دیجئے دوسرا کرتا پہن لیجئے
امیر المؤمنین نے فرمایا اگر کوئی اور ایسا کہتا تو میں اس کو سزا دیتا۔ ہماری
عزت کپڑوں سے نہیں بلکہ اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں ہے۔
یہ قصہ سنایا تھا مولانا طیب صاحبؒ نے پھر مولانا مدنیؒ کا نمبر آیا تقریر کا انھوں نے
منبر پر چڑھتے ہوئے فرمایا امیر المومنین اتر آئے ہیں اب غلام کی باری آئی۔

استفادہ کے ظاہری موانع

سوال :۔ استفادہ میں کیا چیز رکاوٹ بنتی ہے؟

نفع کب پہنچتا ہے؟

حضرت نے فرمایا :۔ حکم ہوا ہے " وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْماً۔
علم کی تحصیل کا حکم ہے۔ مسندِ نبوت پر فائز ہونے کے باوجود، سب سے افضل
ہونے کے باوجود حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا " قُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْماً (اور کہہ دیجئے
اے رب میرا علم زیادہ کیجئے)، تو علم کی زیادتی کی دعا کی۔
علم کی دو قسمیں ہیں (۱) علمِ نافع (۲) علم غیر نافع۔ علم نافع کیلئے دعا کی گئی ہے

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْماً نَافِعاً	اے اللہ میں تجھ سے علم نافع کا سوال کرتا ہوں۔

اور علم غیر نافع سے پناہ چاہی گئی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ	اے اللہ میں تجھ سے اس علم سے نجات چاہتا ہوں جو غیر نافع ہو۔

اب سوال یہ ہے کہ علم نافع کب ہوتا ہے؟ تو علم نافع تب ہوتا ہے جب یہ چیزیں پائی جائیں (۱) فہم صحیح ہو (۲) اس پر یقین کامل ہو (۳) اس پر عمل کرنے کے لئے عزم قوی ہو (۴) رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے مجاہدۂ قاہرہ ہو۔

ہمارے یہاں فہم صحیح کے لئے کوشش کی جاتی ہے، آٹھ نو سال لگائے جاتے ہیں کتابیں دیکھتے ہیں حاشیہ دیکھتے ہیں شرح دیکھتے ہیں

لیکن یقین کامل کیلئے کوشش نہیں کی جاتی۔ یقینِ کامل کہاں سے حاصل ہوگا! وہ نہ حاشیہ میں کہیں ہوتا ہے نہ شرح میں ہوتا ہے۔ یہ دل میں ہوتا ہے۔ اہلِ دل کے پاس جائیں تو دل میں یقینِ کامل پیدا ہوتا ہے۔

پھر فہمِ صحیح کیلئے دو باتوں کا ہونا ضروری ہے۔ (۱) غباوت نہ ہو (۲) غوایت نہ ہو۔ غباوت کم فہمی کو کہتے ہیں۔ غوایت کج فہمی کو کہتے ہیں۔ غرض کم فہمی بھی نہ ہو اور کج فہمی بھی نہ ہو۔

جتنے فرقے اسلام کا نام لینے والوں میں پیدا ہوئے ہیں عام طور پر اس کا سبب دو ہی ہوئے ہیں۔ ایک غباوت، دوسرا غوایت۔ پھر غباوت کا علاج آسان ہے لیکن غوایت کا علاج مشکل ہے۔ غباوت یعنی کم فہمی، اس کا علاج یہ ہے کہ پوری پوری بات سمجھا دی جائے۔ اور غوایت یعنی کج فہمی ٹیڑھی سمجھ، بات کچھ کہی جاتی ہے نتیجہ کچھ اور نکلتا ہے۔ اس کا علاج دشوار ہے۔

کج فہمی کی مثال حضرت مولانا تھانوی رحؒ کے یہاں کچھ لوگ گئے اور کہا کہ ہم نے سٹہ (جوے کی ایک قسم) لگایا ہے ہمارا نمبر نکلے گا یا نہیں؟

کیا مولانا ان باتوں کے لئے تھے کہ یہ نمبر بتائیں گے؟ بہر حال مولانا نے فرمایا: کون ہیں یہ لوگ؟ نکالو ان کو، باہر کر دو۔

وہ لوگ کہنے لگے، دیکھو انھوں نے کہا نکالو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا نمبر (جوے میں) نکلے گا۔ یہ ہے ٹیڑھی سمجھ، یہ ہے مقصد کے خلاف محمول کرنا کہ حضرت نے ناراض ہو کر انکو ہی نکال باہر کرنیکا حکم دیا۔ انھوں نے مطلب نکالا کہ نمبر نکلے گا۔ استغفراللہ

کم فہمی کی مثال

ایک محدث جس وقت بھی قضائے حاجت کے لئے جاتے اور فارغ ہو کر آتے تو وتر کی نماز پڑھتے تھے۔ دن رات میں کئی مرتبہ وتر کی نماز پڑھتے۔ ان سے پوچھا گیا تو بتایا کہ حدیث میں ہے "مَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْیُوتِرْ" جو شخص استنجا کرے وہ وتر پڑھے۔ فلیوتر کا ترجمہ وتر پڑھنے کا کیا۔ حالانکہ مطلب وتر پڑھنا نہیں۔ ان سے بتایا گیا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وتر (طاق) ڈھیلے استعمال کرے۔

غرض استفادہ سے جو چیزیں مانع ہیں وہ یہی دو چیزیں ہیں۔ (۱) کم فہمی (۲) کج فہمی۔ ان سے بچنا چاہئے۔

استفادہ کے باطنی موانع

سوال:۔ استفادہ کے ظاہری موانع تو معلوم ہو گئے، کیا باطنی موانع بھی ہیں؟

حضرت نے فرمایا:۔ باطنی مانع یقین کامل کا نہ ہونا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک سانپ ہے، جو کاٹ لیتا ہے اسکا زہر چڑھ جاتا ہے اور آدمی مر جاتا ہے۔ ایک شخص کو یقین نہیں ہے کہ یہ کاٹ لے گا وہ اس کو پکڑ لیتا ہے، وہ اس کو کاٹ لیتا ہے۔ یہ نقصان کہاں سے پیدا ہوا؟ یقین کے نہ ہونے سے۔

سائل:۔ ایک شخص کو یقین تو ہے لیکن نقصان سے بچنے کی ہمت نہیں، گناہ چھوڑ نہیں پاتا۔ کیا کرے؟

جواب:۔ اس کے لئے مجاہدہ قاہرہ کی ضرورت ہے اور عزم قوی چاہئے بغیر مجاہدۂ قاہرہ کے ہمت پیدا نہیں ہوتی۔

سائل :۔ مجاہدہ کی صورت کیا ہوتی ہے؟

جواب :۔ مثلاً نفس کہتا ہے کہ پڑا سوتا رہ، سو جا۔ خدا کا مؤذن کہتا ہے حیّ علی الصلوٰۃ نماز کے لئے چل۔ تو اب مجاہدہ کیا ہے؟ بس جو طبیعت کا تقاضا ہے اس کو دبا دینا۔ اس تقاضے کے خلاف اللہ کے حکم کو پورا کرنا۔ یہ مجاہدہ ہے۔

فیض سے محرومی

سائل :۔ کیا مرید شیخ کے فیض سے محروم بھی ہوتا ہے؟

جواب :۔ جی ہاں۔

سائل :۔ کیا چیز محرومی کا باعث بنتی ہے؟

جواب :۔ عقیدت و محبت میں نقص۔ عقیدت و محبت مرید کے دل میں نہ ہو تو شیخ کے فیض سے محروم رہے گا۔

مسلمان کا جھوٹا

سوال :۔ کیا مسلمان کے جھوٹے میں شفا ہے؟ اور ہندو کا جھوٹا پاک ہے؟

جواب :۔ سور المؤمن شفاء کو موضوعات میں شمار کیا ہے ملا علی قاریؒ نے اور لکھا ہے کہ یہ لفظاً موضوع ہے معنیً صحیح ہے۔ اس کا مفہوم دوسرے ذریعہ سے ثابت ہے۔ غیر مسلم نے اگر تازی تازی شراب نہ پی ہو اور منہ میں اور کوئی چیز ناپاک نہ ہو تو اس کا سئور نجس نہیں۔ یہ فقہ میں موجود ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کا طمانچہ

سوال :۔ موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ملک الموت کو طمانچہ مارنا اس کی آنکھ کا نکلنا کیا یہ صحیح ہے؟

جواب :۔ ہاں یہ بخاری شریف میں موجود ہے اور ان کا طمانچہ معمولی طمانچہ تھوڑا ہی تھا۔ وہ تو نبی کا طمانچہ تھا۔ موسوی طمانچہ تھا۔

حفاظت و کتابتِ حدیث

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو دین عطا فرمایا اس کے متعلق ارشاد فرمایا "الیوم اکملت لکم دینکم" آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا۔

جس دین کو اللہ تعالیٰ کامل کر دیں اس کے کمال میں کیا قصور ہو سکتا ہے اسی لئے اس امت نے اس دین کی پوری پوری حفاظت کی۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان سے جتنے الفاظ نکلے سب کو محفوظ کیا، اعمال جتنے آپ سے صادر ہوئے ان سب کو بھی محفوظ کیا۔ دورِ اول میں احادیث کی حفاظت کیلئے یہ شکل نہیں تھی کہ کتابیں لکھی جائیں جس طرح سے آپ کے سامنے لکھی ہوئی ہیں کہ ان میں ابواب ہیں، فصول ہیں یہ کچھ نہیں تھا۔ بلکہ جو کچھ آپ کی زبان مبارک سے صادر ہوا اس کو جمع کیا۔ بعض لکھتے بھی تھے اور بعض صرف زبانی یاد کرتے تھے اور جمع بھی اس طریقہ سے کیا کہ کوئی چیز باقی نہ رہے۔

صحابہؓ کا حدیث کو پھیلانا

حضرت تمیم داریؓ ہفتے میں ایک مرتبہ کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو مسجدِ نبوی میں بیان فرمایا کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں رمانہ منبر پر ہاتھ رکھکر بیان فرمایا کرتے تھے سمعتُ صاحبَ ھذا القبر صلی اللّٰہُ علیہ وسلم کان یقول کذا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنے مکان پر ہفتے میں ایک مرتبہ اجتماع کرتے تھے۔ اس طرح اُن حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو پھیلایا، خوب پھیلایا۔ حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ کوفہ کے گورنر تھے وہاں سے حضرت عمرؓ کو لکھتے ہیں کہ یہاں عبداللہ ابن مسعودؓ کو بھیج دیجئے ان کی ضرورت ہے۔ حضرت عمرؓ جواب میں لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ایسے شخص ہیں جن کے علم کا میں

خود محتاج ہوں میں ان کو اپنے سے جدا نہیں کرنا چاہتا لیکن آپ کو اپنے اوپر ترجیح وفضیلت دے کر بھیج رہا ہوں چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ڈیڑھ ہزار طلبہ کی جماعت اپنے ساتھ لیکر گئے، انھوں نے وہاں جاکر احادیث کو بیان کرنا اور سنانا شروع کیا۔ کوئی کسی مسجد میں بیٹھ گیا کوئی کسی میدان میں کوئی کسی درخت کے نیچے بیٹھ گیا اور احادیث بیان کرتے رہے۔

محدثین کی احادیث پر محنت

امام طبرانیؒ نے اپنی دو ثلث عمر احادیث کے حاصل کرنے میں صرف کی۔ اس طرح اللہ تعالےٰ نے اس دین کو محفوظ فرمایا۔ طریقہ ان کا یہ تھا کہ ایک محدث نے احادیث بیان کرنا شروع کی حاضرین اور سامعین سن رہے ہیں لکھ رہے ہیں۔ اس سے بحث نہیں کہ کون سے باب کی حدیث ہے، کون سی قسم کی حدیث ہے بلکہ جو کچھ سامنے آتا ہے اس کو لکھ لیتے ہیں۔ ان حضرات کا بڑا احسان ہے جنھوں نے اتنی محنت کرکے تمام حدیثیں جمع کردیں۔

اس کے بعد کچھ اور محنت شروع ہوئی، ابواب متعین کئے گئے فلاں باب فلاں باب۔ تاکہ اس کے مناسب احادیث ایک جگہ جمع کی جائیں۔ اس طریقہ پر جمع ہوئیں یہاں تک کہ یہ آپ کی صحاح ستہ کا زمانہ آگیا تو اور زیادہ تحقیق سامنے رکھی گئی۔ امام ترمذیؒ نے علوم حدیث کو سب سے زیادہ جمع کیا۔ ان کا طریقہ یہ ہے کہ باب منعقد کرتے ہیں وہ بمنزلہ دعویٰ کے ہوتا ہے، اس کے ذیل میں حدیث لاتے ہیں بمنزلہ دلیل کے، جو اس کے موافق ومطابق ہوتی ہے۔ اور اسی ایک پر قناعت نہیں کرتے بلکہ یہ بھی بیان کرتے ہیں عن فلاں عن فلاں اس باب میں فلاں فلاں صحابی کی حدیث مروی ہے منقول ہے۔ چاہے وہ احادیث اس درجہ کی نہ بھی ہوں لیکن آپ کو اس کا پتہ بتلادیتے

ہیں کہ فلاں فلاں صحابی سے اس باب میں حدیث منقول ہے اور اس حدیث سے اس مسئلے میں جو کچھ ائمہ مجتہدین کے اختلافات ہیں انکو بھی بتلادیتے ہیں کہ فلاں امام صاحب کا اس بارے میں یہ مسلک ہے اور فلاں کا یہ مسلک ہے اور اس کی سند میں جو راوی ضعیف ہے یا مجہول ہے اس کو بھی بیان کرتے ہیں حدیث کے اوپر ایک حکم لگایا جاتا ہے کہ یہ صحیح ہے غریب ہے حسن ہے ضعیف ہے۔ ان چیزوں کو بھی ذکر کرتے ہیں۔ غرض علوم حدیث کو سب سے زیادہ امام ترمذیؒ نے بیان فرمایا۔

حدیث بیان کرنے کے مختلف طریقے

پھر ایک طریقہ حدیث بیان کرنے کا محدثین کا ہے "حدثنی فلان عن فلان عن فلان" اس طرح بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔ ایک طریقہ فقہاء کا ہے خاص کر امام ابو حنیفہؒ کا۔ عامۃً اس طرح نہیں کرتے کہ حدثنی فلان عن فلان۔ بلکہ حدیث سے کوئی مسئلہ ثابت ہوتا ہے اس کو بصورت قانون بیان کرتے ہیں کہ مسئلہ یہ ہے۔ جیسے کسی بزرگ کے متعلق جب آپ انکی خدمت میں ملاقات کیلئے جائیں۔ ان کا کوئی خادم یہ کہے کہ مجھ سے فلاں شخص نے بیان کیا، ان سے فلاں شخص نے بیان کیا۔ اسوقت ملاقات نہیں ہوسکتی۔ دوسرا خادم یہ کہتا ہے کہ بھئی یہ وقت ملاقات کا نہیں ہے۔ ساری سند حذف کی مختصر کرکے بس یہی کہدیا کہ اسوقت ملاقات نہیں ہوسکتی۔ یہ بات بیان نہیں کی کہ مجھ سے فلاں نے بیان کیا اس سے فلاں نے بیان کیا۔ بس ضابطہ کلیہ بیان کردیا۔ یہی چیز فقہاء نے بیان کی یہ بھی حدیث ہے اس کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ازالۃ الخفا میں فرمایا کہ امام ابو حنیفہؒ

سے احادیث کے دفتر کے دفتر بھرے ہوئے ہیں۔ اب وہ دفتر کے دفتر کہاں ہیں۔ معلوم نہیں ہوتا۔ ذرا سی طلب اور تلاش کیجئے۔ آپ قدوری پڑھئے، جامع صغیر پڑھئے اور ان میں جو مسائل بھرے پڑے ہیں ان مسائل کو تلاش کر کے دیکھئے عامۃً وہ متون حدیث ہیں۔ مثلاً ایک متن ہے۔ اذا استیقظ احدکم من منامہ فلا یغمسن یدہ فی الاناء حتیٰ یغسلہا ثلثا فانہ لا یدری این باتت یدہ۔

اس کو نہیں کہیں گے کہ یہ حدیث ہے بلکہ ایک مسئلہ بیان کر رہے ہیں کہ سو کر اٹھو تو پہلے ہاتھ دھوؤ۔

ایک قانون ہے خدا کا، اس میں راوی مذکور نہیں، راوی کے ذریعہ سے یہ حدیث مذکور نہیں بلکہ ایک چیز اصولِ کلی ہے۔

اسی طرح اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام (جب امام جمعہ کی نماز کے لئے نکلے تو نہ نماز ہے نہ کلام) تم خاموش ہو جاؤ امام کے خطبہ کیطرف متوجہ ہو جاؤ خطبہ سنو۔ یہ حدیث ہے زہری سے نقل کیا ہے فتح الباری نے۔

اسی طرح لا مہر اقل من عشرۃ دراھم۔ فتح القدیر میں ہے ابن حجرؒ نے اس حدیث کو بیان کیا سند کے ساتھ۔ اور فرمایا کہ یہ کم سے کم حسن ہے اس سے کم درجہ کی نہیں ہے۔ لیکن ہدایہ میں اس کو مسئلہ، متن بیان کر دیا گیا ہے کہ دس درہم سے کم کوئی مہر نہیں ہے۔ اسی طریقہ پر آپ تلاش کریں گے تو فقہ کی کتابوں میں آپ کو بہت سارے الفاظ وہی ملیں گے۔

البتہ انھوں نے یہ نہیں کہا کہ یہ حدیث ہے بلکہ مزاج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پہچانا، حضورؐ کی احادیث کو پہچانا انکو سمجھا اور سمجھ کر امام ابوحنیفہؒ نے کتابوں میں اسکو پیش کیا کہ یہ اصول ہے قانون ہے۔

احادیث کے مختلف درجے

ایک حدیث وہ ہے جس کا تعلق ایمانیات سے ہے۔ اس کی سند زیادہ قوی ہونی چاہئے، اس کے راوی بھی اعلیٰ درجہ کے ہونے چاہئیں جیسے امام بخاریؒ نے کتاب الایمان مرتب کی۔ اس میں سند کے اعتبار سے سب سے اعلیٰ درجے کی حدیثیں ہیں۔ اس کے بعد ایسی احادیث جن سے مسائل کا استنباط ہوتا ہے ان کے لئے وہ شرط نہیں۔ وہ اس سے کم درجہ کی ہونگی اس لئے استنباطی روایات کے سلسلے میں تتبع اور تلاش کرنا اور وہ صورت اختیار کرنا جو ایمانیات کی احادیث کے متعلق کی تھی یہ غلط ہے صحیح نہیں۔

اس سے آگے تفاسیر کا درجہ ہے۔ تفسیر میں اس سے بھی کم درجہ کی حدیث قبول کرلی جاتی ہے اور اس سے آگے ہے فضائل ومناقب۔ اس میں اس سے بھی کم درجہ کی روایات کو لیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ جو شرائط ایمانیات کی احادیث میں ہیں وہ فضائل ومناقب میں نہیں پائی جاتیں ان سب سے ادنیٰ وہ روایات ہیں جو تاریخ سے متعلق ہیں ان میں تو بعض دفعہ موضوع روایتیں بھی نقل کردیتے ہیں۔ چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حسن المحاضرۃ فی اختیار اصول المناظرۃ میں ایسی روایتیں بیان کردیتے ہیں کہ جن کو خود انھوں نے موضوع کہا ہے۔ خود ہی موضوع کہہ رہے ہیں اور خود ہی کتاب میں نقل بھی کر رہے ہیں۔ جہاں اس کو موضوع کہہ دیا ہے وہیں اُس سے استدلال بھی کیا ہے۔ اسی لئے ہر جگہ کی روایات پر یکساں حکم لگا دینا غلط ہے۔

روایت لینے کے مختلف طریقے

راویوں سے روایت لینے میں اور ان پر جرح کرنے میں بھی طریقے الگ الگ ہیں۔ ایک طریقہ محدثین کا ہے۔ وہ دیکھتے ہیں کہ

حدیث کی روایت کرنے میں کس کا حلقہ بڑھا ہوا ہے۔ ایک طریقہ فقہاء کا ہے وہ دیکھتے ہیں کہ حدیث سے استنباط کرنیکی طاقت کس میں زیادہ ہے تفقہ کس میں زیادہ ہے وہ اس کو ترجیح دیتے ہیں۔

ائمہ اربعہ کا حدیث پر عبور

چاروں اماموں میں افضل اور سب سے پہلے بڑے امام امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ انکی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی ہے پہلی صدی میں۔ دوسرے امام امام مالکؒ ہیں سنہ ۹۳ھ یا سنہ ۹۵ھ میں انکی پیدائش ہے۔ تیسرے امام شافعیؒ سنہ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے یعنی دوسری صدی میں۔ چوتھے امام احمد بن حنبلؒ ہیں جو دوسری صدی سنہ ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے۔ ان حضرات کو کوئی شخص نظر انداز کرے یہ درست نہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے بلکہ بڑے ہوئے یہانتک کہ سات یا آٹھ صحابی اس وقت حیات تھے۔ محدثین امام ابو حنیفہؒ کو تابعی نہیں ملنتے تابعی ماننے کیلئے تیار نہیں۔ ان کے پندرہ سال بعد امام مالکؒ پیدا ہوئے انکو تابعی مانتے ہیں۔ تابعی اس کو کہا جاتا ہے جو صحابی سے روایت کرے۔

امام بخاریؒ امام احمدؒ کے براہِ راست شاگرد ہیں، امام نسائیؒ بھی شاگرد ہیں امام احمد بن حنبلؒ کے۔ اور امام احمد بن حنبلؒ امام شافعیؒ کے شاگرد ہیں۔ امام شافعیؒ امام مالکؒ کے شاگرد ہیں اور امام مالکؒ امام ابو حنیفہؒ کے معاصر (ہم عصر) ہیں۔ ان حضرات کے تعلقات آپس میں نہایت خوشگوار تھے۔ امام شافعیؒ نے امام احمد بن حنبلؒ سے فرمایا کہ جب تم کو کوئی صحیح حدیث پہنچے تو اس کی مجھ کو اطلاع کردو تاکہ میں اس کو اپنا مذہب اور مختار بناؤں۔ امام شافعیؒ زیادہ تر استنباطِ مسائل میں لگے رہتے تھے ان کا ذہن ادھر متوجہ تھا۔ رواۃ اور روایت کے جرح قدح کیطرف متوجہ نہیں تھے۔ امام احمدؒ زیادہ تر راویوں کی جرح قدح کرتے تھے وہ احادیث اور

رواۃ کے صحت وسقم کیطرف زیادہ متوجہ تھے۔ اس لئے ان پر اعتماد کرتے ہوئے امام شافعیؒ نے فرمایا کہ جب تم کو کوئی صحیح حدیث پہنچے تو اس کی مجھے اطلاع کردو۔

دوسری بات غور کرنے کی یہ ہے کہ جو شخص جس لائن کا ہو اس لائن میں اسی کے پاس زیادہ وقیع اور وزنی چیز ہوتی ہے۔ محدثین رات دن احادیث کی چھان بین میں لگے رہتے تھے۔ فلاں روایت ضعیف ہے فلاں صحیح ہے، فلاں کا فلاں سے لقاء ثابت ہے فلاں کا ثابت نہیں۔ فلاں نے یہ لفظ اس طرح بیان کیا، دوسرے نے اس طرح بیان کیا اس معاملے میں انکی بات قوی اور وزنی ہے۔

اور جو حضرات مجتہدین فقہاء ہیں وہ ان احادیث سے مسائل کے استنباط کرنے میں مہارت رکھتے ہیں، استنباط کا سلسلہ ان سے جاری ہے۔ اس وجہ سے امام ترمذیؒ نے ترمذی شریف کے ص۱۱۸ پر لکھا ہے کہ ھم اعلم بمعانی الحدیث فقہاء معانی حدیث کے زیادہ عالم ہیں حالانکہ خود امام ترمذی بڑے اونچے محدث ہیں لیکن یہاں فقہاء کے اقوال ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ یہ فقہاء حدیث کے معانی کو زیادہ جاننے والے ہیں۔ لہٰذا جہانتک راویوں اور روایتوں کی چھان بین کا تعلق ہے وہاں پر محدثین کے اقوال پر اعتماد کیا جاتا ہے اور جہاں تک مسائل کے استنباط اور اجتہاد کا تعلق ہے وہاں پر محدثین سے زیادہ فقہاء کے اقوال کو لیا جاتا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ اور امام اوزاعیؒ کا مباحثہ

امام اوزاعیؒ سے ملاقات ہوئی امام ابو حنیفہؒ کی۔

انھوں نے پوچھا کیا آپ ہی ابو حنیفہ ہیں؟ فرمایا۔ جی ہاں۔ کہا میں نے سنا ہے کہ آپ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے؟

امام صاحبؒ نے فرمایا۔ اگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو تو مجھے انکار نہیں۔ انھوں نے سمجھا کہ ابو حنیفہ بے چارہ غریب آدمی ہے احادیث ان کے پاس

نہیں پہنچی ۔ فرمایا کہ اچھا میں ایک حدیث پیش کئے دیتا ہوں۔ امام اوزاعیؒ نے حدیث پیش کی؛ حدثنی زھری عَنْ سالم عَنْ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ حین یرکع وحین یرفع راسہٗ من الرکوع ۔ اب تو رفع یدین کریں گے آپ؟ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا اگر ایک ہی روایت پر دارومدار ہو تو میں بھی روایت پیش کروں گا۔ حدثنی حماد عن ابراھیم النخعی عن علقمۃ عَنْ ابن مسعودؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ حین یکبر ثم لا یرفع ۔ یعنی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کرتے تھے اس کے بعد ساری نماز میں نہیں کرتے تھے۔ اس پر امام اوزاعیؒ خفا ہو گئے کہ آپ حدیث جانتے ہیں؟ میں تو حدیث پیش کر رہا ہوں زُھری کی، سالم کی، عبداللہ بن عمرؓ کی۔ سب کے سب جلیل القدر راوی ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ سلسلۃ الذہب (سونے کی لڑی) زہری، سالم، عبداللہ بن عمرؓ ہیں۔ ان میں سے کسی پر کسی روایت میں کوئی جرح و قدح نہیں کی جا سکتی۔ اور آپ حمادؒ، ابراھیم نخعیؒ وغیرہ پیش کرتے ہیں۔ پھر دیکھئے میری حدیث میں تین ہی راوی کے واسطے ہیں حضورؐ تک ۔ اور آپ کی حدیث میں چار راوی ہیں تب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کر رہے ہیں۔ تو سند کے اعتبار سے بھی میری حدیث ارفع ہے تمہاری حدیث سے۔

امام صاحبؒ نے فرمایا یہ تین اور چار کی بحث تو بچوں کیلئے چھوڑ دو۔ وہ ایک اکائی دو اکائی گنتے رہیں گے۔ راویوں کا راویوں سے مقابلہ کر کے دیکھ لو۔ بتلایئے آپ کے استاذ زُہری افقہ ہیں یا میرے استاذ میرے راوی حماد افقہ ہیں۔ حدیث کا شغل اور حدیث کا حلقہ تو زھری کا بڑھا ہوا ہے۔ سب دنیا جانتی ہے لیکن جہانتک حدیث کی بات کی تہ تک پہنچ کر مسئلہ کے نکالنے اور استنباط کرنے کا

تعلق ہے فقہ کا تعلق ہے اس میں حماد ہی افقہ ہیں۔

امام صاحب نے کہا آپ کے راوی سالم ہیں اور میرے راوی ابراہیم نخعی ہیں بتائیے سالم افقہ ہیں یا ابراہیم نخعی؟ انھوں نے جواب دیا کہ حدیث کے جاننے میں تو سالم افقہ ہیں لیکن جہاں تک حدیث سے مسائل کے استنباط و فقہ کا تعلق ہے اس میں ابراہیم نخعیؒ ہی بڑے ہیں۔ اور ابراہیم نخعیؒ کا حال یہ تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں بھی ان سے مسئلہ اور فتویٰ دریافت کیا جاتا تھا۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ اس کے بعد تمہارے راوی حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہیں اور میرے راوی حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ صحابی ہیں اگر ان کو صحابی ہونے کا شرف حاصل نہ ہوتا تو میں کہہ دیتا کہ علقمہ ان سے زیادہ افقہ ہیں۔ امام اوزاعیؒ نے فرمایا ہاں یہ بات تو صحیح ہے۔ پھر فرمایا امام صاحبؒ نے کہ چوتھے راوی میرے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں تو ابن مسعود تو ابن مسعود ہی ہیں آپ جانتے ہی ہیں انھوں نے کہا بے شک اور بات مان لی۔

کیا امام ابوحنیفہؒ کو حدیث نہیں آتی تھی؟

سوال :۔ اعتراض کیا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کو حدیث نہیں آتی تھی؟

جواب :۔ یہ بات کہ امام ابوحنیفہؒ کو حدیث نہیں آتی تھی۔ علامہ ابن خلدون کے مقدمۂ تاریخ سے چلی ہے ایک غیر مقلد سے میری خط و کتابت دو برس تک رہی وہ حوالہ دیتے تھے کہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں اور کچھ یاد نہیں تھا۔ امام ابوحنیفہؒ امام ضرور تھے مگر حدیث میں صفر تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ ذرا مہربانی کر کے یہ بتائیے کہ وہ کس فن کے امام تھے؟

بتایا کہ وہ فقہ کے امام تھے ۔ میں نے کہا ماشاء اللہ ۔ فقہ کا امام وہ ہوگا جو اصول فقہ کا ماہر ہو اور اصولِ فقہ چار ہیں ۔ کتاب اللہ ، سنت رسول اللہؐ ، اجماع ، قیاس ۔ امام ابو حنیفہؒ کو فقہ کا امام ماننا پھر یہ کہنا کہ حدیث میں صفر تھے خود فقہ سے عدم واقفیت کی بناء پر ہے ۔

آپ جانتے ہیں کہ فقہ کس کو کہتے ہیں پھر وہ فقہ کے امام کس بناء پر تھے یہ بیان کریں ؟ تو وہ کہتے ہیں کہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں ۔ میں نے کہا کتاب دیکھئے ابن خلدون ۔ اصل عربی میں ہے اور اردو میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے ۔ اس کو دیکھ لینا میں اس کا جواب نہیں دوں گا ۔ وہ کتاب کیا دیکھتے کہاں سے دیکھتے ؟ ان کے پاس کتاب تھی ہی نہیں ۔ میں نے کہا میں جواب نہیں دوں گا خود کتاب دیکھئے آخر وہ اکتاتے ہوئے کہنے لگے آپ اس کا جواب کیوں نہیں دیتے ؟ میں نے کہا کہ میں اسواسطے جواب نہیں دیتا کہ میں آپ کا احترام کرتا ہوں اور اس میں کچھ ایسی بات ہے جو آپ کے احترام کے خلاف ہے ۔ اس نے کہا کیا ہے ؟ میں نے کہا ۔ اس میں لکھا ہے کہ بعضے ہٹ دھرم آدمی یوں کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کو صرف چند حدیثیں یاد تھیں[۱] ۔ تو اس قول کو انھوں نے مؤید نہیں کیا ، اپنا قول نہیں کہا بلکہ بعض ہٹ دھرم آدمیوں کا قول اس کو بتایا تو کیا آپ ہٹ دھرم ہیں جو میں کہدوں ۔ بات وہی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ حدیث کو اس طرح بیان کرنیکے عادی نہیں تھے کہ یوں کہیں حدّثنا فلانٌ عن فلان عن فلانٍ بلکہ حدیث سے جو مسئلہ ثابت ہوتا اس کو اصول بنا کر دستور بنا کر پیش کرنے کے عادی تھے ان کے یہاں مجلس

---

[۱] مقدمہ ابن خلدون ص ۳۴۴ ج ۲ مطبوعہ اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی

فقہ منعقد ہوتی تھی۔ چالیس تلامذہ درجۂ اجتہاد کو پہنچے تھے۔ ایک ایک مسئلہ پیش ہوتا تھا اس مسئلے پر سب اپنی اپنی رائے ظاہر کرتے تھے اور جس بات پر امام ابوحنیفہؒ امام ابویوسفؒ، امام محمدؒ تینوں حضرات متفق ہوجاتے تھے اس کو لکھدیا جاتا تھا وہ ظاہر الروایت کہلاتی ہے۔ چنانچہ جامع صغیر، جامع کبیر، مبسوط، زیادات، یہ سب اسی طرز کی لکھی ہوئی ہیں اور آج بھی موجود ہیں۔

امام شافعیؒ امام ابوحنیفہؒ کے مزار پر

ان حضرات کے اندر احترام بہت تھا

حضرت امام شافعیؒ تشریف لے گئے ہیں امام ابوحنیفہؒ کے مزار پر۔ وہاں پہنچکر نماز کا وقت آگیا نماز پڑھی انھوں نے تو آمین بالجہر اور رفعِ یدین نہیں کیا۔ ان سے پوچھا کہ آپنے آمین بالجہر اور رفع یدین کیوں نہیں کیا؟ آپ کا مسلک تو یہی ہے۔ کہا کہ ہاں مسلک تو ضرور ہے مگر بھائی یہ بہت بڑے امام ہیں جن کی قبر پر آیا ہوں مجھے یہاں حیا مانع ہوتی ہے۔

رفع یدین اور آمین میں ائمہ کا اختلاف اولویت میں ہے

آمین بالجہر اور رفع یدین سے انمیں جو کچھ اختلاف ہے اولویت کا اختلاف ہے۔ جواز عدم جواز کا اختلاف نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہؒ یہ فرماتے ہیں کہ اولیٰ یہ ہے کہ آمین بالسر کہا جائے۔ رفع یدین نہ کیا جائے وہ فرماتے ہیں کہ اولیٰ یہ ہے کہ رفع یدین کیا جائے اور آمین بالجہر کہا جائے۔

بخاری شریف میں امام ابوحنیفہؒ کی حدیث نہ ہونیکا جواب

کہتے ہیں کہ بخاری شریف میں کوئی حدیث امام ابوحنیفہؒ کی سند سے نہیں

آئی ہے (اس کا الزامی جواب تو وہ ہے جو قسط ثالث صنا۱۱ پر آچکا ہے) تحقیقی جواب وہ ہے جس کو ہمارے اکابر نے بیان کیا کہ جن محدثین کے تلامذہ اتنی کثرت سے موجود تھے کہ وہ اپنے استاذ کی احادیث کو جمع رکھ سکتے ہیں، محفوظ کر سکتے ہیں انکی طرف امام بخاریؒ وغیرہ نے زیادہ التفات نہیں کیا۔ امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ انھیں میں سے ہیں۔ ہاں جن ائمہ و محدثین کے یہاں اتنے تلامذہ و طلباء موجود نہیں کہ جو انکی احادیث کو محفوظ رکھ سکیں انکی احادیث کو جمع کرنیکا اہتمام کیا تاکہ وہ ضائع نہ ہو جائیں امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ میں ابھی گذرا کہ چالیس تو درجۂ اجتہاد کو پہنچے ہوئے ہیں کہ برابر انھوں نے اجتہاد کیا مسائل نکالے استنباط کیا اور فقہ کی جزئیات کو اکٹھا کرتے رہے۔

ذکر جہری اور سری

سائل :- یہاں کشمیر میں اونچی آواز سے ذکر کرنیکا رواج ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ غلط ہے، سری ہی کرنا چاہئے۔ بعض کہتے ہیں جب اسلام یہاں آیا تو خانقاہی لائن سے آیا مسجدوں کی لائن سے نہیں۔ اور بزرگوں نے زور سے ہی اس وقت ذکر کرنے کو کہا ہے یہاں سب نومسلم تھے تاکہ ان کو یاد ہو جائے۔

حضرت :- حضرت شاہ عبدالرحیم ولایتی رحمۃ اللہ علیہ ایک پہاڑی پر بیٹھ کر ذکر کیا کرتے تھے۔ دور دور تک ان کے ذکر کی آواز جاتی تھی۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اپنی اخیر حیات تک ذکر جہری کرتے تھے، حجرے کا کواڑ بند کر دیتے تھے کوئی شخص باہر دروازے پر ہوتا تو اس کو آواز سنائی دیتی تھی۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ جب تک صاحب فراش نہیں ہوئے تھے اسوقت تک ذکر جہری کرتے تھے۔

ذکرِ جہری، سری، انفرادی، اجتماعی سب جائز ہے لیکن جو طریقہ یہاں فرض نماز کے بعد فوراً ذکر کا دیکھا وہ صحیح نہیں بلکہ اس کو اتنا لازمی سمجھنا کہ جو اس میں شریک نہ ہو اس کو نیچی نظر سے حقارت سے دیکھنا یہ غلط ہے۔ کل ایک صاحب نے کہا کہ اس کو منع نہ کرنا فساد ہو جائیگا۔ گویا اتنا لازمی سمجھتے ہیں۔

جو چیز کسی وقتی مصلحت کے لئے کسی بزرگ نے شروع کی جو کتاب و سنت سے ثابت نہیں اور فی نفسہ اس میں کوئی خرابی بھی نہیں اور پھر وہ مصلحت ختم ہو گئی تو اس چیز کو دوام دینا اور اس کے ساتھ منصوص جیسا معاملہ کرنا غلط ہے، التزام مالایلزم ہے۔ جو چیز فی نفسہ مندوب ہو (واجب نہ ہو) اس کے ساتھ التزام کا معاملہ کرنا اس کے ترک کو ترکِ فرض و واجب سمجھنا یہ غلط ہے، علاج کو علاج کی حد تک رکھنا چاہئے

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے والد مولانا محمد اسمٰعیلؒ نے فرمایا کہ مجھے **اشغالِ صوفیہ سے مناسبت نہیں میں اورادِ مسنونہ سے علاج پر کفایت کرتا ہوں۔**

فرمایا۔ آپ کو تو احسان حاصل ہے آپکو ان چیزوں کی حاجت نہیں۔

ایک ہوتا ہے علاج، علاج کیلئے تجربہ کافی ہوتا ہے کہ تجربہ سے وہ مفید ثابت ہو۔ بشرطیکہ ایسی چیز سے ہو کہ شرعاً اس کی ممانعت نہ ہو۔ اگر شرعاً ممانعت نہیں ممانعت کی کوئی دلیل نہیں تو اس علاج میں کوئی حرج نہیں۔ مثلاً ایک شخص کو خارش ہو گئی پھنسیاں نکل آئیں تو ایسی دوا دیتے ہیں جو مادّے کو پکائے تاکہ نکلنے کے قابل ہو پھر اس پر مسہل دیا جاتا ہے تاکہ صفائی ہو اور جو خشکی پیدا ہو گئی اس کو اعتدال پر لایا جاتا ہے اس قسم کی دوائی دی جاتی ہے۔ اسی طرح ذکر کی ضربیں علاجاً لگائی جاتی ہیں تعبدی طور پر نہیں لگائی جاتیں۔

اور حالات کے اعتبار سے کسی کے لئے ذکر جہری تجویز کرتے ہیں اور کسی کیلئے سرّی تجویز کرتے ہیں۔ پہلے حضرات کا دماغ بھی قوی ہوتا تھا، ضربیں بھی زور سے لگاتے تھے دور تک آواز جاتی تھی۔ آج کل لوگ ضعیف ہیں کمزور ہیں۔ زیادہ زور سے ذکر کریں گے تو پانچ سات روز میں دماغ میں خشکی پیدا ہو جائے گی نہ جانے کیا کیا کہنے لگیں گے۔ اسی وجہ سے ایسے مجاہدات اب نہیں کرائے جاتے اور ذکر کی ضربیں بھی زیادہ زور سے نہیں لگواتے۔

نیز یہ خانقاہ اور مسجد کو الگ الگ کرنا بڑی غلطی ہے کہ خانقاہی لائن یہ ہے اور مسجد کی لائن یہ ہے۔ اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم کہاں رہتے تھے؟ وہ سب مسجد نبوی کے چبوترے پر رہتے تھے۔ وہ تو سب خانقاہی لائن کے تھے۔

غنا سے مراد

س:۔ غنا کا لفظ استعمال ہوتا ہے غنا، باطن سے کیا مراد ہے؟

ج:۔ قلب کا مستغنی ہونا مراد ہے۔

س:۔ کن چیزوں سے مستغنی ہونا؟

ج:۔ اس کے درجات ہیں۔ اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ ہر چیز سے مستغنی ہو جائے۔

س:۔ یکسوئی کی حقیقت کیا ہے؟

ج:۔ قلب کا یہ حال نہ ہو ادھر گیا ادھر گیا، اس کے انتظار میں بیٹھا اسکے انتظار میں بیٹھا۔

س:۔ کیا امورِ مدرسہ یکسوئی کے منافی ہیں؟

ج:۔ نہیں قلب مالک الملک کیطرف متوجہ رہے، ہر چیز کے متعلق اسی سے امیدیں وابستہ رہیں۔ فلاں جگہ سے ملے گا فلاں جگہ سے ملے گا۔ یہ نہ ہو۔

ناجنس کا اثر

س:۔ ناجنس یعنی غیر مسلم ہے۔ چلتے پھرتے سادھو سامنے آئے تو کیا اس سے متاثر ہونیکا خدشہ ہے اگر وہ اثر ڈالے تو ہو سکتا ہے؟

ج:۔ سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم کا سالانہ جلسہ تھا۔ اس جلسہ سے فارغ ہو کر مہمان اپنے اپنے گھروں کو جارہے تھے۔ اسٹیشن پر ایک صاحب جو حضرت سہارنپوری کے مرید تھے۔ وہ بھی گاڑی میں بیٹھے۔ دیکھا کہ قریب میں ایک سادھو بیٹھا ہوا ہے۔ سادھو نے پوچھا یہ بھیڑ کیسی ہے؟ بتلایا کہ یہاں ایک بزرگ ہیں مولانا خلیل احمد صاحب، لوگ دور دور سے انکی زیارت کو آئے تھے اب واپس جارہے ہیں۔ اس

نے سر نیچے جھکالیا تو ان پر اثر پڑنا شروع ہوا، دل گھبرا رہا ہے اور یہ حیران کہ یہ گھبراہٹ ہے کیوں۔ جنگل نہیں آبادی ہے، تنہائی نہیں بھیڑ ہے۔ انھوں نے تصور کیا کہ حضرت سہارنپوری پاس کھڑے ہیں فرما رہے ہیں کہ پڑھو حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل۔ زبان بے حس ہو چکی تھی دل دل سے پڑھنا شروع کیا۔ بس جیسے بادل پھٹتا چلا جاتا ہے اس طریقہ پر دل سے وہ گھبراہٹ دور ہوتی گئی۔ اس نے سر اٹھایا اور کہا واقعی تمہارے گرو بڑی قوت کے آدمی ہیں۔ اس نے کہا بس اتنا ہی زور تھا۔

یہ تذکرۃ الخلیل میں لکھا ہے

حضرت شاہ عبدالقادرؒ سناتے تھے کہ وہ منصوری پر صبح کے وقت ذکر کے بعد ٹہلنے جاتے تھے۔ دور سے ایک سادھو نظر پڑا۔ اس نے حضرت کیطرف نظر اٹھا کر دیکھا تو ایسا لگا جیسے بندوق کی گولی لگتی ہے۔ حضرت نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ ہمیں نہیں چاہئے۔ رات تک اس کا اثر قلب پر رہا

بیعت کس سے ہوں؟

بیعت اس سے ہونا چاہئے جو قریب رہتا ہو۔ تاکہ اپنے حال احوال کی اطلاع دیتا رہے۔ کراچی میں میرے ایک چچا ہیں انھوں نے بیعت کیلئے کہا۔ میں نے ان سے کہا کہ بھئی اگر برکت کے لئے سلسلے میں داخل ہونیکے لئے بیعت ہونا ہے تو میں ابھی بیعت کر لیتا ہوں۔ اور اگر واقعی کچھ کام کرنا ہے قلب کی صفائی منظور ہے تو فلاں فلاں یہ حضرات موجود ہیں۔ مان لی انھوں نے بات۔

حضرت گنگوہیؒ کی بات

دیوبند اور گاگلہیڑی کے درمیان میں ایک جگہ ہے ماہی کوٹہ (دیوبند سے سہارنپور جاتے ہوئے جس جگہ ریل کی پٹری آتی ہے اس کی سیدھ میں) دو گاؤں ہیں۔ ایک کا نام ہے ماہی۔ دوسرے کا کوٹہ۔ دونوں کو ایک ساتھ بولتے ہیں ماہی

کوٹا۔ وہاں ایک شخص تھے شاہ جی انکو بولتے تھے۔ نام ان کا تھا عبدالحمید۔ بوڑھے آدمی جمعہ پڑھنے سہارنپور آتے تھے۔ اور جب جوان تھے حضرت گنگوہی حیات تھے تو جمعہ پڑھنے گنگوہ جاتے تھے۔ میں بھی گیا ان کے گاؤں میں۔ رات کا وقت چھت پر چارپائی تھی۔ وہاں پر قریب میں شاہ جی بھی تھے۔ میں نے کہا۔ شاہ جی! تم حضرت گنگوہیؒ سے مرید ہوئے تھے؟ کہا۔ ہاں ہوا تھا۔ میں نے کہا کوئی بات سناؤ حضرت کی۔
کہا۔ کیا سناؤں بات۔ میں مرید ہوا، مرید ہو کر یہاں آیا۔ مجھے سانگ دیکھنے کا بہت شوق تھا۔ سانگ کی بگڑی ہوئی صورت سینما ہے (پہلے شادیوں میں سانگ ہوتے تھے) اور وہ جو سامنے گاؤں نظر آرہا ہے اس میں شادی تھی، سانگ تھا میں رات کو اسی جگہ پر اس چھت پر لیٹا۔ سامنے جو مجھے سانگ معلوم ہوا تو میں نے ارادہ کیا کہ مجھے چلنا چاہئے دیکھنے کے واسطے۔ زینے سے اتر جاؤں تو نیچے صحن میں باپ موجود، وہ کہیں گے کہاں جارہا ہے اسوقت۔ ایک کڑی باہر نکلی ہوئی تھی لمبی سی۔ میں نے سوچا اس کو پکڑ کر لٹک جاؤں اور نیچے کود جاؤں۔ چنانچہ میں وہاں آیا اور دونوں ہاتھ ملا کر کڑی پر ڈال دیئے۔ پیر لٹکایا بس لٹکا تھا کہ دل پر ایک دھکا سا لگا کہ حضرت کے ہاتھ پر توبہ کر کے آیا اور سانگ دیکھنے جارہا ہوں۔ بس جو پیر میرے لٹک گئے تھے وہ بجائے نیچے لٹکنے کے اوپر کو ہی آگئے۔ اٹھ کر چارپائی پر بیٹھ گیا اور استغفار پڑھتا رہا تھوڑی دیر بعد پھر خیال آیا تو اپنے پیر نیچے لٹکانے کی نوبت نہیں آتی بس) ہاتھ لگائے خیال آیا کہ توبہ کر کے آیا تھوڑی دیر بعد پھر خیال آیا۔ یہانتک ہوا کہ ہاتھ بڑھاؤں پیچھے ہٹاؤں ہاتھ بڑھاؤں پیچھے ہٹاؤں۔ اسی طرح ہوتا رہا کہ صبح کی اذان ہو گئی۔ پھر میں نے لاحول پڑھی۔ اس کے بعد سے آج تک کبھی جی میں خیال تک نہیں آیا کہ سانگ دیکھنا چاہئے۔

کشفِ قبور

حضرت :۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور بعض دوسرے حضرات نے کشفِ قبور کیواسطے کچھ طرق لکھے ہیں۔

س :۔ ان حضرات نے کس مقصد سے یہ طرق لکھے ہیں ؟

ج :۔ انکا مقصود تو بظاہر استفادہ ہے۔ میت سے استفادہ اسی وقت ہوتا ہے جبکہ اس سے عقیدت بھی وابستہ ہو۔

س :۔ عقیدت یہی کہ بزرگ تھے، اللہ کے خاص بندے تھے ؟

ج :۔ ہاں۔ یہی عقیدت۔ اور ہر کس و ناکس کے متعلق یہ طے کرنا کہ یہ اللہ کے مقبول اور خاص بندے تھے یہ بھی تو غلط ہے۔

ایک جنازہ لے جایا جارہا تھا۔ تین آدمی اس کے پائے اٹھائے ہوئے ہیں اور چوتھا پایہ ایک عورت نے اٹھا رکھا ہے۔ ایک صاحب گئے اس عورت سے پوچھا کیا بات ہے؟ یہ کس کا جنازہ ہے؟ کہا۔ میرے بیٹے کا جنازہ ہے۔ لوگ اس کو بہت ہی حقیر و ذلیل سمجھتے تھے اس واسطے کہ وہ مخنث تھا۔ اسلئے اس کے جنازہ کے لئے چار آدمی بھی نہیں ملے۔ لہٰذا میں نے چوتھا پایہ پکڑ رکھا ہے۔ اس نے کہا تو ہٹ جا۔ اور خود چوتھا پایہ پکڑ لیا، قبر تک ساتھ گیا دفن میں شریک رہا۔

خواب میں دیکھا کہ ایک بڑا عالیشان محل ہے۔ عمدہ قسم کا تخت بچھا ہوا ہے وہ بیٹھا ہوا ہے۔ اس نے اس سے پوچھا کہ تو وہی ہے جس کے متعلق تیری ماں نے یہ بتایا تھا؟ کہا۔ ہاں وہی ہوں۔ کہا تیرے ساتھ یہ معاملہ کیسے ہوا؟ کہا کہ بس لوگ مجھے گالیاں دیتے تھے، برا بھلا کہتے تھے، حقیر ذلیل سمجھتے تھے۔ میں نے کسی کی بات کا جواب نہیں دیا۔ اس بناء پر اللہ تعالیٰ نے میرے سارے گناہ معاف کردیئے۔

حضرت تھانویؒ کی تحریر میں ہے کہ اگر کسی بڑے سے بڑے متبع سنت مقتدا کا انتقال ہوتا ہے تو دل میں یہ ڈر لگتا ہے کہ خدا جانے کس بات پر پکڑ ہو جائے۔ اور جب کسی بڑے سے بڑے فاسق فاجر کا انتقال ہوتا ہے تو خیال آتا ہے کہ پتہ نہیں کس بات پہ مغفرت ہو جائے۔ اس کے لئے کوئی ضابطہ تھوڑا ہی ہے دنیا میں (جس کا وہ پابند ہو)

سرسید احمد خاں کا جب انتقال ہوا ایک صاحب نے تاریخ وفات کہی غُفِرَلَہٗ۔ حضرت شیخ الہندؒ کو اطلاع ملی تو فرمایا غُفِرَلَہٗ یا ھَلْ غُفِرَ۔

قبر سے فیض

س :- ایک صاحب کا حیدرآباد سے خط آیا تھا کہ یہاں ایک شیخ مزار ہے اس پر جایا کروں تاکہ فیض ہو؟

ج :- میں نے لکھا کہ آپ مزار پر جائیے۔ سنت کے مطابق سلام کرکے ٹھہر جائیے قرآن شریف پڑھکر ایصالِ ثواب کیجئے دعائے مغفرت کریجئے ان کے لئے بھی اور اپنے لئے بھی۔ بس۔ آپ کی اور ہماری استعداد اتنی ناقص ہے کہ زندہ بزرگ کے سامنے بیٹھ کر استفادہ کرنا مشکل ہوتا ہے۔ خدا جانے وہاں گرو گھنٹال آپ کو کیا پڑھا دے گا سمجھا دے گا۔ آپ سمجھیں گے کہ صاحب قبر سے فیض ہو رہا ہے۔ آپ کے پاس خود استعداد نہیں۔

فقہاء نے ادلۂ شرعیہ جو بیان کئے ہیں وہ کتاب، سنت، اجماع، قیاس ہیں کشف وغیرہ نہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں کشف کا واقعہ مشہور ہے کہ جو شخص وضو کرتا اس کے وضو کے پانی کو دیکھ کر بتلاتے کہ اس نے ایسے گناہ کئے ہیں چونکہ وضو سے گناہ دھلتے ہیں۔

یہاں رہنے کا میرا حوصلہ نہیں

میری ہمشیرہ وغیرہ مکہ مکرمہ میں تھیں بھائی نے کہا کہ اب آپ یہیں رہیں یہیں پر قیام کرلیں ہندوستان سے ہجرت کرلیں۔ میں نے کہا یہاں رہنے کا میرا حوصلہ نہیں، ہمت نہیں۔ ہاں جو حضرات انیس یا اکیس وقت تک کھانا نہ ملنے کی بنا پر کھانا نہ کھائیں پھر ملے تو سوچیں کہ اشراف تو نہیں۔ ایسے لوگوں کا حوصلہ ہے یہ مولانا محمد حسن صاحب پشاوری تھے شاگرد تھے مولانا گنگوہیؒ کے۔ کئی برس مدرسہ صولتیہ میں رہے۔ یہ خبر نہ تھی کہ یہ دیوار کس کے مکان کی ہے یہ کس کی چہرے پر نقاب ڈال کر حرم شریف میں آتے تھے۔

تذکرۂ ابن عربی

مولانا صبغۃ اللہ بختیاری بیان کرتے ہیں کہ فلاں صاحب جو حیدر آباد دکن میں رہتے تھے۔ اور احیاء المعارف عثمانیہ کے نام سے ان کا ادارہ تھا۔ ان کو کوئی ضرورت پیش آئی۔ میں نے مشورہ دیا کہ مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے کہئے۔ اس پر انھوں نے کہا کہ وہ تو ابن تیمیہ کے ہم مسلک ہیں، خوش عقیدہ نہیں ہیں۔

پھر مولانا مدنیؒ سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے فرمایا آپ کو خبر غلط پہنچی ہم تو ابن عربی کے مارے ہوئے ہیں، ان کے بہت عقیدتمند ہیں۔ جس نے کہا کہ ہم ابن تیمیہ کے ہم مسلک ہیں یہ غلط ہے۔ بہت سخت الفاظ ابن تیمیہ نے ابن عربی کے خلاف استعمال کئے ہیں۔

اذا دخل السین فی الشین ظہر قبر محی الدین۔ سین سے مراد سلطان شین سے مراد شام۔ سلطان سلیم جس وقت شام میں داخل ہو جائیگا تو ......

ایسی ہی باتیں کہا کرتے تھے جس سے لوگ پریشان ہوتے تھے۔

ابن تیمیہؒ کی کتابوں میں بھی تصوف بھرا پڑا ہے البتہ تصوف کے نام پر۔

لہ یہ واقعہ مفصل قسط ثالث میں آچکا ہے۔ ۱۲

جو غلط چیزیں لغویات چلی ہیں ان کے سخت مخالف ہیں اور ابن قیم نے انکو نکھار دیا ہے امام غزالیؒ نے فقہاء پر کلام کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک لفظ آگیا اقیموا الصلوٰۃ اس کے اوپر ان لوگوں نے ایسی چڑھائی کی ہے کہ نماز کے فضائل بیان کئے، واجبات بیان کئے، سنن، مستحبات، نوافل، مکروہات، مفسدات سب بیان کر دیئے۔ اور قرآن شریف میں شکر ہے توکل ہے اس کا ذکر بھی نہیں اس کے متعلق کوئی کچھ نہیں کہتا (شکر، توکل، اور صبر کی کوئی حقیقت فقہاء بیان نہیں کرتے اصل میں یہ ان کا موضوع نہیں تھا۔ فقہاء کیطرف سے یہ جواب ہے)۔ کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ اطباء مسائل بیان نہیں کرتے تو کہیں گے یہ ان کا موضوع نہیں۔

خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت

سوال:۔ خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کیلئے کچھ پڑھنا بتایا جائے

جواب:۔ مجھے معلوم نہیں۔ جہاں لا تدرکہ الابصار فرمادیا گیا اگرچہ بیداری کے متعلق فرمایا گیا اس کے بعد پھر دیکھنے کی کوشش اور سعی کرنا یہ مناسب نہیں، النوم اخ الموت۔

میت کے احوال کو معلوم کرنا قبر میں برزخ میں کیا حال ہے میری طبیعت میں اس سے بھی استنکاف ہے۔ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے چھپایا ہے بندوں پر ظاہر نہیں کیا اس چیز کو کھولنے کی کوشش کرنا یہ ٹھیک نہیں۔ میت سے ہمدردی ہے تو بس اس کے لئے دعائے مغفرت کریں۔ یہ کافی ہے۔

○○○○○○○○○

طویل سفر میں دن یا وقت کا غائب ہوجانا

سوال :- کنیڈا سے چل کر جرمنی پہنچنے میں فرق یہ ہوتا ہے کہ وہاں سے جمعرات کو چلے صرف چودہ گھنٹے چلے تو یہاں آکر سنیچر ہوگئی۔ نماز روزہ کا کیا حکم ہے؟ بیچ میں جمعہ کا کیا ہوگا؟ وہ تو کہیں آیا ہی نہیں۔

جواب :- مہینہ انتیس کا ہوتا ہے یا تیس کا۔ اٹھائیس کا نہیں ہوتا۔ ایک ماہ کے روزے پورے کریں۔ قاری محمد طیب صاحب مرحوم مغفور نے فرمایا ہم ایک جگہ گئے وہاں عید کی نماز پڑھی اگلے روز دوسرے علاقے گئے وہاں عید تھی عید پڑھی رات کو ٹھہر کر اگلی جگہ پہنچے وہاں اس دن عید تھی، اسطرح اس سال تین عید پڑھی، مسافر پر جمعہ ہے ہی نہیں۔ ذوالفقار علی بھٹو ہندوستان آئے، شملہ میں اندرا بھٹو کانفرنس ہوئی۔ وہاں مسجد بھی ہے۔ اندرا نے بڑے احترام واہتمام سے مسجد کی صفائی کرائی اچھے قاری صاحب کو بلایا کہ بھٹو شاید نماز پڑھیں۔ لیکن وہ وہاں نہیں گئے۔ اخباروں میں یہ بات آئی تو بھٹو تک پہنچی۔ انھوں نے کہا میں مسافر تھا مسافر پر جمعہ نہیں۔ جمعہ فرض نہ ہونے کا مسئلہ تو ان کو بھی معلوم تھا۔

سوال :- رات رات میں ایک جگہ سے دوسری جگہ تک ایک دن غائب ہوا؟
جواب :- جس نماز کا جہاں وقت ہوگا وہاں وہ نماز پڑھیں گے۔
سوال :- عشاء جہاز میں پڑھی، دوسری جگہ پہنچے تو مغرب کا وقت ہوا آگے فجر آئی؟
جواب :- ایک نماز چوبیس گھنٹے میں دو دفعہ نہیں۔ البتہ اگر اگلے روز کی نماز ہے (دن غائب ہوا جمعہ کی مغرب کی نماز آئی) تو جمعہ کو تو چھٹی ہوتی ہی ہے۔ جس نماز کا وقت نہیں ملا وہ نماز فرض ہی نہیں ہوئی "من لم یجد وقتیھما لم یجبا علیہ" کنز میں ہے۔ دوسری بات ہے کہ یہ قول مفتیٰ بہ ہے یا نہیں؟

عشاء کی فرض اور وتر واجب جو شخص ان دونوں کا وقت نہ پائے آفتاب غروب ہوا اور پھر جلد ہی طلوع ہوگیا کہ نہ عشاء کا وقت ملا نہ وتر کا وقت ملا۔ اس کے ذمہ یہ واجب ہی نہیں۔

ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں لکھا کہ ایک جگہ پہنچا رمضان کا مہینہ تھا روزہ تھا افطار کیا اور جلدی جلدی نماز مغرب پڑھی پھر عشاء وتر اور تراویح پڑھی گویا کہ پون گھنٹہ کے اندر اندر سب نمٹا دیا۔ اتنے میں صبح صادق ہوگئی۔ (ناروے وغیرہ میں ایسا ہوتا ہے لندن میں بھی کبھی چھ گھنٹہ کا دن اور اٹھارہ گھنٹہ کی رات ہوتی ہے)

سجدۂ سہو یاد نہ رہا تو

سوال :- نماز میں سجدۂ سہو واجب ہوگیا لیکن تشہد کے فوراً بعد قعدۂ اخیرہ میں سلام پھیرنا یاد نہ رہا بلکہ درود شریف شروع کیا تو اب کیا کرے گا؟
جواب :- سجدۂ سہو واجب ہوا ترک واجب کی وجہ سے۔ اور اس کے لئے سلام پھیر دو سجدے کرلے مگر سلام پھیرنا ہی یاد نہ رہا اور درود شریف پڑھنا شروع کیا تو درود شریف پورا کرلے تب سلام پھیر کر سجدۂ سہو کرکے تشہد، درود اور دعا پڑھ کے سلام پھیرلے یا دونوں طرف ہی سلام پھیر دیا سجدۂ سہو یاد نہ رہا بعد

میں یاد آگیا تو اب سہو کا سجدہ کر لے۔

بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں رکوع کیلئے کتنا جھکیں؟

سوال :۔ نفلی نماز جو بیٹھکر پڑھتے ہیں اس میں رکوع کیلئے کتنا جھکیں ؟

جواب :۔ سر سے سجدہ کی جگہ ناپ لیں۔ آدمی مقدار رکوع کے لئے جھکیں جسطرح آدمی کھڑے ہوکر نماز پڑھتا ہے تو رکوع کرتے وقت اس کا نصف قیام ہوتا ہے۔

وتر کے پہلے قعدہ میں درود شریف پڑھ دیا تو؟

سوال :۔ وتر کی دوسری رکعت میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھا تو ؟

جواب :۔ سجدۂ سہو کرے گا۔

تکبیراتِ انتقالیہ کہاں سے شروع کریں؟

سوال :۔ تکبیراتِ انتقالیہ کہاں سے شروع کی جائیں ؟

جواب :۔ اللہ کا الف مثلاً سجدہ میں جاتے وقت کھڑے ہونیکی حالت میں شروع کرے اور جس رکن میں گیا ہے اس میں جاکر ختم کرے۔ یعنی اکبر کی را سجدہ میں پہنچ کر کہے۔

اکبر کے کاف پر سکتہ

سوال :۔ بعض امام اکبر میں ک، پر سکتہ کرتے ہیں !

جواب :۔ ایسا نہ کرنا چاہئے۔ پورا اکبر کہے۔

شیر کی خرید و فروخت

سوال :۔ آج کل ایک فارم چل رہا ہے جس کی قیمت دس ہزار بیس ہزار ہوتی ہے۔

اس کو شیر (Share) کے نام سے پکارتے ہیں۔ اس میں روپیہ جمع کیا جاتا ہے اس فارم کی قیمت دوسرے وقت کم زیادہ ہوتی ہے اسکو خرید جا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ نظام الفتاویٰ مرتبہ مفتی نظام الدین صاحب میں اسکی تفصیل موجود ہے۔

نیچے مدرسہ اوپر مسجد

سائل:۔ مسجد کا پلاٹ خرید اجارہا ہے کیا اس میں نیچے کے حصہ میں مدرسہ بنا سکتے ہیں؟

جواب:۔ مسجد تحت الثریٰ سے فوق الثریا تک خالص اللہ کی ہونی چاہئے اس میں کسی بندے کا حق نہیں ہے اب اگر اس کو مسجد بنائیں گے اوپر اور نیچے مدرسہ یا نیچے مسجد اوپر مدرسہ۔ تو مدرسہ کی ضروریات میں قضائے حاجت بھی ہوگی، رات دن میں اور بھی چیزیں ہوں گی۔ وہ اس میں درست نہیں ہوگی۔ جب مدرسہ بنائیں گے تو ان ضروریات کا کیا ہوگا۔

ایسے مسلمان کیساتھ شرکت جو بینک سے کاروبار رکھتا ہو

سائل:۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے ساتھ شرکت کرتا ہے وہ دوسرا شریک بینک کے ساتھ بھی کاروبار کرتا ہے جیسے بڑی بڑی کمپنیاں کہ وہ ادھر عام مسلمانوں کے ساتھ کاروبار کرتی ہیں اور دوسری طرف بینک کے ساتھ۔ تو جو مسلمان صرف ایسے مسلمان کے ساتھ شریک ہوا اور بینک سے اس کا کوئی تعلق نہیں اس کو کوئی گناہ تو نہیں ہوگا؟

جواب:۔ سود سے بچنے کی کوشش تو ضروری ہے اگرچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک وقت ایسا آئیگا کہ سود سے کوئی نہیں بچ سکے گا۔ اگر سود نہ لے گا تو کم سے کم دھواں تو اس کا پہنچے ہی گا۔

طلوع غروب میں تحری

سائل :- غروب آفتاب کے بارے میں کچھ پتہ نہ چلے تو کیا کرے؟

جواب :- ایک دفعہ فرانس کے علاقہ میں ہم پھنس گئے تھے، جہاز نے آگے جانے سے انکار کردیا۔ اعلان ہوا کہ آج جہاز نہیں جائیگا کل جائے گا۔ اس لئے وہاں سے اتار دیا۔ چھت میں اوپر آبگینے لگے ہوئے تھے۔ پتہ نہیں چلتا تھا دن ہے یا رات۔ سمت قبلہ معلوم نہیں۔ ایک پنجابی ہندو نظر پڑا اس سے ہم نے پوچھا کہ بھئی سورج کتنے بجے ڈوبتا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ سورج کا کیا کبھی دو بجے ڈوبا کبھی آٹھ بجے ڈوبے۔ کچھ پتہ نہیں چلا۔

سوال :- پھر آپ نے کیا کیا؟

جواب :- ہم نے کہا کہ بھئی تحری کا بھی تو مسئلہ ہے بس تحری کر لینی چاہئے جدھر کو دل گواہی دے ادھر کو نماز پڑھ لینی چاہئے فَاَیْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ۔

سوال :- اوقات کے معلومات کے لئے کیا کیا؟

جواب :- کیا اس میں تحری نہیں ہے۔ اس میں بھی تحری ہے۔

زندہ کیطرف سے قربانی

سوال :- زندوں کیطرف سے قربانی کی جا سکتی ہے یا نہیں؟

جواب :- بالکل کر سکتے ہیں۔ صورتیں اس میں دو ہیں۔ ایک تو یہ کہ قربانی کر کے اس کا ثواب ان کو بخش دیں۔ ایک یہ کہ جو قربانی زندہ پر واجب ہے اس کو ادا کریں۔ وہ واجب اسوقت تک ادا نہیں ہو گا جبتک وہ خود اجازت نہ دے۔ ثواب پہونچانے کیلئے کسی کیطرف سے بھی ادا کر سکتے ہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی طرف سے اور اپنی ساری امت کیطرف سے قربانی کی۔ اس میں مردے زندے سب آ گئے۔

بینک میں روپیہ جمع کرنا

سائل :- بینک میں روپیہ جمع کرنا چاہیئے یا نہیں۔ اگر اس پر کچھ ملے تو کیا کرنا چاہیئے ؟

جواب :- اصل تو یہ ہے کہ اپنا روپیہ بینک میں جمع نہ کیا جائے۔ اگر حفاظت کی کوئی صورت نہیں۔ مجبوراً حفاظت کیلئے بینک میں جمع کردیا جائے تو وہاں سے جو کچھ سود کے نام پر ملے اس کو بینک سے لیکر غیر واجبی ٹیکس میں جو حکومت کیطرف سے عائد ہوتا ہے دیدیا جائے۔ گویا کہ جس سے لیا تھا اسی کو واپس کردیا جائے اگر کوئی ایسی صورت نہ ہو تو پھر غربا کو بلانیتِ ثواب دیدیا جائے۔

نومسلم کیسا تھا ہمدردی

سوال :۔ بعض لوگ اپنے آپ کو نومسلم ظاہر کرتے ہیں ان کے ساتھ ہمدردی سے پیش آتے ہیں مگر وہ مانگنے کھانیکا طریقہ اختیار کرتے ہیں ایسے میں کیا کیا جائے؟

حضرت :۔ ایسے واقعات تو بہت پیش آتے ہیں۔ کانپور میں میرے پاس ایک شخص آیا اس نے کہا میں نومسلم ہوں۔ میں اسلام لایا۔ میرے گھر والوں کو جب معلوم ہو گیا تو انھوں نے مجھے مارا پیٹا۔ یہ ہڈی دکھ رہی ہے، یہاں سے پسلی دکھ رہی ہے۔ تھوڑی دیر میں میں اٹھا وضو کیا اس نے بھی وضو کیا۔ اس طرح سے کہ جیسے وہ پہلے سے جانتا ہو۔ نماز اس نے ایسی پڑھی جیسے پہلے سے جانتا ہو۔ اس روز تبلیغی جماعت کا گشت تھا اس محلہ میں عصر کی نماز کے بعد۔ میں ان کو ساتھ لیکر چلا اور جو صاحب امیر جماعت تھے ان کو میں نے کہا کہ یہ آپ کے ساتھ رہیں گے یہ نومسلم ہیں۔ انھوں نے دیکھ کر کہا۔ اچھا یہ ہیں۔ ان سے کہا آپ وہی ہو نا جو چند مہینے پہلے بھی آئے تھے اور کہا تھا کہ میں نومسلم ہوں مجھے گھر والوں نے پیٹا۔ یہ ہڈی دکھ رہی ہے، یہ پسلی دکھ رہی ہے۔ اس نے کہا جی۔ امیر جماعت نے کہا یہ اسوقت تو ہمارے

ساتھ رہیں گے، سب کے ساتھ کھانا کھائیں گے پھر جس وقت کل جماعت جائیگی اس کے بعد جماعت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ معاملہ صاف کردیا انکی طرف سے، کوئی گنجلک نہیں رکھی۔ بات یہ ہے کہ مستقل طور پر بعض لوگوں نے یہ پیشہ بنالیا۔

ایک مرتبہ دیوبند میں ایک سکھ میرے پاس آیا اور کہا کہ مجھے مسلمان کرلو میں نے اس سے اصول کے خلاف جھک شروع کردی۔ چاہئے نہیں تھا اس سے جھک کرنا۔ اس سے پوچھا تو کیوں مسلمان ہوتا ہے؟

اس نے کہا:۔ سکھ چور ہوتے ہیں، چوری بہت کرتے ہیں۔ وہ کہنے لگا کہ میں ان لوگوں میں نہیں رہنا چاہتا۔

میں نے کہا:۔ پہلے یہ بتلاؤ کہ کیا سکھ مذہب بتلاتا ہے کہ چوری کیا کرو؟

اس نے کہا:۔ مذہب تو نہیں بتلاتا۔

میں نے کہا:۔ یہ تو مذہب سے بغاوت کر رہے ہو، اس سے مذہب پر کیا اثر پڑا جواب اسکو نہیں آیا۔ کہنے لگا۔ اجی مجھے تو تم مسلمان کرلو۔

میں نے کہا:۔ سچ سچ بتائیے۔

اس نے کہا:۔ میں گوشت کی دوکان کرتا ہوں۔ جھٹکے کا گوشت ہوتا ہے۔ مگر میں کسی کو بتاؤں گا نہیں کہ میں مسلمان ہوگیا کیونکہ اگر میں بتاؤں گا تو میرا گوشت چوری ہوگا، میری دوکان خراب ہوجائیگی، میرے بچے بھوکے رہیں گے۔

اس سے پوچھا:۔ چوری کرتے ہیں تو کیا چور پکڑے نہیں جاتے۔

اس نے کہا:۔ سر کے بال بیچ میں سے اور زیر ناف کے بال مونڈتے ہیں یہ ہے چوری۔

میں نے کہا:۔ واہ چوری کرتے کرتے اتنی عادت پک چکی ہے کہ مسلمان ہونے کے بعد بھی چوری کرے گا۔ اندر سے مسلمان اور باہر سے سکھ۔ اسلام کو ایسے

لوگوں کی ضرورت نہیں۔ غرض اس کو مسلمان نہیں کیا۔

باقی مسئلہ یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص مسلمان ہونیکے لئے آئے تو اس کو جلد سے جلد مسلمان کیا جائے کلمہ پڑھا دیا جائے۔ اس کو یہ کہنا کہ جامع مسجد کے امام صاحب کے پاس جاؤ وہاں ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلو یا فلاں صاحب کے پاس جاؤ۔ ایسا کرنا سخت گناہ ہے۔ خود ایسا کہنے والے کے ایمان کا خطرہ ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اتنی دیر تک کے اس کے کفر پر راضی ہے، خوش ہے اور رضا بالکفر کفر ہے مگر یہ اسی وقت ہے جبکہ مسلمان ہونے کے لئے آئے اسلام کو حق سمجھتا ہو کوئی اور غرض نہ ہو۔

شادی کیلئے مسلمان ہونا

ایک شخص نے آکر کہا کہ مجھے مسلمان کرلو۔ اس سے پوچھا کہ مقصد کیا ہے؟ پیچھے پیچھے اس کا باپ بھی آیا۔ باپ نے کہا کہ اگر اس کو مسلمان نہ کیا تو اس کی شادی نہیں ہوگی۔ معلوم ہوا کہ عورت کی خاطر اسلام قبول کر رہا ہے اسلام کو حق سمجھ کر نہیں بلکہ کسی عورت سے آنکھ لڑ گئی ہے، اس کے پاس روپیہ پیسہ زیور ہے اس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ اس نے شرط کرلی کہ مسلمان ہوجاؤ لہٰذا کلمہ پڑھکر اس عورت پر اور اس کے روپیہ پیسہ زیور پر قبضہ کرنا چاہتا ہے پھر عورت کو دھکا دیدیگا اگر وہ قبضہ میں نہ رہی۔

بیماری کیوجہ سے نام بدلنا

سائل:۔ میرے بچہ کا نام حذیفہ ہے بہت بیمار رہتا ہے بعض لوگ کہتے ہیں اس کا نام بدل دو۔

حضرت:۔ کیا ضرورت ہے نام بدلنے کی۔ حذیفہ تو صحابی کا نام ہے۔ بڑے جلیل القدر صحابی تھے۔

امام مہدیؑ

س:۔ بعض کہتے ہیں ہم نے اپنی آنکھوں سے امام مہدیؑ کو دیکھا ہے۔ حرم شریف کے ہنگامے میں بعض نے کہا تھا کہ امام مہدی تھے؟

ج:۔ وہ سب قتل کئے گئے وہ امام مہدی بھی، ان کے ساتھی بھی۔

س:۔ اگر امام مہدی ہوتے تو قتل کہاں ہوتے وہ تو عیسےؑ کی آمد تک رہیں گے؟

ج:۔ پچیس برس پہلے مجھ سے ایک صاحب نے بتایا کہ امام مہدی پیدا ہوئے اتنے عرصہ سے ہیں مجھ کو حضرت میکائیلؑ نے بتایا۔ اب تک تو آئے نہیں۔ انھوں نے ہاتھ سے ایک ذراع کا اشارہ کرکے بتایا تھا کہ ایک ذراع کے برابر ہیں۔

مشاجراتِ صحابہؓ کی مثال

سوال:۔ مشاجراتِ صحابہ کے باب میں کیا سوچنا چاہئے؟

جواب:۔ ہر شخص کو مکلف اور ذمہ دار بنایا جارہا ہے کہ جو نص تم کو پہنچے اور وہ تمہارے نزدیک صحیح ہو اس پر عمل کرو۔ جان چاہے رہے چاہے جائے۔ اب ان میں سے جس جس کو جو نص پہنچتی رہی وہ اس پر عمل کرتے رہے۔

ایک شخص کو کلکٹر صاحب نے کہا کہ فلاں شخص کے حالات معلوم کرکے ہمیں مطلع کرو۔ وہ اس شخص کو تلاش کرنے گیا۔ معلوم ہوا وہ تو جیل میں ہے چوری کے جرم میں۔ یہ اس کے پاس جانا چاہتے ہیں جانے کی صورت نہیں۔ ایک دن کدال لیکر جیل کی اینٹیں گرانے دیوار کے پاس گئے، نقب لگانے گئے۔ پولیس آئی اس نے پکڑ لیا۔ اب شہادت اور گواہی کی بھی ضرورت نہیں مقدمہ ہوا اور سزا ہوگئی۔ سزا کیلئے اسی کوٹھری میں رکھا گیا جس میں وہ فلاں شخص بھی موجود ہے۔ اس سے انھوں نے جاکر دوستی کی اور حالات معلوم کرکے کلکٹر صاحب کے پاس لکھ کر بھیجدیئے۔ کلکٹر صاحب نے ان کو جیل سے نکلوا دیا۔

اعزاز و اکرام کیا، انعام دیا تو اس شخص نے بظاہر تو چوری کی لیکن واقعۃً وہ چوری نہیں۔ اپنی سرکار اور حکومت کو راضی کرنے کے لئے کیا جو کچھ کیا۔ اس کا فلاں شخص کے پاس پہنچنا چونکہ دشوار تھا اس لئے یہ صورت اختیار کی۔ ظاہری صورت سے وہ مجرم معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں وہ مجرم نہیں اسی طرح حضراتِ صحابۂ کرام ایک دوسرے کے دشمن ہو کر لڑتے معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقتاً وہ لڑائی نہیں ہے۔

نہ کھانے میں راحت

حضرت مولانا خلیل احمدؒ سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں کچھ مہمان آئے۔ کھانا آیا، سبھی کھانے بیٹھے۔ حضرت نے چند ہی لقمے کھائے تھے، رک گئے اور فرمایا کہ نہ کھانے میں جو راحت ہے وہ کھانے میں نہیں۔

شعر و ادب

جو اشعار میرے سامنے آتے ہیں ان کو پڑھنے سے پہلے عروض کے ذریعہ ان کا وزن معلوم کرتا ہوں۔ وزن معلوم ہو گا تو صحیح پڑھوں گا۔ وزن معلوم نہ ہو گا تو صحیح نہیں پڑھ پاؤں گا۔ یہ برکت ہے حضرت مولانا عبدالرحمٰن کیملپوریؒ کی کہ فارسی پڑھنے کے زمانے میں ہمارا امتحان ان کے پاس گیا تھا تو انھوں نے فرمایا "مولوی محمود صاحب! آپ کو شعر پڑھنا نہیں آتا"

اس وقت میں نے عروض کا مطالعہ کیا۔ کئی کتابیں دیکھیں۔ خود ہی دیکھیں استاذ سے نہیں پڑھیں اور کوشش کی کہ ہر بحر میں کچھ شعر کہہ لوں چاہے وہ شعر بانشے ہو یا بے معنےٰ، وزن برابر ہونا چاہیئے (اس کی میں نے کوشش کی)

دو بحریں قابو میں نہیں آئیں۔ ان میں شعر بھی نہیں کہے اور انکو میں صحیح پڑھ بھی نہیں سکتا۔

سائل :- پیر کے دن پیرِ مدنی آنے کو ہے
مجلس بے خوار میں خود میکدہ آنے کو ہے
اس شعر کا وزن بیان فرمائیں۔

حضرت :- فاعلاتُ - فاعلاتُ - فاعلاتُ - فاعلُن یہ اس کا وزن ہے۔
لفظ پیر مدنی نحو میر کے آخر میں شیخ عبدالقاہر جرجانی کے واسطے اس شعر میں استعمال ہوا ہے۔ وہ شعر یہ ہے ؎

عامل اندر نحو صد باشد چنیں فرمودہ اند شیخ عبدالقاہر جرجانی پیرِ مدنی

سائل :- کیا پیرِ مدنی صفت اوروں کیلئے بھی ہو سکتی ہے ؟
حضرت :- ہاں صحیح ہے اور کو بھی کہہ سکتے ہیں۔

(مجلس میں ایک صاحب بولے کہ پیرِ مدنی سے حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ مراد لئے جائیں۔ اور حضرت مفتی صاحب ان کے خلیفہ ہیں یوں بھی ہو سکتا ہے۔ اس پر حضرت نے پوچھا کیا کہہ رہے ہو۔ تو وہ صاحب خاموش ہی رہے کچھ نہ بولے)

اس شعر کا جو وزن ہے وہی وزن اس شعر کا بھی ہے ؎

چودہ سو دو ایک شعباں پیر کا دن بعدِ عصر
ہے یہ تاریخ وصالِ حضرت شیخ الحدیث

چودہ سو دو ۔ فاعلات ، ایک شعباں ۔ فاعلات ، پیر کا دن ۔ فاعلات

بعد عصر۔ فاعلات۔ ہے یہ تاریہ۔ فاعلات۔ رخ وصال۔ فاعلات
حضرت شیہ۔ فاعلات۔ رخ الحدیث۔ فاعلات
اس بحر کو بحر رمل کہتے ہیں۔ چوتھا رکن فاعلات ہے۔
لفظ عروض کی تحقیق کیلئے غیاث اللغات نے مستقل رسالہ لکھا ہے، جتنی بحریں ہیں سب لکھی ہیں اور ہر بحر کو اس کے وزن اور اس کی مثال کے ساتھ لکھا۔

سائل:۔ اردو میں جو اوزان ہیں کیا وہی فارسی کے بھی اوزان ہیں؟

حضرت:۔ جی ہاں فارسی کی کتاب بوستاں کا وزن فعولُ فعولُ فعولُ فعولُ ہے۔ مثنوی زلیخا کا وزن مفاعیلُ مفاعیلُ فعول ہے۔
عربی ہو اردو ہو یا فارسی۔ اوزان ایک ہی ہیں۔ شفیعٌ مطاعٌ نبی کریم

سائل:۔ اس شعر کا وزن کیا ہے؟

زکسبِ خاص متو ساخت مسجد[1]
کہ محرابش دخولِ خاصُ عام ست

حضرت:۔ اس کا وزن مفاعیلُ مفاعیلُ فعولُ ہے۔
یہی وزن اس شعر کا بھی ہے ؎

ترا ہر سانس نخلِ موسوی ہے
یہ جزر و مد جواہر کی لڑی ہے

ترا ہر سان۔ مفاعیلن۔ س نخلِ مُو۔ مفاعیلن۔ سوی ہے۔ فعولُ
یہ جزر و مد۔ مفاعیلن۔ جواہر کی۔ مفاعیلن۔ لڑی ہے۔ فعولُ
ایک دفعہ میں نے افتاء کی مشق کرنے والے طلبہ کو یہ اوزان سکھائے تھے کہ مدرسہ سے فارغ ہو کر جا رہے ہیں پھر کہاں موقع ملے گا سیکھنے کا۔

[1] اس شعر کا پس منظر ملفوظات فقیہ الامت قسط سابع صفحہ ۸۳ پر موجود ہے۔ ۱۲

ذوقؔ (مشہور شاعر) بادشاہ ظفر کے استاذ تھے۔ ذوق نے خط لکھا بادشاہ کے نام۔ پہلے وہ خط اس نے غالب کو دیا کہ آپ دیکھ لیں۔ غالبؔ نے ناک چڑھا کر کہا کہ کیا خوشامدانہ طریقہ آپ نے اختیار کیا ہے۔ آپ تو بادشاہ کے استاذ ہیں اور ان کو لکھا ہے پیر و مرشد کامل (یعنی پیرِ کامل و مرشدِ کامل) ذوقؔ نے کہا کیا آپ نے دیکھ کر پڑھا ہے؟ غالب نے پوچھا پھر کیا ہے؟ کہا کہ۔ پیروِ مرشدِ کامل ہے (مرشدِ کامل کے پیرو)

دہلی میں ایک جگہ مجلس رقص تھی شعراء بھی بیٹھے تھے، رقاصہ لمبے قد کی تھی جب وہ ناچتے ناچتے ایک شاعر کیطرف آئی تو انھوں نے کہا ؎

طولِ شبِ فرقت سے بھی دو ہاتھ بڑی ہے

وہ پیر مار کر اپنے ناچ کے رنگ میں دوسری طرف کو گئی، پھر جب ان شاعر کی طرف آئی تو انھیں فکر ہوئی کہ یہ کچھ نہ کہدے ؎

طولِ شبِ فرقت سے بھی دو ہاتھ بڑی ہے

لہٰذا دوسرا مصرع لگایا ؎

وہ زلفِ مسلسل جو ترے رخ پہ پڑی ہے

ایک جگہ اسلام کی خدمت کا تذکرہ تھا کچھ لوگ ڈاڑھی منڈائے، بڑی مونچھیں رکھے، نکٹائی پہنے ہوئے کہہ رہے تھے کہ ڈاڑھی والوں نے سمجھ رکھا ہے کہ ڈاڑھی میں ہی اسلام کی خدمت ہے اس پر ایک ڈاڑھی والے نے کہا ؎

بظاہر تو اسلام وردِ زباں ہے
مگر شانِ اسلام ان میں کہاں ہے
جو نکٹائی کالر گلے میں عیاں ہے
مسلمان ہونیکا بس یہ نشاں ہے

بہار انکی مونچھوں پہ آئی ہوئی ہے　خزاں انکی ڈاڑھی پہ چھائی ہوئی ہے
شب ہجر عاشق سے مونچھیں بڑی ہیں　وہ گیسوئے خوباں سے چونچیں لڑی ہیں
کھڑی ہیں تو اک آبنوسی چھڑی ہیں　جھکی ہیں تو سینے پہ بس آپڑی ہیں
ظریفوں نے اس پہ بھی پھبتی کہی ہے　کہ پھیلائے پر چیل بیٹھی ہوئی ہے

تاریخی نام

سوال :- آج کل لوگ تاریخی نام رکھتے ہیں اس کی حقیقت کیا ہے؟

جواب :- یہ پہلے سے چلا آرہا ہے آج ہی کی نئی بات نہیں۔ اور بعض لوگوں کو اس میں مہارت ہوتی ہے۔ ہمارے استاذ ایک حافظ صاحب تھے ان کو تاریخی نام میں بڑا ملکہ تھا۔ ایک دفعہ ہمارے یہاں بچی پیدا ہوئی۔ ان سے نام پوچھا تو بتایا۔ تاریخی نام ہے کالی مرغی۔ ایک دفعہ بچہ پیدا ہوا تو نام بتایا مرغ عجیب اس میں تاریخ نکلتی ہے۔ ایک بچہ پیدا ہوا اس کا نام رکھا منظور الزماں۔ نام سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ کس تاریخ کو پیدا ہوا۔

سوال :- کالی مرغی نام رکھنا فلعن اسمہا کے خلاف ہے؟

جواب :- وہ الگ بات ہے کہ کون سا نام مناسب ہے، کون سا نامناسب۔ میں تو تاریخی نام رکھنے اور اس کی مہارت کی بات بتا رہا ہوں۔

ایک ہدایت

ایک آدمی اپنا معتمد ہے اس کے اندر کوئی غلطی دیکھی، اس کی اصلاح کی کوشش کی شفقت سے پھر تنبیہ سے اور وہ باز نہیں آتا، تو پھر اس کی اصلاح کے درپے نہیں ہونا چاہئے۔ اس سے آپس میں خلش بھی نہیں ہوگی اور غصہ بھی نہیں آئے گا۔ (اس میں استاذ، مہتمم اور شیخ کے لئے خاص ہدایت ہے)

نہایۃ الامل

قاضی فضیل دمیاطی کی کتاب ہے "نہایۃ الامل لمن رغب فی صحۃ العقیدۃ والعمل"۔ یہ کتاب مظاہر کے کتب خانہ میں تھی، اس کتاب میں لکھا ہے کہ اگر کوئی آدمی معصیت میں مبتلا ہو تب بھی اس سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم ساقط نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ کوئی شخص زنا میں مبتلا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ عورت سے کہے کہ چہرہ ڈھانپ لے۔ کیونکہ نامحرم کو دیکھنا حرام ہے (یہ اس کتاب میں لکھا ہے)

اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ شریفہ مبال (موضع بول) سے ہوئی ہے وہ واجب القتل ہے۔

حکمت کا مطالعہ

فرمایا:۔ میں اگرچہ حکمت نہیں کرتا مگر کچھ کتابیں حکمت کی ضرور دیکھی ہیں، پڑھی ہیں۔

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر ست

فرمایا:۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ فقہ میں مہارت رکھتے تھے، سلوک آسانی سے طے کراتے تھے، کسی کی ملازمت نہیں چھڑواتے تھے، مجاہدہ بھی سخت نہیں کراتے وغیرہ۔

حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کے اندر حُسنِ تدبیر بہت تھا اور حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کے اندر مجاہدہ اور تواضع بہت زیادہ تھی۔

مَایتعلّق بالسّیَر

ان اللہ لا یغیّر ما بقوم کی تشریح

سائل :- ان اللہ لا یغیّر ما بقوم حتّٰی یغیّروا ما بانفسھم میں تغیر سے کیا مراد ہے ؟

حضرت :- جن اسباب کے پیشِ نظر مصائب آتے ہیں ان کو دور کرنے کی ضرورت ہے ۔ مثلاً جھوٹ بولنا بند کردیں، لالچ بند کریں، دوسرے کے مال کو دیکھ کر بدحواس نہ ہوجائیں، تقدیر میں جو کچھ لکھا ہوا ہے اس پر قناعت کرلیں، ایک دوسرے کا احترام کریں۔ وغیرہ ۔ گویا اپنے ان احوال کو بدلنا مراد ہے ۔

موجودہ حالات میں کیا کریں ؟

سائل :- موجودہ حالات میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیئے ۔ ہر جگہ مارے گئے، بے عزتی ہوئی، جلائے گئے ؟

حضرت :- انابت الی اللہ کی سخت ضرورت ہے۔ جن اعمال واخلاق سے اللہ کا عذاب آتا ہے ان سے بچنے کی ضرورت ہے اور جن اعمال واخلاق سے اللہ کی رحمت آتی ہے ان کو اختیار کیا جائے، گناہوں سے توبہ کی جائے۔ آدمی ڈھٹائی پر اتر آئے اور گناہ قصداً کرنے لگے اس کی اجازت نہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص توبہ کرتا ہے اللہ تعالےٰ اس کی توبہ قبول فرماتے ہیں۔

سائل :- توبہ کی حقیقت کیا ہے ؟

حضرت :- جو گناہ بندے سے سرزد ہو گیا اس کے متعلق انتہائی درجہ کی ندامت ہو، خجالت ہو اور اس ندامت کے ساتھ ساتھ آئندہ کے لئے پختہ وعدہ ہو کہ اگر مجھے آگ میں بھی ڈالا جائیگا تو بھی میں اس گناہ کا ارتکاب نہیں کروں گا اتنی پختگی ہونی چاہئے۔ توبہ کرتے وقت یہ ذہن میں نہ ہو کہ آج توبہ کرتا ہوں کل پھر یہ گناہ کروں گا پرسوں پھر کروں گا۔ یہ مذاق ہے توبہ نہیں۔ حقیقت توبہ یہی ہے مگر آج کل ہم لوگ توبہ کا مفہوم بھی نہیں سمجھتے۔ ہم لوگ سمجھتے ہیں کہ توبہ کا مفہوم یہ ہے کہ کہیں اللہ میری توبہ

۵ کٹی گناہوں میں عمر ساری الٰہی توبہ الٰہی توبہ

توبہ الٰہی کہہ گیا لیکن جی کے اندر یہ بات پختگی کے ساتھ نہیں آتی کہ آئندہ اس کے قریب بھی نہیں جائیں گے۔ یہ ہم نے بہت برا کیا۔ توبہ اللہ تعالےٰ ضرور قبول فرماتے ہیں بشرطیکہ توبہ حقیقی توبہ ہو۔ اللہ پاک توفیق دے ہم سب کو سچی توبہ کی۔

اگر اللہ پاک کیطرف سے توبہ کی توفیق ہو تو وہ پختہ رہے گی۔ اگر اپنی طرف سے ہو زد کچی ہے وہ ابھی کی ابھی لوٹ گئی۔ توبہ کے متعلق لکھا ہے کہ اگرچہ ایک دن میں ستر مرتبہ ایک گناہ کیا۔ ما اصر من استغفر ولو فی الیوم سبعین مرۃ

پھر جسطرح پر کسی شخص نے ٹیکس وقت پر ادا نہیں کیا پھر معافی چاہتا ہے تو اس کا یہ جرم کہ وقت پر ٹیکس ادا نہیں کیا معاف ہو سکتا ہے لیکن نفس ٹیکس جو ادا نہیں کیا ہے وہ معاف نہیں ہو سکتا ہے وہ ادا کرنا ہی پڑے گا۔ اسی طرح نماز ادا نہیں کی وقت پر حاضری لازمی تھی وہ نہ دی یہ جرم تو معاف ہو جائے گا لیکن نفس نماز ادا کرنی پڑے گی۔ کسی نے رمضان کے روزے نہیں رکھے۔ شوال میں اسے توبہ کرنیکا خیال آتا ہے تو توبہ کے ذریعہ رمضان کے روزے معاف نہیں ہوں گے انکی قضا کرنی پڑیگی۔ اسی طرح جو حقوق ہیں وہ ادا کرنے پڑیں گے وہ ادا کئے بغیر توبہ توبہ نہیں ہے لہٰذا ایکی توبہ کی ضرورت ہے۔ اور جو حقوق مخلوق کے اپنے سر پر ہوں۔ ان کو ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ معاف کرانے کی ضرورت ہے باقی یہ کہنا کہ یہاں یہ ہوا وہاں وہ ہوا یہ کہنا بیان کرنا ماتم ہے۔ ماتم تو جگہ جگہ ہو رہا ہے کچھ ایسا کام ہو جو کارآمد ہو۔

بارہ ہزار مسلمان اگر کلمہ واحد پر جمع ہو جائیں تو اپنی قلت کیوجہ سے وہ مغلوب نہیں ہو سکتے ساری دنیا کے مقابلہ میں۔

سائل:۔ حدیث میں جو اثنا عشر الف کی قید آتی ہے اس کا مطلب کیا ہے؟

حضرت:۔ کم سے کم بارہ کا عدد بتایا ہے۔ یہ نہیں کہ حد بارہ یا تیرہ بیان کی۔ اب جبکہ اسلام سارے عالم میں پھیل چکا پہنچ چکا اس میں سے اثنا عشر الف نہ مل سکیں کتنے افسوس کی بات ہے۔

حضرت:۔ کلکتہ میں ایک صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ حضرت! میں تاریخ کا مطالعہ کرتا ہوں دیکھتا ہوں کہ مسلمان تعداد میں کم ہیں، ہتھیار ان کے پاس کم، کھانے پینے کا سامان بھی کم۔ اور دشمن کے پاس ہتھیار زیادہ آدمی زیادہ۔ لیکن جب مقابلہ ہوتا ہے تو مسلمان آگے کو بڑھتا چلا

جاتاہے اور کافر پیچھے ہٹتا چلا جاتا ہے، بھاگتا چلا جاتا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟
میں نے کہا۔ اب تک آپکی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی معلوم نہیں ہو سکا اس کی کیا وجہ ہے۔ ہر شخص اپنے مقصود و مطلوب کے پیچھے دوڑتا ہے۔ مسلمان کا مقصود و مطلوب ہے خدا کی راہ میں جان دینا، شہید ہو جانا۔ وہ سمجھتا ہے کہ دشمن کے اندر گھس جانے سے یہ مقصود حاصل ہو گا ۔ جتنا آگے بڑھونگا مقصود ملے گا۔ لہٰذا وہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اور دشمن کا مقصود ہے اپنی جان کا بچانا وہ سمجھتا ہے کہ بھاگنے سے جان بچے گی لہٰذا وہ بھاگتا چلا جاتا ہے۔

نیتِ جہاد :۔ جب بالاکوٹ کے نزدیک رنجیت سنگھ سے جنگ ہو رہی تھی تو ایک روز معلوم ہوا کہ رنجیت سنگھ کا بیٹا میدان میں آرہا ہے۔ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ سید صاحبؒ کے پاس آئے کہ مجھے بھی اجازت دیدیجئے میدان میں جانے کے لئے۔ فرمایا کہ نہیں۔ کچھ دیر کے بعد پھر کہا پھر اجازت نہیں دی۔ کچھ دیر کے بعد پھر کہا اس سر کا نذرانہ پیش کرنے کی تمنا ہے تب سید صاحبؒ نے اجازت دی اسی روز شہید ہوگئے تھے۔ معاف کیجئے کہ آج کل جہاد میں نیت دوسروں کو مارنے کی تو کرتے ہیں، اپنے سر کے دینے کی نہیں کرتے۔

واقعہ حضرت حذافہ سہمیؓ

حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ ایک وفد کے ساتھ ایک بادشاہ کے یہاں پہنچے۔ اس بادشاہ نے ان سب کو گرفتار کرلیا، قید میں کرلیا۔ حالانکہ قاصد تھے سفیر تھے۔ سفیر کو قید کرنا کہیں نہیں آیا مگر اس نے قید کرلیا، پھر ایک روز ان کو بلایا۔ بلا کر کہا کہ تم نصرانی مذہب اختیار کرلو اسلام چھوڑ دو تو تم کو آدھی سلطنت دیدوں گا۔ وہ کہنے لگے تیری سلطنت کی حیثیت ہی کیا ہے؟ جس کی خاطر میں مذہب اسلام کو چھوڑ دوں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ بادشاہ نے کہا۔

اچھا مجھے سجدہ کرلو۔ آدھی سلطنت دیدوں گا۔ انھوں نے فرمایا کہ یہ پیشانی صرف خدا کے سامنے جھکتی ہے کسی اور کے سامنے نہیں جھک سکتی۔ بادشاہ نے اپنے قیدخانہ میں سے ایک قیدی کو بلایا اور آگ جلوا کر اس پر پانی کڑھائی میں بھروایا جب پانی خوب کھولنے لگا (ابلنے لگا) تو لوگوں کو حکم دیا کہ اس قیدی کو اس میں ڈالدو۔ قیدی اس میں ڈالدیا گیا زندہ۔ جس سے اس کی ہڈی، پسلی پانی میں الگ ہوکر رہ گئی اور تڑپ تڑپ کر مرگیا۔ پھر حضرت عبداللہ بن حذافہؓ سے کہا کہ دیکھ یا تو مجھے سجدہ کرو ورنہ یاد رکھ اسی طرح کھولتے ہوئے پانی میں جلا کر ختم کردوں گا۔ انھوں نے جواب دیا کہ تیرا جو جی چاہے کر، میں ہرگز سجدہ نہیں کروں گا۔

بادشاہ نے اپنے آدمیوں سے کہا لے جاؤ انکو بھی اسی طرح کھولتے ہوئے پانی میں ڈال کر ختم کردو۔ سپاہی ان کو لیکر چلے۔ یہ راستے میں رودئے۔ ان سپاہیوں نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ یہ قیدی رو رہا ہے۔ بادشاہ نے کہا اس کو بلاؤ۔ آپ آئے تو بادشاہ نے پوچھا کہ سجدہ کرنے کیلئے تیار ہو۔ کیا دماغ کا پارہ کچھ اترگیا۔ آپ نے جواب دیا بالکل نہیں۔ پوچھا کیا بیوی بچے یاد آرہے ہیں؟ فرمایا بالکل نہیں۔ پوچھا کیا پھر یہ تصور آرہا ہے کہ کس طرح سے جان نکلے گی، تکلیف ہوگی؟ فرمایا یہ بھی نہیں۔ کہا پھر کیوں رو رہا ہے۔ انھوں نے فرمایا۔ دینِ اسلام کی خاطر جان دینے کا موقع آج نصیب ہو رہا ہے۔ افسوس اس کا ہے کہ میرے پاس صرف ایک جان ہے کاش میرے پاس ایک ہزار جانیں ایسی ہوتیں تو ان سب کو قربان کردیتا۔ یہ بات ہے۔

جب آدمی دینِ حق کی خاطر نکلتا ہے تو اس کا حوصلہ بہت ہی بلند ہوتا ہے وہ جانتا ہے کہ خدائے پاک کی نصرت میرے ساتھ ہے میں اس کے کام کے لئے نکلا ہوں۔ اپنے کام کیلئے تھوڑا ہی نکلا ہوں۔

بادشاہ نے ان سے کہا: اچھا میری پیشانی کو بوسہ دیدے۔ تجھے چھوڑ دونگا انھوں نے فرمایا مجھ اکیلے کو چھوڑ دیگا یا میرے ساتھیوں کو بھی؟ بادشاہ نے کہا سب ساتھیوں کو چھوڑ دوں گا۔ کہا اچھا تو اس کی پیشانی کو بوسہ دیا اور ساتھیوں کو چھڑا کر لے آئے اور آکر حضرت عمرؓ امیر المؤمنین کے سامنے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے انکی پیشانی کو بوسہ دیا۔

غرض جو شخص راہ حق میں نکلتا ہے وہ ہر مصیبت پر اس بات کو دیکھتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر بھی بڑی مصیبتیں آئیں لیکن یہ مصیبت کچھ نہیں۔ اللہ کی قدرت ہے کتنا خوش نصیب مجھے بنایا کہ اپنے دین کیلئے منتخب فرمایا۔

کام کرنیوالوں پر اعتراض کے بجائے کام میں لگنا چاہئے

سائل :۔ حضرت! لوگ مختلف تدبیریں کر رہے ہیں، ہڑتال کرتے ہیں بائیکاٹ اور کچھ کچھ۔

حضرت :۔ ایک دفعہ دیوبند سے مولانا اعزاز علی صاحبؒ، علامہ ابراہیم صاحب بلیاویؒ، حضرت مدنیؒ کئی حضرات تھانہ بھون تشریف لے گئے۔ حضرت تھانویؒ سے جب مولانا مدنیؒ ملے تو فرمایا۔ آیئے لیڈر صاحب! اس کے بعد مجلس میں سب تشریف فرما ہوئے۔ اس میں جو مسئلہ سیاسی آتا تو حضرت تھانویؒ اس میں کہتے۔ یہ ان سے پوچھو (حضرت مدنی کیطرف اشارہ کر کے) یہ اس فن کے امام ہیں۔

ایک دفعہ مجلس میں کچھ تذکرہ آیا کہ فلاں بات اس اس طرح ہے۔ مولانا مدنیؒ گفتگو فرمارہے تھے، مولانا محمد علی جوہر کا تذکرہ آیا۔ اس پر کسی صاحب نے کہا کہ یہ بات غلط ہے اور اس بات کی تردید کی۔

اس پر مولانا مدنیؒ نے فرمایا۔ آپ حضرات سے خود کام نہیں ہوتا دوسرے

لوگ جو کام کرتے ہیں ان پر بیٹھ کر تبرا بازی کرتے ہیں پھر اسی پر انگریزوں کی زیادتیاں. ان سے آزادی کی ضرورت وغیرہ. اس پر دیر تک بولتے رہے۔

خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ جو حضرت تھانویؒ کے خلیفہ تھے موجود تھے۔ انھوں نے اس پر حضرت تھانویؒ سے عرض کیا۔ حضرت! جو حالات حضرت مدنیؒ بیان کر رہے ہیں ان حالات میں ہماری ذمہ داری کیا ہے؟ حضرت تھانویؒ نے فرمایا: ان ہی سے پوچھو۔ وہ حضرت مدنیؒ کیطرف متوجہ ہوئے۔ تو حضرت مدنیؒ نے اپنی ساری تحریک سامنے رکھدی کہ یہ ذمہ داری ہے ایسا کرنا چاہئے یہ کرنا چاہئے۔

اس کے بعد حضرت مدنیؒ نے حضرت تھانویؒ سے عرض کیا کہ حضرت! غور فرمالیں اس پر حضرت نے فرمایا: میں تو غور کر چکا۔ کہا مکرر غور فرمالیں۔ فرمایا: مکرر غور کر چکا۔ حضرت نے فرمایا: پھر آخر ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا: میرے نزدیک علاج صرف اور صرف قاف۔ تاء۔ لام ہے اگر قوت ہو۔ اور اگر قوت نہیں تو اپنا کام کر و بیٹھ کر۔ یہ حضرت تھانویؒ نے فرمایا۔

نیت خالص اور توکل و جرأت

سائل: جب کسی کام کی طاقت نہیں تو کود نے سے کیا فائدہ؟

جواب: نیت خالص ہو اور توکل علی اللہ اور جرأت ایمانی ہو۔ ہمارے اکابر یہ نہیں دیکھتے تھے کہ ہمارے گٹے میں طاقت ہے یا نہیں، بلکہ وہ یہ دیکھتے تھے کہ اس طاقت کو پیدا کرنے والا کون ہے، اس گٹے کو بنانے والا کون

۷ ۔ حق تعالیٰ نے جو حوصلہ ان کو عطا فرمایا تھا وہ ہر ایک کو کہاں نصیب ؟ ایسا حوصلہ ہر ایک میں ہو یہ آسان نہیں ۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جہاد کر رہے تھے ۔ انھوں نے مدینہ منورہ امیر المومنین (حضرت عمرؓ) کو خط بھیجا کہ مدد کے لئے مزید لشکر بھیجیں ۔ جن کے پاس یہ خط آیا انھوں نے ایک صاحب (اشتر نخعی) سے مشورہ کیا تو ان صاحب نے پوچھا کہ کتنے آدمی بھیجنے کا ارادہ ہے ۔ بتایا کہ چار ہزار بھیجنے کا ارادہ ہے ۔

ان صاحب نے کہا : چار ہزار آدمی بھیجکر کیا کروگے ؟ پوچھا پھر کیا کریں ؟ تو جواب دیا کہ صرف چار آدمی بھیجدو ۔ ایک فلانا شخص کہ وہ ایک ہزار کے بدلے کافی ہے ۔ دوسرا فلاں شخص وہ بھی ایک ہزار کے بدلے کافی ہے ۔ تیسرا فلاں شخص وہ بھی ایک ہزار کے بدلے کافی ہے اور ایک مجھے بھیجدو ۔ میں بھی ایک ہزار کے مقابلہ میں جاؤں گا ۔ چنانچہ چار ہی آدمی بھیجے گئے ۔ جن صاحب نے یہ مشورہ دیا تھا ۔ وہ جب خود وہاں پہنچے تو تمام لشکر کو چیرتے پھاڑتے براہِ راست اس نصرانی بادشاہ کے پاس پہنچے جس سے جنگ ہو رہی تھی ۔ اول تو اس نصرانی بادشاہ کو تعجب ہوا کہ یہ میری فوجوں میں سے کیسے نکل آیا ۔ پھر ان صاحب نے اس نصرانی بادشاہ سے پوچھا کہ تم ان مسلمانوں کو کیوں پریشان کرتے ہو ، ان کو کیوں ستاتے ہو ؟ اس نصرانی نے کہا کہ ان میں کوئی کام کا آدمی نہیں ۔ ان صاحب نے پوچھا کہ تم کام کا آدمی کس کو کہتے ہو ؟ اس نے جواب دیا کہ بارش نہیں ہوتی ، بارش برسوادو ۔ ان صاحب نے کہا کہ بارش برسانا تو خدا کا کام ہے بندوں کا کام تھوڑا ہی ہے ۔ خیر ۔ وضو کیا ، دو رکعت نماز پڑھی اور دعا کی " یا اللہ یہ نصرانی کتا پریشان کر رہا ہے ، مسلمانوں کو بھی پریشان کر رہا ہے اور اسلام کو بھی پریشان کر رہا ہے ۔ اس کی ضد یہ ہے کہ بارش ہو جائے "۔

یہ کہہ کر ابھی منہ پر ہاتھ پھیر کر فارغ نہیں ہوئے تھے کہ بادل آیا اور برسنا شروع ہوا۔ نصرانی نے سوچا۔ ہاں یہ تو آدمی ہے چلو میں اپنی فوجیں ہٹا لیتا ہوں۔ فوجیں ہٹالیں۔ یہ واپس چلے آئے۔

لیکن کچھ روز کے بعد پھر اس نصرانی نے حملہ کر دیا۔ اس مرتبہ یہ صاحبؒ از خود گئے اور سارے لشکر کو چیرتے پھاڑتے براہ راست اس بادشاہ کے پاس پہنچے۔ بادشاہ انکی صورت دیکھکر بہت ہیبت زدہ ہوگیا کہ یہ پھر وہی آگیا۔ بادشاہ اپنی جگہ سے بھاگا یہ اس کے پیچھے دوڑے سارا لشکر اس بادشاہ کو بچا نہیں سکا بھاگ کر اس بادشاہ نے دریا میں چھلانگ لگائی۔ یہ بھی پیچھے پیچھے گئے اور وہیں سے ٹانگ پکڑ کر کھینچکر لیکر آئے۔

کشمیر میں ایک مرتبہ میں اپنی تقریر میں اس قصہ کو بیان کر رہا تھا میں نے کہا کہ ان صاحب کا نام اُشتر تھا۔ ایک صاحب صدرِ جلسہ تھے انھوں نے لقمہ دیا کہ اشتر نہیں بلکہ مالکؒ۔ بہرحال اشتر لقب تھا۔ مالک ان کا نام تھا۔

واقعہ ترنگ زئی

حاجی یوسف ترنگ زئی سرحد پر جہاد کرتے تھے۔ مولانا عبدالحنان صاحب نے بتایا کہ میں انکے پاس ملاقات کے لئے گیا تھا۔ ترنگ زئی نے ان کو بتایا کہ ایک انگریز افسر جو یورپ کی جنگوں میں شریک رہ چکا تھا اس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ یہ تو مٹھی بھر آدمی ہیں۔ ان کے پاس کوئی ٹریننگ نہیں ہتھیار نہیں پھر بھی ہم ان پر فتح نہیں پاتے میں خود چلتا ہوں چنانچہ وہ انگریز افسر خود میدان میں آیا۔ اس نے باقاعدہ اپنی فوجوں کو پھیلا کر لگا لیا۔ حاجی ترنگ زئی کہتے تھے کہ میرے چار بیٹے تھے۔ ایک بیٹا اس پہاڑی پر لگا دیا، دوسرا اس جانب۔ ایک دوسری جانب اور ایک اس جانب تھا۔ خود ترنگ زئی چل نہیں سکتے تھے

ہاتھ پیران کے بیکار تھے۔ چارپائی پران کو اٹھا کر لے جاتے تھے۔ انگریزوں نے ادھر سے اس کثرت سے گولہ باری شروع کردی کہ گویا دھواں دار بارش ہو رہی ہو۔ حاجی ترنگ زئی خود کہتے تھے کہ ہمارے مجاہدان گولیوں میں اس طرح پھرتے تھے جیسے کہ بارش کی بوندوں میں پھرتے ہیں مگر کوئی اثر ان پر گولیوں کا نہیں ہوا۔ اس معرکہ میں چودہ مجاہد شہید ہوئے۔ ایک ہزار سے زائد آدمی انگریزی فوج کے مارے گئے۔ خود وہ افسر بھی قتل ہوا اور مرنے سے پہلے کہہ گیا کہ حکومت سے کہہ دو کہ یہاں فتح کا خیال دل سے نکال دے۔ یہاں تو کوئی اور ہی طاقت کام کرتی ہے۔

ایک جنگ میں کافروں کے بڑے نے اعلان کیا کہ مسلمانوں کے لشکر کے امیر صلاح الدین کا سر جو شخص لیکر آئیگا اس کو میری لڑکی دی جائے گی۔ سارے کافر بھاگ دوڑ کرنے لگے۔ ایک صاحب نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ بہت جوش و خروش کافروں کیطرف سے نظر آرہا ہے۔ ان کو بتایا گیا کہ معاملہ یہ ہے اور اسطرح انعام کا اعلان کیا گیا ہے۔ ان صاحب نے کہا ایسا کیوں نہیں کرتے کہ انکی جوتی انکے ہی سر۔ چنانچہ اعلان کیا گیا کہ مسلمانوں میں جو شخص رچرڈ کی بیٹی کو اٹھا لائے گا اسی کو دی جائے گی۔

یہ اعلان صبح سویرے نو بجے کے قریب کیا گیا تھا۔ شام کے قریب ہی ایک صاحب یہ کام پورا کرکے آئے کہ لیجئے یہ ہے وہ۔

۱۸۵۷ء کے شاملی کے جہاد میں انگریزوں نے اپنے فوجی افسر سے جو اس وقت شاملی کے محاذ پر تھا مطالبہ کیا کہ مسلمانوں کے آدمی تھوڑے سے تھے۔ تعلیم یافتہ تربیت یافتہ۔ تمہاری طرح نہیں تھے پھر بھی وہ تم پر غالب آگئے اور تم میدان چھوڑ کر بھاگ آئے ایسا کیوں ہوا؟ تو اس افسر نے جواب دیا

آپ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے آدمی تھوڑے تھے۔ ہمیں تو آسمان کے اس کنارے سے اس کنارے تک مسلمان ہی مسلمان نظر آتے تھے۔

امیر عبدالرحمٰن

امیر عبدالرحمٰن والیٔ افغانستان کے پاس ایک انگریز گیا۔ پستول ساتھ میں چھپا کر لے گیا۔ سامنے کھڑے ہوکر امیر پر گولی چلادی لیکن وہ گولی ان کو لگنے کے بجائے برابر میں کو نکل گئی۔ انھوں نے اس سے کہا اب پھر مارو۔ اس نے دوبارہ گولی ماری۔ وہ بھی ایک طرف کو نکل گئی۔ تیسری مرتبہ پھر کہا کہ اب پھر مارو۔ پھر ایسا ہی ہوا کہ گولی اس کو لگنے کے بجائے ایک طرف کو نکل گئی۔ اب امیر نے اٹھ کر اسکو تھپڑ مارا جس سے اس گولی چلانیوالے کا سر پھٹ گیا اور وہ وہیں گر کر مر گیا۔

دو بچوں کی ہمت

وہاں تو یہ تھا کہ بدر میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کے دائیں بائیں طرف انصار کے دو نوعمر لڑکے ہیں۔ انھوں نے سوچا کہ کوئی ایک دو بہادر قریب ہوتے تو اچھا تھا تاکہ ایک دوسرے کی مدد کر سکتے۔ یہ نوعمر ہیں شاید لڑائی کے ڈر سے بھاگ جائیں۔ اتنے میں ایک نے ان کی چٹکی لی کہ چچا جان! انھوں نے پوچھا۔ کیا بات ہے؟ اس نے کہا۔ کیا ابوجہل کو جانتے ہو؟ سنا ہے کہ وہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا ہے۔ میں نے اللہ سے عہد کیا ہے کہ اگر آج وہ مجھے ملے تو یا وہ نہیں یا میں نہیں۔

اس سوال و جواب پر ان کو تعجب ہوا۔ اتنے میں دوسرے نے دوسری طرف سے چٹکی لی اور یہی پوچھا۔ انھوں نے دیکھا کہ وہ پھر رہا ہے اور لشکر کی صفیں درست کر رہا ہے۔ انھوں نے دیکھا اور بتایا کہ دیکھو! وہ ہے ابوجہل۔

دونوں ایک دم دوڑ کر گئے۔ ایک نے ابوجہل کی ران پر تلوار ماری اور

ایک نے گھوڑے پر۔ گھوڑا بھی گرا اور ابوجہل بھی گرا۔ ابوجہل کا بیٹا[1] پاس میں کھڑا تھا اس نے ایک کے تلوار ماری جس سے کندھا کٹا اور کھال میں اٹکا رہ گیا۔ ان دونوں نے مل کر ابوجہل کو ایسا کر دیا کہ اٹھ نہ سکے سسکتا رہے۔ اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر کر دی۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہے کوئی جو ابوجہل کی خبر لائے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اٹھے۔ جا کر ابوجہل کا سر کاٹ کر نیزے پر لیکر آئے۔ اور لا کر سامنے ڈال دیا کہ حضرت! یہ ابوجہل کا سر ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "هٰذَا فِرْعَوْنُ اُمَّتِیْ" یہ میری امت کا فرعون ہے۔ گویا اتنے بڑے فرعون کو دو دو نو عمر لڑکوں نے نمٹا دیا۔

قوت کا مسئلہ

ہمارے اکابر یہ بھی نہیں دیکھتے تھے کہ ہماری تعداد زیادہ ہے یا ان کی تعداد۔ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ تھی، چند تلواریں تھیں، ایک دو گھوڑے ساتھ تھے کچھ اونٹوں پر سوار تھے، ہتھیاروں سے خالی۔ شناخت کیلئے ایک چھپر ڈالا گیا تھا کہ کسی کو کوئی بات حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنی ہو تو وہ اس چھپر میں آئے۔ حضورؐ اس میں تشریف فرما ہوئے۔ پہلے دو رکعت نماز پڑھی اور دعا کی کہ یا اللہ یہ ننگے پیر ہیں صحابہ مجاہدین کو سواری عطا فرما، یہ بھوکے ہیں ان کو کھانا عطا فرما۔ اور جو دعائیں کرنی تھیں وہ کیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا بس حضرت بس۔ دعاء قبول ہو گئی۔ اس وقت میں ان کے پاس سامان نہیں تھا خالی ہاتھ تھے، تلواریں کافروں کے ہاتھوں سے لیکر ان پر استعمال کرتے رہے۔ دشمن کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی۔ غزوۂ تبوک میں بھی مسلمانوں کی تعداد تیس ہزار تھی جب کہ دشمن ایک لاکھ تھے وہاں بھی تعلیم یہی دی تھی کہ کثرت کا اندیشہ مت کرو۔

[1] ان کا نام عکرمہ تھا، فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہو گئے تھے۔ ۱۲

گنگوہ کے مولوی ابوالنصر[1]

ارشاد فرمایا کہ گنگوہ میں ہندو چھڑی نکالا کرتے تھے۔ جامع مسجد بن گئی تو انھوں نے سوچا کہ جامع مسجد کے سامنے سے نکال کرلے جائیں۔ بڑے بوڑھوں نے منع کیا کہ ایسا مت کرو۔ مولوی ابوالنصر صاحب کو خبر ہوگئی تھی وہ آکر کے جامع مسجد کے سامنے کھڑے ہوگئے تھے۔ انھوں نے مولوی ابوالنصر کو دیکھ کر کہا کہ ارے اکیلا ہے اسکو تو ماریں گے۔ بوڑھوں نے کہا ارے اس کو اکیلا مت سمجھو۔ اول تو وہ اکیلا تم سب سے مار نہیں کھائیگا اور اگر تم نے کوشش کرکے اس کو گرا بھی دیا تو ابوالنصر ایسا شخص نہیں کہ اس کے گرنے اور پٹنے پر مسلمان خاموش بیٹھ جائیں بلکہ شام سے پہلے پہلے تمہاری عورتوں کے لہنگے بازار میں پڑے ہوئے پاویں گے۔ بس عافیت اسی میں ہے کہ اس راستے سے مت جاؤ۔ اس کے بعد فرمایا حضرت دام مجدہٗ نے کہ اب وہ وقت تو ہے نہیں۔

محمد شاہ تغلق کی اسلامی غیرت

محمد شاہ تغلق بادشاہ ہوئے وہ عالم تھے۔ اس کی لڑائی تلسی سے ہوئی۔ تلسی ہندو تھا۔ محمد شاہ تغلق کی فوج ہار گئی۔ میدان چھوڑ کر چلی گئی (یہ لڑائی دلی میں ہوئی) تغلق پر اس قدر شاق گذرا کہ اس نے فوجیوں کے منہ پر گھوڑوں کے توبرے بندھوا دیئے کہ بھاگ کیوں گئے۔ تغلق نے دوبارہ جنگ کی تیاری کی۔ جو کپڑے پہلی مرتبہ جنگ کے موقع پر پہنے ہوئے تھے وہی کپڑے دو برس تک پہنے رہے ان کو نہیں اتارا۔ تیاری کرتے کرتے دو برس گذر گئے۔ جب دوبارہ جنگ کی اس میں فتح ہوئی تب کپڑے بدلے۔ وہ غیرت مند تھے۔ آج کل تو لوگ مار کھاتے ہیں اور کپڑے جھاڑ کر کھڑے ہوجاتے ہیں جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

[1] ہدایہ کی چاروں جلدیں ان کو حفظ یاد تھیں علم میں ان کا یہ حال تھا

تلسی سے جب لڑائی ہوئی تھی تو اس کے پاس چالیس ہزار جنگی ہاتھی تھے۔ تغلق نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ لکڑیاں اکٹھی کرو اور ان لکڑیوں میں آگ لگا دو۔ ہاتھی آگ سے بہت ڈرتا ہے۔ بھاگتا ہے۔ پیچھے لشکر تھا۔ بس تغلق کا لشکر آگے بڑھتا گیا اور تلسی کے لشکر کو مارتا چلا گیا۔

پہلے تو ہندو بھی بہادری رکھتے تھے۔ مرہٹے پہلے بیوی بچوں کو قتل کرتے تھے پھر میدان میں آتے تھے کہ یہ ہم سے نہیں ہو سکتا کہ ہم قتل ہو جائیں اور ہمارا مال، بیوی بچے دشمن کے ہاتھ میں آ جائیں۔ لہٰذا پہلے اپنی بیوی بچوں کا صفایا کر دو۔ اس سے انکی بہادری معلوم ہوتی ہے۔ مسلمان ان سے بھی لڑتے تھے اور جیت جاتے تھے مگر مرہٹے جو کرتے تھے مسلمان ایسا نہ کرنے لگیں کہ بیوی بچوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دیں۔ اسلام میں اس کی اجازت نہیں ہے۔

نصرتِ خداوندی کی شرائط

غرض جب توکل ہو ہمت و جرأت ہو اور حدودِ شریعت کی پوری رعایت ہو۔ اور یہ رعایت چھوٹے بڑے سب ہی پر ہو تو اللہ کی نصرت آتی ہے۔ اسواسطے کہ حدودِ شریعت کی رعایت اور صفاتِ ایمانیہ ہی وہ چیزیں ہیں جن پر نصرت آتی ہے اور جب نصرتِ خداوندی ہوتی ہے تو کوئی تکلیف تکلیف نہیں محسوس ہوتی۔ یقین یہ ہو کہ بندوق کی گولی ہو توپ کے گولے ہوں بجلی کے کرنٹ ہوں یا کوئی اور چیز ہو۔ اگر خدا کا کرم شاملِ حال ہو تو یہ ایسا ہے جیسے پانی کی بوندیں پڑتی ہیں۔ ہر چیز میں تاثیر دینے والے اللہ ہیں۔ حق تعالیٰ جس چیز کی تاثیر کو جب چاہے سلب کر لے اور جس کے حق میں چاہے سلب کر لے۔

ابھی چند صفحات پہلے گذرا کہ ۱۸۵۷ء میں ہمارے اکابر نے انگریزوں کے خلاف شاملی کے میدان میں جہاد کیا تو نصرتِ خداوندی آئی اسواسطے کہ حدودِ شریعت

کی پوری رعایت ہمارے اکابر میں اس درجہ برتی کہ حضرت شیخ الہندؒ کی مالٹا کی طویل قید سے واپسی پر جب گاندھی کا تذکرہ آیا تو کسی نے کہا کہ اس کے اخلاق اچھے ہیں۔ تو حضرت شیخ الہند (مولانا محمود حسنؒ) نے حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کیطرف مخاطب ہو کر فرمایا "کیا کفر کے ساتھ بھی اچھے اخلاق جمع ہو سکتے ہیں" (یعنی عمل یا اخلاق تب ہی قابلِ اعتبار ہونگے جبکہ پہلے ایمان بھی موجود ہو)

مسلمان بادشاہوں کا علم و دینداری

محمد شاہ تغلق (جسکا ابھی ذکر ہوا ہے) کو ہدایہ کی چاروں جلدیں حفظ تھیں وہ بڑا عالم تھا (شرح میبذی کے مصنف اور قاضی شہاب الدین دولت آبادی بھی اسی زمانے میں تھے) یہ نہیں تھا کہ خالی لڑائی جھگڑے میں پڑے رہیں اور علم سے ناواقف رہیں۔

اس کے زمانہ میں دلی شہر میں ایک ہزار مدرسے تھے۔ باندی اور غلام تک حافظ اور عالم تھے۔

محمود غزنوی الجواہر المضیہ فی تراجم الحنفیہ میں فقہاء احناف میں محمود غزنوی کا شمار کیا ہے۔ مؤرخین نے جو رائے قائم کی اسکے متعلق وہ یہ ہے کہ وہ سکندرِ ثانی تھے۔

مسائل:۔ احمد شاہ ابدالی جب حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر ہندوستان آئے تو واپس کیوں گئے؟

جواب :۔ جو کام ان سے لینا تھا وہ لے لیا۔ اس کے بعد واپس چلے گئے۔ حکومت کرنے تھوڑا ہی آئے تھے۔ حکومت کرنے کے لئے نہ محمود غزنوی آئے نہ احمد شاہ ابدالی آئے نہ نادر شاہ آئے۔ اس وقت جو بدتمیزیاں پھیلتی جا رہی تھیں ان کو روکنے اور ان کو بند کرنے کیلئے آئے تھے۔

شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہت محنت کی۔ لوگوں کے دروازے پر جا کر زنجیریں کھٹکھٹا کر ان سے کہا مجھے اپنی آنکھوں سے خون بہتا نظر آ رہا ہے۔ باز آ جاؤ ناجائز حرکتوں سے۔ انھوں نے جواب میں کہا کہ ملاؤں کا تو کام ہی یہی ہے۔ اس کے بعد پھر ہوا جو ہوا، جمنا کا پل لاشوں سے بھر گیا تھا، پانی چلنا بند ہو گیا۔ قاضی حوض، جامع مسجد سب جگہ پر لاشیں ہی لاشیں تھیں۔

سالارِ لشکر کا دشمن سے سلوک

محمود غزنوی ہندوستان میں آئے۔ ایک ہندو بچے کو پکڑ لے گئے اس کی شاہانہ طریقہ پر تربیت کی، تاجپوشی کی۔ جب اس کے سر پر تاج رکھا تو وہ رو پڑا۔ اس سے پوچھا گیا یہ تو خوشی کا موقع ہے اس میں رونے کی کیا بات ہے؟ اس نے کہا میری ماں مجھے ڈرایا کرتی تھی کہ محمود آ گیا آج اگر وہ میری ماں زندہ ہوتی تو میں اس سے کہتا کہ محمود برا آدمی نہیں محمود بہت اچھا آدمی ہے۔ ایسے طریقے پر محمود نے میری تربیت کی کہ میرے ماں باپ نہیں کر سکتے تھے۔ اس بات پر مجھے افسوس ہوا جس پر میں رو یا۔

محمودؒ کی شجاعت

ایک سرنگ دریائے اٹک کے کنارے پر منتہی ہے۔ ایک مرتبہ اپنی مہم کو پورا کر کے فوج تو واپس بھیجدی چند سپاہی ساتھ رہ گئے۔ یہ خبر ہندوستان میں پھیل گئی تو سب راجہ اکٹھے ہو گئے کہ اس کے ساتھ کچھ رہا نہیں۔ اس کے پاس کوئی جگہ نہیں بھاگنے کی تین میل کی سرنگ تھی پہاڑ میں۔ اس سرنگ کے ذریعہ وہاں تک جانے کا ارادہ تھا۔ خیال یہ تھا کہ سرنگ کے دوسرے دہانے پر سب جمع ہو جائیں گے۔ جو جو آدمی آتا جائیگا اس کو قتل کرتے جائیں گے۔ ارادہ کیا سرنگ میں داخل ہونے کا۔ مگر ٹھٹھک گیا نہیں داخل ہوا۔ وہیں سے گھوڑے کو ایڑ لگائی، گھوڑا اچھل کر دریا میں گرا چونکہ اوپر سے گرا اس لئے پہلے زمین پر پہنچا اس کے بعد سر اوپر اٹھایا۔ یہ دیکھتے ہی سب سپاہیوں نے گھوڑا دریا میں ڈال دیا، دریا کو تیر کر گھوڑوں کے ذریعہ طے کیا وہ کہنے لگے محمود کو مار دیا، بھگا دیا۔ مار کے بھگا دیا۔ ایسے طریقہ پر نکلے کہ کسی سپاہی کی جان ضائع نہ ہوئی۔ بالکل عافیت کے ساتھ پار ہوئے۔ عجیب اتفاق ہے اسی جگہ سے حضرت سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے بھی پار کیا تھا۔

امیر کی اطاعت صرف معروف میں

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو بھیجا اور ان کو امیر بنایا

اس جماعت کا۔ وہاں پہنچ کر یہ کسی بات پر خفا ہو گئے، غصہ ہو گئے۔ کہا کیا میں امیر نہیں ہوں ؟ کہا ضرور ہیں۔ کہا کیا میری اطاعت واجب نہیں ہے ؟ کہا ضرور واجب ہے۔ کہا اچھا بھائی لکڑی اکٹھی کرو۔ لکڑیاں اکٹھی کردی گئیں۔ کہا ان میں آگ لگاؤ۔ ان میں آگ لگادی گئی۔ جب شعلے بلند ہوئے کہا اس میں داخل ہو جاؤ۔ کسی نے ارادہ کیا کہ ان کی بات ماننی چاہئے امیر ہیں۔ لہٰذا داخل ہونیکا ارادہ کیا۔ دوسرے نے اس کا ہاتھ پکڑلیا اور یہ کہا کہ آگ سے بچنے کے لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑا ہے یہاں بھی آگ سے پلے پڑے گی۔ نہیں داخل ہوئے۔ تھوڑی دیر میں ان کا غصہ بھی ٹھنڈا ہو گیا، آگ بھی ٹھنڈی ہو گئی پھر واپسی پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ اس اس طرح واقعہ پیش آیا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لا طاعۃ الا بالمعروف" اطاعت صرف معروف میں ہے غلط چیز میں اطاعت نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص اس آگ میں داخل ہو جاتا تو سیدھا جہنم میں جاتا۔

دین کی رعایت میں ایثار

ایک جگہ بادشاہ کی محفل میں ایک صاحب باہر سے مہمان آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ جس وقت مجلس سرود ہوتی ہے گانے بجانے کی محفل ہوتی ہے۔ ایک صاحب کو بیچ میں بیٹھایا جاتا ہے کوئی اس کو ادھر سے چپت مارتا ہے کوئی ادھر سے معلوم ہوا یہ صاحب (جنکو بیچ میں بیٹھا کر چپت مارے جاتے ہیں) بہت بڑے عالم ہیں۔ باہر سے آنے والے مسافر نے ان سے کہا، مولانا ! بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ نے چند پیسے کی خاطر دین کو بدنام کر رکھا ہے۔ ذلیل کر رکھا ہے۔ یہ کیا طریقہ ہے ؟

اس عالم کی آنکھوں میں یہ سنکر آنسو آگئے، اور کہا کہ اس نصیحت اور محبت

کا شکریہ۔ باقی بات یہ ہے کہ میں چند پیسوں کی خاطر یہ برداشت نہیں کرتا ہوں۔ بلکہ بادشاہ وقت کا آپ نے حال دیکھ ہی لیا کہ کتنا دین سے تعلق ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ جب کوئی مقدمہ بادشاہ کے یہاں پہنچتا ہے تو پہلے اس مقدمہ کو مجھے دکھلا کر اس کا شرعی حکم معلوم کر لیا جاتا ہے۔ جب میں بتاتا ہوں کہ حکم یہ ہے تو اسی کے مطابق فیصلہ کیا جاتا ہے۔ ایک محکمہ میں شریعت کا اتنا حکم جاری و نافذ ہے۔ میں اگر چلا گیا تو اتنا بھی بتانے والا کوئی باقی نہیں رہے گا۔ اسی وجہ سے یہ سب برداشت کرتا ہوں۔

دیکھئے کتنا بڑا ایثار تھا ان عالم صاحب کا کہ وہ پٹائی چھتائی برداشت کرتے تھے محض اس واسطے کہ شریعت کا حکم نافذ رہے۔

صفاتِ ایمانیہ سے ہی رعب دوسروں کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے

کفار کے قلب میں جب رعب پیدا ہو جاتا ہے تو پھر انکی کثرت کارآمد نہیں ہوتی اور رعب دشمن پر اس وقت پڑتا ہے جب دل میں خدا کا خوف ہو۔ اگر خدا کا خوف دل میں نہیں تو دشمن سے مرعوب ہو گا۔

سجستان کا علاقہ نصرانی بادشاہ کے قبضہ میں تھا مسلمانوں کو جزیہ دیا کرتا تھا۔ ایک وقت آیا کہ اس نے محصول دینا بند کر دیا۔ یہاں سے جماعت کی جماعت گھوڑ سواروں کی گئی مطالبہ کرنے کے لئے کہ محصول تو نے کیوں بند کر دیا۔ اس نے پہلا سوال یہ کیا کہ جو پہلے لوگ وصول کرنے آئے تھے وہ کہاں ہیں۔ پوچھا پہلے کون سے ان میں کیا بات تھی، ان کی کوئی علامت ہے؟ کہا کہ انکی آنکھیں اندر کو اتری ہوئی تھیں گال پچکے ہوئے تھے، لب خشک تھے، پیٹ پر پتھر بندھے ہوئے تھے وہ ایسے تھے۔ ان کا اثر یہ تھا کہ جب وہ میری حکومت

کے حدود میں داخل ہوتے تھے تو میرا دل کانپنے لگتا تھا اور آج وہ بات نہیں ہے۔ انھوں نے کہا وہ دنیا سے رخصت ہو لئے اب ہمارا نمبر ہے۔

نصرانی نے کہا میں انھیں کو دیا کرتا تھا، تمہیں نہیں دوں گا۔ تم میں حوصلہ ہو تو لڑکر کے لے لو۔ اور یہ بتاؤں کہ وہ کرتے کیا تھے۔

دن میں جنگل سے لکڑیاں کاٹ کاٹ کر اکٹھی کر کے لاتے تھے اور جن کے گھروں میں آگ جلانے کیلئے لکڑیاں نہیں تھیں ان کے گھروں میں پہنچاتے، جن کے گھروں میں پانی نہیں ان کے گھروں میں پانی پہنچا دیتے تھے۔ یہ مشغلہ تھا اور رات کو خدا کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے اور روتے تھے۔

خدا کی نصرت اٹھ جانیکی وجہ

س:۔ کیا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خدا کی مدد کافروں کیطرف ہو جائے۔ ایسا ہو سکتا ہے؟

ج:۔ بغیر خدا کی مدد کے تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔

س:۔ مدد کب کفار کے حق میں جا سکتی ہے؟

ج:۔ جب خدا کی مرضی ہو۔

س:۔ اس کا ظاہری سبب دنیا میں کیا ہوتا ہے؟

ج:۔ وہ ہم نہیں جانتے۔ تاتار کا واقعہ مشہور ہے کہ جب مسلمان بادشاہوں نے مظالم شروع کئے اور مظالم بہت ہو گئے تو تاتاریوں میں سے ایک بوڑھا شخص پہاڑ پر چڑھ گیا اور کانپتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ اے مسلماں کے خدا (اپنے خدا کو نہیں پکارا مسلمانوں کے خدا کو پکارا) اے مسلمانوں کے خدا! مسلمان تجھ کو عادل اور منصف کہتے ہیں۔ کیا یہی تیرا عدل و انصاف ہے جو کچھ ہو رہا ہے"؟

وہاں سے ایک آواز آئی کہ "تم حملہ کرو ہماری مدد تمہارے ساتھ ہے"۔

چنانچہ پھر حملہ ہوا (ان کافر تاتاریوں کیطرف سے) بہت برا حال ہوا۔ بیس لاکھ مسلمان اس علاقے میں تھے ان میں سے چودہ لاکھ قتل ہوئے۔ ایکسو پچاس سپاہی مسلمان اپنا ہتھیار ساتھ لے کر بھاگے جارہے ہیں جان بچانے کیلئے۔ ایک تاتاری نے کہا کہاں جاتے ہو۔ ٹھہر جاؤ۔ میرے پاس چھرا نہیں ہے۔ میں خیمہ میں سے چھرا لاؤں گا تب تمہیں ذبح کروں گا۔ سب کے پیر وہیں جم گئے، بھاگنے تک کی طاقت نہیں رہی۔ وہ گیا ہے اور اپنے خیمہ سے چھرا لیکر جلدی آگیا اور سب کو ایک طرف سے ذبح کرتا چلا گیا۔ صرف ایک شخص بچا اُن میں سے۔

ایک مکان میں ڈیڑھ سو آدمی چھپے ہوئے تھے مسلمان۔ پناہ گزین ہونیکی حیثیت سے (تاتاری کافروں میں سے) ایک عورت آئی ہے وہ انکو اس طرح سے کاٹ دیتی ہے جسطرح گاجر اور مولی کو کاٹ دیتے ہیں۔

یہ سب بغیر خدائی مدد کے تھوڑا ہی ہے (کافر ہونے کے باوجود انکی طرف خدا کی مدد گئی) اس کے بعد اس بوڑھے شخص نے اپنی قوم کو جمع کیا اور کہا کہ بھئی دیکھو ہم نے اپنے خدا کو نہیں پکارا تھا مسلمانوں کے خدا کو پکارا تھا۔ اس کی طرف سے مدد ہوئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا خدا سچا ہے۔ مسلمان خود ہی غلط طریقے پر چل رہے تھے لہٰذا ہمیں سب کو مسلمان ہوجانا چاہیئے۔ چنانچہ (بات سبکی سمجھ میں آ گئی اور) سارے کے سارے مسلمان ہوگئے۔

اس حد تک مسلمان قتل ہوئے ہیں کہ ایک مدت تک چیل اور گدھ بغداد شریف پر اڑتے رہے لاشوں کو کھانے کیلئے۔ کوئی ان کو دفن کرنیوالا نہیں تھا۔ ان واقعات کی تفصیل معلوم کرنا چاہیں تو تاریخ الکامل (لابن اثیر) دیکھ لیں۔ اس میں تاریخ وار واقعات درج ہیں۔ فلاں تاریخ میں یہ ہوا یہ ہوا۔

ہمارا حال

اب جب یہ چیزیں نہیں رہیں تو نصرت بھی کیسے آئے؟
حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب حضرت شیخ الہندؒ مالٹا سے تشریف لائے اور مولانا خلیل احمد صاحبؒ گرفتار ہو کر نینی تال سے تشریف لائے تو حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا کہ ہم سے غلطی ہوئی۔ ہم نے مسلمان کی قیمت غلط تجویز کی (ابھی ان کے اندر اتنی قوت نہیں) بس آج تو اس کا موقع ہے کہ مسلمانوں کے دروازے پر جاکر انکی زنجیر کھٹکھٹا کر ان کو کہا جائے کہ کلمہ سناؤ، نماز پڑھو۔ انھیں کلمہ نہیں آتا، نماز نہیں آتی۔ کیا جہاد کریں گے؟

مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے فرمایا کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ پنچائتیں بنا بنا کر محلہ در محلہ نماز کی تاکید کی جائے۔ تب جاکر کام بنے گا۔ ہماری حالت کیا ہے؟

ایک جگہ انگریزی فوج کے ساتھ مقابلہ تھا۔ انگریز کو فتح نہیں ہوتی تھی۔ پھر ان کو فتح اس طرح ہوئی کہ جس میدان میں جنگ ہونیوالی تھی اس میدان میں رات کو انگریزوں نے اشرفیاں (روپئے) پھیلادیں۔ سامنے پہاڑی تھی۔ اس پر خود رہے۔ مجاہدین پہاڑی کے نیچے میدان میں آئے اور اشرفیاں دیکھ کر ان کو جمع کرنے کے لئے ان پر جھک گئے۔ انگریزی فوج نے جو پہاڑی پر تھی وہاں سے گولہ باری کی۔ اس طرح سے ان کو فتح ہوئی ورنہ فتح نہ ہوتی تھی۔

ان لوگوں کے جہاد کا یہ حال تھا کہ ایک سپاہی کا پاجامہ کسی کے ہاتھ آیا بس وہ اسی کو مالِ غنیمت سمجھ کر لے کر بھاگ گیا۔

اللہ کی رحمت ہر وقت متوجہ ہے کوئی تلاش تو کرے

اخلاقِ محسنی میں واقعہ لکھا ہے کہ ایک پیغمبر کے زمانے میں بارش رک گئی۔ بند ہوگئی۔ وہ اپنی جماعت کو لیکر جنگل گئے، وہاں نمازیں پڑھیں دعائیں کیں

بارش نہیں ہوئی۔ چالیس روز دعا کرتے گذر گئے بارش نہیں ہوئی۔ تب انھوں نے عرض کیا: اے بار الٰہا! چالیس روز گذر گئے تیرے سے دعا کرتے ہوئے بارش نہیں ہوتی۔ کیا بات ہے؟ جواب ملا۔ چالیس برس بھی اگر روتے رہوگے تو بھی دعا قبول نہیں ہوگی۔ پوچھا کیوں؟ بتایا گیا کہ تمہاری جماعت میں ایک شخص ہے جس کی عادت چغلخوری کی ہے۔ جب دعا اوپر کو چلتی ہے تو اس کی بدبختی راستہ روک کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ اسواسطے بارش نہیں ہوتی۔

عرض کیا: وہ کون ہے بتا دیجئے تاکہ ہم اس کو اپنی جماعت سے ہٹا دیں۔

جواب ملا: ہم چغلی کو ناپسند کرتے ہیں تو کیا ہم اپنے بندے کی چغلی کھائیں۔

انھوں نے اعلان کر دیا کہ بھئی جو چغلخور ہے وہ جماعت سے باہر ہو جائے لیکن کوئی نہیں اٹھا۔ پھر کہا اگر کوئی نہیں اٹھتا تو ہم ایک ایک کا ہاتھ پکڑ کر اٹھائیں گے۔ جس کسی کے اٹھانے سے بارش ہو جائے گی ہم سمجھ لیں گے کہ یہ تھا وہ۔ اب اس شخص کے دل کے اندر ندامت پیدا ہوئی آنکھوں سے دو چار آنسو بھی نکلے، اور توبہ کی دل دل میں۔ بادل آیا اور بارش ہوگئی۔ اب وہ اللہ تعالیٰ سے پوچھتے ہیں کہ اے اللہ اب تو بتا دے کہ بارش کیسے ہوئی اے اللہ ابھی تو جماعت سے کوئی اٹھا بھی نہیں۔ وہ کون خوش نصیب ہے کہ اس کی وجہ سے بارش ہوگئی؟ جواب ملا کہ ہمارے بندے نے ہم سے صلح کر لی، پہلے لڑائی کر رکھی تھی اب صلح کر لی۔

اس نے دل دل میں اللہ سے توبہ کی۔ آنسو نکلے وعدہ کیا آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔ پوچھا اچھا یہ بتاؤ کہ کون تھا وہ؟ جواب ملا کہ واہ! جب ہم سے اس نے لڑائی کر رکھی تھی اس وقت تو اس کی ہم نے چغلی نہیں کی تو کیا اب صلح کرنے کے بعد اس کی چغلی کریں۔

ایک دفعہ بارش رک گئی۔ ایک مولوی صاحب کے پاس لوگ گئے کہ بارش نہیں

ہوتی۔ انھوں نے ایک فقیر کو بتایا کہ اس سے کہو۔ اس سے کہا تو وہ بولا کہ میری تو اس سے لڑائی ہو رہی ہے۔ آکے یہ مولوی صاحب کو جواب بتادیا۔ انھوں نے کہا اسکو مارو۔ اس کو مارا پیٹا، گارے میں دھنسادیا۔ وہ گارے میں سے نکلا، اپنی لنگی دھوتی دھوکر دھوپ میں ڈالی تو بارش ہونا شروع ہو گئی۔ کہا دیکھو میں نے نہیں کہا تھا میری لنگی نہیں سوکھنے دیگا۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا واقعہ تو خود صحاح میں موجود ہے کہ جمعہ کا دن تھا آپ خطبہ میں تھے۔ کسی نے آکر کہا کہ بارش نہیں ہوتی۔ آدمی اور جانور پیاسے مرنے لگے۔ آپ نے دعا کی۔ دعائیہ الفاظ ادا فرمائے جب ہی بارش شروع ہو گئی، ہفتہ بھر تک ہوتی رہی۔ ہفتہ گذرنے پر اگلے دفعہ وہی شخص یا کوئی اور آیا اور اس نے کہا کہ مکان گر گئے رستے بند ہو گئے بارش بہت ہو گئی تو حضورؐ نے فرمایا یا اللہ بارش یہاں سے منتقل فرمادے جہاں ضرورت ہو وہاں برسادے۔ بس بارش بند ہو گئی۔

خدا کی رحمت تلاش کی جائے

انابت الی اللہ کی سخت ضرورت ہے۔ نیز لوگوں کے جو حقوق اپنے ذمہ ہیں وہ ادا کئے جائیں، نیز خدائے تعالےٰ کے جو حقوق اپنے ذمہ ہیں نماز چھوڑ رکھی ہیں، روزے چھوڑ رکھے ہیں، زکوٰۃ چھوڑ رکھی ہے۔ ان کو ادا کیا جائے ایک دوسرے کے ساتھ محبت ہو، آپس کا بغض و عناد ختم کیا جائے۔

گاندھی جی کو جس رات گولی لگی ہے۔ اس رات مسلمان سخت پریشان تھا سمجھتا تھا کہ اب دیکھئے ہندو حملہ کردے گا قتل مسلمان کے سر رکھا جائیگا۔ رات میں دعا کی خدا کے سامنے روئے۔ صبح کو جو جلوس نکلا ہے اس کا نعرہ تھا باپو کا قاتل کون۔ فرقہ پرست ہندو۔ مسلمان کیطرف دھیان

گیا ہی نہیں، ادھر سے خیال ہٹ گیا۔ اور جس وقت گاندھی جی کو گولی لگی اس وقت سب سے پہلے مولانا ابوالکلام آزاد کو مولانا مدنیؒ کی فکر تھی کہ کہیں ان کے بدلہ میں ان کے اوپر حملہ نہ ہو۔ اللہ نے محفوظ رکھا۔

سچی پکی توبہ اور ابومحجن ثقفی کا واقعہ

ابومحجن ثقفی کا واقعہ ہے کہ انھوں نے شراب پی۔ شراب پینے کے بعد آکر امیر المؤمنین سے اقرار کیا۔ آکر اطلاع دی کہ میں نے شراب پی ہے۔ انھوں نے سزا دی کوڑے لگائے۔ جب کوڑے کھا کر چلے گئے کچھ دنوں بعد ان کوڑوں کا اثر جب بدن پر نہیں رہا تو پھر پی لی۔ آکر اطلاع کی کہ میں نے شراب پی لی۔ پھر کوڑے لگے۔ جب کئی بار ایسا ہوا تو انھوں نے ان کو پکڑ کر باندھ لیا۔ یہ موقع پاکر نکل کر بھاگ گئے جہاں جہاد ہو رہا تھا وہاں چلے گئے۔ وہاں جہاد میں شرکت کے لئے گئے۔ حضرت عمرؓ نے سپہ سالار کو اطلاع کی کہ فلاں شخص آگیا ہے اس کو پکڑ کر باندھ دو۔ انھوں نے باندھ دیا۔ ایک روز جنگ کا معرکہ زوروں پر تھا، ان کی بھی طبیعت میں جذبہ اٹھا انھوں نے سپہ سالار کی اہلیہ سے کہا کہ مجھے کھول دو میں جہاد میں جاتا ہوں۔ اگر میں زندہ بچ گیا تو خود ہی واپس آؤں گا اور اگر مر گیا تو تم میرے بدن کی حفاظت سے بھی چھوٹ جاؤگی۔ چنانچہ انھوں نے کھول دیا تو ان ہی کا گھوڑا لیکر اس پر سوار ہو کر گئے اور جاکر میدان میں بہت کام کیا اور جہاں سے وہ نگرانی کر رہے تھے انھوں نے دیکھ کر سوچا گھوڑا تو میرا ہے اور آدمی فلاں شخص معلوم ہوتا ہے مگر وہ بندھا رہا ہے کیسے آگیا، کیا ہو گیا؟ بہر حال انھوں نے بہت زور سے کام کیا اور اس کام میں کامیابی ہوئی۔ جب معرکۂ جنگ ختم ہوا تو پھر چپکے سے آکر جلدی جاکر بندھ گئے۔ جب اپنے مکان پر وہ سپہ سالار آئے ہیں تو انھوں

نے اپنی بیوی سے تذکرہ کیا کہ اس اس طرح میں نے دیکھا۔ اس نے کہا میں نے کھول دیا تھا اب واپس آکر بندھ گیا۔ انھوں نے کھول دیا اور کہا کہ اب آئندہ ہم تم کو کوڑے نہیں لگائیں گے۔ وہ روئے اور انھوں نے کہا کہ اب میں بھی آج کے بعد نہیں پیوں گا۔ میں اس طرح پیتا تھا کہ میں نے پی اور حد لگی، گناہ یہیں دھل گیا جھڑ گیا۔ اب جب حد نہیں لگی تو گناہ میرے ساتھ ہی رہا جھڑا نہیں اس کیلئے تو میں تیار نہیں۔

۱۹۴۷ء سے پہلے کچھ روز کیلئے کانگریس کو حکومت ملی تھی عبوری دور تھا وہ۔ مسلم لیگ کو اس سے سخت اختلاف تھا۔ اس وقت میں طرح طرح کی چیزیں اٹھاتے تھے۔ تحریک اٹھی مدح صحابہؓ کی۔ اور بڑی جماعت احرار کی اس تحریک کے موافق تھی۔ احرار کے صدر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانویؒ تھے وہ بھی وہاں گئے ادھر سے پنتھ جی بھی گئے۔ پنتھ نے مولانا حبیب الرحمٰن صاحب سے پوچھا کہ اس حالت میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟

کہا اچھا اگر آپ میری جگہ ہوتے تو کیا کرتے؟ کہا ہٹو مجھے آنے دو میں آپکی جگہ آؤں گا اور کرکے بتلاؤں گا۔

پنتھ نے کہا اگر میں نے مدح صحابہ کو قانوناً بند کر دیا تو آپ کیا کریں گے

کہا کرنا کیا؟ چالیس پچاس ہزار کی جماعت لیکر قانون شکنی کرکے جیل میں چلا جاؤں گا۔ کچھ لوگ نماز پڑھکر جنت میں جاتے ہیں، کچھ لوگ روزے رکھکر جنت میں جاتے ہیں، کچھ لوگ زکوٰۃ دیکر جنت میں جاتے ہیں۔ میرے ساتھ ایسے آدمی ہیں جو نہ نماز پڑھیں نہ روزے رکھیں نہ زکوٰۃ دیں۔ جانا تو انھیں بھی ضروری ہے وہ اس راستہ سے جائیں گے۔

غلام اور باندی بنانے میں حکمت

سائل :- اگر کہیں پر جنگ ہو گئی اسلام اور کفر کے درمیان اور کفار پر غلبہ پالیا گیا تو شریعت کی جو یہ اجازت ہے کہ اب ان کو غلام اور باندی بنایا جاتا ہے یعنی انکی آزادی کو سلب کیا جاتا ہے اس میں کیا حکمت ہے ؟

حضرت :- یہ ان سے پوچھ کر دیکھو جن کو غلام بنایا گیا تھا کہ وہ غلام رہنا پسند کرتے ہیں یا آزاد رہنا (کیونکہ وہ ظاہراً تو انکی غلامی تھی حقیقت میں ان کے لئے خیر خواہی تھی اسی لئے وہ آزاد ہونے کو پسند نہیں کرتے تھے)

حضرت ابن عباسؓ نے اپنے غلام حضرت عکرمہ کے پیروں میں زنجیر ڈال دی تھی محض پڑھنے کی خاطر۔ چنانچہ وہ بہت بڑے عالم ہوئے۔ مشہور قراء سبعہ ایک کے علاوہ سب آزاد شدہ غلام تھے، بڑے بڑے علوم وفنون کے امام یہی لوگ تھے۔

آپ سوچئے کہ جہاد میں مثلاً ایک ہزار آدمی گرفتار کر کے لائے گئے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے۔

ایک صورت یہ ہے کہ از اسب کو قتل کر دیا جائے۔ خداوند تعالیٰ کی اتنی بڑی مخلوق کو قتل کر دیا جائے؟ اس نے ان کے اندر کتنی صلاحیتیں رکھی ہوں

گی گویا ان سب کو ضائع کر دیا جائے۔ نیز انکی اصلاح کے راستے بھی مسدود ہوں
گے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ انکو قید میں ڈال دیا جائے تو جتنی انکی صلاحیتیں ہیں۔
سب محبوس ہو کر رہ جائیں گی۔ ان کے کھانے پینے کا بار بلا وجہ بیت المال اور حکومت
پر پڑیگا۔ اس طرح سے بلا وجہ خرچہ ہوگا۔ جیل میں وہ بیکار رہیں گے کوئی کام
ان سے نہیں لیا جائیگا تو پڑے ہوئے سڑیں گے کسی کام کے نہیں رہینگے
اس طرح ان کی تمام صلاحیتیں تباہ ہو جائیں گی۔

ایک صورت یہ ہے کہ ان کو رہا کیا جائے جیسے وہ آئے تھے مقابلہ کے لئے
ویسے ہی چھوڑ دیئے جائیں اس لئے کہ پھر وہ تیاری کر سکیں اور حملہ آور ہوں
اس سے بڑی کیا غلطی ہو سکتی ہے؟

اور ایک صورت یہ ہے جو اسلام نے بتلائی کہ غلام بنا کر ان کو غازیوں
میں تقسیم کر دیا جائے۔ کچھ غلام ایک کو کچھ دوسرے کو کچھ تیسرے کو اسی طرح
سب کو دیدیئے جائیں۔ یہ مالک ان سے حسن سلوک کرتا ہے جیسا خود کھاتا ہے
انکو کھلاتا ہے، جیسا خود پہنتا ہے انکو پہناتا ہے حتیٰ کہ راستہ چلتے ہوئے اپنا
قدم غلام کے قدم سے آگے نہیں بڑھاتا۔

پھر وہ دیکھتا ہے کہ ان غلاموں میں سے ایک غلام کے اندر کھیتی کرنے کی
صلاحیت موجود ہے اپنی کھیتی اس کے سپرد کر دیتا ہے۔ دوسرے غلام میں صلاحیت
باغ کو درست کرنے کی دیکھی تو اپنا باغ اس کو سپرد کر دیتا ہے۔ ایک غلام
میں صلاحیت ہے جانوروں کو سنبھالنے کی گائے بیل کو درست کرنے کی وہ
اس کو سپرد کر دیتا ہے۔ غرض یہ کام ان کے سپرد کر دیئے وہ کرتے رہیں کھاتے
رہیں کماتے رہیں مزے کرتے رہیں ان کے لئے مستقل طور پر نان نفقہ کی حاجت
نہیں خود کمانے والے ہیں کما کر کھائیں گے اور یہ ان کے سپرد کام کر کے اپنے

واقعات کو خدا کی عبادت کیلئے فارغ کرتے ہیں۔ چنانچہ ایسے واقعات موجود تھیا کہ جن کو غلام بناکر تقسیم کیا گیا تھا جب انکو آزاد کیا جاتا تو وہ روتے تھے کہ جو راحت ہمیں ان کے یہاں غلامی کی حالت میں میسر تھی وہ اب ہمیں میسر نہیں۔

پھر یہ بھی ہے کہ مالک ان غلاموں کی تعلیم کا تربیت کا انتظام کرتے تھے چنانچہ وہ بڑے بڑے عالم ہوئے۔

نیز اسطرح سے ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ وہ اپنے آقا کے اخلاق اور برتاؤ کو دیکھیں گے کہ کس قدر ھمارے اوپر شفیق ہیں حسن سلوک کرتے ہیں۔ یہ انکی شفقت اور مہربانی کو دیکھتے ہیں اس طرح سے ان کو اسلام کی دعوت بھی ملے گی۔ اور اسلام قبول کرنیکی راہیں ان کے لئے کھلی رہیں گی۔ پھر اس آقا کو شریعت نے حکم دیا ہے کہ قسم کھاکر اگر قسم ٹوٹ گئی تو اس کے کفارے میں غلام کو آزاد کرو، ظہار کرلیا تو غلام آزاد کرو، اگر رمضان کا روزہ رکھکر توڑ دیا تو غلام آزاد کرو۔ چنانچہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں تک کی تعداد میں ایک ایک شخص غلاموں کو آزاد کرتا تھا بلکہ دوسروں سے غلام خرید کر ان کو آزاد کردیا گیا۔ اب آپ خود ہی بتائیے کہ وہ لوگ جو آپ کے مقابلے پر قتل وقتال کیلئے آئے تھے جب ان پر قابو پالیا جائے تو کیا کیا جائے۔ کیا چھوڑ دیا جائے کہ جیسے آئے تھے ویسے ہی چلے جائیں تاکہ پھر حملہ کی تیاری کرسکیں یا قتل کردیا جائے یا قید میں ڈالدیا جائے۔ ان سب کے بالمقابل یہ صورت جو اسلام نے بتائی گیا اس سے بہتر کوئی صورت ہوسکتی ہے اگر ہو تو بتادی جائے۔

بہر حال یہ خیر ہی خیر ہے لیکن چونکہ آپ کو اس سے واسطہ نہیں پڑا لہٰذا اس خیر کا دماغ کے اندر آنا ذرا آسان نہیں۔

ماحول کے اثرات

ارشاد:۔ شاملی میں زاہد ایک صاحب تھے۔ میں ان کے پاس موجود تھا۔ انکی ایک

چھوٹی بچی تھی وہ بھی آئی۔ انھوں نے کہا کہ اس بچی کا پانی سب سے تیز ہے۔ میں نے پوچھا کیوں کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ یہ شرارت کر رہی تھی۔ اس کی والدہ نے کہا کہ تو بہت شرارت کرنے لگی تجھے آج کھانا نہیں دوں گی۔ اس نے کہا: اچھا۔ گھر میں کوئی کھا بھی سکے؟ چھوٹی بہن سے کہا۔ لاؤ نا چاقو میں امی کا پیٹ چاک کر دوں۔ یہ کہتی ہے میں کھانا نہیں دوں گی۔ یہ تھا اس کا پانی تیز۔

میں نے کہا:۔ کیا یہ ۱۹۴۷ء کی پیدائش ہے؟

اس نے کہا:۔ جی ہاں اسی سن کی پیدائش ہے۔

سائل:۔ کیا ماحول کا اثر بچوں کی پیدائش میں بھی اثر کرجاتا ہے؟

حضرت:۔ جی ہاں ضرور کرتا ہے۔ ماحول کا اثر ہوتا ہی ہے۔

سائل:۔ ۱۸۵۷ء کے جہاد میں کیا مسلمان استعمال ہوا تھا؟

جواب:۔ اس جہاد میں بندوق بھی استعمال ہوئی تھی۔ رنجیت سنگھ یک چشم تھا اس نے اپنا فوٹو اتروایا اس طرح کہ بندوق لیکر شکار پر ایک آنکھ بند کر کے نشانہ لگا رہا ہے تاکہ فوٹو پر جو تصویر آئے تو دیکھنے والا یہ سمجھے کہ شکار کی وجہ سے ایک آنکھ بند کر رکھی ہے۔ تقدیر الٰہی کہ جب فوٹو لینے کا وقت آیا تو ایک مکھی اس آنکھ پر آگئی جو کھلی ہوئی تھی۔ وہ اس سے بند ہوگئی اب جو فوٹو آیا تو دونوں آنکھیں غائب ہیں۔

اختلاف کے باوجود اتفاق

سائل:۔ ہر جماعت اور تنظیم مستقل طریقہ رکھتی ہے اتفاق کن شرائط کے تحت کیا جاسکتا ہے؟

حضرت:۔ ایک شخص مسجد جاتا ہے نماز پڑھنے کیلئے، راستے میں ایک سانپ ہے سانپ نے راستہ روک رکھا ہے۔ ایک ہندو مندر میں جاتا ہے سانپ اس

کو بھی نہیں جانے دیتا۔ ایک روز اس ہندو نے اس سانپ سے لڑنا شروع کیا اور مسلمان بھی وہاں آیا تو وہ کیا کرے گا؟ کیا وہ اس کے سامنے شرطیں رکھنے لگے گا کہ یہ یہ میری شرطیں ہیں حالانکہ دونوں کی تنظیم الگ الگ لیکن ایک بات میں دونوں مشترک ہیں یعنی سانپ کے مارنے میں۔ ایک کی تنظیم کچھ اور ہے اور دوسرے کی تنظیم کچھ اور ہے لیکن اس معاملے میں دونوں مشترک ہیں اگرچہ ان میں آپس میں بھی لڑائی ہو سکتی ہے۔

ہڑتال کی حیثیت

مولانا حسین احمد مدنیؒ کو گرفتار کر کے کراچی جیل میں رکھا گیا اور لباس جانگیہ دیا گیا کہ گھٹنے کھلے ہوئے رہیں۔ انھوں نے اولاً تو درخواست دی کہ ہمیں کمبل دیدیا جائے تاکہ ہماری نماز درست ہو سکے لیکن منظور نہیں ہوئی۔ کہا اچھا میں کھانا نہیں کھاؤں گا یہانتک کہ انھوں نے بات منظور کر لی کمبل دیدیا۔

مکہ مکرمہ کے قیام میں سب سے پہلے خطبہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دیا۔ مشرکین مخالف تھے ہی انھوں نے مارنا شروع کیا بہت مارا یہانتک کہ بیہوش ہو کر گر گئے۔ جب ان کو ہوش آیا ان سے کہا گیا کھانا کھالو۔ پوچھا کہ حضورؐ نے کھایا کہ نہیں؟ حضورؐ کا کیا حال ہے؟ میں کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نہیں کھائیں گے۔ ایک نوع کی بھوک ہڑتال یہ بھی تھی لیکن بعض حضرات نے اس کو منع فرمایا اور کہا یہ خودکشی ہے۔

سمجھانے میں نرمی کی ضرورت

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار پر دوسرے لوگ قبضہ کرنا چاہتے تھے، بلکہ قبضہ کر لیا تھا۔ اس وقت مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ اور مولانا ابوالوفا صاحبؒ گاندھی کو لیکر آئے وہاں محفل سماع کرائی تھی۔

اس کو دکھلایا تو گاندھی نے قبضہ ہٹا کر ان کو جگہ دی۔ یہ لوگ اس کو منع کرتے تھے لیکن یہاں شریک ہوئے مسلمانوں کی ملکیت بچانے کیلئے۔

شاہ عبدالعزیزؒ لکھتے ہیں اپنے فتاویٰ میں کہ اس فقیر کے مکان پر سال میں دو مرتبہ جماعت آتی ہے، اکٹھی ہوتی ہے۔ ایک بارہ ربیع الاول کو اور ایک دس محرم کو۔ دس محرم کو جماعت آتی ہے ان کے سامنے حضرت حسین کے حالات و واقعات اور ان کی مظلومیت کو بیان کیا جاتا ہے۔ بارہ ربیع الاول کو ولادت طیبہ کے حالات کو بیان کیا جاتا ہے۔ اور آنیوالوں کو ماحضر کھلا دیا جاتا ہے۔

جب مقابلہ کفر و اسلام کا ہو تو اسلام کو بچانیکی خاطر بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ سختی کا یہ موقعہ نہیں۔

حدیث شریف کا مفہوم

سائل :۔ نسائی اور مسند احمد بن حنبل میں غزوۃ الہند کی فضیلت آئی ہے اس کا محمل کیا ہے؟

جواب :۔ وہ تو بخاری میں بھی ہے۔ مقصود اس سے مخصوص طور پر ہندوستان نہیں بلکہ جمیع عجم ہے، کسی بھی شہر اور ملک کے ساتھ مخصوص اور مقید نہیں ہے۔ وہ تو سارے عالم کیلئے ہے۔

سوال :۔ تو کیا پورے عالم کی نیت کرنی چاہئے؟

جواب :۔ نیت کرنے میں کیا اشکال ہے۔

آپسی ٹکراؤ میں انتقام یا معافی

ایک صحابی کا ہاتھ کٹ گیا۔ جس نے ہاتھ کاٹا تھا وہ ایمان لے آیا۔ اس صحابی نے جس کا ہاتھ کٹا تھا حضور صلے اللہ علیہ وسلم

سے شکایت کی کہ حضور اس نے میرا ہاتھ کاٹا۔ کیا میں اس کا ہاتھ کاٹوں؟ تو فرمایا اگر تم اس کا ہاتھ کاٹو تو جس جگہ پر وہ تھا اس جگہ پر تم ہو جاؤ گے۔ ہاتھ کاٹ دیا صحیح ہے اب جب مسلمان ہو گیا تو اب اس سے انتقام لینے کی کیا ضرورت ہے۔ معاف کرنا بہتر ہے اگرچہ آدمی مظلوم ہو۔

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝ اور اگر بدلہ لو تو بدلہ اسی قدر جس قدر کہ تم کو تکلیف پہنچائی جائے اور اگر صبر کرو تو یہ بہتر ہے صبر کرنے والوں کو۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

ایمان لانے سے اپنی حالت بدل دی۔ الاسلام یھدم ما کان قبلہا؛ اگرچہ حکم تو یہی ہے کہ کسی نے کسی کا ہاتھ کاٹ دیا تو بدلہ لینا جائز ہے۔

اشکال:۔ صبر کرتے رہیں تو بظاہر ظالم غالب ہو گا؟

جواب:۔ یہ کس نے کہا کہ ظالم کا غلبہ ہو گا۔ ظالم کو غلبہ دینے کو کس نے کہا ہے؟ معاف کرنے سے ان کا غلبہ ہو جائے گا۔ یہ حدیث غلط ہے۔ ایسا نہیں ہے۔ معاف کرنے سے ان کا غلبہ نہیں ہے، معاف کرنے سے ان کے دل پر ایسی چوٹ لگے گی کہ انتقام لینے سے ایسی چوٹ نہیں لگے گی، ان کا منہ نہیں رہے گا مقابلہ کرنے کے لئے جب کہ ادھر سے معافی ہو گی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل کیا تھا؟

فاتحانہ مکہ آئے سر جھکائے چشم نم
امن کا اعلان کیا نادم ہوئے اہل وطن
ہند ، ابو سفیان، وحشی کر دیا سب کو معاف
تھک چکے تھے دشمنی کرتے ہوئے جو مرد و زن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مفتی اعظم ہند کی بعض اہم و مقبول

تالیفات

فتاوی محمودیہ پندرہ جلدوں میں جنمیں ۱۶ سویں زیر طبع موجودہ

وقت کے اہم اور ضروری فتاوی مختلف ابواب میں مفصل و مدلل بیان کئے گئے ہیں۔

مواعظ فقیہ الامت جن میں ماہ رمضان المبارک میں ۸ قسطوں میں

اعتکاف کے دوران، اسی طرح مختلف مواقع پر مختلف مقامات پر کئے گئے تمام مواعظ کو جمع کیا گیا ہے۔

ملفوظات فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم کے ۸ قسطوں میں نواں زیر طبع

مختلف اہم مفید مضامین پر مشتمل ملفوظات جو بے شمار قیمتی معلومات کا بے بہا خزانہ ہے جنکے دیکھنے سے حضرت اقدس کی مجلس مبارک کا لطف کسی درجہ حاصل ہوتا ہے۔

اسباب مصائب اور انکا علاج اس رسالہ میں

قرآن وحدیث کی روشنی میں مسلمانوں کی پریشانیوں کے اسباب اور انکا علاج بیان کیا گیا ہے۔

رفع یدین اور قرارت فاتحہ خلف الامام

ایک غیر مقلد عالم کے جواب کا جائزہ نہایت بسط و تفصیل کے ساتھ قرآن و حدیث کی روشنی میں لیا گیا ہے۔ کتابت طباعت نہایت اعلی، کاغذ عمدہ صفحات ۵۶

حقیقت حج حج کے باطنی فوائد و ثمرات کے موضوع پر نہایت

قیمتی مضامین پر مشتمل رسالہ ہے۔

معمولات یومیہ مع شجرۂ محمودیہ معمولات یومیہ کو

مرتب کرکے تقریبا ہر معمول سے متعلق حدیث شریف

وصفِ شیخ اس کتاب میں حضرت اقدس رعب العالم شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات اور اوصاف عالیہ اور دینی خدمات اور حبِ رسالتمآب کا تذکرہ عجیب جذبہ و شوق اور وارفتگی کے انداز میں فارسی اشعار میں کیا گیا ہے۔ دیگر اکابرین و اولیائے امت، سلاسل اربعہ کے بزرگوں کا بھی تفصیلی تذکرہ ہے۔ فرق باطلہ کا رد بھی ہے اور ترجمہ تشریح و توضیح کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔

حدود اختلاف اپنے موضوع پر منفرد شان کی حامل ہے۔

مسلکِ علمائے دیوبند اور حبِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم

ذکر کی گئی ہے۔ احباب کے اصرار پر شجرۂ محمودیہ (منظوم)، اردو، فارسی، عربی کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔ کتابت طباعت اعلیٰ، کاغذ عمدہ

کلامِ محمود حضرت اقدس مفتی صاحب زید مجدہم کے مختلف اشعار و قصائد کو یکجا کرکے شائع کیا گیا ہے۔ کتابت طباعت اعلیٰ، کاغذ عمدہ صفحات۔

آسان فرائض اردو داں حضرات کیلئے سہل و عام فہم رسالہ ہے جس میں علم فرائض کے کثیر الوقوع مسائل و قواعد کو بیان کیا گیا ہے تاکہ اردو داں حضرات وراثت سے متعلق روزمرہ پیش آنیوالے مسائل کو خود حل کرسکیں اور جہاں اشکال ہو اس کو علماء سے رجوع کرلیں۔

ملنے کے پتے

- دار الاشاعت محمودیہ، محمود نگر، چتور روڈ، واڈی، آندھرا پردیش
- مکتبہ محمودیہ میرٹھ شہر یوپی
- مکتبہ محمودیہ مدرسہ تعلیم الاسلام پیلکھڑہ۔ غازی آباد
- مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات
- مکتبہ نعمانیہ دیوبند یوپی
- مکتبہ دار العلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کشمیر
- کتب خانہ یحیویہ سہارنپور یوپی
- چھتہ مسجد دیوبند (یوپی)

قسط عاشر ۱۰

ملفوظات فقیہ الامت

یعنی

ارشادات حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم ہند

مرتب

مسعود احمد قاسمی غفرلہ

ناظم جامعہ محمود المدارس مسوری غازی آباد

ناشر

مکتبہ دار الایمان

محلہ مبارک شاہ سہارنپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب	ملفوظات فقیہ الامت قسط عاشر
مرتب	مسعود احمد غفرلہٗ
کتابت	محمد سیودا
طباعت	رمزی آفسیٹ پریس دیوبند فون۔ 23506
سن اشاعت	محرم ۱۴۱۷ھ مئی ۱۹۹۶ء
تعداد	۱۱۰۰
صفحات	۱۰۴
قیمت	۳۵ روپے

مکتبہ دارالایمان

محلہ مبارک شاہ سہارنپور

فہرست ملفوظات فقیہ الامت قسط عاشر ۱۰

مآثرِ علمیہ

خارق عادت کی اقسام

عرض۔ معجزہ، کرامت، سحر اور ٹونا ٹوٹکا کیا ہیں واضح فرمادیں۔

ارشاد۔ جو چیز خارق عادت ہو اس کا صدور نبی سے ہوگا یا غیر نبی سے اگر نبی سے ہے تو دعویٰ نبوت سے پہلے ہوگا یا دعویٰ نبوت کے بعد، اگر دعویٰ نبوت سے پہلے ہے تو اس کو ارہاص کہتے ہیں۔ جیسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نبی بننے سے پہلے جدھر کو تشریف لے جاتے تو پتھروں سے سلام کی آواز آتی، بادل سایہ کرتا، درخت کے نیچے بیٹھتے تو اسکی شاخیں جھک جاتیں۔ اور اگر بعد دعویٰ نبوت کے ہے نبوت کے دعوے کی تکمیل کے لئے۔ تاکہ نبوت کی دلیل لوگوں پر آشکارا ہو جائے، اسے کہتے ہیں معجزہ جیسے اشارہ سے چاند کے دو ٹکڑے ہوئے، سنگریزوں نے ہاتھ میں تسبیح پڑھی، قضائے حاجت کیلئے تشریف لے گئے تو درخت درمیان سے کھل گیا۔ اور اگر غیر نبی سے خارقِ عادت کا صدور ہو تو ولی سے ہوگا یا غیر ولی سے۔ اگر ولی سے اس کا صدور ہے تو اسے کہتے ہیں کرامت، اور اگر غیر ولی سے ہوگا تو صالح سے ہوگا یا غیر صالح سے، اگر صالح سے اسکا صدور ہوگا تو اس کو کہتے ہیں معونت اور اگر غیر صالح سے ہوگا تو اس کو کہتے ہیں استدراج۔

ولی اور صالح میں فرق

عرض۔ ولی اور صالح میں فرق کس طرح محسوس ہوگا کہ خارق عادت ولی میں کرامت ہو اور صالح میں معونت۔

ارشاد۔ زندگی بتاتی ہے۔ ایک شخص کی زندگی ہے متقیانہ پرہیزگار شخص ہے اس سے امرِ خارقِ عادت کا صدور ہو رہا ہے تو یہ کرامت ہے اور اگر اس کی ایسی زندگی نہیں (ہاں مسلمان ہے صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے) تو اس سے صادر ہونے والے خارقِ عادت کو کہتے ہیں معونت (بلفظ آخر یوں کہہ لیجئے کہ ولی خاص ہے اور صالح عام ہے)

سحر، ٹونا ٹوٹکا

عرض۔ اور حضرت سحر کیا چیز ہے؟

ارشاد۔ اس کا تعلق مباشرتِ اسباب سے ہے اس کا تعلق مقبولیت سے نہیں بلکہ وہ تو خارقِ عادت بھی نہیں۔ وہ تو بعض اسبابِ خفیہ پر محنت کرکے کام کرنا ہے اس کو جو شخص بھی اختیار کریگا اس سے صدور ہو جائے گا۔ امداد الفتاویٰ کی چھٹی جلد میں ہے کہ حضرت تھانویؒ نے حضرت سہارنپوریؒ سے سوال کیا کہ نبی اور متنبی میں کیا فرق ہے۔ جب چیز متنبی کرتا ہے وہ دعویٔ نبوت کے ساتھ کرتا ہے اس کا ثبوت کیا ہے کہ دعویٔ نبوت کی بنا پر اس سے خارقِ عادت ظاہر نہیں ہوگا۔

حضرت سہارنپوریؒ نے جواب دیا ہے من شاء فلیراجع[1]۔

---

[1] حضرت تھانوی کے الفاظ یہ ہیں۔ انبیاء کی نبوت کی دلیل معجزہ اس لئے نہیں ہو سکتا کہ مدعی نبوت کاذبًا (متنبی) سے صدورِ خوارق کے، (بقیہ صفحہ آئندہ پر)

عرض۔ ٹونا ٹوٹکا کی کیا حقیقت ہے۔
ارشاد۔ یہ بھی سحر کے بچے ہیں فرق صرف نام کا ہے۔

سحر کے ذریعہ قتل کرنے والے پر کیا قصاص ہے

عرض۔ ساحر سحر کے ذریعہ کسی کو قتل کردے تو کیا اس پر قصاص ہے۔
ارشاد۔ قصاص تو ایسے قتل کی وجہ سے لازم ہوتا ہے جسمیں دھار دار آلہ تلوار وغیرہ کا استعمال کیا گیا ہو جس سے عامۃً آدمی مرجاتا ہے اگر کوئی شخص کسی کو اس کے علاوہ کسی اور طریق سے قتل کر رہا ہے تو اس کے ذمہ قصاص نہیں ہے، ہاں ساحر کو سیاسۃً قتل کیا جاسکتا ہے قصاصًا نہیں کیونکہ وہ فتنہ پھیلاتا ہے اس کو بند کرنے کے لئے اس کو قتل کیا جاسکتا ہے۔

مجذوب، مسحور اور مریض

عرض۔ مجذوب، مسحور، اور مریض میں کیا فرق ہے۔

بقیہ صفحہ گذشتہ۔ امتناع کی کوئی دلیل قطعی عقلی یا نقلی نہیں ہے، بلکہ نقلی تو اگر ہو کافی بھی نہیں کیونکہ مسئلہ عقلیات سے ہے، جواب کے الفاظ یہ ہیں۔ متنبی یا مبطلِ نبوت سے صدورِ خوارق کا امتناع عقلی نہیں بلکہ عادی ہے کہ عادتِ الٰہیہ عدم صدورِ خوارق مثبتہ نبوت یا مبطلہ نبوت پر جاری ہے اور غیر متنبی اور مقابلِ نبی سے امتناعِ صدورِ خوارق نہ عقلی ہے نہ عادی۔ امداد الفتاویٰ ج ۶ ص۱۶۱ ص۱۶۲
اس جواب پر بھی حضرت تھانویؒ کا اشکال اور حضرت سہارنپوریؒ کی طرف سے اس کا جواب ص۲۶۴ اور ص۲۶۵ پر مذکور ہیں۔

سب کی علامت مشترک ہیں۔

ارشاد۔

عرض۔ مجاذیب بعض چیزیں استقبال کی بتا دیتے ہیں ان کو کس طرح معلوم ہو جاتا ہے۔

ارشاد۔ ان کا حال یہ ہے کہ عالم بالا کی اشیاء ان کے اوپر منکشف ہو جاتی ہیں جن کو دیکھ کر وہ متحیر ہو جاتے ہیں، عقل ان کی ٹھکانے نہیں رہتی گندگیوں میں پڑے رہتے ہیں۔

ایک بادشاہ نے کسی لڑکی سے نکاح کیا لیکن حالت یہ کہ جب اس کے ساتھ تخلیہ کرتا تو اس کی قوتِ رجولیت ختم ہو جاتی بہت پریشان ہوا، علماء صلحاء سے خطاب کیا کہ تین روز میں بتا دو اسکی وجہ کیا ہے۔ سب فرداً پریشان تھے ایک بہت سمجھدار تھا اس نے کہا یہ ہمارے سمجھنے کی بات نہیں ہے اور جنگل میں مجذوب کے پاس جا کر معلوم کیا تو انہوں نے بتایا کہ ایسا لگتا ہے کہ یہ بادشاہ محترم کی صاحبزادی ہے، آکر بادشاہ کو بتایا غور اور تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ بادشاہ نے شادی کی تھی اور حمل کی حالت میں بیوی کو طلاق دی تھی یا اس حمل کی بچی تھی اگر ملک کا بادشاہ حرام میں مبتلا ہو گا تو کیا ہو گا، اللہ نے بادشاہ کو حرام سے بچا لیا تاکہ اس کا اثر رعایا پر نہ پڑے، بادشاہ بھی دیندار اور پرہیزگار تھا۔

اکابر کے قول و فعل میں تاویل

عرض۔ بزرگانِ دین سے بظاہر خلافِ شرع کوئی بات صادر ہو جاتی ہے تو اس میں تاویل کی جاتی ہے جبکہ عام لوگوں کے ساتھ یہ معاملہ نہیں برتا جاتا اس کی کیا وجہ ہے۔

ارشاد۔ چونکہ ان حضرات کی زندگی شریعت کے مطابق ہوتی ہے اسلئے شاذ و نادر بظاہر کوئی امر خلافِ شریعت ان سے سرزد ہوتا ہے تو اس کو ان کے عام حالاتِ زندگی کے موافق بنانے کے لئے اور پوری زندگی کی روشنی میں اسکا

صیح محمل تلاش کرنے کے لیے تاویل کیجاتی ہے، اوّل تو مسلمان سے نیک گمان رکھنے کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں کیونکہ اسکا اسلام خود اس بات کا مقتضی ہے کہ اس کے ساتھ حسن ظن رکھا جائے مگر جب کہ وہ ارکان اسلام کو مکمل طور پر بجالا رہا ہے، اور غلط کاموں سے بچ رہا ہے تو یہ حسن ظن اور بڑھ جاتا ہے پھر جس قدر اس شخص میں احکام شرعیہ پر پختگی آتی جاتی ہے اسی قدر اس کے ساتھ نیک گمان بڑھتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اس کا اتباع کیا جاتا ہے اس کی بات مانی جاتی ہے ایسی حالت میں اگر کوئی امر بظاہر خلافِ شریعت اس سے صادر ہوتا ہے تو اس کی زندگی کے یہ سب حالات بتاتے ہیں کہ وہ شخص ایسا نہیں کرسکتا، ایسا نہیں کہہ سکتا ایسا نہیں ہوسکتا۔ مثلاً ایک شخص مکمل طور پر اتباع سنت کا خوگر ہے پوری زندگی اس کی سنت کی نورانیت سے منور ہے کوئی گوشہ اس سے خالی نہیں کوئی کام غلط نہیں کرتا، اگر وہ کہے کہ میں رسول ہوں میں نبی ہوں تو اسکو کیا کہا جائے گا۔ یہ تو کہہ نہیں سکتے کہ وہ جو سنت کی پیروی کر رہا ہے وہ غلط کر رہا ہے، جو نیک کام کر رہا ہے غلط کر رہا ہے بلکہ اس کے قول کی تاویل کیجائے گی، کہا جائیگا کہ اس کے قول کا مطلب یہ ہے کہ میں نبی کا خادم ہوں نبی کا پیرو ہوں نبی کا اتباع کرنے والا ہوں۔

کفر کے قضاءِ خداوندی ہونے پر اشکال

عرض۔ کفار کے حق میں کفر قضاءِ خداوندی ہے جس پر رضا واجب ہے اور وہ اس پر راضی ہیں تو پھر انکو عذاب کیوں ہوگا؟[۱]

---

[۱] شرح عقائد ص۸۴ سے اسکا جواب یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ سائل۔ بقیہ صفحہ آئندہ پر

ارشاد۔ آریہ سے مناظرہ تھا مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوریؒ کا اس نے مولانا سے پوچھا کہ فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ (حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا) آپ کو تسلیم ہے یا نہیں؟ فرمایا مجھے تسلیم نہیں۔ مناظرہ میں حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ بھی تھے انہوں نے مولانا سے فرمایا آپنے فعل الحکیم الخ کا کیسے انکار کر دیا۔ اس پر مولانا نے کہا کہ اگر میں اسکو تسلیم کر لیتا تو وہ آریہ کہتا کہ ہمارا کفر بھی اس کا فعل ہے جو حکمت سے خالی نہیں۔ میں اس کا کہاں جواب دیتا پھرتا۔ (اور یہ قرآن کی آیت تو ہے نہیں جس کے انکار کرنے سے ایمان سے خارج ہو جائے)

شیطان کو قبر میں مداخلت کی قدرت نہیں

عرض۔ کیا شیطان کو قبر میں بھی شرارت کرنے کی قدرت ہے؟

ارشاد۔ اس کو قبر میں جا کر ایمان خراب کرنے کی قدرت نہیں البتہ دفن سے پہلے ضرور شرارت کرنے پر قدرت ہے۔ مردہ کے بدن میں گھس جاتا ہے اسی واسطے حدیث شریف میں میت کو تنہا چھوڑنے سے منع کیا گیا ہے

بقیہ صفحہ گذشتہ۔ کو قضاء اور مقضی کے درمیان فرق نہ کرنے سے مغالطہ ہوا واقعہ یہ ہے کہ قضاء صفت خداوندی ہے جسکو ارادہ بھی کہتے ہیں اسی پر رضا واجب ہے اور کفر کا فر کی صفت ہے، قضاء کا اثر ہے مقضی اور مراد ہے اس کفر پر رضا بھی کفر ہے اور کفار قضاء پر راضی نہیں وہ تو مقضی (کفر) پر راضی ہیں۔ غرض جس پر رضا واجب ہے اس پر وہ راضی نہیں اور جس پر رضا کفر ہے اس پر وہ راضی ہیں اسواسطے ماخوذ ہوں گے معذب ہوں گے۔ ۱۲ مس۔

واقعہ حضرت مولانا یحییٰ صاحبؒ

دہلی میں حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کے پاس ایک عورت آئی اور کہا کہ میری لڑکی کا انتقال ہو گیا ہے۔ مگر اس کا حال عجیب ہے کبھی روتی ہے کبھی ہنستی ہے کبھی ناچتی گاتی ہے۔ مولانا اس کے ساتھ اس کے مکان پر تشریف لے گئے اور اس سے کہا کہ تم اپنے عزیز و اقارب کو بلا لو، وہ چلی گئی تو مولانا نے نماز کی نیت باندھ لی لڑکی جو سامنے چارپائی پر تھی اٹھی اور ناچتی گاتی ان کے پاس آئی اور منہ چڑانا شروع کیا مولانا نے زور سے اس کے ایک تھپڑ مارا جس سے وہ چارپائی پر جا کر گری۔ بات کیا تھی شیطان تھا جو اس مردہ لڑکی کے بدن میں گھس آیا تھا وہی ہنستا ناچتا گاتا تھا۔

میدان محشر میں ساری مخلوق کس طرح جمع ہو جائے گی۔

ارشاد پنڈت دیانند سرسوتی نے ایک موقع پر کہا تھا کہ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ میدان محشر میں ماضی، حال اور مستقبل کے سب لوگ جمع ہو جائیں۔ یہ تو ناممکن ہے، اس پر حضرت نانوتویؒ نے جواب دیا تھا کہ آدمی خواب دیکھتا ہے اسمیں پچھلے لوگوں کو جمع دیکھتا ہے وہاں کیسے جمع ہو جاتے ہیں۔

حضرت حسینؓ پر لفظ امام کا اطلاق

ارشاد۔ بہت دن پہلے بنارس سے ایک خط آیا تھا جسمیں لکھا تھا کہ جب حضرت حسینؓ کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت نہیں کی گئی تو ان کو امام کیوں کہا جاتا ہے، میں نے طالبعلمانہ جواب دیا تھا کہ کسی پر امام کا اطلاق کرنے کے لئے اس کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرنا شرط تو نہیں اور اگر بالفرض یہ شرط ہو بھی تو کہا جائے گا کہ یہ از قبیل مجاز ہے جیسا کہ

مولوی کے بچہ پر چھوٹے مولوی کا اطلاق کرتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے خواب میں زیارت کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اور شیعوں کے متعلق دریافت کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لفظ امام میں غور کرو یعنی وہ امام موحیٰ الیہ (جس پر وحی نازل ہوتی ہو حق تعالےٰ شانہ کیطرف سے) اور معصوم کو کہتے ہیں جس سے ختم نبوت کا انکار لازم آتا ہے۔ شاید شیعہ سے بھدا کوئی جانور زمین پر نہ پیدا ہوا ہو بہت خراب آدمی ہیں۔ طواف کرتے کرتے پیشاب کر دیا، لنگی اٹھا کر پاخانہ کر دیا مطاف میں، وغیرہ وغیرہ

انسان افضل ہے یا فرشتہ

عرض۔ انسان کا مرتبہ زیادہ ہے یا فرشتوں کا؟

ارشاد۔ بعض انسانوں کا مرتبہ تمام فرشتوں سے زیادہ ہے جیسے انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ سب سے زیادہ ہے، اور بعض انسان وہ ہیں کہ بعض فرشتے ان سے زیادہ مرتبہ رکھتے ہیں جیسے عام انسان کہ خاص خاص فرشتے مثلاً وحی لانے ولے ان سے افضل ہیں، اور عام انسان زیادہ مرتبہ رکھتے ہیں عام فرشتوں سے ورسل البشر افضل من رسل الملائکۃ ورسل الملائکۃ افضل من عامۃ البشر وعامۃ البشر افضل من عامۃ الملائکۃ (۱) شرح عقائد

مسئلہ حیات النبی کی ابتداء

عرض۔ مسئلہ حیات النبی کا وجود کب سے ہے۔

ارشاد۔ جب سے نبی زندہ ہے اسی وقت سے یہ مسئلہ موجود ہے

عرض۔ آج کل حیاتی مماتی فرقے بنے ہوئے ہیں۔

ارشاد۔ اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی فرمایا ہوا نا حی فی قبری جیساکہ حدیث میں ہے تو کیا جواب دیں گے۔

حیات النبی سے متعلق حضرتؒ مدنی کا واقعہ

ارشاد۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ مسجد نبوی میں درسِ حدیث دے رہے تھے۔ دورانِ درس مسئلہ آگیا حیات النبی کا حضرت نے اس کو ثابت کرنا چاہا۔ طلبہ نے اشکال کیا پھر ثابت کیا پھر اشکال کیا پھر ثابت کیا پھر ایک دم داہنی طرف کو دیکھا۔ طلبہ نے بھی دیکھا تو وہاں روضۂ اقدس موجود ہی نہیں جگہ صاف ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس تشریف فرما ہیں۔ اگر دلائل سے نہیں مانو گے تو اس طریقہ سے تو مانو گے۔ اس کے بعد اُدھر سے نظر ہٹا کر پھر دیکھا تو روضۂ اقدس بدستور موجود ہے۔

بیداری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارتِ مبارکہ

عرض حضرت شیخؒ نے بخاری شریف کے درس میں بیان فرمایا تھا کہ صوفیاء اور محدثین کے یہاں اس بارے میں اختلاف ہے کہ جاگتے میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو سکتی ہے یا نہیں۔ محدثین انکار کرتے ہیں اور صوفیاء اس کے قائل ہیں پھر فرمایا (شیخ الحدیث نے) کہ جس نے دیکھا ہو گا وہ کیسے انکار کریگا

ارشاد۔ ایک روز شیخ مغرب کے بعد اوابین کی نفلیں پڑھ رہے تھے سجدہ میں گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مبارکہ سامنے آئی۔ فوراً ذہن میں آیا کہ حدیث میں آیا ہے جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ بیداری میں بھی دیکھے گا شاید یہی صورت ہو اس کی۔

عرض۔ مدینہ منورہ میں یہ واقعہ پیش

بیداری کی زیارت افضل ہے یا خواب کی

آیا تھا۔

ارشاد۔ نہیں۔ میرے سامنے دوسرا مسئلہ آیا تھا کہ خواب میں دیکھنا افضل ہے یا جاگتے میں دیکھنا افضل ہے۔ بہت سے خطوط گئے اس کے متعلق شیخ کے، حدیث شریف پڑھانے والوں کے پاس۔ مجھسے بھی دریافت فرمایا تمہارا کیا رجحان ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت خواب کی تو گارنٹی ہے[1] بیداری کی گارنٹی نہیں اس لئے خواب میں دیکھنا افضل ہے، فرمایا کیا بیداری کی حالت میں تمثل ممکن ہے میں نے کہا تمثل تو ممکن نہیں نہ خواب میں نہ بیداری میں البتہ قوتِ متخیلہ صورت گھڑ سکتی ہے۔

عرض۔ خواب میں تو زیادہ قریب ہے تمثل۔

ارشاد۔ اس کو تو صاف واضح کر دیا حدیث شریف میں۔

عرض۔ حدیث میں تو شیطان کے بارے میں بتایا ہے۔ فان الشیطان لایتمثل بی۔ قوت متخیلہ تو کوئی شکل بنا سکتی ہے خواب میں۔

ارشاد۔ اسکا تذکرہ ہی نہیں ہوا۔ باقی جب گارنٹی ہے تو قوت متخیلہ بھی خواب میں اسطرح کا تصرف نہیں کر سکتی ہاں حلیہ میں تغیر ہو سکتا ہے۔

---

[1] ارشاد ہے من رآنی فی المنام فقد رآنی فان الشیطان لایتمثل بی جس نے خواب میں مجھکو دیکھا اس نے مجھ ہی کو دیکھا اسواسطے کہ شیطان کو اس پر قدرت نہیں کہ وہ میری شکل بنا سکے۔ ۱۲ مس۔

حدیثِ اسمارِ باری میں لفظ احصار کا مطلب

عرض۔ حق تعالےٰ کے اسمارِ حسنیٰ کے متعلق حدیث شریف میں ہے "من احصاها دخل الجنة" اس کا کیا مطلب ہے؟

ارشاد۔ "وفی روایة من حفظها[۱]" یعنی جو شخص ان کو حفظ کرلے اس طرح یاد کرلے کہ قلب ان کے ساتھ وابستہ ہوجائے۔

عرض۔ وابستہ ہونیکا کیا مطلب ہے؟

ارشاد۔ مطلب یہ ہے کہ قلب میں راسخ ہوجائے ان کا دھیان رہے۔

وجود اور قبر کی اقسام

عرض۔ ایک کتاب ہے مولوی حامد رضا خاں کی لکھی ہوئی ہے، اسمیں انہوں نے لکھا ہے کہ قبر کی تین قسمیں ہیں ایک قبر تودہ، ہوتی ہے جو دنیا میں بنائی جاتی ہے، جو خاک پر ہوتی ہے۔ اور ایک قبر عالم مثال میں ہوتی ہے، جو بالکل اسی شکل کی ہوتی ہے جو دنیا میں ہوتی ہے، اور ایک قبر اس کے اوپر عالم مشاہدہ میں ہوتی ہے مگر حوالہ اسمیں کہیں کا نہیں دیا۔ تلاش بھی کیا کتابوں میں۔

ارشاد۔ انشاراللہ ملنے کا بھی نہیں۔ باقی وجود کی چند قسمیں ہیں ..... ایک عالم دنیا میں ایک عالم مثال میں، ایک اور آگے ہے مگر ان کو صوفیار مانتے ہیں محدثین نہیں مانتے۔

---

[۱] - (من احصاها) ای من آمن بها او عدها و قرأها کلمة کلمة علی طریق الترتیل تبرکا واخلاصا او حفظ مبانیها و علم معانیها وتخلق بما فیها۔ ۱۲ مرقات شرح مشکوٰة ج ۵ ص ۲

سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں جز کیونکر ہے

عرض۔ حدیث میں آتا ہے کہ سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں جز ہے اس کی توجیہ کیا ہے۔

ارشاد۔ اس کی ایک توجیہ یہ نقل کی گئی ہے کہ زمانۂ نبوت جس میں وحی نازل ہوتی رہی ۲۳ سال ہے اور وحی کے نزول سے پہلے چھ ماہ تک سچے خواب نظر آتے تھے جو سال کا نصف ہوتا ہے اس طرح زمانۂ وحی کے ہر سال کے دو نصف ہوئے اور تیئس سال کے چھیالیس جز ہوئے اس حساب سے سچے خواب نبوت کا چھیالیسواں جز ہوئے[1]

عرض۔ پہلا خواب کس طرح دیکھا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

ارشاد۔ اس کا کچھ ثبوت ہی نہیں ملتا۔

---

[1] فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۱۸ میں یہ توجیہ نقل کرکے ابن بطال سے اسکے فساد کی دو وجہ ذکر کی ہیں جن کا جواب صاحب فتح الباری حافظ ابن حجرؒ کے اس کلام سے ہو جاتا ہے جو اسی صفحہ ص ۳۱۸ پر مذکور ہے جس سے انہوں نے متعدد روایات میں وارد ہونے والے اعدادِ مختلفہ کے درمیان تطبیق دی ہے ویمکن الجواب عن اختلاف الاعداد انہ وقع بحسب الوقت الذی حدث فیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بذالک ۱ھ ج ۱۲ ص

مسائلِ فقہیہ

مزارات کا چڑھاوا

عرض۔ مزارات پر جو چڑھاوا چڑھایا جاتا ہے اس کا کھانا کیسا ہے۔

ارشاد۔ اگر چڑھانے سے مقصود صاحبِ مزار کا قرب حاصل کرنا ہے تو ایسی چیز کا کھانا ناجائز ہے اور اگر اسکا قرب مقصود نہیں بلکہ مزار کے پاس جو غربار رہیں ان کو کھلا کر ثواب پہنچانا ہے تو اس کا کھانا غربا کو جائز ہے۔

عقیدۂ تصرف فی الکون

عرض۔ متصرف فی الکون کا عقیدہ رکھنا کیسا ہے؟

ارشاد۔ کسی کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ عالم میں تصرف کرتے ہیں کفر ہے اس سے احتراز لازم ہے (بحرالرائق)

امام نماز میں حدث لاحق ہونے پر کس کو خلیفہ بنائے

عرض۔ اگر کوئی امام مسبوق کو خلیفہ بنا دے تو وہ امام کی نماز کس طرح پوری کرے گا حالانکہ مدرک بھی موجود ہے۔

ارشاد۔ اگر امام کو نماز میں حدث لاحق ہو جائے اور اس کے پیچھے مدرک بھی ہو تو اس کو چاہیے کہ مدرک کو خلیفہ بنائے، اور کوئی مدرک موجود نہیں تو خلیفہ بنانے میں تفصیل ہے باقی لوگ چونکہ مسائل سے ناواقف ہیں اس لئے استیناف یعنی از سرِ نو نماز پڑھنا افضل ہے۔

نماز میں عورت کا مرد کے برابر کھڑا ہونا

عرض۔ حرم میں نماز کا وقت آگیا ہم نماز کے لئے کھڑے ہوئے کہ عورتیں سامنے آکر کھڑی ہوگئیں تو کیا ہماری نماز ہو جائے گی۔

ارشاد۔ اگر عورت امام کی اقتدا میں کھڑی ہو اور امام نے اس کی امامت کی نیت بھی کی ہو تو جس شخص کے سامنے وہ عورت کھڑی ہوگی اس شخص کی نماز صحیح نہ ہوگی۔ اسی طرح جس کے برابر میں کھڑی ہوگی اس کی نماز بھی درست نہ ہوگی۔ منیٰ میں جماعت شروع ہوگئی میں نے بھی جا کر نیت باندھ لی، ابھی امام قیام ہی میں تھے کہ دو عورتیں میرے برابر میں آکر کھڑی ہوگئیں ایک ادھر ایک ادھر دونوں کے بیچ میں گھر گیا، بس نیت توڑ کے بھاگا وہاں سے، اگلی صف میں گیا تو دیکھا کہ اس سے اگلی صف میں اور کھڑی ہیں میں نے کہا یہ نہیں چھوڑنے کی، یہ نماز نہیں ہونے دیں گی۔

نماز جنازہ کا اعلان

عرض۔ نماز جنازہ کا اعلان کرتے ہیں مائک پر یہ صحیح ہے یا غلط ہے؟

ارشاد۔ اعلان کرنے میں کیا مضائقہ ہے۔ در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۱ ص ۲۲۲ پر ہے۔ ولا باس بالاعلام بموته قال الشامی قوله والاعلام بموته ای اعلام بعضهم بعضا لیقضوا حقه، هدایه :- وکره بعضهم ان ینادی علیه فی الازقة والاسواق والاصح انه لا یکره

عرض۔ کیا اعلان کرنے سے سب سننے والوں پر فرض ہو جائے گا کہ نماز میں شرکت کریں۔

ارشاد۔ ایسا نہیں۔ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے ادا کر لی تو سب کی طرف سے کافی ہوگئی، ایسا نہیں کہ اس کی

فرضیت علم ہو جانے پر موقوف ہو کہ علم کے بعد بغیر ادائیگی کے فرضیت ساقط نہو۔

عبدالمطلب نام رکھنا

ارشاد۔ دہلی میں ایک صاحب تھے خواجہ حسن نظامی ان کا رسالہ بھی نکلتا تھا "منادی"

ایک مرتبہ اسمیں مضمون آیا کہ عبدالمطلب نام رکھنا صحیح ہے۔

عرض۔ حضرت کی کیا رائے ہے اس مسئلہ میں۔

ارشاد۔ عبدالمطلب میں لفظ عبد غلام کے معنی میں لیا ہے، اس معنی میں نہیں جس معنی میں کہ عبداللہ، عبدالرحمٰن وغیرہ میں ہے اور مطلب حق تعالیٰ کے اسمار حسنی سے نہیں اس واسطے یہ نام رکھنا درست نہیں۔ اور عبدالمطلب کا اصل نام شیبہ تھا جو ہاشم کے بیٹے تھے جنکا انتقال شیبہ کی ولادت سے پہلے ہی ہو گیا تھا اور ان کی ولادت اپنی ننہیال یعنی مدینہ منورہ میں ہوئی تھی جب وہ سات برس کے ہو چکے تو ان کے چچا مطلب ان کو مکہ مکرمہ لیکر آئے لوگوں نے سمجھا کہ یہ ان کے غلام ہیں اسوجہ سے شیبہ اصل نام سے مشہور ہونے کے بجائے عبدالمطلب سے مشہور ہو گئے۔ ۱۲ تاریخ اسلام عاشقی ملخصا۔

دعا کو کلمہ پر ختم کرنا

عرض۔ دعا کے آخر میں لا الٰہ الا اللہ پڑھنا کیا بدعت ہے؟

ارشاد۔ دعا کو لا الٰہ الا اللہ پر ختم کرنا بدعت نہیں[1]۔ ویشمّ رائحۃ الاستدلال من قولہ علیہ السلام من کان آخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ۔ یعنی لا الٰہ الا اللہ کے آخر دعا میں پسندیدہ ہونے پر کسی قدر اس حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ جس شخص کا آخری

---

[1] حضرت اقدس زید مجدہم کا بھی گاہے گاہے اس پر عمل بندہ کے علم میں رہا ہے۔ ۱۲ مس۔

کلام لا الٰہ الا اللہ ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

مقتدی کے سجدۂ تلاوت کی ادائیگی رکوع نماز سے

عرض۔ اگر امام نے آیت سجدہ پڑھ کر رکوع کیا اور اسی میں سجدۂ تلاوت کی نیت کرلی۔ تو اس سے مقتدیوں کا سجدۂ تلاوت ادا ہو جائے گا یا نہیں۔

ارشاد۔ اگر مقتدی نے بھی امام کی طرح رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت کرلی تو اس کا سجدۂ تلاوت ادا ہوجائے گا اور اگر نیت نہیں کی تو اس کا سجدۂ تلاوت ادا نہ ہوگا۔ نہ رکوع سے نہ سجدۂ نماز سے اس واسطے کہ امام نے رکوع کو اس کے لئے متعین کرلیا۔ اب مقتدی کو چاہیے کہ امام کے سلام کے بعد سجدۂ تلاوت ادا کرے اور پھر قعدہ کرکے سلام پھیرے اگر بغیر قعدہ کے اعادہ کئے سلام پھیر دیا تو نماز فاسد ہوجائے گی ولو نواها فی رکوعه ولم ینوها المؤتم لم تجزه ویسجد اذا سلم الامام ویعید القعدة ولو ترکها فسدت صلوٰته کذا فی القنیة (درمختار) قوله لم تجزه ای لم تجزئیة الامام المؤتم ولا تندرج فی سجوده و ان نواها المؤتم فیه لانه لما نواها الامام فی رکوعه تعین لها افاده ح ۱۲ رد المحتار ج ۱ ص ۵۱۹

اور اگر امام نے آیت سجدہ پڑھ کر رکوع کیا اور اسمیں سجدۂ تلاوت کی نیت نہیں کی اور اس کے بعد فوراً سجدۂ نماز ادا کیا تو اس سے امام اور مقتدی دونوں کا سجدۂ تلاوت بلا نیت بھی ادا ہوجائے گا۔ نعم لو رکع وسجد لها فورا ناب بلانیة - درمختار، قوله نعم لو رکع وسجد لها ای للصلوٰة فورا ناب ای سجود المقتدی عن سجود التلاوة بلانیة تبعا لسجود امامه ۱۲ حوالہ بالا

کیا ہندوستان دار الحرب ہے

عرض۔ کیا ہندوستان دار الحرب ہے
ارشاد۔ اگر دار الحرب ہے تو کیا تلوار لیکر نکلیں گے آپ۔
عرض۔ جیسا حکم ہوگا مفتیانِ کرام کا۔
ارشاد۔ مفتیانِ کرام تو آپ کے زیر اثر ہیں جیسے آپ کے حالات ہوں ویسا ہی حکم دیں گے۔ فتاویٰ محمودیہ ۔7 ص بحوالہ لکھا ہے کہ جس ملک میں اقتدارِ اعلیٰ غیر مسلم کے قبضہ میں ہو وہ دار الحرب ہے۔

قیامِ میلادی کا مدارِ اختلاف

ارشاد۔ حضرت نانوتویؒ نے فرمایا ہے کہ میلاد میں قیام نہ اتنا برا ہے جتنا لوگوں نے سمجھ رکھا ہے، اور نہ اتنا اچھا ہے جتنا لوگوں نے ضروری قرار دے رکھا ہے بلکہ مستحسن ہے اور مدار اختلاف کا امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا ایک اصل میں مختلف ہونا ہے۔ امام شافعیؒ کے یہاں جب کسی امر مستحب میں منکر کا شمول ہو جائے تو اسکا استحباب ختم نہیں ہوتا ہاں اس منکر کا دفعیہ ضروری ہوتا ہے جبکہ امام ابو حنیفہؒ کے یہاں سرے سے اسکا استحباب ہی ختم ہو جاتا ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے امام شافعی کا قول اختیار کیا اور حضرت گنگوہیؒ نے امام صاحبؒ کے قول کو اختیار کیا۔

عرض۔ قیام کے مستحسن ہونے پر کیا دلیل ہے؟
ارشاد۔ یہ مرکوز فی النفس ہے، جب کوئی اونچی شخصیت سامنے آتی ہے تو آدمی اس کے احترام میں کھڑا ہو ہی جاتا ہے یہ اور بات ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پسند نہ فرماتے تھے۔

ہاتھ پیر کے ناخن تراشنے کی کیفیت میں فرق

عرض۔ ہاتھ پاؤں کے ناخن کاٹنے کی ترتیب میں فرق کیوں ہے؟

ارشاد۔ ہاتھ اور پاؤں میں بھی تو فرق ہے۔ باقی دلیل نقلی سے اس ترتیب کا ثبوت مشکل ہے، ہاں مشائخ کا معمول چلا آرہا ہے اس لئے مستحسن ہے کہ تعامل و توارث بھی شرعاً حجت ہے۔

مسجد نبوی کی حاضری پر اول کیا عمل کرے

عرض۔ مسجد نبوی میں پہنچکر پہلے کیا عمل کرنا چاہیئے۔

ارشاد۔ سب سے پہلے ریاض الجنہ میں دو رکعت پڑھنی چاہیئں اس بات کے شکریہ میں کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے یہاں تک پہنچا دیا اس کا بڑا احسان ہے اس کے بعد روضۂ اقدس علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھنا چاہیئے پھر قرآن شریف کی تلاوت کرے اور جتنی چاہے نفل نماز پڑھے یہ ابتدائی معمولات ہیں وہاں کے۔

ل طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے شروع کرے اس کے بعد اسکے برابر والی درمیانی انگلی کا ناخن لے اسکے بعد اسکے برابر والی اسکے بعد برابر والی پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے شروع کر کے اسکے انگوٹھے تک پہنچے اسکے بعد دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن تراشے، اور پاؤں میں دائیں پیر کی چھنگلیا سے شروع کر کے اسکے انگوٹھے تک پہنچے اسکے بعد بائیں پیر کے انگوٹھے سے شروع کر کے اسکی چھنگلیا پر ختم کر دے۔ (کذا فی الشامی ج ۵ صـ۲۶۰) ۱۲ مس۔

درود شریف میں لفظ سیدنا کا اضافہ

عرض۔ تذکرۃ الرشید ص ۲۹۱ ج ۱ میں ہے کہ حضرت گنگوہی رح سے مولانا ولایت حسین صاحب نے سوال کیا کہ نماز کے درود شریف میں لفظِ سیدنا ملانا چاہیے یا نہیں۔

حضرت نے فرمایا ہاں۔

مولوی صاحب نے عرض کیا کسی روایت میں لفظ سیدنا پایا نہیں گیا۔

حضرت امام ربانی رح نے فرمایا کہ اگرچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظِ سیدنا نہ فرمایا ہو مگر ہمیں یہی لائق ہے کہ لفظ سیدنا ملائیں۔ اسی طرح شامی (ص ۳۴۵ ج ۱) کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نام کے ساتھ لفظ سیدنا بڑھا دینا مستحب اور افضل ہے۔

علیٰ ہذا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ نے بھی لکھا ہے کہ درود شریف میں لفظ سیدنا اور وصحبہ کا اضافہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ضرور کریں (یعنی اضافہ نہ کرنے میں بھی کوئی گناہ نہیں) اب پوچھنا یہ ہے کہ اس سے اتنی بات تو سمجھ میں آگئی کہ لفظ سیدنا درود شریف میں بڑھا دینا چاہیے مگر ہم بچوں کے لیے ابتدائی ضروری امور سے متعلق کوئی رسالہ چھپوانا چاہتے ہیں اسمیں جو ہم درود شریف بچوں کو یاد کرانے کے لیے لکھیں گے تو کیا اس میں لفظ سیدنا کا اضافہ کرکے چھپوادیں اس کی گنجائش ہے؟

ارشاد۔ بچوں کو جو درود شریف سکھایا جائے اس میں لفظ سیدنا کا بڑھا دینا مناسب ہے چھپوانے کی بھی گنجائش ہے۔ مگر التحیات میں جو اشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ پڑھا جاتا ہے اسمیں لفظ سیدنا نہ بڑھایا جائے [۱]

---

[۱] واعترض بان ھذا المخالف لمذھبنا لما مر من قول الامام (بقیہ اگلے)

صلوٰۃِ نذر بیٹھکر پڑھنا کیسا ہے

عرض۔ صلوٰۃ نذر بیٹھکر پڑھ سکتے ہیں؟

ارشاد۔ جی ہاں اگر بیٹھکر پڑھنے کی نذر مانی ہوگی تو ہو جائے گی۔

عرض۔ اگر نفل نماز کھڑے ہوکر شروع کی پھر توڑدی تو کیا بیٹھکر پڑھ لینے سے واجب ذمہ سے ساقط ہوجائے گا۔

ارشاد۔ فقہاء تو منع کرتے ہیں اس کو بیٹھکر پڑھنے سے اسواسطے کہ اس کو خود اس نے واجب نہیں کیا بلکہ شریعت نے واجب کیا ہے۔ جو چیز شریعت سے واجب ہو اس کی حیثیت زیادہ ہے اس چیز سے جسکو خود بندہ نے واجب کیا ہو۔

تملیک کے صحیح طریقے

عرض۔ تملیک کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

ارشاد۔ تملیک کے دو طریقے ہیں (۱) مہتمم مدرسہ کسی مستحق (مصرفِ زکوٰۃ) سے مدرسہ کیلئے قرض طلب کرے، وہ قرض دیدے خواہ اپنے پاس سے خواہ کسی اور سے پھر اس کے بعد مہتمم مدرسہ زکوٰۃ کی رقم اسکو دیدے تاکہ وہ اپنا قرض ادا کرلے۔

(۲) مستحق طلبہ کو مدرسہ کیطرف سے کھانا کمرہ وغیرہ نہ دے بلکہ کہدے کہ اتنا وظیفہ تمکو دیا جائیگا۔ اور کھانے کا اتنا معاوضہ کمرہ کا اتنا کرایہ وصول کیا جائیگا، مہینہ پورا ہونے پر وظیفہ انکو دیدے پھر کھانے کی قیمت اور کمرہ کا کرایہ وصول کرلے وظیفہ اتنا مقرر کرے کہ معاوضہ طعام اور سیٹ کی اجرت وصول کرنے کے بعد طلبہ کے پاس صابن وغیرہ ضرورت کیلئے بھی کچھ بچ جائے۔

بقیہ صفحہ گذشتہ۔ من انہ لو زاد فی تشہدہ او نقص فیہ کان مکروھا قلت فیہ نظر فان الصلوٰۃ زائدۃ علی التشہد لیست منہ نعم ینبغی علی ھذا عدم ذکرھا فی واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ ۱۲ شامی ص ۳۲۵ ج ۱

سلوک و تصوف

عبادت حصولِ جنت کے لئے اور معصیت سے احتراز خوفِ جہنم سے

ارشاد۔ حضرت رابعہ بصریہ کے حالات میں لکھا ہے کہ بعض مرتبہ جوش میں اٹھتیں کہ محبوب حقیقی (حق تعالیٰ) کچھ ناراض ہے کہ نہ پیام نہ سلام نہ بخار نہ جاڑا، ایک روز پھونس کا ایک مٹھا اور پانی کا ایک لوٹا لیکر اٹھیں اور کہا اس پھونس سے تو جنت میں آگ لگاؤں گی اس ذات کی عبادت اس جنت کے لئے کیجائے۔ اس کی ذات تو بے نیاز ہے عبادت تو اسی کے لئے ہونی چاہیے۔ اور اس پانی سے دوزخ کو بجھاؤں گی گناہوں سے اس دوزخ کے ڈر سے بچا جائے۔ ایسا نہیں بلکہ اس کی ذات ہی ایسی ہے کہ اس سے ڈرتے رہنا چاہیے۔

دفعِ مصائب کے لئے دعا رضا بالقضار کے منافی نہیں

عرض۔ دفعِ مصائب کے لئے دعا کرنا رضا بالقضار کے منافی تو نہیں۔

ارشاد۔ اس طرح دعا کرنا کہ یا اللہ یہ مصائب بھی تیری رحمت ہیں اور ان کا ہٹ جانا بھی تیری رحمت ہے ہم اپنے ضعف و کمزوری کی بنا پر مصائب کی رحمت کو برداشت نہیں کر سکتے اس لئے اس رحمت کو اُس رحمت (مصائب کے

رضیہ اسے بدلدے، اس طرح دعا کرنا رضا بالقضاء کے منافی نہیں۔

رضا بالقضاء کی کیفیت بیان نہیں کیجا سکتی

عرض۔ رضا بالقضاء کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔

ارشاد۔ کیفیت تو بیان نہیں کیجا سکتی۔ مثلاً خوشی کی کیفیت ہے اس کو کس طرح بیان کریں گے۔ البتہ دعا وارد ہے "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الرِّضَاءَ بِالْقَضَاءِ وَبَرْدَ الْعَیْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَلَذَّۃَ النَّظْرِ اِلٰی وَجْھِکَ وَالشَّوْقَ اِلٰی لِقَائِکَ" الحزب الاعظم ص۲۵

کفار بھی مستحق رحم ہیں

ارشاد۔ حضرت مدنیؒ ایک مرتبہ تہجد کے وقت جوش و خروش کے ساتھ یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

چہ بودے کہ دوزخ زمن پر شدے ٭ مگر دیگراں را رہائی شدے

جس کا حاصل یہ تھا کہ کیا اچھا ہوتا کہ مجھے دوزخ میں بھیجدیا جاتا اور سب کو بچالیا جاتا۔ کافروں کو بھی بچالیا جاتا مولانا نجم الدین صاحبؒ (مرتب مکتوبات شیخ الاسلامؒ) فرماتے ہیں کہ اس شعر کو سنکر میرے تو رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ پیروں تلے کی نکل گئی کہ مخلوق کے اوپر اتنی شفقت۔

ایک مرتبہ کسی نے دعا کی۔ اللہ تعالےٰ مسلمانوں پر رحم فرمائے۔ اس پر ارشاد فرمایا۔ (حضرت مدنیؒ نے) کیا کافر مستحقِ رحم نہیں ان کو دعا سے کیوں خارج کردیا۔

عرض۔ کافر کیسے مستحق رحم ہیں۔

ارشاد۔ وہ ایمان لے آئیں یہ ان کے حق میں رحم ہے پس ان کے لئے ہدایت کی دعا کی جائے۔

کفار کی ایذا رسانی پر کیا دعا کیجائے

عرض۔ کافر مسلمانوں کو اذیت دیتے ہیں اس موقع پر کیا دعا کرنی چاہیے۔

ارشاد۔ دعا کرنی چاہیئے کہ یا اللہ یہ سب ہمارے اعمال بد کا نتیجہ ہے ہم تو اپنے اعمال کی بنا پر اس سے زیادہ کے مستحق ہیں، آپ ان کو دفع کر دیں تو آپ کا احسان ہے ؎

زندہ کنی عطائے تو ٭ ور بکشی فدائے تو
دل شدہ مبتلائے تو[1] ٭ ہر چہ کنی رضائے تو

کچھ حالات ہوتے ہیں جن کو زبردستی نہ پیدا کیا جا سکتا ہے نہ دفع کیا جا سکتا ہے۔

عرض۔ بعض لوگ اس طرح دعا کرتے ہیں کہ وہ کافر ہلاک و برباد ہو جائیں۔ یہ کیسا ہے۔

ارشاد۔ اس کی بھی اجازت ہے، کلام پاک میں دو پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کی دعا نقل کی گئی ہے۔ اوّل کی رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓی اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ۔ (اے ہمارے رب ان کے مالوں کو نیست و نابود کر دیجئے اور ان کے دلوں کو سخت کر دیجئے) اور ثانی کی رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا۔ (اے میرے پروردگار کافروں میں سے زمین پر ایک باشندہ بھی مت چھوڑ)

---

[1] یعنی اے اللہ اگر آپ مجھکو زندہ رکھیں تو آپ کی عطا ہے اور اگر قتل کریں تو بھی آپ پر اپنے کو فدا کرنیوالا ہوں دل آپ پر فریفتہ ہو چکا ہے۔ اس لئے آپ جو تصرف کریں ہر حال میں آپ سے راضی ہوں۔ ۱۲ مرتب

استاذ کو بھی طلبہ کا احسان ماننا چاہیئے

ارشاد۔ حضرت امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ جتنا احسان طلبہ پر استاذ کا ہے اس سے زیادہ استاذ کو طلبہ کا احسان ماننا چاہیئے کہ انہوں نے اپنے قلوب کی زمین کو استاذ کے علوم کی تخم ریزی کے لئے پیش کر دیا جس سے استاذ کا علم متعدی ہو کر زندہ رہا مخلوق کو فائدہ پہنچا ورنہ استاذ کا علم خود اس کے اندر رہ کر ختم ہو جاتا کسی کو کوئی نفع اس کے علم سے نہ پہنچتا۔

چھینک آنے پر الحمد للہ کہنے کی حکمت

ارشاد۔ حافظ ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ دماغ میں دو رگ ہیں ایک جذام (کوڑھ) کی ایک زکام کی، زکام کی رگ جذام کی رگ پر غالب آتی ہے تو چھینک آتی ہے اس لئے چھینک آنے پر الحمد للہ کہنے کی تعلیم دی گئی کہ حق تعالیٰ شانہ نے جذام جیسے موذی مرض سے محفوظ رکھا۔

حرام آمدنی سے بچنے کا طریق

عرض۔ میری آمدنی حلال نہیں، کسی غلط کاروبار میں پھنسا ہوا ہوں اس کیلئے کوئی دعا ارشاد فرمائیں۔

ارشاد۔ آپ ہر نماز کے بعد تین تین مرتبہ یہ دعا پڑھا کریں اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

شیخ کے پاس زیادہ وقت نہ گذارے

ارشاد۔ آج کل (شیخ سے فیض حاصل کرنے کی) استعداد اتنی کمزور ہو گئی ہے کہ اکتساب فیض مشکل ہو گیا ہے اس لئے شیخ کے پاس زیادہ وقت نہ گذارے بلکہ حسب فرصت تھوڑے وقت کے لئے حاضر ہو اور ضروری بات کر کے واپس ہو جائے اور شیخ کی ہدایت کے موافق عمل

کرتا ہے اگر زیادہ وقت شیخ کی خدمت میں رہے گا تو دو مہلک بیماریوں میں سے کسی ایک میں مبتلا ہوگا یا تو اپنے زعم میں شیخ کی عبادات کم سمجھ کر شیخ سے بدظن ہوگا جو بڑی محرومی کا سبب ہے یا اس کی عبادات و اعمال کو زیادہ سمجھکر اپنے شیخ کو ہی سب کچھ سمجھے گا اور دوسرے مشائخ کو حقیر جانے گا ان کی کچھ وقعت ذہن میں نہ ہوگی۔ اس کا مہلک ہونا بھی ظاہر ہے۔

اصلاحِ قلب کے لئے عمل

عرض۔ طالب علموں کو اصلاحِ قلب کے لئے کیا اعمال اختیار کرنے چاہئیں۔

ارشاد۔ اور غیر طالبعلموں کو کیا اختیار کرنا چاہیئے؟ طالب علم تو اپنے کو تمام قواعد و شرائط سے مستثنیٰ سمجھتے ہیں۔ ایک مسجد میں تبلیغی جماعت آئی۔ بنگلہ دیش سے کوئی طالب علم اس میں سے کسی کے جاننے والے بھی تھے۔ وہ جاننے والا ان کے پاس آیا اور بیٹھا باتیں کرتا رہا یہاں تک کہ عصر کی اذان ہوگئی۔ اب وہ چلنے لگا میں نے کہا بھئی اذان ہوچکی ہے اب کہاں جارہے ہو؟ اذان سنکر بغیر نماز ادا کئے مسجد سے نکلنا منع ہے، اسنے کہا کیا طالب علموں کو بھی منع ہے، اسی طرح مسجد کے جنوبی حجروں میں بیٹھکر باتیں کرنے والے ایک طالب علم جب سونے کا وقت آیا اس وقت چلے اور مسجد کی چھت پر کو گذرتے ہوئے دوسری جانب جاکر اترے یعنی مسجد کو راستہ بنایا میں نے ان سے کہا کہ تم مسجد کی چھت پر کو آئے، کہنے لگے کیا طالب علم کے واسطے بھی منع ہے، تو یہ بیچارے تو جو شرائط ہیں ان کو بھی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ آپ کچھ اور آگے بڑھکر ان کے اخلاق و عادات کو پوچھنا چاہتے ہیں۔

عرض۔ معلوم کررہے ہیں کیا عمل کرنا چاہیئے جس سے اصلاحِ قلب ہو

ارشاد۔ حضرت انسؓ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یَا بُنَیَّ

إِنْ قَدَرْتَ أَنْ تُصْبِحَ وَتُمْسِيَ وَلَيْسَ فِي قَلْبِكَ غِشٌّ لِأَحَدٍ فَافْعَلْ ثُمَّ قَالَ يَا بُنَيَّ وَذَالِكَ مِنْ سُنَّتِيْ وَمَنْ أَحَبَّ سُنَّتِيْ فَقَدْ أَحَبَّنِيْ وَمَنْ أَحَبَّنِيْ كَانَ مَعِيْ فِي الْجَنَّةِ۔ (رواہ الترمذی۔ مشکوٰۃ ص ۳۰ ج ۱)

میرے بیٹے اگر تو ایسا کر سکے کہ صبح و شام تیرے دل میں کسی کی طرف سے کدورت نہ ہو تو کر گذر یعنی سب کی طرف سے دل صاف رکھ یہ میری سنت ہے اور جو شخص میری سنت سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

اور آج کل تو طالب علموں کے لئے بہت ہلکی سی چیز ہے وہ یہ کہ کھانا پیٹ بھر کر نہ کھایا کریں۔

نماز اشراق و چاشت

ارشاد۔ فقہاء و محدثین کے یہاں آفتاب بلند ہونے کے بعد زوال سے پہلے نفل نماز ایک ہی نماز ہے جس کو صلوٰۃ الضحیٰ (چاشت کی نماز) کہتے ہیں۔ لیکن صوفیاء کے یہاں دو نمازیں ہیں ایک چاشت کی ایک اشراق کی۔ سورج نکلنے سے زوال تک کے وقت کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں پہلے حصہ میں جو نماز ہے وہ اشراق کی اور دوسرے حصہ میں جو نماز ہے وہ چاشت کی۔ اس سلسلے میں وارد ہونے والی بعض روایات کو وہ اشراق پر محمول کرتے ہیں اور بعض کو چاشت پر اس طرح دونوں کا ثبوت حدیث شریف سے ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی نماز کبھی سویرے پڑھی تو وہ اشراق کی نماز ہوئی، اور کبھی دیر سے پڑھی تو اس کو چاشت کی نماز کہا گیا۔

بہت سی خرابیوں کی جڑ

عرض۔ کچھ نصیحت فرما دیجئے۔

ارشاد۔ شیخ سعدی علیہ الرحمہ کے پیر و مرشد

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے ان کو دو نصیحت فرمائی تھیں ایک یہ کہ اپنے کو اچھا نہ سمجھنا۔ ایک یہ کہ دوسرے کو حقیر نہ جاننا بہت سی خرابیاں انہیں سے پیدا ہوتی ہیں اس کو انہوں نے دو شعر میں بیان کیا ہے۔ ؎

مرا پیر دانائے روشن شہاب ؏ دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکے آنکہ بر خویش خود بیں مباش ؏ دوم آنکہ بر غیر بد بیں مباش

غیر اللہ سے بیزار ہو جا

عرض۔ نماز سے قبل حضرت ایک فارسی شعر پڑھ رہے تھے جس میں لا احب الآفلین آیا ہے اس کو دوبارہ پڑھ دیں اور مطلب بھی بیان فرما دیں۔

ارشاد۔ مثنوی مولانا جامیؒ کا شعر ہے ؎

خلیل آسا در ملک یقیں زن ؏ نوائے لا احب الآفلیں زن

یعنی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی طرح یقین کا دروازہ کھٹکھٹا۔ لا احب الآفلین کی آواز لگا مطلب یہ کہ جس طرح انہوں نے پختہ یقین اختیار فرمایا تھا اور اپنی قوم مشرک کے زعم کے بموجب کواکب شمس و قمر وغیرہ کو طلوع ہوتے دیکھ کر ان کو الٰہ کہا لیکن ان کے غروب ہو جانے سے ان کی عدم الوہیت پر استدلال کیا اور ان سے لا احب الآفلین (میں غروب ہونے والوں کو محبوب نہیں رکھتا) کہہ کر بیزاری ظاہر کی اسی طرح اے مخاطب تو بھی اپنے یقین کو پختہ اور مضبوط بنا اور غیر اللہ سے بیزار ہو جا۔

گشت مقدم ہے یا معمولات

عرض۔ ایک طرف مقامی گشت ہے دوسری طرف اسی وقت اپنے معمولات ہیں تو گشت میں شریک ہوں یا معمولات پورے کر دوں۔

ارشاد۔ گشت کے وقت گشت میں شریک ہوں اور معمولات دوسرے

وقت میں پورا کریں۔

عرض۔ میرے ذمہ مدرسہ پڑھانا بھی ہے اور بھی دیگر کام ہیں پھر گشت میں کیسے شرکت کروں؟

ارشاد۔ وقت میں فراخی بھی ہے تنگی بھی ہے جیسے ربڑ کھینچنے سے کھینچتی ہے اور چھوڑنے سے سکڑ جاتی ہے۔

شعر

وقت میں تنگی اور فراخی دونوں ہیں جیسے ربڑ
کھینچنے سے بڑھتی ہے چھوڑے سے جاتی ہے سکڑ

ذکر میں حلاوت کس طرح حاصل ہو

عرض۔ ذکر میں حلاوت پیدا ہو اسکا کیا طریقہ ہے۔

ارشاد۔ ذکر کی فضیلت میں جو آیات و احادیث وارد ہوئی ہیں ان کو پیش نظر رکھے اس کا خیال رہے گا کہ مجھے یہ فضیلتیں حاصل ہو رہی ہیں تو حلاوت حاصل ہوگی

مدرسہ کا حساب ہر شخص لے سکتا ہے

ارشاد۔ مدرسہ آپ کی یا کسی اور کی ذاتی ملک نہیں قوم کے چندہ سے چلتا ہے اس لئے قوم کے ہر فرد کو حساب لینے کا حق ہے اس لئے ذمہ دار اور منتظم کو کسی کی طرف سے حساب کا مطالبہ کرنے پر ناراض نہ ہونا چاہیئے۔

مستورات کو بیعت کرنیکا طریقہ

عرض۔ جو مستورات آپ (شیخ) کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکیں ان کو بیعت کرنیکی کیا صورت ہے؟

ارشاد۔ آپ کو آپ کے شیخ نے بیعت کرتے وقت جو کلمات کہلائے تھے ان مستورات سے کہیں کہ وہ تازہ وضو کر کے مصلی پر دو رکعت نفل پڑھکر بیٹھیں پھر وہی الفاظ کہہ لیں جو آپ کے شیخ نے کہلائے تھے، بس بیعت ہو گئی اسکے بعد آہستہ آہستہ تعلیم کرنا شروع کریں باقی ذکر جہری نہ بتادیں سری بتلا

دعا میں ابتدا کس سے کرے

عرض۔ دعا پہلے اپنے لئے اور متعلقین کے لئے کیجائے پھر امت کے لئے یا پہلے امت کے لئے پھر اپنے لئے۔

ارشاد۔ پہلے اپنے لئے دعا کرے پھر اوروں کے لئے۔[1]

عرض۔ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کے ملفوظات میں ہے کہ مراقبۂ دعائیہ میں دس منٹ امت کے لئے دعا کریں۔ پھر اپنے لئے کریں، اور... قرآن پاک میں ہے رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ۔ اسمیں ابتدا اپنی طرف سے کی گئی ہے ان میں افضل اور مسنون کیا ہے؛

ارشاد۔ دس منٹ کا مراقبۂ دعائیہ دراصل علاج ہے غفلت کا اس لئے ہے کہ قلب کے اندر غفلت پیدا نہو بلکہ استحضار رہے لیکن اصل دعا کی ترتیب یہی ہے کہ پہلے اپنے لئے دعا کرے پھر اوروں کے لئے جیسا کہ رب اغفرلی ولوالدی سے معلوم ہوتا ہے۔

اسم اعظم

عرض۔ اسم اعظم کے ساتھ جو دعا مانگی جائے وہ ضرور قبول کیجاتی ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ اسم اعظم کیا ہے

ارشاد۔ جب آدمی کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے اور بے اختیاری کے عالم میں اس کی زبان سے حق تعالےٰ شانہٗ کو پکارنے کے لئے جو نام نکلتا ہے وہی اسم اعظم ہے، مثلاً پانی میں ڈوب رہا ہے، آگ چڑھی آرہی ہے اور اس کو گھیر رہی ہے، اس وقت میں حق تعالےٰ شانہٗ کے جس نام سے دُعا مانگتا

---

[1] ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا دعا بدأ بنفسہ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں ابتدا اپنے نفس سے فرماتے ۱۲ جمع الفوائد ج ۲ ص ۲۵۱

ہے بے اختیاری کی حالت میں وہی اسم اعظم ہے۔ باقی عامۃ علماء ومشائخ لفظ اللہ کو اسم اعظم کہتے ہیں۔ حضرت رائپوریؒ کے وقت میں ایک صاحب مولانا واجد علی صاحب تھے جنکو کشف قبور بھی ہوتا تھا اور حضرت رائپوریؒ کشف سے متعلق باتیں انہیں ان کو سنوایا کرتے تھے، انہوں نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اسم اعظم لفظ اللہ ہے یہ مجھے میکائیل علیہ السلام نے بتلایا ہے

دعا میں تضرع کا اثر۔

عرض۔ دعا میں تضرع اور عاجزی کا اثر کتنا ہوتا ہے؟

ارشاد۔ ایک قوم تھی مرہٹے، بہت بہادر تھے وہ، ان کی حالت یہ تھی کہ جب کوئی ان پر حملہ کرتا تو وہ پہلے اپنے بیوی بچوں کو قتل کر دیتے تھے، وہ نہیں چاہتے تھے کہ ہمارے بعد ہماری بیوی بچے دوسروں کے قبضہ میں جائیں۔ لہٰذا پہلے ہی ان کو نمٹا دیا کرتے تھے، پھر خوب لڑتے تھے ظاہر ہے کہ کس قدر بہادری سے لڑتے ہوں گے ایک مرتبہ ان کا مقابلہ ہوا سلطان محمود غزنوی کی فوج سے حال یہ کہ ان کا ایک ایک سپاہی سلطان کے دس دس آدمیوں کو قتل کر دیتا سلطان نے یہ حال دیکھا تو سجدہ میں گر گیا تڑپتے ہوئے گڑگڑاتے ہوئے تضرع کے ساتھ دعا کی کہ "یا اللہ یہ کیا ہو رہا ہے"، میں تو مستحق فتح نہیں ہوں لیکن تیری ذات تو مستحق ہے، کچھ آنسو بھی نکلے اس کے بعد قلب کو اطمینان ہو گیا اب جو گھوڑے پر سوار ہو کر چلے تو کایا پلٹ گئی ایک ایک آدمی مرہٹوں کے دس دس

لہ مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۵ ص ۱۰۲ میں ان دو قول کے علاوہ اور بھی متعدد اقوال نقل کیے ہیں مثلاً بعض کا قول ہے کہ الحی القیوم اسم اعظم ہے، بعض کا قول ہے کہ اسم "رب" اسم اعظم ہے، بعض کا قول ہے کہ کلمۂ توحید اسم اعظم ہے۔ ۱۲ مرتب

آدمیوں کو قتل کرنے لگا۔ مقابلہ کی تاب نہ لاسکے اور بھاگ نکلے۔

ایک مرتبہ مصر پر دشمنوں نے حملہ کیا اور بہت بڑا جہاز اس کے لئے تیار کیا مصر میں اللہ کا ایک بندہ فقیر درویش بھی رہتا تھا بادشاہِ مصر نے اس فقیر کے پاس آکر اپنی عاجزی ظاہر کی کہ ہمارے پاس حملہ کرنے کی اور مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے آپ دعا فرمائیں اس نے کہا اچھی بات ہے یہ کہکر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ اور تضرع کے ساتھ دعا کی "یَارِیْحُ خُذِیْهِمْ" اے ہوا ان کو پکڑ لے بس یہ کہنا تھا کہ اس زور کی ہوا چلی کہ دشمنوں کا جہاز جو انہوں نے حملہ کرنے کیلئے تیار کیا تھا الٹ گیا اس طرح اللہ نے ان کی حفاظت فرمائی۔

دعا برائے ادائے قرض

عرض۔ اپنے ذمہ قرض بہت ہے دعا فرمادیں ادائیگی کے لئے۔

ارشاد۔ ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۹۶ میں ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے ذمہ قرض ہو وہ اس دعا کو پڑھا کرے، اگر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کو ادا کرا دیں گے، دعا یہ ہے۔ اَللّٰهُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ

واقعہ مابین حضرت مولانا الیاس صاحبؒ اور حضرت مدنیؒ

ارشاد۔ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے حضرت مدنیؒ سے فرمایا کہ میاں زکریا (حضرت شیخ الحدیثؒ) کے ذمہ قرض بہت ہے آپ اللہ تعالیٰ سے کہکر ان کا قرض اتروا دیجئے۔ حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ آپ تو پیر ہیں ہی کوئی تسخیر کا عمل بتا دیجئے جس سے اللہ تعالیٰ تابعدار ہو جائیں، اور ان کا قرض ادا کردیں مولانا الیاس صاحبؒ نے فرمایا کہ اس نے تو بتلا رکھا ہے "اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ"

تم مجھ سے مانگو میں دوں گا۔ ۱۲ القرآن۔

دعا میں وسعت چاہیئے

ارشاد۔ اس دنیا میں بندہ جو کچھ مانگتا ہے اپنے ذہن کے اعتبار سے مانگتا ہے اور ذہن اس کا کمزور مختصر اور ناقص اور حق تعالیٰ شانہٗ جو کچھ عطا فرماتے ہیں اپنی شان عالی کے مطابق عطا فرماتے ہیں۔ کسی نے دعا کی کہ میرے زمانہ کے جتنے حاجی ہیں جنہوں نے حج کیا ہے سب کے حج کو قبول فرما۔ اپنے نزدیک اس نے بہت بڑی دعا کی، بڑی ہمت اور وسعت سے کام لیا کہ سارے حاجیوں کے لیے دعا کی۔ دوسرے بزرگ کو اطلاع ملی تو فرمایا کہ اللہ کے بندے یہ کیوں کہا میرے زمانہ کے حاجی بلکہ تمام مسلمانوں کے لیئے دعا کر لیتا۔

اور مولانا مدنیؒ تو فرمایا کرتے تھے کہ غیر مسلموں کا بھی تو حق ہے ان کیلیئے بھی ہدایت کی دعا کرنی چاہیئے۔ (جیساکہ صفحہ ستائیس پر گذرا)

قبولیت دعا کیلیئے اسکا یقین ضروری ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا امراد پوری نہیں کر سکتا

ارشاد۔
شعر

برس در دعائے تو مقبول نیست

بخواری برو یا بزاری بایست

ایک شب ایک بزرگ نے ساری رات عبادت کی۔ آخر شب میں جب دعا کے لیۓ ہاتھ اٹھائے تو یہ آواز کان میں آئی کہ ہمارے در پر تمہاری دعا قبول نہیں ہے۔ چاہے ذلت کے ساتھ نکل جاؤ چاہے آہ وزاری کے ساتھ پڑے رہو، پھر اگلی رات بھی وہ اسی طرح رات بھر عبادت کرتے رہے اسی طرح بعد کی راتوں میں بھی۔ ان کے ایک مرید نے بھی سنی تھی یہ آواز اس نے

نصیحت کی اپنے پیر کو کہ صاحب جب آپ کی دعا قبول نہیں تو کیوں ساری رات جاگتے ہو پڑ کر سو جاؤ مزے سے تو فرمایا کہ اگر دوسرا در ہو تو میں وہاں جا کر دعا کروں، در تو ہے یہی فقط، اس کو چھوڑ کر کہاں جا کر رہوں گا، اس لئے چاہے دعا قبول ہو یا نہو مجھے تو اسی در پر پڑنا ہے، اس کے بعد آواز بدل گئی، آواز آئی، قبولست گرچہ ہنر نیستت، کہ جز ما پناہ دگر نیستت۔ یعنی تمہاری دعا و عبادت سب قبول ہے، کیوں؟ اس لئے کہ تم ہمارے سوا کوئی ٹھکانہ نہیں رکھتے۔

بزرگوں سے دعا کی درخواست پر اشکال

عرض۔ جو کچھ ہوتا ہے اللہ کی طرف سے ہوتا ہے پھر بزرگوں سے دعاؤں کے لئے کیوں کہتے ہیں۔

ارشاد۔ کھانا کھانے کی کیا ضرورت ہے اللہ تعالیٰ تو بغیر کھانا کھائے بھی پیٹ بھرنے پر قادر ہے۔ یہ تو الزامی جواب ہے۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے دعا کا حکم فرمایا ہے ادعونی استجب لکم، اور دوسروں سے بھی دعا کی درخواست، حدیث شریف سے ثابت ہے، حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جب ۹ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر حج بنا کر بھیجا تو ان سے دعا کیلئے فرمایا۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کی اجازت طلب کی آپ نے اجازت دی اور فرمایا اشرکنا فی دعائک یا اخی، اے بھائی ہمیں بھی اپنی دعا میں شریک کر لینا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بڑا چھوٹے سے دعا کے لئے کہے یہ بھی صحیح ہے۔

کیا بزرگوں سے مطلق دعا کی درخواست صحیح ہے

ارشاد۔ حضرت مولانا فخرالدین صاحب مرادآبادیؒ (شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند) سہارنپور تشریف لیگئے

وہاں طلباء ان کے گاڑی میں تشریف فرما ہونیکی حالت ہی میں مصافحہ اور دعا کی درخواست کرنے لگے تو فرمایا کہ مقصد بھی تو دعا کا ہونا چاہئے میں نے (حضرت زید مجدہم نے) عرض کیا کہ حضرت عمرؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بس اتنا ہی فرمایا تھا اشرکنا فی دعائك، مقصد دعا متعین نہیں کیا تھا اس پر وہ چپ ہوگئے کہ کس جاہل سے واسطہ پڑا۔ (یہ بطور لطیفہ کے فرمایا)

پریشانیوں کا دفعیہ

عرض۔ پریشانیوں سے بچنے کے لئے کوئی دعا بتلادیں۔

ارشاد۔ آپ عشا کی نماز کے بعد باوضو قبلہ رو ہوکر پانچ سو مرتبہ درود شریف پڑھا کریں، انشاء اللہ ساری پریشانیاں دور ہوجائیں گی۔

عرض۔ پریشانیوں کے دفعیہ کے لئے کوئی اس طرح کا عمل ہے کہ چار رکعت نماز پڑھیں پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ، سو مرتبہ، دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔ سو مرتبہ، تیسری رکعت میں فاتحہ کے بعد اُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ، سو مرتبہ۔ چوتھی رکعت میں فاتحہ کے بعد حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ۔ سو مرتبہ پھر سلام کے بعد سجدہ میں سر رکھ کر رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ۔ سو مرتبہ پڑھ کر دعا کرے، (۱۲ ایضاح المسائل ص۵۷)

ارشاد۔ قرآن و حدیث میں تو ہے نہیں، مشائخ کے مجربات میں سے ہوسکتا ہے۔ باقی مجھے اعمالِ مشائخ سے مناسبت نہیں۔

اعمالِ مبتدعین اور اشغالِ صوفیاء میں فرق

عرض۔ اعمالِ مبتدعین اور اشغالِ صوفیا میں کیا فرق ہے۔ واضح فرمائیں۔

ارشاد۔ تذکرۃ الرشید میں ایک مکاتبت مولانا گنگوہیؒ اور مولانا تھانویؒ کے درمیان ہے اس کو دیکھ لیجیے۔ مختصر یہ کہ مبتدعین اپنے اعمال کو ایمان کا جز سمجھتے ہیں، یعنی ان کو ضروری سمجھتے ہیں۔ اور صوفیا اپنے اشغال کو بدرجۂ فرض نہیں سمجھتے بمنزلہ مندوبات سمجھتے ہیں بلکہ جہاں ضرورت نہیں سمجھتے وہاں چھوڑ بھی دیتے ہیں بلکہ کبھی کبھی ناجائز بھی کہدیتے ہیں۔ جیساکہ آنیوالے واقعہ سے ظاہر ہے۔

اتباعِ سنت سے احسان کا حصول

ارشاد۔ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے والد حضرت گنگوہی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے اعمالِ مشائخ سے مناسبت نہیں، حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا احسان حاصل ہے؟ عرض کیا کہ وہ تو الحمدللہ اتباع سنت کی برکت سے حاصل ہے، اس پر ارشاد فرمایا کہ پھر آپ کو ذکر کی ضربیں لگانے کی اجازت اور گنجائش نہیں یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی گلستاں بوستاں پڑھ کر کہے کہ میں آمدنامہ (فارسی کی پہلی کتاب) پڑھنا چاہتا ہوں۔

عرض۔ اتباع سنت سے احسانی کیفیت حاصل ہو جانے کی کیا علامت ہے؟

ارشاد۔ سنت ایک کھلی کتاب ہے اگر سب اعمال اس کے مطابق ہیں تو سمجھا جائے گا کہ احسان حاصل ہے۔

اصرار اور مداومت میں فرق

عرض۔ اصرار اور مداومت میں کیا فرق ہے؟

ارشاد۔ جس نیک کام کو اختیار کیا ہوا ہے، دیکھیے اس کی حیثیت کیا ہے اگر اس کے ترک کو آدمی یہ سمجھتا ہے کہ میں نے گناہ کا کام کیا تو یہ ہے اصرار، اور اگر وہ یہ نہیں سمجھتا بلکہ سمجھتا ہے کہ ایک نیک کام چھوٹ گیا تو اس کو کہیں گے مداومت یا مواظبت۔

نماز میں خیالات آئیں تو کیا کرے

عرض۔ نماز میں وساوس آتے ہیں اسکا کیا علاج ہے؟

ارشاد۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ آپ اپنے کسی محترم محبوب کے پاس جانا چاہتے ہیں اس نے آپ کو طلب بھی کیا ہے اور آپ کے وہاں جانے سے وہ خوش بھی ہے مگر راستہ میں اس کے کتے پلے ہوئے ہیں جو آپ کو بھونکتے ہیں، اب آپ کے لیے تین صورت ہیں ایک صورت یہ ہے کہ آپ وہاں سے لوٹ جائیں بھاگ جائیں اس صورت میں کتے اور زیادہ بھونکیں گے۔ انکی آواز سن کر دوسرے کتے بھی بھونکیں گے اور جب آپ بھاگیں گے احتمال ہے کہ کہیں ٹھوکر لگے کہیں ٹکر لگے یہ مستقل مصیبت ہے، بہر حال آپ اپنے مخدوم و محبوب سے بعید ہوتے چلے جائیں گے، دوسری صورت یہ ہے کہ آپ وہیں کھڑے ہو کر ان کتوں سے لڑتے لگیں احتمال ہے کہ کتا آپ کو کاٹ لے یا کتے کو آپ مار دیں۔ ایک صورت میں آپ کا نقصان ایک صورت میں محبوب کا نقصان اور جتنے وقت آپ محبوب و مخدوم کے پاس رہنا چاہتے ہیں وہ کتوں سے لڑنے میں خرچ ہو جائے گا تیسری صورت یہ ہے کہ آپ کتوں کے بھونکنے پر وہیں کھڑے ہو کر اپنے مخدوم و محبوب کو آواز دیں کہ میں آپ کی خدمت میں آنا چاہتا ہوں یہ کتے رکاوٹ ڈال رہے ہیں۔ وہ وہیں سے کتوں کو ڈانٹ پلائیگا

کتے خاموش ہوجائیں گے اور آپ کے لئے راستہ صاف ہوجائے گا یہ صورت سب سے بہتر ہے کوشش کریں کہ اس صورت پر قابو حاصل ہوجائے یعنی حق تعالیٰ ہی سے مدد طلب کریں دعا کریں۔

فائدہ۔ خیالات اور ہیں وساوس اور ہیں وساوس وہ ہیں جن سے ایمان میں کھنڈت پیدا ہو، مثلاً آسمان کو کس نے پیدا کیا؛ اللہ نے، زمین کو کس نے پیدا کیا؛ اللہ نے، سورج کو کس نے پیدا کیا؛ اللہ نے، چاند کو کس نے پیدا کیا اللہ نے، اور اللہ کو کس نے پیدا کیا۔ یہ ہے خطرناک چیز۔

حدیث[1] میں ہے کہ اگر اس طرح کی نوبت آئے تو اللہ کی پناہ طلب کرے اور اس قسم کے تفکر سے دوسری طرف ذہن منتقل کرلے۔

کسی بزرگ کو ایک ہی وقت متعدد مقامات میں دیکھنا

عرض۔ بزرگوں کو بیک وقت متعدد جگہ پر دیکھتے ہیں یہاں بھی موجود وہاں بھی موجود خانۂ کعبہ میں بھی موجود اور دوسری جگہ بھی موجود یہ کس طرح ہے؟

ارشاد۔ آپ نے کسی بزرگ کو دیکھا ہے اس طرح۔ کچھ نہیں، وجودِ اشخاصی ہے، تہذیب میں ہے کلی طبعی بیکوقت متعدد وجود کے ساتھ موجود ہوسکتی ہے۔ روح کا غلبہ ہوجاتا ہے جسم پر تو روح جسم کو روحانی بنالیتی ہے یہاں بھی موجود وہاں بھی موجود۔

---

[1] یاتی الشیطان احدکم فیقول من خلق کذا من خلق کذا حتی یقول من خلق ربک فاذا بلغہ فلیستعذ باللہ ولینتہ، متفق علیہ مشکوٰۃ ج۱ ص۱۸

شیخ کو سراپا زبان اور مرید کو سراپا کان ہونا چاہئے

ارشاد۔ حضرت مولانا مسیح اللہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ آج کل بعض مشائخؒ نے جو طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ خاموش ہو کر بیٹھ جاتے ہیں مجھے یہ طریقہ پسند نہیں۔ طالب تو اس واسطے آتا ہے کہ اس کے کان میں کچھ پڑے اور یہ خاموش بیٹھ جاتا ہے، شیخ کو سراپا زبان ہونا چاہئے اور مرید کو سراپا کان۔

بے پردگی گانا بجانا، ٹی وی

ارشاد۔ ایک شخص نے خواب میں زیارت کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور دریافت کیا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) مسلمانوں پر یہ مصیبتیں کب تک رہیں گی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تک تین چیزیں ختم نہوں گی (۱) بے پردگی (۲) گانا بجانا (۳) اور ٹی وی۔

قیم وقت

عرض۔ ایک شخص نے خواب دیکھا ہے کہ حضرت زاد مجدہم کو قیم وقت کا لقب دیا گیا ہے۔

ارشاد۔ اگر اس سے بھی اونچا لقب دیدیا جائے خواب میں تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ خواجہ محمد معصوم صاحبؒ جو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے صاحبزادے ہیں ان کو کسی نے خواب لکھا کہ میں نے عرش دیکھا، کرسی دیکھی، یہ دیکھا وہ دیکھا انھوں نے جواب لکھا مگر اچیز تو وہ ہے جو بیداری میں ملے خواب میں اگر کسی کے سر پر تاج رکھدیا جائے تو وہ بادشاہ نہیں بن جاتا۔

عرض۔ قیم وقت کسے کہتے ہیں۔ کیا کتابوں میں لفظ قیم ملتا ہے۔

ارشاد۔ مولانا گنگوہیؒ کے مکتوب میں ہے کہ بندہ اصطلاحاتِ صوفیاء سے واقف نہیں۔ سیوطی اور ابن حجر مکی کی کتابوں میں ہے۔

عرض۔ شارحین اس کی شرح تو کرتے ہوں گے۔

ارشاد۔ شیخ اکبر نے لکھا ہے کہ ہماری کتابوں کا مطالعہ کرنا جائز نہیں مگر اس شخص کے لیے جو ہماری اصطلاحات سے واقف ہو۔ معلوم ہوا کہ اصطلاحات سے واقفیت ضروری ہے تب ان کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

تصرفِ باطنی کا مطلب اور حضرت سہارنپوریؒ کا واقعہ

عرض۔ مشائخ جو تصرفِ باطنی کرتے ہیں اس کا کیا مطلب ہے؟

ارشاد۔ اور جو تصرف ظاہری کرتے ہیں اس کا کیا مطلب ہے۔

عرض۔ دونوں ہی ارشاد فرمادیجئے۔

ارشاد۔ میرٹھ میں ایک عالم مولانا کفایت اللہ صاحب. جو دیوبند بھی رہے ہیں سہارنپور میں بھی مدرس رہے ہیں۔ حضرت شیخ الہندؒ سے بیعت تھے جس زمانہ میں شیخ الہند مالٹا کی جیل میں تھے اس زمانہ میں ان پر ایک کیفیت طاری ہوئی کہ خود کشی کو جی چاہتا ہے چاقو اٹھاتے ہیں، کنواں جھانکتے ہیں کہ بس کسی طرح مرجائیں۔ ذکر و شغل سے بھی طبیعت اکتا گئی اپنے شیخ بھی وہاں موجود نہیں، انہوں نے خط لکھا سہارنپور حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کو مولانا نے جواب دیا تعجب ہے کہ آپ نے مجھے اس کام کا اہل کیوں سمجھا۔ میں کہاں اور یہ کام کہاں۔ جب بہت پریشان ہوئے تو میرٹھ سے دیوبند آئے دیوبند سے سہارنپور اور سہارنپور سے تھانہ بھون جانے کا ارادہ کیا مولانا تھانویؒ کے پاس۔ مگر تھانہ بھون جانے والی گاڑی نہیں ملی۔ چھوٹ گئی اس لئے مجبوراً مدرسہ مظاہر علوم آئے۔ حضرت سہارنپوریؒ نے سینے سے لگایا اپنے پاس بٹھایا بات چیت کی پھر فرمایا تعجب ہے تم نے ایسا کیوں لکھا بھلا میں اس کا اہل کہاں

انہوں نے ذرا ہمت سے کام لیا اور کہا کہ حضرت اگر کوئی کہے کہ آپ اس کے اہل نہیں تو اعتراض آپ پر نہیں ہوگا یہ اعتراض تو حضرت گنگوہیؒ پر ہوگا کہ انہوں نے نا اہل کو خلیفہ کیوں بنایا، آپ کو جس در سے سب کچھ ملا ہے میں نے بھی وہیں پرورش پائی ہے۔ میں مستحق رحم ہوں میرے حال پر رحم کیجئے۔ تو فرمایا اچھا اس کے بعد ذکر بتلایا تیرہ تسبیح میں تھوڑے تغیر کے ساتھ اور فرمایا کہ اخیر شب میں تہجد کے وقت یہ ذکر اتنے زور سے کرنا کہ مجھ تک اس کی آواز پہنچے، مدرسہ کے قریب مولانا کا مکان تھا، انہوں نے کہا چھوڑ دیجئے مجھ سے نہیں ہوگا یہ ذکر۔ مولانا سہارنپوریؒ نے فرمایا گھبراؤ نہیں جو کچھ کر رہے ہو کرتے رہو، ہمارے حضرت کے یہاں بھی ایک شخص آئے تھے ان کا بھی یہی حال تھا، تو ہمارے حضرت نے بھی یہی بتایا تھا ان کو۔ غرض اخیر شب میں انہوں نے ذکر کیا پھر صبح نماز کے بعد خود تو حجرہ میں چلے گئے اور ان کو کہدیا کہ یہاں دروازہ کے قریب بیٹھ جاؤ آنکھیں بند کرکے چنانچہ وہ بیٹھ گئے، وہ کہتے تھے میں نہیں جانتا اندر بیٹھے ہوئے کیا کر رہے تھے بس مجھے اپنا قلب زخمی محسوس ہو رہا تھا، اور اسمیں پیپ بھری ہوئی ہے، اور حضرت دبا دبا کر وہ پیپ نکال رہے ہیں، میں کبھی کبھی چونک پڑتا دیکھتا کہ حضرت تو یہاں نہیں ہیں وہ تو اندر ہیں۔ اشراق کی نماز پڑھ کر حجرہ سے باہر نکلے اور مسکرا کر فرمایا کیا حال ہے؟ انہوں نے عرض کیا الحمدللہ ٹھیک ہے، فرمایا اچھا آؤ۔ اپنے ساتھ لے گئے۔ بخاری شریف کا سبق پڑھانے کے لئے، حضرت مختصر تقریر کے عادی تھے مگر میں نے الٹے سیدھے سوالات شروع کردیئے، حضرت نے ایک ایک سوال کے کئی کئی جواب دیئے۔ اور بعض جوابوں کے متعلق فرمایا، اس کو کتابوں میں تلاش نہیں کرنا یہ کتابی نہیں ہے۔ سبق کے جو انوار و برکات میں نے دیکھے اور وہاں کھلی آنکھوں سے نظر آئے میں نے اور کہیں نہیں دیکھے۔ اشراق کے بعد میں نے حضرت سے عرض

کیا کہ میں نے تھانہ بھون کا ارادہ کیا تھا تو فرمایا کہ ضرور ہو آؤ۔ باقی واپسی میں ایک روز یہاں کے لئے اور رکھنا کہ ابھی خامی رہ گئی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا خامی رہ گئی ہے، خیر میں تھانہ بھون گیا اور اگلے روز واپس آگیا اور بجائے ایک دن کے دو دن حضرت کے پاس سہارنپور ٹھیرا۔ اب محسوس ہوتا تھا کہ قلب میں کوئی چیز بھری جارہی ہے جس سے طاقت پیدا ہو رہی ہے گویا پہلی حاضری میں قلب کو صاف کیا گندگیوں سے، اور دوسری حاضری میں قوت بھری روشنی بھری اس کے بعد فرمایا۔ اب اطمینان ہے جاؤ۔

اور وہ جو فرمایا تھا پہلے کہ تعجب ہے مجھے اس کام کا اہل کیوں سمجھ لیا اس کی وجہ یہ تھی کہ جس زمانہ میں یہ سہارنپور میں تھے، حضرت کے معتقد نہ تھے علمی اعتبار سے تو مانتے تھے لیکن باطنی اعتبار سے (جسکو تم پوچھ رہے ہو) نہیں مانتے تھے، مگر جب پریشانی ہوئی تو یہی سمجھ میں آیا کہ یہ کام ان سے ہی ہوسکتا ہے تو یہ کہکر دل میں جو بے اعتقادی تھی اس کو نکالدیا۔ اب اعتقاد قائم ہوگیا اور نفع بھی ہوگیا۔

تصرف باطنی کا ایک اور واقعہ

اسی طرح۔ ایک ڈاکو تھا بہت دنوں تک وہ ڈاکہ ڈالتا رہا حتیٰ کہ قوی اسکے کمزور اور مضمحل ہوگئے تو ساتھیوں سے کہا اب کیا کرنا چاہیئے، انہوں نے تبلایا کہ فلاں کام فلاں کام کئی قسم کے کام بتائے مگر ہر ایک میں روپوں کی ضرورت ادھر ان کا مزاج خرچ کرنے کے بجائے جمع کرنے کا تھا آخر یہ ذہن میں آیا کہ صوفی بن جاویں گے، چنانچہ صوفی بن گئے۔ اب جو شخص آتا اس کو بیعت کرتا

بتا تاکہ یہ پڑھو یہ پڑھو، اسی دوران دو طالب صادق بھی پہنچ گئے انھوں نے بھی پڑھنا شروع کر دیا ترقی کر گئے حتیٰ کہ مقامات قرب و وصال سامنے آئے پھر مشائخ کے مقامات معلوم کیے کن کا مقام کیا ہے آخر میں کوشش کی کہ اپنے شیخ کا مقام معلوم کریں مگر ان کے مقام کا کہیں کچھ پتہ نہ چلا آخر کار اپنے شیخ ہی سے عرض کیا کہ جتنے مشائخ ہیں ان کے مقامات کا تو علم ہو گیا مگر حضرت کے مقام کا پتہ ہی نہیں چلا حالانکہ آپ کے فیض ہی سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں یہ دولت عطا فرمائی ہے اس پر اس ڈاکو کی آنکھوں میں آنسوں آگئے، اور کہا ارے بھائی تم لوگ تو میرا مقام تلاش کرتے ہوں گے باری تعالیٰ کی بارگاہ میں۔ حالانکہ میرا مقام وہاں کہاں، میں تو ڈاکو ہوں۔ یہ صورت پیش آئی تھی اس کے بعد رونا شروع کر دیا اور بہت روئے حتیٰ کہ مریدین کو خیال آیا اور وہ بھی روئے پھر تصرف باطنی کے ذریعہ ان کو اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا یہ ہے تصرف باطنی

عرض۔ اللہ تبارک و تعالیٰ جو ان کو تصرف کا اختیار عنایت فرماتے ہیں تو وہ جب تک اللہ کو منظور ہوتا ہے تصرف کرتے ہیں ورنہ نہیں۔

ارشاد۔ چاقو کی دھار جب تک اللہ کو منظور ہو گا کاٹے گی ورنہ نہیں۔

تصرف ظاہری کیا ہے

عرض۔ اور تصرف ظاہری؟

ارشاد۔ رات دن پڑھاتے ہو یہ تصرف ظاہری ہے مگر ایسی بات تھو جیسا کہ ایک جاہل کو پیر بنا کر بیٹھا دیا مریدین معتقدین ادھر اُدھر سے آرہے ہیں بیٹھے بیٹھے دیر ہو گئی پیر صاحب بولے موتوں (پیشاب آرہا ہے) مریدین معتقدین نے کہا حضرت فرما رہے ہیں موتوا قبل ان تموتوا۔ موت سے پہلے اپنے آپ کو فنا کر لو۔

اس دور میں کرامات کا زیادہ ظہور کیوں نہیں

عرض۔ پہلے زمانہ میں مشائخ سے بہت سی کرامات کا ظہور ہوتا تھا آج کل اتنی کرامات کا ظہور نہیں ہوتا؟

ارشاد۔ جی ہاں آج کل لوگوں کے ذہن اتنے کمزور ہو گئے کہ ان کے سامنے کرامات کا ظہور ہو تو وہ اہل اللہ کو خدا ماننے لگیں۔

علم باطنی اور علم غیب میں فرق

عرض۔ مشہور ہے کہ شیخ کو مریدین کے حالات کا علم رہتا ہے وہ وہیں سے توجہ کرتے ہیں۔ اسمیں اور علم غیب میں کیا فرق ہے۔

ارشاد۔ توجہ اور علم باطنی اور ہے اور علم غیب اور ہے، وہ صرف حق تعالٰی کو حاصل ہے۔ قرآن کریم میں ہے وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ۔ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ۔ قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ۔

علم باطنی کا علم غیب سے کیا تعلق وہ تو مجاہدات سے حاصل ہو جاتا ہے اور وہ علامت قبول بھی نہیں، ہاں قرب خداوندی اللہ کے فضل سے حاصل ہوتا ہے اور وہ علامت قبول بھی ہے

عرض۔ مجاہدات اس نیت سے تو ہونے چاہئیں کہ مریدین کے حالات معلوم ہوں۔

ارشاد۔ جی ہاں مگر بعض لوگ تو اس نیت سے بھی کرتے ہیں۔

مشائخ آئندہ پیش آنے والے حوادث کی اطلاع کس طرح دیدیتے ہیں

عرض۔ بعض حضرات یقین کے ساتھ فرما دیتے ہیں کہ ایسا ہوگا پھر

ایسا ہی ہو جاتا ہے۔

ارشاد۔ یہ ایسا ہی ہے کہ ڈاکٹر کہہ دیتے ہیں کہ مریض اتنے دن میں مر جائیگا پھر وہ مر جاتا ہے۔

عرض۔ آثار باطنی محسوس ہوتے ہوں گے۔

ارشاد۔ آثار باطنی بھی محسوس ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی ہے کہ جو جس لائن میں کام کرتا ہے اس کو اس لائن کی بصیرت حاصل ہو جاتی ہے،

ڈاکٹر علاج کرتا ہے مریض کا۔ اس کو بصیرت حاصل ہو جاتی ہے حالانکہ وہ مسلمان بھی نہیں ہوتا چہ جائیکہ بزرگ ہو۔

ایک دفعہ میں نے بیان کیا تھا کہ جس وقت میں بنگلہ دیش نہ بنا تھا بلکہ مشرقی پاکستان تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے کتاب تصنیف کی اور اس پر پابندی لگا دی کہ میری زندگی میں اس کو نہ کھولا جائے۔ اس میں لکھا تھا کہ مشرقی پاکستان کی عمر زیادہ سے زیادہ پچیس سال ہوگی چنانچہ ٹھیک پچیس برس بعد وہ ختم ہو گیا۔

تصورِ شیخ میں بوئے شرک نہیں

عرض۔ مولانا اسماعیل شہیدؒ کو جب ان کے شیخ نے تصورِ شیخ کی تلقین فرمائی تھی یہ عرض کیا تھا کہ اسمیں بوئے شرک محسوس ہوتی ہے۔ آپ معصیت کا حکم فرما دیں وہ منظور ہے، سوال یہ ہے کہ جب انہوں نے تصورِ شیخ میں بوئے شرک پائی تو اپنے شیخ سے اعتقاد کیوں خراب نہیں کیا۔

ارشاد۔ یہ مرید کی کم فہمی ہے جس کی وجہ سے اس نے اسمیں بوئے شرک محسوس کی ورنہ اسمیں بوئے شرک کہاں ہوتی۔ شیخ نے بجائے بحث و مباحثہ کے مرید کو دوسری چیز کی طرف متوجہ فرمایا کہ راہِ نبوت سے آپ کو سلوک طے کرائیں گے۔ نہ کہ راہِ ولایت سے، یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام

نے نمرود بادشاہ کے سامنے دلیلِ توحید پیش کرتے ہوئے فرمایا "ربی الذی یحیی ویمیت" میرا رب وہ ہے جو جلاتا اور مارتا ہے۔ بادشاہ نے کہا انا احی وامیت،، میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں، اس طرح کے دو قیدی بلوائے ایک کو جو مستحقِ قتل تھا رہا کر دیا، اور ایک کو جو مستحقِ رہائی تھا قتل کرا دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے اس کی کم فہمی کو اس لئے بحث و مباحثہ میں نہ پڑتے ہوئے اس کو دوسری دلیل کی طرف متوجہ کیا، فرمایا "فان اللہ یأتی بالشمس من المشرق فأت بھا من المغرب،، کہ حق تعالےٰ شانہٗ سورج کو پورب سے نکالتے ہیں تو پچھم سے نکال کر دکھا" فبھت الذی کفر" اس پر وہ مبہوت اور لاجواب ہوگیا

پیر اور استاذ سے کیوں کا سوال

عرض۔ بزرگانِ دین کا قول ہے کہ دو شخص محروم رہتے ہیں ایک وہ طالب علم جو استاذ سے سوال نہ کرے، اور ایک وہ مرید جو پیر سے سوال کرے، اس کا مطلب کیا ہے؟

ارشاد۔ اس میں سوال کا مطلب علت کا سوال ہے، پیر نے کہا فلاں کام اتنا کرو، مرید کہے کیوں کیا بات ہے اس میں جو شخص یہ سوال کرے وہ ہمیشہ محروم رہتا ہے، پیر سے سوال نہیں کرنا چاہئے کہ ایسا کیوں کریں پیر نے جو نسخہ تجویز کر دیا ہے اس پر عمل کرو۔ اور سبق میں جو استاذ نے بتایا ہے اس کی علت کی تحقیق کرو کہ ایسا کیوں فرمایا استاذ نے، کیا بات ہے کیا نکتہ ہے اس میں۔

مثال۔ پیر نے کہا تیرہ تسبیح پڑھا کرو ضرب کے ساتھ وہ کہے کیوں؟ ضرب کے ساتھ کیوں پڑھوں، اس قسم کی بحث نہ کرے، جو مرید چرا کا سوال کرے اس کو چراگاہ میں بھیجنا چاہئے۔ اسی طرح جو شاگرد استاذ سے پڑھتے

ہوئے سوال نہ کرے، اس کو بھی چراگاہ میں بھیجنا چاہیئے۔ استاذ سے سوال کرنا چاہیے، ہر چیز کی تفتیش و تحقیق کا ادر پیر سے چرا کا سوال نہ کرنا چاہئے بلکہ جو کچھ بتادیا اس پر عمل کرے۔

حکیم نے جو نسخہ بتادیا ہے اسمیں چوں چرا نہیں کرنا چاہئے۔ اگر کریگا تو بگڑ جائے گا۔ یہ ہمارے استاذ مولانا مدنیؒ نے سبق میں بتایا تھا۔

اجازت اور اسکے متعلقات

عرض۔ مشائخ جو اجازت دیتے ہیں وہ ظن کا درجہ رکھتا ہے یا قطعیت کا۔

ارشاد۔ بالکل ظن کا، اس واسطے کہ ہوسکتا ہے کہ آج کی کیفیت کل کو باقی نہ رہے جس کیفیت پر اجازت دیجاتی ہے ضروری نہیں کہ وہ دائم رہے کل کو بدل بھی سکتی ہے، اجازت کا حال ایسا ہے کہ دورۂ حدیث پڑھ لیا بخاری شریف کی اجازت ملگئی اب اگر اس سلسلہ کو پڑھنے پڑھانیکو جاری رکھتا ہے یہی اسکا مشغلہ ہے تو نسبت باقی رہتی ہے ورنہ تو جتنا پڑھا ہے اسکو بھی بھولجاتا ہے

عرض۔ اگر قرائن سے ثابت ہوجائے کہ حالات بدل گئے اور مشائخ اجازت کو سلب نہ کریں تو کیا وہ خود بخود سلب ہوجاتے گی۔

ارشاد۔ مشائخ خود سلب کریں۔ حضرت تھانویؒ کے یہاں ہر سال فہرست شائع ہوتی تھی کہ اس سال اتنے حضرات کو اجازت دی گئی۔ اور دوسری فہرست بھی شائع ہوتی تھی کہ ان حضرات کو اجازت دی گئی تھی اس امید پر کہ وہ سلسلہ کو باقی رکھیں گے مگر انہوں نے دوسرا مشغلہ اختیار کرلیا لہذا ان کی اجازت سلب کرلی گئی۔

عرض۔ شیخ کے انتقال کے بعد کون سلب کرے گا۔

ارشاد۔ یہ نکاح نہیں ہے کہ شوہر کے انتقال کے بعد خود بخود ختم ہوجاتا ہے، صحابہ کرامؓ کی اتنی بڑی جماعت تھی صحابیت کا شرف ان کو

حاصل ہوا کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کی صحابیت ختم ہوگئی۔
ایسا تو نہیں۔

عرض۔ شیخ نے اچھے حالات کی بنا پر اجازت دی مگر عوام کے سامنے اس کے برعکس حالات ہیں تو کیا کریں۔

ارشاد۔ ایک صاحب نے حضرت تھانویؒ کو خط لکھا کہ فلاں صاحب کو آپ نے اجازت دی ہے مگر ہم جو کچھ دیکھ رہے ہیں تو ان کا حال ایسا نہیں ہے پس آپ کی اجازت پر اعتماد کیا جائے یا اپنے دیکھے اور مشاہدہ پر حضرت تھانویؒ نے جواب دیا کہ جو کچھ آپ نے دیکھا اس کے مطابق معاملہ کریں، آپ میری اجازت کے مکلف نہیں، میرے یہاں اجازت دینے کے اسباب اور مصالح الگ الگ ہیں۔

عرض۔ شیخ نے کسی کو اجازت دی اس کے بعد شیخ کا ہو گیا انتقال اور ان کے مجاز کے حالات اچھے نہیں رہے تو کیا ان کے دوسرے خلفاء اس کی اجازت کو سلب کر سکتے ہیں۔

ارشاد۔ ہمارے زمانے میں ایک صاحب کا قصہ ہے وہ حضرت تھانویؒ کے خلفاء میں سے تھے فہرست میں ان کا نام تھا لیکن بعض اسباب پیش آئے جن کی وجہ سے چند خلفاء نے ملکر ان کی اجازت سلب کر لی۔

عرض۔ شیخ کی اولاد میں صلاحیت نہیں ہوتی پھر بھی ان کے خلفاء اولاد کو اجازت دیدیتے ہیں۔

ارشاد۔ آپ کو کیسے معلوم ہے کہ صلاحیت نہیں۔ آپ کو حق کیا ہے صلاحیت دیکھنے کا۔ وہ ویسے ہی تھوڑے خلافت دیدیں گے۔

عرض۔ کوئی بیعت تو کسی شیخ سے ہے اور اجازت کسی اور شیخ نے

دیدی تو کیا اپنے شیخ کو اطلاع دینی ضروری ہے۔

ارشاد۔ جی ہاں۔ اطلاع دینی چاہیئے۔ وہ گیا کیوں دوسرے کے یہاں۔

اجازت کے لیئے بیعت شرط نہیں

عرض۔ کیا بیعت کے بغیر اجازت دے سکتے ہیں۔ بیعت ہونا اجازت کے لیئے شرط تو نہیں۔

ارشاد۔ مولانا عبدالرحمان صاحب کیمل پوری کی خط و کتابت تھی حضرت تھانوی سے اسی سلسلے میں ایک روز اجازت نامہ بھیج گیا ان کے پاس۔ اس پر وہ تھانہ بھون گئے اور حضرت تھانوی سے عرض کیا مجھے کس بات پر خلافت دیدی میں تو بیعت بھی نہیں آپ سے۔

حضرت تھانوی نے فرمایا اچھا اگر خلافت کے لیئے بیعت ضروری ہے تو آیئے اب بیعت کر لیتا ہوں۔

توحید مطلب کی مثال

عرض۔ بندہ حضرت سے بیعت ہے گنگوہ رہتا ہے چاہتا ہے کہ وہاں مولانا سلمان صاحب سے اپنی اصلاح کرالوں۔ جیسا ارشاد ہو۔

ارشاد۔ ایک بچہ ہے ڈیڑھ سال کا مجلس میں متعدد عورتیں ہیں اسکی ماں بیٹھی ہوئی ہے۔ بہن بیٹھی ہوئی ہے، پھوپی بیٹھی ہوئی ہے چچی بیٹھی ہوئی ہے یہ کبھی اس کی گود میں جاتا ہے، کبھی اس کی گود میں آتا ہے لیکن جب بھوک لگتی ہے دودھ پینا چاہتا ہے تو ماں ہی کا پستان کھوجتا ہے کسی اور کے پاس نہیں جاتا۔ بھوک پیاس اسی سے بجھاتا ہے۔ یا مثلاً مریض ہے وہ جانتا ہے کہ شہر میں فلاں فلاں ڈاکٹر ہیں اور سب قابل ہیں ماہر فن ہیں مگر اس کو ایک سے عقیدت ہے تو علاج اسی سے کرائے گا اگرچہ سمجھتا ہے کہ

اس سے بھی قابل اور بہتر ڈاکٹر موجود ہیں اور ان کی قدر بھی کرتا ہے ناقدری کسی کی نہیں کرتا۔

اسی طرح محبت اور تعلقات تو سب بزرگوں سے ہونے چاہئیں لیکن اپنی اصلاح و تربیت اسی شیخ کے ذریعہ ہوگی جس کا ہاتھ پکڑا ہے اگر اس کے خلاف کرے گا تو پریشان ہوگا اور مقصود حاصل نہیں ہوگا۔ چنانچہ ایک شخص نے اصلاح و تربیت کا تعلق تو ایک بزرگ سے قائم کیا مگر معمولات دوسرے کے بتلانے پر شروع کر دئے۔ بس وہ اتنا پریشان ہے کہ کوئی حد نہیں۔ وہ جلال آباد گیا حضرت مولانا مسیح اللہ صاحبؒ کے یہاں۔ وہ بہت ناخوش ہوئے اس بات پر اور فرمایا کہ تمہارا معاملہ بہت دشوار ہے، جب ایک بزرگ سے تعلق قائم کیا تو دوسرے کے پاس کیوں گئے۔

دین و دنیا ہر دو بقدرِ مقدر

عرض۔ یہ بات کہاں تک صحیح ہے کہ دین تو بقدرِ مشقت ہے اور دنیا بقدرِ مقدر ملتی ہے تبلیغی جماعت کے بعض احباب ایسا ہی کہتے ہیں۔

ارشاد۔ دین بھی مقدر ہی سے ہو، جس کے مقدر میں ہوگا جتنا مقدر میں ہوگا ملے گا۔

راہِ نبوت اور راہِ ولایت میں فرق

عرض۔ راہِ نبوت اور راہِ ولایت میں کیا فرق ہے۔

ارشاد۔ ولایت دیکھے حضرت علیؓ کی۔ ان کی پیدائش خانۂ کعبہ کے اندر ہوئی ہے۔ ان کی والدہ زیارت کے لئے آئی تھیں یہ پیدا ہو گئے وہاں ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے کہ حضرت علیؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خانۂ کعبہ کے اندر لے گئے اور فرمایا کہ بیٹھ جاؤ یہ بیٹھ گئے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے ان کے دونوں کندھوں پر قدم مبارک رکھے اور فرمایا کھڑے ہو جاؤ۔ وہ کھڑے نہ ہو سکے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بیٹھے اور حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تم میرے کندھوں پر کھڑے ہو جاؤ، چنانچہ وہ کھڑے ہو گئے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی کھڑے ہو گئے اور جتنے بت رکھے ہوئے تھے خانہ کعبہ کے اندر وہ سب گرا دیئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ولایت اور نبوت میں اتنا فرق ہے کہ حضرت علیؓ کی ولایت کے بوجھ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سنبھال لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی تھے، حضرت علیؓ ان کے بوجھ کو نہ سنبھال سکے۔

لطیفہ

بعض حضرات نے اس سے یہ لطیفہ استنباط کیا ہے کہ حضرت علیؓ نبی نہیں تھے ولی تھے ولی میں صلاحیت نہیں کہ وہ بارِ نبوت کو برداشت کر سکے۔

بعض حضرات نے ایک اور لطیفہ اخذ کیا ہے کہ نبی میں نبوت بھی ہے ولایت بھی ہے ایسا نہیں کہ نبی ولایت سے خالی ہو اس کے اندر ولایت بھی اعلیٰ درجہ کی ہے نبوت تو ہے ہی مگر ولیِ محض میں صرف ولایت ہے وہ بھی نبی کی ولایت سے کم، اس لئے ولی مقامِ ولایت میں نبی سے افضل نہیں اور نبی مقامِ ولایت میں بھی ولی سے افضل ہے۔

راہِ ولایت و نبوت میں ایک اور فرق

ایک بات اور ہے وہ یہ کہ ولایت میں تو ولی کا رخ حق تعالیٰ کی طرف ہوتا ہے اور نبوت میں نبی کا رخ مخلوق کی طرف ہوتا ہے کیونکہ نبی کو مخلوق کی ہدایت کے لئے اور ان کو راہِ خدا دکھلا کر اس کی طرف متوجہ کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے اور چونکہ یہ خدا کے حکم سے ہے اس لئے

بھم کم درجہ نہیں اسکا لیکن رُخ بہرحال ہے مخلوق کی طرف، خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ گناہوں میں مبتلا ہیں ان کو گناہوں سے روکنا، بچانا اور طاعات میں لگانا یہ راہِ نبوت میں ہوتا ہے اور راہِ ولایت میں مالک الملک کی طرف توجہ ہے دنیا کی طرف توجہ ہے، ہی نہیں۔

امورِ تکوینیہ اور صوفیاء کا ان میں دخل مع واقعہ موسیٰ و خضر علیہما السّلام

عرض۔ امورِ تکوینیہ سے کیا مراد ہے۔

ارشاد۔ یہ علم الٰہی کا نام ہے۔ جتنی چیزیں دنیا میں پیدا ہوئیں یا بعد میں پیدا ہوں گی، پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالےٰ نے ہر چیز کا نقشہ بنا لیا ہے کہ یہ چیز اس طرح واقع ہو گی، اس کے مطابق اس کو واقع کرنا تکوین ہے مثلاً ایک شخص کے متعلق یہ تجویز کر دیا کہ اتنے برس میں انتقال کرے گا۔ بس اس کا انتقال اسی وقتِ مقررہ پر ہونا تکوین ہے۔

عرض۔ کیا صوفیاء کو امورِ تکوینیہ میں دخل ہے یعنی ان کو بھی تصرف کا حق ہوتا ہے امورِ تکوینیہ میں؟

ارشاد۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات حضرت خضر علیہ السلام سے ہوئی، انہوں نے کہا میں آپ کے پاس رہنا چاہتا ہوں مجھے اپنا علم سکھا دیجئے حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا تمہارے بس کا ہے نہیں۔ تم اعتراض کرو گے میرے ہر کام پر تو پریشانی لاحق ہو گی میں کہاں تک بتاؤں گا سمجھاتا سمجھاتا تھک جاؤں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا انشاء اللہ ایسا نہ ہو گا۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا اچھا شرط یہ ہے کہ تم جو کچھ دیکھو اس کے متعلق سوال نہ کرنا۔ کہا اچھی بات ہے وعدہ کر لیا۔ چلتے چلتے کسی جگہ کشتی

میں سوار ہو گئے۔ بس اسمیں سوراخ کر دیا ذرا سا توڑ دیا۔ موسیٰ علیہ السلام سے نہ رہا گیا فرمایا بیچارے نے کشتی میں بغیر پیسے کے سوار کر لیا اور تم نے کشتی توڑ دی کیا ڈبو دو گے اہل کشتی کو۔ فرمایا وعدہ تھا سوال نہ کرنے کا اور آپ سوال کر بیٹھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مجھے بھول ہو گئی۔ آگے چلے ایک لڑکے کو دیکھا جو بچوں میں کھیل رہا تھا اس کو پکڑ کر ذبح کر دیا۔ فرمایا یہ کیا کیا معصوم بچے کو قتل کر ڈالا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کیا اب کے بھی یاد نہیں رہا اپنا وعدہ۔ فرمایا اب کے پوچھوں اعتراض کروں تو مجھے الگ کر دیجئے اخراج کر دیجئے گا۔ پھر چلے، ایک بستی میں پہنچے وہاں دیکھا کہ ایک دیوار کا پیٹ پھول رہا ہے گرنے کے قریب ہے۔ خضر علیہ السلام نے گر کا سہارا لگا کر اسکو ٹھیک کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم نے دیوار ٹھیک کر دی کچھ پیسے اس پر لے لیتے تاکہ ہمارے کام آتا۔ فرمایا۔ اب بس جدائیگی ہے تم میرے ساتھ نہیں ٹھیر سکتے جاؤ خدا حافظ۔

پھر بیان کیا کہ کشتی اس لئے توڑی کہ کشتی والوں کے آگے کوئی ظالم بادشاہ تھا۔ جب کوئی عمدہ صحیح سالم کشتی دیکھتا تو اس کو بحق سرکار محفوظ کر لیتا کہ یہ تو سرکاری ہے، تمہاری نہیں بس توڑ دی تاکہ اسمیں نقص اور عیب دیکھکر سمجھ لے کہ یہ لینے کے قابل نہیں بظاہر اس کو توڑ دینا عیب پیدا کر دینا تھا مگر اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچا کشتی والوں کو۔

اور جس بچہ کو قتل کیا تھا وہ پیدائشی کافر تھا اگر وہ زندہ رہتا تو اس سے شر پیدا ہوتا ماں باپ کو نقصان پہنچاتا۔

اور جس دیوار کو سیدھا کیا تھا وہ دو یتیم بچوں کی تھی جنکا باپ صالح تھا اور اس نے ان کے لئے اس دیوار کے نیچے خزانہ دفن کر رکھا تھا اگر دیوار

گیا تو خزانہ ظاہر ہو جاتا اور کوئی اس پر قبضہ جمالیتا، پس اس کو سیدھا کر دیا تاکہ بالغ ہونے کے بعد وہ بچے خود اس کو نکال لیں۔

یہ سب کام جو حضرت خضر علیہ السلام نے کئے تکوینی تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انکار فرمانا یہ تشریع تھا کیونکہ یہ سب کام بظاہر خلافِ شرع تھے، تو انکار کرنا ہی چاہئے تھا کیونکہ نبیٔ تشریع کے لئے خلافِ شرع کام پر نکیر کرنا خاموش رہ جانا درست نہیں ہے۔

مدرسہ اور قوانین داخلہ و اخراج کا ثبوت

دیوبند میں جس زمانہ میں اسٹرائک ہوئی بڑی پریشانی ہوئی بعد میں جب سکون سا ہوا تو قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم نے تقریر فرمائی تھی اس میں یہ سب سنایا تھا اور فرمایا تھا کہ اس قصے سے مدرسہ کا ہونا، مدرسہ میں داخلہ کے شرائط اور شرائط کی خلاف ورزی کرنے پر اخراج یہ ساری چیزیں ثابت ہوتی ہیں۔

حقیقتِ فیض اور اس کے لئے شرط

عرض۔ فیضِ شیخ کسے کہتے ہیں؟

ارشاد۔ ذرۂ نورِ شیخ کے قلب سے قلبِ طالب میں منتقل ہوتا ہے یہ ہے فیض حاصل ہونا۔

عرض۔ روحانی فیوض جو بزرگوں کے لوگوں تک پہنچتے ہیں کیا اس کے لئے عقیدت ان بزرگوں سے شرط ہے؟

ارشاد۔ فیض تو عقیدت ہی سے پہنچے گا بغیر عقیدت کے فیض نہیں پہنچتا اور اگر بدگمانی ہے تو نقصان پہنچے گا اور اگر خالی الذہن ہے تو کچھ نہیں۔ نہ نقصان ہوگا، ایک شخص دکان کرتا ہے مٹھائی کی اگر آپ کو اس کے متعلق معلوم ہے کہ وہ مٹھائی بیچتا ہے تو آپ اس سے مٹھائی خریدیں گے نفع ہوگا، اور

اگر معلوم نہیں تو کچھ نہیں (نقصان نہ ہوگا) اور اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ زہر بیچتا ہے تو پھر نقصان ہوگا کیونکہ آپ نہ اس کے پاس جائیں گے نہ خریدیں گے۔

عرض۔ اپنے شیخ سے جو محبت وعقیدت مرید کو رکھنی چاہئے اس کی ذرا تفصیل فرمادیں۔

ارشاد۔ آسمان سے بارش آتی ہے بالکل صاف ستھری، بیور عمدہ میٹھا پانی ہوتا ہے، جسے پی کر جی خوش ہوجائے۔ چاہے اس سے کپڑے دھولو چاہے برتن دھولو، غسل کرلو، وہ پانی چھت پر گرتا ہے، چھت بھی پاک وصاف بنی ہوئی ہے اسمیں ایک پرنالہ ہے اسی کے ذریعہ وہ پانی نیچے آتا ہے اگر وہ پرنالہ بالکل صاف ستھرا ہوگا تو پانی بھی صاف ستھرا آئے گا اور اگر اس کے اندر مٹی گوبر بھرا پڑا ہے تو جو پانی آئے گا اس پرنالہ کے راستے وہ گوبر کی گندگی سے ملوث ہوکر آئے گا، اور خود تو کیا پاک صاف ہوگا دوسر کو بھی گندا اور غلیظ بنادے گا بس یہی کیفیت ہے عقیدت کی وہ مثل پرنالہ کے ہے اگر اسمیں صفائی ہوگی تو فیض کے معنوی پانی میں بھی صفائی ہوگی اور اگر اسمیں صفائی نہیں تو فیض بھی پاک صاف نہیں پہنچے گا۔ مگر وہ از خود گندا اور غلیظ نہیں وہ تو اس کی عقیدت سے گندا ہوا ہے۔

شیخ سے محبت میں اضافہ کا طریق۔

عرض۔ شیخ کے ساتھ محبت میں اضافہ اور ترقی کس طرح ہوگی، کیا اعمال کرنے چاہئیں۔

ارشاد۔ جتنا جتنا فیض پہنچے گا اتنی ہی محبت بڑھے گی۔ مولانا الیاس صاحبؒ حضرت گنگوہیؒ سے بیعت تھے رات میں بار بار سوتے سوتے اٹھتے اور جاکر حضرت گنگوہیؒ کی صورت دیکھتے اور دیکھکر واپس آجاتے۔ حضرت

مولانا عبدالقادر صاحب سے . . . . ان کے شیخ شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوریؒ کے قصے سنے وہ سناتے تھے کہ حضرت کھانا کھانے کے بعد لیٹتے تو میں بدن دبایا کرتا، کچھ دیر بعد حضرت فرماتے بس جاؤ، آرام کرو لیٹ جاؤ، وہ کہتے ہیں میں اٹھ کر چلا آتا اور تھوڑی تھوڑی دیر بعد جاتا تھا دیکھنے کے لیے، کوئی مکھی تو منھ پر نہیں بیٹھ گئی، کبھی پریشان کر رہی ہو جاکر دیکھتا مکھی نہیں ہے تو چلا آتا۔

کیا مرید پیر سے بڑھ سکتا ہے

عرض۔ کیا مرید کبھی پیر سے بڑھ سکتا ہے

ارشاد۔ کبھی کبھی مرید بھی بظاہر پیر سے بڑھ جاتا ہے۔ اونچے درجہ پر پہنچ جاتا ہے مگر اس کو یوں سمجھنا چاہئے کہ فیض پیر ہی کا ہے۔ کہیں اور سے نہیں آیا جیسا کہ بعض دفعہ امتی اپنے اعمال کی تعداد میں بظاہر نبی سے بڑھ جاتا ہے مثلاً بعض بزرگوں کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ ایک ہزار رکعت روزانہ پڑھتے تھے حالانکہ نبی سے اتنی رکعت منقول نہیں مگر امتی کی ایک ہزار رکعت نبی کی دو رکعت کے برابر بھی نہیں۔

شیخ محمد تھانویؒ اور قاضی اسماعیل منگلوریؒ

تھانہ بھون میں مولانا شیخ محمد تھانویؒ

ایک بزرگ گذرے ہیں ان کے مرید تھے قاضی اسماعیل صاحب منگلوریؒ تھے صاحب کشف ان کو منکشف ہوا کہ ان کا مقام ان کے شیخ سے بڑھ گیا ہے۔ مولانا شیخ محمد صاحبؒ کے دل کو احساس ہو گیا کہ قاضی صاحب ایسا ایسا سمجھ رہے ہیں، ادھر اس بات سے قاضی صاحب کے قلب میں گرانی محسوس ہوئی، وہ تھانہ بھون گئے مغرب بعد رات کے وقت۔ یہ مولانا کے تصنیف و تالیف کا وقت تھا چراغ جل رہا تھا مولانا شیخ محمد صاحب نے فرمایا بھائی قاضی صاحب یہ منگلور کی طرف

سے ہوا آرہی ہے، یہاں اینٹ کھڑی کردو۔ اینٹ کھڑی کردی بس قلب میں اندھیرا ہوگیا روشنی جاتی رہی۔ انہوں نے پوچھا یہ کیا ہوا؟ شیخ نے فرمایا اسی چراغ کی روشنی تھی جو مٹی کا ہے، جسے دیوا کہتے ہیں جو ہے تو معمولی سا مگر روشنی اسی کی ہے بس اس کا خیال رکھنا اس کی ناقدری نہ کرنا۔

انتقال شیخ کے بعد فیض کا حصول

عرض۔ شیخ کے انتقال کے بعد بھی اس سے فیض حاصل ہوتا ہے۔ بیان فرمادیں۔

ارشاد۔ کوئی چراغ رکھا ہوا ہو اس کے سامنے پردہ پڑا ہو اور اس کے پیچھے کوئی شخص بیٹھا ہو تو چراغ کی روشنی اس پردہ میں سے چھن چھن کر پیچھے بیٹھنے والے کو حاصل ہوتی رہتی ہے، ایسا ہی یہ قصہ ہے۔

استاذ سے منتظم نے کتاب لے لی تو کیا وہ اس کا مطالبہ کرسکتا ہے۔

عرض۔ ایک استاذ کو مشکوٰۃ شریف پڑھانے کے لئے ملی تھی۔ ناظم مدرسہ نے ان سے مشکوٰۃ شریف لے لی، اس صورت میں طلبہ کا نقصان ہورہا ہے کہ دوسرے استاذ کے پاس تعلیم اچھی نہیں ہورہی ہے تو کیا پہلا استاذ مشکوٰۃ شریف کا مطالبہ کرسکتا ہے۔

ارشاد۔ ایک صاحب جلالین شریف پڑھا رہے تھے، آیت آیا "وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ" انہوں نے ترجمہ کیا اسکا۔ رضوان اللہ سے بڑا ہے۔ طالبعلم نے کہا اللہ تو سب سے بڑا ہے۔ "اللہ اکبر"، کہنے لگے فضیلت جزئی منافی نہیں فضیلتِ کلی کے (یعنی رضوان کو فضیلت جزئی حاصل ہے اللہ پر انا للہ وانا الیہ راجعون) اگر پڑھاتے پڑھاتے منتظم نے کتاب لے لی ہو اور دوسرے استاذ کے پاس ایسا نقصان ہوتا ہو تب تو مطالبہ ضروری ہے۔

لطائف وظرائف

دوسرا مصرع میں کہتا ہوں

ارشاد۔ ایک مجلس میں کسی صاحب نے مصرع کہا اور بار بار کہا

محفلِ میلاد میں سب آ رہے ہیں پھول پھول

ایک صاحب (جن کے ذرا ذرا سے کان کٹے ہوئے تھے) جھومتے ہوئے بار بار کہتے ، ارے واہ رے واہ۔ اس پر کوئی اور صاحب کھڑے ہوئے اور کہا دوسرا مصرع میں کہتا ہوں۔

عرض ہے۔ محفلِ میلاد میں سب آ رہے ہیں پھول پھول

انہوں نے بھی اس کو مکرر سہ کرر کہا تاکہ خوب ذہن نشین ہو جائے اس کے بعد دوسرا مصرع کہا۔ کان کاٹے ہیں خدا نے ناک کاٹیں گے رسول

فارسی تین جگہ رہ گئی

عرض۔ میرا بچہ فارسی پڑھ رہا ہے اس کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

ارشاد۔ ابھی فارسی باقی ہے؟ ہمارے استاذ فرمایا کرتے تھے کہ فارسی صرف تین جگہ رہ گئی، ایک حکیم کے نسخہ میں "جوش دادہ کوفتہ بیختہ شربت بنفشہ آمیختہ صبح و شام بنوشند" دوسرے خط کے پتہ میں بگرامی خدمت فلاں برسد تیسرے اشما کے ترجمہ میں "جز ایں نیست"۔

جھوٹ کا پہاڑا

ارشاد۔ دارالافتاء میں حضرت مہتمم صاحب (قاری محمد طیب صاحب) تشریف لائے ان کو جھوٹ کا پہاڑا سنایا بہت پسند کیا اور لکھکر گھر لے گئے کہ وہاں سناؤں گا۔

وہ یہ ہے۔ جھوٹ اِکن جھوٹ، جھوٹ دونی مبالغہ، جھوٹ تیا بہانہ، جھوٹ چوک دھوکا، جھوٹ پنجے سفید جھوٹ، جھوٹ چھکنگ تہمت، جھوٹ ستے بہتان، جھوٹ اٹھے غدر، جھوٹ نم نفاق، جھوٹ دھام کفر،

مستقبل کے ٹکڑے

ارشاد۔ ایک مشاعرہ میں کوئی شاعر شعر پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے اشعار میں لفظ مستقبل آیا، وہ تھے ہکلے اس لئے لفظ مستقبل رک رک کر اس طرح کہا مُس، تَق، بِل، دوسرے شاعر کھڑے ہوئے اور اس پر تبصرہ کرتے ہوئے شعر کہا۔

پہلے اس نے مُس کہا، پھر تق کہا پھر بل کہا

اس طرح ظالم نے مستقبل کے ٹکڑے کر دئے

غیر مسلم کے لئے ایصال ثواب کی مجلس میں مصلحۃً شرکت

عرض۔ غیر مسلم صدر جمہوریہ کے مرنے پر لوگ تعزیت کے لئے جارہے ہیں، معلوم ہوا ہے کہ وہاں ایصال ثواب کے لئے کچھ پڑھنا بھی ہے۔ اور مجھے پڑھنے کے لئے تجویز کیا ہے، اب میں کیا کروں، ان سے تعلق تھا مجبوراً جانا ہے۔

ارشاد۔ آپ جائیے اور پڑھتے رہیئے وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا۔ الخ۔ ان کو کیا معلوم اس کا ترجمہ کیا ہے۔

بے نظیر

عرض۔ میں جب کسی کی تقریر سنتا تو کہتا واہ واہ بے نظیر تقریر کی آپ نے لیکن حضرت جب سے (پاکستان میں ہاکی

حکومت آئی ہے تو بے مثال کہتا ہوں بے نظیر کے لفظ سے، ہی پتا ہوں خواہ مخواہ ذہن منتقل ہو جاتا ہے اس کی طرف۔

ارشاد۔ پیشکش نہیں فرمائی آپ نے محترمہ بینظیر کی خدمت میں کچھ لوگ پاکستان گئے تھے وہاں کسی جلسہ میں بھی شرکت کی معلوم ہوا کہ محترمہ بینظیر کی تقریر ہو رہی ہے اس نے بیان کیا تھا سب سے پہلے ایمان لانے والا کون ؟ عورت، عورت عورت عورت۔ اور دیکھو۔ اپنے اقتدار سے پہلے وہ ... ہندوستان کا جائزہ لے گئی تھی اپنے باپ کے ساتھ آئی تھی۔ اور اندرا گاندھی نے بہت ہوشیاری سے کام لیا تھا کہ بھٹو کے جائے قیام کے پاس جو مسجد تھی اس میں رنگ کرایا اور بہت خوشنما بنوایا، اور جناب ایک قاری کو بلوایا امامت کے واسطے۔ کہ بھٹو صاحب نماز جمعہ پڑھنے کے لئے جائیں گے مگر بھٹو صاحب نہیں گئے۔ جب اخبارات میں اعتراضات شروع ہوئے تو انہوں نے جواب دیا تھا کہ مسافر پر جمعہ کہاں ہے۔

میرے نہیں یہ پیر

ارشاد۔ ایک گاؤں کے آدمی نے حکایت سنائی کہ ایک گوجر نے نیا جوتا خریدا ہلکا سا۔ خوشی میں سوچا کہ ساس کو دکھلا کے آؤں چلدیا، چلپچل چلپچل تھک گیا تو راستہ میں درخت کے نیچے پڑ کر سو گیا اور پیر پھیلا کے سو گیا تاکہ ہر جانے والا جوتے کو دیکھکر جاوے آگیا کوئی گرو، اس کا جوتا تو اس نے لیا نکال اور اپنا ٹوٹا ہوا جوتا اس کو پہنا دیا۔ اور اس کو خبر بھی نہیں ہوئی۔ کچھ دیر بعد ایک بیل گاڑی والا ادھر سے گذر رہا تھا اس نے دیکھا کہ کوئی راستہ میں پڑا سو رہا ہے تو آواز دی او سونیوالے پیر سکیڑلے کہاں پڑا ہے یہاں، اسکی جو آنکھ کھلی تو فوراً جوتے پر پہنچی کہنے لگا میرے نہیں یہ پیر میرے تو نئے جوتے والے تھے اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرنا چاہئے، دکھاوا نہیں چاہئے

دروازہ کھٹکھٹایا

ارشاد۔ ایک دفعہ رات میں ماسٹر محمد علی جناح کے پاس ملاقات کیلئے گیا ہوا تھا ہوگئی دیر، جناح صاحب نے اس سے کہا اب یہیں آرام کرو اسنے قبول کیا
جب لیٹنے لگا تو دیکھا اپنے پاس جانگیا نہیں ہے، اسکو لینے کیلئے گھر پہنچا وہاں دروازہ کھٹکھٹایا اور آواز دی ارے کھولو میں جانگیا لینے آیا ہوں۔ بیوی نے کہا اب دیر ہوگئی یہیں لیٹ جاؤ۔ اس نے کہا اور میاں نے تو وہاں وعدہ کر رکھا ہے کیا خبر پھر وہاں آرام کا موقع نہ ملے اسلئے میں تو جانگیا لیکر وہیں جا رہا ہوں خیر سے وہاں بھی دروازہ بند ہو چکا تھا، اس لئے شور مچایا دروازہ کھولو، میں سونے کے لئے آگیا ہوں گھر جانگیا لینے گیا تھا۔

بیٹا باپ سے زیادہ بخیل

ایک شخص کا بچہ بیمار ہوا، ایسا بیمار ہوا کہ اس کے بچنے کی توقع نہ رہی، باپ نمازی آدمی مسجد میں نماز کے لئے آتا، اور ایک بڑا بچہ بھی ساتھ آتا، مسجد میں آکر نذر مانی کہ یا اللہ اگر میرا بچہ اچھا ہوگیا موت سے بچ گیا تو میرے یہاں جو سب سے اعلیٰ قسم کی بھینس ہے زیادہ دودھ دینے والی وہ تیرے نام پر صدقہ کر دوں گا، یہ نذر مان کر مسجد سے گھر گیا، گھر جاکر دیکھا تو بچہ نے آنکھ کھولی۔ پھر جب دوسری نماز کے لئے مسجد آیا تو اپنی نذر میں ترمیم کی کہ یا اللہ وہ بھینس صدقہ کروں گا جو درمیانی ہے، اب جو گھر جاکر دیکھا تو بچہ نے کروٹ بھی بدلی، اسمیں تو جان آنی شروع ہوگئی، تیسری نماز کے لئے آیا اور آکر کہا یا اللہ وہ بھینس جو دودھ نہیں دیتی وہ تیرے نام پر صدقہ کروں گا۔ اب جو گھر جاکر دیکھا تو بچہ اٹھ بیٹھا اور اس نے کچھ کھانے کو بھی مانگا تو اب مسجد جاکر کہتا ہے یا اللہ جو بھینس کھوگئی ہے اس کو میں نے تیرے نام پر صدقہ کر دیا، جو بچہ ساتھ میں تھا اس نے کہا بابا کیا خبر وہ پھر آجاوے اسلئے جو مرگئی ہے اس کو صدقہ کر دے۔

جب نہیں رہتی کوئی شئی کام کی ❊ اسکو کر دیتے ہیں اللہ کے نام کی

فیل ہونیوالا طالب علم

ایک طالب علم نے امتحان کا پرچہ لکھا۔ وہ اس قابل نہ تھا کہ اس کو پاس کیا جائے۔ فیل ہونے کے قابل تھا۔ اس نے اپنے پرچہ میں یہ شعر بھی لکھ دیا۔

ہمیں جب نہ ہوں گے تو کیا رنگ محفل
کسے دیکھ کر آپ شرمایئے گا

یعنی آپ نے اگر فیل کر دیا تو ہم یہاں سے چلے جائیں گے، تو پھر آپ کس سے دیکھ کر شرمایا کریں گے۔ رنگِ محفل کیا ہو گا۔

اس کا جواب تین شعر میں دیا گیا۔

عیش و نشاط کی مجھے کچھ آرزو نہیں
تیرے سوا کسی کی مجھے جستجو نہیں

یعنی تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے بعد بھی ہم رنگِ محفل جمائیں گے ایسا نہیں بلکہ

تیرے بغیر صحن گلستاں بھی ہے اداس
اب کے بہار آئی مگر رنگ و بو نہیں
مقصود اس سے ترک تعلق نہیں تو کیوں
نامہ نہیں پیام نہیں گفتگو نہیں

ابھی تو جوتے ڈھونڈ رہا ہوں

ایک شخص نے دوستوں کی دعوت کی۔ دستر خوان بچھا دینے کے بعد دہی منگانیکے لئے اسنے اپنے ملازم کو جسکی تربیت کر چکے تھے بھیجا اور حساب لگانا شروع کیا کہ اس وقت کمرہ سے نکلا ہے اب جوتے پہن کر چلا ہے، چلتے چلتے فلاں گلی میں پہنچا پھر وہاں سے نکل کر فلاں گلی میں پہنچا ہے وہاں جا کر دوکان دار سے دہی مانگی اس نے کہدیا کہ دہی ہے نہیں۔ آگے چلا دوسری دکان پر گیا وہاں سے دہی خریدی اسے

لیکر چلا چلتے چلتے فلاں گلی پر پہنچا اس کے بعد فلاں گلی میں آیا یہاں تک کہ گھر کے دروازہ پر پہنچ گیا بس آواز دی ارے فلاں تے اس نے کہا جی حضور۔ لے آیا دہی کہا جی ہاں لے آیا۔ بہت صحیح حساب لگایا تھا ایک اور صاحب نے بھی دوستوں کی دعوت کی انہوں نے بھی اس کی نقل کرنا چاہا دستر خوان بچھا دیا گیا دوستوں سے کہا ذرا ہاتھ روک لو دہی منگا رہا ہوں، اس کے لئے آدمی بھیجا اور حساب لگانا شروع کردیا کہ اب کمرہ سے نکلا ہے فلاں گلی میں پہنچا وہاں سے فلاں گلی میں گیا دہی خریدی پھر وہاں سے چلا فلاں راستہ پر آیا فلاں گلی پر آیا یہاں تک کہ مکان کے دروازہ پر پہنچ گیا، بس آواز دی ارے فلاں نے اس نے کہا جی حضور، پوچھا لے آیا دہی اس نے جواب دیا ابھی تو جوتے ڈھونڈ رہا ہوں۔ وہ ابھی تک جوتے ڈھونڈ رہا ہے اور یہ ساری مسافت بھی طے کر چکے۔ غرض بعض آدمیوں کو عادت ہوتی ہے کہ کوئی عجیب چیز دیکھی اور اسکی نقل اتارنا شروع کردی، اور اسکی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے

مگر عدت تو ہے ہی

ارشاد۔ آپ کے بھائی کی جیل سے رہائی مبارک کیا ان سے سب مقدمات اٹھا لئے گئے۔؟

عرض۔ ضمانت پر آئے ہیں ابھی مقدمہ چلے گا۔

ارشاد۔ حضرت مدنی رح جیل سے رہا ہوئے تو حضرت مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کی قیام گاہ پر تشریف لائے، اندرونی حصہ میں بیٹھے تھے گرمی کافی تھی اس کا احساس کرکے ارشاد فرمایا کہ اب ہم جیل میں تھوڑا ہی ہیں کہ اتنی گرمی برداشت کریں باہر بیٹھنا چاہیے اس پر ناظم صاحب نے فرمایا جی ہاں جیل میں تو نہیں مگر عدت تو ہے ہی۔ یعنی آپ ضمانت پر آئے ہیں مقدمات تو ابھی باقی ہیں۔

وہ نہیں بولی پھر

ارشاد۔ ایک مولانا صاحب ریل میں سفر کر رہے تھے، پان کھا کر کھڑکی میں پیک جھاڑی وہ ہوا کے ذریعہ اڑکر دوسری کھڑکی سے اندر ہی لوٹ آئی اور کسی عورت کے گال پر آپڑی، وہ عورت بولتی چلاتی ہوئی انکے پاس آئی حال یہ کہ پیک اسکے گال پر پڑی ہوئی ہے اور گالیاں دے رہی ہے، مولانا اپنا پان کاٹ کر ٹھیک کر رہے تھے جب وہ بول کر تھک گئی تب مولانا نے فرمایا آپ کاہے کو خفا ہو رہی ہو، اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنا تھوکا ہوا چاٹ بھی سکتا ہوں۔ وہ نہیں بولی پھر۔

اچھا ترتیب غلط ہو گئی

ارشاد۔ ہندوستان کے صدر کو انگلینڈ میں ایک عورت نے دعوت دی، سکریٹری اسکا سکھ تھا، صدر مع اپنے سکریٹری کے چلے، راستہ میں صدر نے سکریٹری سے کہا مجھے بدبو محسوس ہوتی ہے کیا تمہارے ساتھ کوئی بدبودار چیز ہے اس نے کہا نہیں، پھر غور کیا تو معلوم ہوا موزے پرانے ہیں فوراً تبدیل کر دیئے اس کو پھر بھی بدبو محسوس ہوئی تو کہا اب بھی بدبو آرہی ہے، اس نے کہا اب تو بدبو کا کوئی سوال ہی نہیں، اس نے کہا اچھا وہ موزے کہاں ہیں؟ کہا وہ تو جیب میں ہیں۔ جب وہاں پہنچے تو سکھ نے دیکھا کہ سب بول رہے ہیں، سوچا اگر میں خاموش رہا تو مجھے بیوقوف سمجھیں گے اس لئے میزبان عورت سے پوچھا آپ کے کتنے بچے ہیں؟ اس نے کہا چار (تین لڑکے ایک لڑکی) پھر پوچھا کیا آپ کی شادی ہو گئی؟ اس پر سب خوب ہنسے، صدر نے اس سے کہا ارے بیوقوف جب بچے ہیں تو شادی کے سوال کے کیا معنی، ہاں پہلے پوچھتا کہ شادی ہو گئی پھر پوچھتا کتنے بچے ہیں تو کوئی بات تھی۔ سکھ نے کہا ترتیب غلط ہو گئی۔ اتنے میں اس عورت کی لڑکی آئی اس سے سکھ نے پوچھا آپ کی شادی ہو گئی؟ اس نے کہا نہیں پھر پوچھا آپ کے کتنے بچے ہیں؟ اس پر سب خوب ہنسے یہ سکھ صاحب سوچ رہے ہیں

کہ اب کی بار تو ترتیب ٹھیک ہے پھر جانے یہ کیوں ہنس رہے ہیں۔

میں نے یہ چالاکی کی

ارشاد۔ ایک سکھ کسی کے یہاں مہمان ہوا میزبان نے رات کو مچھر دانی لگادی جب صبح ہوئی تو پوچھا سردار جی رات کو مچھر تو نہیں آئے ؟ کہا ہاں مچھر تو آئے مگر میں نے یہ چالاکی کی کہ وہ اندر گھس آئے تو میں باہر نکل آیا، اور کہا اب کاٹ کس کو کاٹنا ہے۔

سائنس کی ترقی

ارشاد۔ ایک سکھ سفر کی نیت سے گھر سے چلا ریلوے اسٹیشن پہنچکر دہلی کا ٹکٹ لے لیا اور گاڑی میں اوپر کی سیٹ پر لیٹ گیا سو گیا، گاڑی صبح کو کسی اسٹیشن پر ٹھیری کچھ لوگ چائے پانی وغیرہ کے لئے نیچے اترے یہ بھی اترا، وہاں ایک پل تھا اس کے پار چلا گیا واپس آنے میں اسکو اتنی دیر ہو گئی کہ اس کی وہ گاڑی چلی گئی اور دوسری گاڑی بمبئی جانے والی اسی پلیٹ فارم پر لگ گئی اس کو پتہ بھی نہیں چلا یہ سمجھا کہ وہی گاڑی ہے اس پر سوار ہو گیا اور اوپر والی سیٹ پر پہنچ گیا، اور گاڑی چلدی نیچے والی سیٹ پر بیٹھے والے شخص نے اس سے پوچھا سردار جی کہاں جا رہے ہو، اس نے کہا میں دہلی جا رہا ہوں اس نے ان سے پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں، جواب دیا بمبئی جا رہا ہوں۔ اس پر سکھ نے کہا دیکھئے سائنس کی ترقی کہ اوپر والی سیٹ دہلی جا رہی ہے اور نیچے والی بمبئی جا رہی ہے۔

میرے والد بول رہے ہیں۔

ارشاد۔ ایک لڑکے کو شرارت سوجھی ارادہ کیا کہ آج اسکول نہ جائے، اس لئے ہیڈ ماسٹر کے پاس فون کیا کہ اطلاعاً عرض ہے آج میرا لڑکا اسکول نہیں آئے گا ہیڈ ماسٹر نے پوچھا فون پر کون بول رہا ہے، لڑکے نے جواب دیا میرے والد صاحب بول رہے ہیں، اس طرح اس جملہ سے اسکی شرارت معلوم ہو گئی۔

لڑکی کا نام بس کر الٰہی اور طیرًا ابابیل

عرض۔ گھر میں بچہ پیدا ہوا ہے اسکا نام تجویز فرمادیں، میرا نام شمس الحق ہے

ارشاد۔ قمر الحق رکھد یجئے، نور القمر مستفاد من نور الشمس۔

عرض۔ اگر اس کے بعد بھی لڑکا ہی پیدا ہو تو اسکا کیا نام رکھوں۔

ارشاد۔ نجم الحق رکھد یں، ایک گاؤں میں جانا ہوا وہاں ایک بچی سے کسی شخص نے کہا "بس کر الٰہی، لوٹے میں پانی لے آو، معلوم ہوا کہ بچی کا نام "بس کر الٰہی" ہے بچی پیدا ہوتی چلی جا رہی تھیں ایک دو تین چار ہوگئی، جب یہ پیدا ہوئی تو اس شخص نے کہا "بس کر الٰہی" بس اس کا نام "بس کر الٰہی" ہی ہوگیا، ایک بچی کا نام معلوم ہوا کہ طیرًا ابابیل ہے۔ میں نے کہا اللہ خیر کرے اس کے شوہر کے حال پر رحم فرمائے اللہ جانے شوہر کے سر پر کتنے پتھر برسائے گی، تَرْمِيهِم بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ۔

عرض۔ ناموں کا بھی آدمیوں پر کچھ اثر ہوتا ہے۔

ارشاد۔ ہاں کچھ تو ہوتا ہی ہے۔

ان کھڑکیوں سے جھانک رہی ہے قضا مجھے

ارشاد۔ ۴ ان کھڑکیوں سے جھانک رہی ہے قضا مجھے۔ یہ شعر نابینا کا ہے۔

عرض۔ بینا ہوتا تو کیا غضب کا شعر کہتا۔

ارشاد۔ ایک استاذ تھے پرانے شاعر۔ وہ کسی کو داد نہ دیتے تھے کبھی، مگر اس کو داد دی اور کہا صاحبزادے جیتے نظر نہیں آتے، چنانچہ اسی ہفتہ میں انتقال ہوگیا تھا ان کا پھر آگے آپ کا ذوق ہے کہ جھانک رہی ہے پسند آئے یا تاک رہی ہے پسند آئے مگر شاعر نے جھانک رہی ہے کہا ہے۔

عرض۔ حضرت کھڑکیوں سے جھانکنا ہی زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

ارشاد۔ آپ کا ذوق ہے مجھے کچھ نہیں کہنا۔

رفع یدین

ارشاد۔ ایک پیر صاحب تھے دوسرے خیال کے گئے اور تھے وہاں ان کی کسی نے قدر نہیں کی، مجبوراً واپسی کا ارادہ کیا تو کسی نے ہوشیاری اور چالاکی سے جاکر ان سے کہا کہ ایک مریضہ ہے اس کا علاج کر دیجئے، انہوں نے معذرت بھی کی کہ مجھے تو جانا ہے، انہوں نے کہا کہ نہیں آپ کے ٹکٹ کا بھی انتظام ہو جائے گا اور سواری کا بھی انتظام ہو جائیگا اس پر وہ ٹھہر گئے۔ مریضہ کو دیکھا تو تشخیص کی کہ مریضہ پر جن ہے اور پستان کے سرے میں ہے، اور علاج اس کا یہ ہے کہ میں اس کی پستان چوس کر دانتوں کے ذریعہ دبا کر اس جن کو نکالوں گا، اس پر لوگوں نے ان پر رفع یدین شروع کر دیا یعنی پٹائی، حتی کہ وہ بیچارے چلے آئے ہندوستان۔

کوے کی ہوشیاری

ارشاد۔ کوائن (کوے کی مادہ) کے ایک بچہ ہوا۔ جب وہ اس قابل ہو گیا کہ گھونسلے سے باہر نکل کر اڑے تو اسے اڑنا سکھایا اور نصیحتیں کیں۔ دیکھو بیٹا یہ جو کلچڑا (انسان) ہوتا ہے وہ تمہارا دشمن ہے جب تم درخت پر بیٹھے ہو اور دیکھو کلچڑا سامنے سے آرہا ہے اور تمہارے قریب آکر جھکا ہے تو سمجھو کہ وہ ڈھیلا اٹھانے کیلئے جھکا ہے وہ تمہیں مارے گا اس لئے فوراً اڑ جانا، اس نے غصہ سے دیکھا اور کہا اری ماں اگر اس نے پہلے ہی سے ڈھیلا ہاتھ میں لے رکھا ہو تو، کوائن نے کہا بیٹا تم مار نہیں کھاؤ گے، تم بہت ہوشیار ہو۔

تاریخ وتذکرہ

واقعہ حضرت سیّد احمد رفاعیؒ

ارشاد۔ ایک بزرگ گذرے ہیں حضرت سیّد احمد رفاعیؒ، علامہ سیوطیؒ نے ان کا واقعہ لکھا ہے کہ جب وہ ۵۵۵ھ میں حج کے لیے تشریف لے گئے اور زیارتِ طیبہ روضۂ اقدس علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر حاضری دی تو بآوازِ بلند عرض کیا السلام علیک یا جدی۔ وہاں سے جواب ملا جس کو دیگر زائرین نے بھی سنا وعلیک السلام یا ولدی۔ اس پر وجد میں آگئے اور دو شعر پڑھے ؎

فِی حَالَۃِ الْبُعْدِ رُوْحِیْ کُنْتُ اُرْسِلُھَا۔
تُقَبِّلُ الْاَرْضَ وَھِیَ عَنِّیْ نَائِبَتِیْ

یعنی دوری کی حالت میں تو روح کو قدم بوسی کے لئے اپنا نائب بنا کر بھیجا کرتا تھا

فَھٰذِہٖ دَوْلَۃُ الْاَشْبَاحِ قَدْ حَضَرَتْ
فَامْدُدْ یَمِیْنَکَ کَیْ تَحْظٰی بِھَا شَفَتِیْ

اب جسم کی باری آئی ہے اس واسطے دستِ اقدس بڑھا دیجئے تاکہ اس کو بوسہ دے سکوں، فوراً قبر اطہر سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک نمودار ہوا۔ کالشمس فی نصف النہار۔ جس کی نورانیت آفتاب نیم روز کی طرح تھی۔ انہوں نے آگے بڑھ کر بوسہ دیا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نورانی ہاتھ

قبر اطہر میں چلا گیا۔ علامہ سیوطیؒ کا بیان ہے کہ نوے ہزار آدمیوں نے اس کا مشاہدہ کیا بڑے جلیل القدر اولیاء اللہ اس مجمع میں موجود تھے، پیران پیر حضرت مولانا شیخ عبدالقادر صاحب جیلانیؒ بھی اس میں تھے (حضرت تھانویؒ روح الیع والشح ص ۳۳ میں فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو اس وقت حضرت سید احمدؒ پر رشک بھی ہوا تو فرمایا ہم تو ہم اس وقت حاملان عرش بھی رشک کر رہے تھے، پھر جب آپ کو افاقہ ہوا تو دیکھا کہ لوگوں میں بڑی عزت ہو رہی ہے اس لئے نفس کا علاج کیا۔ صاحبو جب ایسوں کو علاج کی ضرورت ہے تو ہم کیسے مخدوم ہو سکتے ہیں، ہمیں تو بدرجہ اولیٰ علاج کی حاجت ہے، علاج یہ کیا کہ مسجد نبوی کی دہلیز پر لیٹ گئے اور لوگوں سے فرمایا کہ میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ میرے اوپر سے گذرو تاکہ ذلت ہو۔ لوگوں نے ان کے اوپر سے پھاندنا شروع کیا۔ حاضرین میں سے کسی ایک بزرگ سے دریافت کیا کہ آپ نہیں پھاندے، فرمایا اگر میں ایسا کرتا تو آتش قہر مجھے جلا ڈالتی۔ وہ اندھے تھے جو پھاندے۔

صاحب حضوری شیخ عبدالحقؒ کا عجیب واقعہ

ارشاد- ایک بزرگ گذرے ہیں

حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ مدینہ طیبہ (زادھا اللہ شرفا وکرامۃ) میں رہتے تھے صاحب حضوری تھے، صاحب حضوری وہ شخص کہلاتا ہے جسکو روزانہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوتی ہے۔ کس طریقہ پر ہوتی ہے سوتے میں یا جاگتے میں یہ تو وہی حضرات جانیں۔ ایک روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ ہندوستان جاؤ، یہ بھی فرمایا کہ غریبان ہند پر نظر کرم رکھنا۔ نظر شفقت رکھنا، انھوں نے عرض کیا کہ حضور یہاں تو روزانہ حاضری و زیارت کا موقع ملتا ہے، ہندوستان سے اکاتنی دور ہے اس کا موقع کیسے میسر آئے گا۔ اس پر

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم کو وہاں بھی موقع دیا جائے گا۔
چنانچہ وہ ہندوستان آئے، دہلی میں قیام کیا، یہاں حدیث شریف کا مشغلہ شروع
کیا، تصوف کی بھی بعض کتابیں لکھیں۔ اگر کہیں معلوم ہوتا کہ فلاں جگہ کوئی اللہ اللہ
کرنے والا موجود ہے تو اس کی زیارت کے لئے جاتے، ایک روز معلوم ہوا کہ
کوئی درویش آیا ہے بہت لوگ اس کی طرف متوجہ ہیں وہاں بھی یہ تشریف لیگئے
دیکھا کہ ایک فقیر ہے اور اس کے ارد گرد مجمع ہے اور اس کے پاس ایک پیالہ
شراب کا رکھا ہوا ہے، فقیر نے ان کی طرف دیکھا اور کہا کہ یہ پیالہ شراب کا پی لے
انہوں نے انکار کر دیا کہ شراب تو حرام ہے میں نہیں پیوں گا، اس نے بھی کچھ اصرار
نہیں کیا اور نہ کچھ اور بات ہوئی، رات کو انہوں نے خواب دیکھا کہ کچھ لوگ
چلے جارہے ہیں، جانے والوں سے پوچھا بھائی کہاں جارہے ہو؟ انہوں نے
بتلایا کہ فلاں مکان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں ان کی زیارت کیلئے
جارہے ہیں۔ اس پر یہ بھی چلدیئے، مکان پر پہنچے تو دیکھا کہ وہی فقیر ڈنڈا لئے
دروازہ پر کھڑا ہے۔ اس نے اوروں کو تو اندر جانے کی اجازت دیدی مگر
انہوں نے جانا چاہا تو ان کے اوپر ڈنڈا اٹھایا اور کہا تو نے شراب کا پیالہ نہیں
پیا تھا اس لئے اندر جانے کی اجازت نہیں۔ گھبرا کر آنکھ کھل گئی، چونکہ زبردست
عالم تھے حدود شرع کو جانتے تھے فوراً لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھا،
سمجھ گئے کہ تلبیس ابلیس ہے، شیطانی دھوکہ ہے یعنی شراب پئیں تو زیارت
نصیب ہو اور شراب پینے سے انکار کردیں تو محروم رہیں یہ تلبیس ابلیس ہے
اگلے روز پھر اس فقیر کے یہاں گئے دیکھا اسی طرح مجمع لگا ہوا ہے اور شراب کا پیالہ
رکھا ہوا ہے جیسے ہی یہ پہنچے تو اس نے کہا اب تو پی لے، اس سے یہ سمجھے کہ
یا تو اسی کا تصرف تھا رات میں یا پھر اس کا کشف ہے، جواب دیا کہ یہ شعبدے

کسی اور کو دکھانا منظور نہیں ہوں گا۔ چنانچہ نہیں پی چلے آئے۔ آج رات پھر اسی طرح خواب دیکھا کہ لوگ جا رہے ہیں۔ یہ بھی گئے۔ دیکھا کہ پھر وہی فقیر ڈنڈا لئے کھڑا ہے، ان کو اندر جانے نہیں دیا روک دیا۔ گھبرا کر آنکھ کھل گئی، پھر لاحول پڑھا۔ دن میں پھر اس فقیر کے پاس گئے، اس نے کہا دیکھو دو روز ہو گئے حاضری سے محروم ہو زیارت سے محروم ہو اب تو پی لو۔ انھوں نے فرمایا ساری عمر بھی محروم رہوں گا تو بھی نہیں پیوں گا۔ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کر کے حاضری و زیارت منظور نہیں۔ اگر میں حاضری سے محروم ہوں تو کیا ہوا میری خدمات تو قبول ہیں، یہ میرا انکار کر دینا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں قبول ہے پینا تو مقبول نہیں۔ تیسری رات پھر اسی طرح سے خواب میں دیکھا کہ لوگ جا رہے ہیں یہ بھی گئے تو دیکھا کہ پھر وہی فقیر دروازہ پر ڈنڈا لئے کھڑا ہے اب ان کو بڑا تردد ہوا کہ کمبخت یہاں آ کر کھڑا ہو گیا دروازے پر، اندر جانے نہیں دیتا۔ یہ عجیب بات ہے شراب پی لوں تو اندر جانے کی اجازت ملے نہ پیوں تو اجازت نہ ملے، سوچ ہی رہے تھے کیا تدبیر اختیار کروں کہ اندر سے آواز آئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم دریافت فرما رہے ہیں دو روز ہو گئے عبد الحق نہیں آئے جیسے ہی ان کے کان میں یہ آواز پہنچی تو انہوں نے باہر ہی سے کہا کہ حضور میں تو حاضر ہونا چاہتا ہوں مگر یہ فقیر دروازہ پر کھڑا ہے اندر آنے نہیں دیتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کون ہے؟ کیا بات ہے؟ آپ کو بتایا گیا کہ ایک شرابی فقیر ہے جو دروازے پر کھڑا ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا اخسأ یا کلبُ، دور ہو اے کتے، حضرت علی رضی بھی وہاں موجود تھے وہ تلوار لیکر اس فقیر کی طرف دوڑے اس پر وہ بھاگ دیا گیا ہے۔ تب راستہ کھلا اور یہ حاضر خدمت ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا کہ عبدالحق دو روز ہو گئے تم کہاں تھے؟ عرض کیا حضور دو روز ہو گئے آتے ہوئے مگر یہ فقیر کہتا ہے کہ شراب پی لو تو اندر جانے کی اجازت ہے، ورنہ نہیں۔ بھلا آپ نے تو شراب کو حرام تبلایا، شراب پینے والے پر لعنت فرمائی میں کیسے پی لیتا آپ نے فرمایا تم نے بہت اچھا کیا اور پھر شفقت و مہربانی فرمائی۔ آج جب صبح کو اٹھے تو بہت خوش تھے، دن چڑھے اس فقیر کے یہاں پھر آئے۔ دیکھا مجمع تو موجود ہے اس کے مریدین کا مگر خود موجود نہیں۔ ان سے پوچھا کہ تمہارا پیر کہاں ہے؟ مرید نے کہا اندر کمرہ میں ہیں۔ حضرت شیخ نے دروازہ پر دستک دی تو کوئی جواب نہیں ملا۔ دروازہ کھولکر دیکھا تو اسمیں کوئی نہیں ہے، اسپر لوگوں سے کہا دیکھو وہ تو یہاں نہیں ہے، جب سب نے دیکھا تو تعجب ہوا کہ وہ تو کمرہ کے اندر تھے اور کوئی راستہ بھی کمرہ سے نکلنے کا نہیں پھر گئے تو کہاں گئے۔ اسکے بعد شیخ نے ان سے پوچھا کہ یہاں سے کوئی نکلا بھی ہے؟ تبلایا کہ ہاں ایک کتا تو نکل کر بھاگا تھا۔ اس پر شیخ نے اپنا سارا واقعہ سنایا اور فرمایا وہی تمہارا پیر تھا اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو مسخ کرنا چاہا تھا حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کی صورت کو مسخ کر کے کتا بنا دیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا "دور ہو اے کتے"، جس کو آپ نے کتا فرما دیا وہ پھر انسان کیسے رہتا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت نہایت پاک صاف اور روشن نکھری ہوئی شریعت ہے جس میں کسی قسم کا تردد نہیں، شیطان یا شیطان نما انسان اس کے اندر کوئی گڑبڑ کرنا چاہتا ہے تو حق تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتے ہیں جیسے اس نے یہاں گڑبڑ کرنا چاہا تھا۔ شراب پینے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب بتلایا تھا، حالانکہ وہ حرام ہے، اس طرح اس نے مسخ کرنا چاہا تھا شریعت مقدسہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کی صورت کو مسخ کر دیا اور شریعت مطہرہ کی حفاظت فرمائی۔

خوارق کا صدور علامتِ مقبولیت نہیں

ارشاد۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ

شاہ ابوالمعالی صاحبؒ کے مزار کی زیارت کے لئے انبہٹہ پیرزادگان تشریف لیگئے دروازہ پر ایک صاحب سے جو حضرت سہارنپوریؒ کے عزیز بھی ہوتے تھے۔ ملاقات ہوئی کہ وہ درگاہ سے نکل رہے تھے اور حضرت داخل ہو رہے تھے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا بھائی شبیر کب تک اپنی قوت سے لوگوں کو دھوکہ دیتے رہو گے، ان کی قوت کا یہ حال تھا کہ جہاں ذکر کرنے بیٹھتے وہاں ایک بڑا لکڑ پڑا ہوا تھا جب لا الٰہ کہتے تو وہ لکڑ دائیں طرف دیوار میں جاکر لگتا اور جب الا اللہ کہتے تو بائیں جانب دیوار میں لگتا۔ کسی نے حضرت سہارنپوریؒ سے کہا کہ حضرت فلاں (یہی شبیر صاحب) یوں کہتے ہیں کہ جسکو چاہوں بغل میں دبا کر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرادوں۔ فرمایا زیارت تو ضرور کرادیں گے۔ مگر ہیں وہ بدعتی ان سے بچ کر رہنا۔

حسن خاتمہ

ارشاد۔ مولانا انعام الحسن صاحب مرحوم ومغفور (مرکز نظام الدین والوں) کے والد مولانا اکرام الحسن صاحب دہلی میں رہتے تھے ایک روز طبیعت گھبرائی تقاضہ ہوا کہ گھر چلنا چاہیئے گھر والوں کو دیکھنا چاہیئے کس حال میں ہیں۔ چنانچہ وہاں سے چلدیئے کاندھلہ وطن میں آگئے۔ دوپہر کا کھانا کھایا قیلولہ کیا۔ ظہر کی نماز کے لئے مسجد آئے سنتوں کی نیت باندھ لی پہلی رکعت کا ایک سجدہ تو ادا کرلیا دوسرا سجدہ کرنا تھا کہ بس بے اختیار سجدہ میں چلے گئے پیشانی زمین پر ٹک گئی یعنی انتقال ہوگیا۔ دیکھیے بعض کا انتقال اتنا آسان ہوتا ہے مگر یہ ہم دیکھنے والوں کو آسان معلوم ہوتا ہے خدا جانے ان پر کیا گذرتی ہوگی۔

ہمیں بھی یاد رکھنا ذکر گر دربار میں آئے

ارشاد۔ ایک شخص تھے پیر جی جعفر صاحب شاہ ڈسورہ ضلع انبالہ کے رہنے والے وہ بیان کرتے تھے کہ انبالہ میں ایک عورت تھی مجذوبہ وہ انگریزی ٹوپ اوڑھتی تھی۔ چھڑی ہاتھ میں رکھتی تھی اور سر پر ہاتھ مار کر یہ کہا کرتی تھی کہ ہم فلاں جگہ گیا تھا ہم نے یہ کیا تھا ہم نے یہ کیا تھا۔ میں (پیر جی صاحب) نے ایک دفعہ مولانا یحییٰ صاحبؒ کے پاس سہارنپور جانیکا ارادہ کیا۔ سوچا کہ اس مجذوبہ سے بھی مل لوں، اس کے پاس گیا۔ اس نے پوچھا سہارنپور جارہا ہے تو، میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا مولانا یحییٰ صاحب سے کہنا۔ مصرع ہمیں بھی یاد رکھنا ذکر گر دربار میں آئے۔

میں آگیا سہارنپور۔ جب رخصت ہو کر واپس آنے لگا تو مجھے یاد آیا میں نے مولانا یحییٰ صاحبؒ سے کہا کہ ایک عورت ہے مجذوبہ ایسی ایسی اس نے اس طرح کہا ہے۔ اس کو سنکر مولانا یحییٰ صاحبؒ کا چہرہ زرد ہو گیا۔ میری سمجھ میں نہ آیا کیا معاملہ ہے چلا آیا وہاں سے۔ ابھی تک انبالہ بھی نہیں پہنچا تھا کہ راستہ میں ایک صاحب ملے انہوں نے بتلایا کہ مولانا یحییٰ صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔ میں سوچ میں پڑ گیا اور دوسرا مصرع بھی ذہن میں آگیا۔

عدم کو جانیوالو مجلس جاناں میں جب پہنچو
ہمیں بھی یاد رکھنا ذکر گر دربار میں آئے

سمجھ میں آگیا کہ یہ پیغامِ موت تھا۔

ہم لوگ بھی تھے جنازہ میں

ارشاد۔ ایک صاحب تھے مولوی عبدالحق صاحبؒ جو حضرت گنگوہیؒ سے بیعت تھے اور حیدرآباد کے علاقہ میں رہتے تھے۔ ایک روز ٹہلنے کے لئے نکلے

پہنچ گئے دریا کے کنارہ پر وہاں دیکھا کہ ایک مجذوبہ عورت بیٹھی ہے اس نے کہا عبدالحق تیرے پیر کا تو انتقال ہو گیا ہے، انہوں نے پوچھا کیسے؟ تمہیں کیا خبر اس نے بتایا کہ ہم لوگ بھی تھے جنازہ میں سارے گئے تھے۔

میری تو اس سے لڑائی ہے۔

ارشاد۔ ایک دفعہ بارش نہیں ہو رہی تھی کچھ لوگ ایک عالم کے پاس دعا کرانے کے لئے گئے ایک مجذوب درویش سامنے تھا انہوں نے اس کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس سے دعا کراؤ۔ لوگ اس مجذوب کے پاس پہنچے اور دعا کی درخواست کی اس نے جواب دیا کہ میری تو اس سے (اللہ سے) لڑائی ہے۔ لوگوں نے یہ بات عالم صاحب کو بتائی انہوں نے کہا کہ اس کو چھیڑو لوگوں نے اس سے چھیڑ خانی کی دوڑایا یہاں تک کہ وہ نالی میں گر گیا اس کے کپڑے کیچڑ گارے میں خراب ہو گئے تو بیٹھ گیا ہانپنے لگا ہاں ہاں کرنے لگا۔ اب اپنی لنگی نکال کر دھو کر سوکھنے کے لئے دھوپ میں ڈالدی۔ بس بادل آیا اور خوب بارش ہوئی۔ اس پر کہا دیکھو میں نے کہا نہیں تھا کہ اس سے تو میری لڑائی ہے میری لنگی کو سوکھنے نہیں دے گا۔

گنگوہ کا دینا مجذوب

ارشاد۔ گنگوہ میں ایک شخص تھا جس کو دینا دینا کہتے تھے، باؤلا سا تھا۔ ایک دفعہ حکیم جی کے مطب میں آیا اور کہا حکیم جی میں قرآن پڑھ لوں، حکیم جی نے کہا پڑھ لے، اس نے حکیم جی کی کتابیں کھولکر پڑھنا شروع کر دیں، پھر کہا نماز پڑھ لوں؟ حکیم جی نے کہا پڑھ لے، بس وہیں بیٹھکر اس نے نماز پڑھ لی، پھر کہا دعا مانگ لوں؟ حکیم جی نے کہا مانگ لے، وہیں ہاتھ اٹھا کر اس نے دعا مانگی، اس کے بعد کہا اور آپ کھاویں مچھلی روٹی۔ دینا کو دیں دال روٹی لے خواجہ خبر یا، اس پر حکیم جی ہنستے

ہوئے وہاں سے اٹھکر مکان میں گئے اور وہاں پوچھا مچھلی رکھی ہے کیا؟ گھر والوں نے کہا ہاں ایک قتلہ رکھا ہے دینا کے واسطے، حکیم جی نے کہا لاؤ دیدو اس نے تو میرا وہاں فضیتا کردیا (مجھے رسوا کردیا)

ایک دفعہ میں حکیم جی کے یہاں گیا تو دیکھا دینا بیٹھا ہوا ہے اس نے حقہ میرے سامنے کیا میں نے کہا میں نہیں پیتا اس نے پھر کہا پی، میں نے زور سے ڈانٹ کر کہا میں نہیں پیتا۔ اس پر اس نے زور زور سے چیخنا شروع کردیا اور اس طرح کرتے ہوئے وہاں سے بھاگا جیسے اسکے بدن میں آگ لگ گئی ہو۔

نص میں تاویل پر اشکال وجواب

ارشاد۔ سعودی عرب میں ایک مفتی صاحب ہیں جو پیدائشی نابینا ہیں حافظہ ان کا بڑا زبردست ہے بہت احادیث ان کو یاد ہیں لیکن ہیں غیر مقلد ایک روز وہ اپنی مجلس میں مقلدین پر تبصرہ کر رہے تھے کہہ رہے تھے کہ تم لوگ قولِ امام میں تاویل نہیں کرتے، نص میں تاویل کرتے ہو، یہ غلط طریقہ ہے اسواسطے کہ اصل تو عمل کیلئے نص ہے ایک مقلد بھی پہنچ گیا اس مجلس میں اسنے کہا حضرت جی کیا کریں۔ نص میں تاویل کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں تو انہوں نے پھر کہا یہ غلط طریقہ ہے۔ تو اس مقلد نے کہا۔ اچھا یہ بتایئے مَنْ کَانَ فِیْ ھٰذِہٖ اَعْمٰی فَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی (جو شخص دنیا میں اندھا ہے وہ قیامت میں بھی اندھا اٹھیگا) یہ نص ہے اسمیں تاویل نہ کریں تو کیا کریں گے، وہ خاموش ہو گئے۔

عرض۔ کیا آپ کی ان مفتی صاحب سے ملاقات ہوئی ہے۔

ارشاد۔ نہیں ہوئی۔

مولانا نبی حسن صاحب ؒ

ارشاد۔ ہمارے استاذ تھے مولانا نبی حسن صاحبؒ کتاب پڑھاتے وقت اگر کسی جگہ پر ضیق (تنگی) پیدا ہوتی مطلب پورے طور سے حل نہ ہوتا تو طلبہ کی جماعت سے فرماتے ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں، کتاب لیتے اور چلدیتے، حضرت شیخ الہندؒ کے مزار پر بیٹھتے۔ مراقبہ کرتے ______ اور پھر آتے جماعت بیٹھی ہوئی ہوتی اب ان کو پڑھاتے اور بتلاتے کہ حضرت استاذ نے یہ مطلب بیان کیا اس چیز کا، حضرت استاذ نے یہ فرمایا۔

ملا نظام الدین صاحبؒ کے استاذ

ارشاد۔ جس وقت یہ درس نظامی... ...شروع ہوا، ملا نظام الدین صاحب سہالوی سب سے پہلے طالب علم ہیں اس کے۔ استاذ کو اس کے پڑھاتے وقت بعض جگہ خلجان بھی ہوتا تھا سمجھ میں نہیں آتا تھا، اور اس وقت تک ان کتابوں کی خدمت کی نہیں گئی تھی۔ حواشی اور شروح نہیں لکھے گئے تھے تو وہ اپنے استاذ سے پوچھتے استاذ جواب دیتے، طوسی یوں کہت ہے، فلانا یوں کہت ہے۔ جس کتاب کو پوچھتے اس کے مصنف کا نام لے کر اس کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہتے کہ کہ فلانا یوں کہتا ہے۔ ان سے پوچھا کہ حضرت آپ سب باتوں کا جواب تو جلدی سے دیدیتے ہیں مگر یہ فلانا شخص (طوسی) اس کے متعلق جو سوال کیا جاتا ہے تو اس کا جواب ذرا دیر میں دیتے ہیں، کیا بات ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ میں پڑھا ہوا تو ہوں نہیں۔ جب مجھ سے پوچھا جاتا ہے تو میں خداوند تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ وہاں سے اس کی روح کو میرے پاس بھیجدیا جاتا ہے میں اس روح سے پوچھتا رہتا ہوں وہ بتاتی رہتی ہے کہ یہ ہے، یہ ہے اور یہ فلاں شخص اس کی روح جہنم کے ساتویں طبقہ میں ہے وہاں سے کھینچ کر

لاتے ہیں اس لئے دیر لگتی ہے اسمیں۔

میاں عبدالرحیم شاہ کے مکاشفات

عرض۔ بڑے حضرت رائپوریؒ کے مکاشفات بہت مشہور ہیں کیا وہ صحیح ہیں۔

ارشاد۔ کیا ضبجان ہوگیا اس میں۔

عرض۔ کچھ نہیں۔

ارشاد۔ یہ سب ان کے پاس ان کے پہلے پیر کے پاس سے آئے ہیں انکا نام بھی عبدالرحیم تھا۔ میاں عبدالرحیم شاہ، ان کا تکیہ کلام تھا میرا چاند، اور وہ عالم نہیں تھے باضابطہ، البتہ رات کو اپنے مریدین کا جائزہ لے لیتے تھے اور پھر صبح ہی خط لکھوا دیتے تھے کہ میرا چاند ایسی حرکت نہیں کیا کرتے، توبہ کرو،

ایک مرتبہ بیٹھے ہوئے تھے تہجد کے بعد، حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رائپوریؒ بھی موجود، ان سے فرمایا کہ دیکھو ایک ہنڈیا اڑتی ہوئی جا رہی ہے۔ میرا چاند اللہ نے مجھے اتنی قوت دی ہے کہ میں اس ہنڈیا سے کہوں کہ تو کون ہے تجھکو کس نے بھیجا کیوں بھیجا، کہاں بھیجا، تو یہ بتائے گی کہ میں فلانے کی طرف جا رہی ہوں۔ اس سے دشمنی ہے، میں جادو کی ہنڈیا ہوں، اور پھر میں اس سے یوں کہوں کہ خدا کے نام کا واسطہ تو واپس ہوجا انگلی سے اشارہ کیا اور دیکھتے دیکھتے وہ واپس ہوگئی، بجائے آگے بڑھنے کے۔

کلمہ کی برکت سے مغفرت

ارشاد۔ پہلے مسجدوں میں وضو کیلئے مٹی کے لوٹے رکھے جاتے تھے، ہمارے یہاں اب بھی اس کا رواج ہے، حضرت گنگوہیؒ کے وقت کی بات ہے کہ اس قسم کے لوٹے میں پانی رکھا ہوا تھا کسی نے اس کو منہ میں لیا تو کڑوا معلوم

ہوا۔ حضرت سے عرض کیا کہ لوٹے کا پانی کڑوا ہے جبکہ کنویں کا پانی میٹھا ہے۔
اوروں نے بھی دیکھا تعجب ہوا۔ حضرت نے فرمایا کلمہ پڑھو کچھ دیر تک کلمہ کا ورد رکھا اس کے بعد دعا کی۔ فرمایا اب دیکھو پانی کیسا ہے، اب پیا تو میٹھا تھا۔
حضرت سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ کمہار نے قبرستان سے مٹی لیکر لوٹا بنایا ہے اور ایسی قبر سے مٹی لی ہے جس کے مردہ کو عذاب ہو رہا ہے کلمہ پڑھ کر ایصال ثواب کیا دعائے مغفرت کی تو عذاب مرتفع ہو گیا اس لئے اب پانی میٹھا ہو گیا۔

دندان شکن جواب

ارشاد۔ مولانا اسماعیل شہیدؒ کے سامنے کسی نے ڈاڑھی پر اعتراض کیا کہ یہ خلافِ فطرت ہے ماں کے پیٹ سے بچہ اس کو لیکر نہیں آتا اس واسطے اس کو منڈانا چاہئے، مولانا موصوف نے جواب دیا کہ دانت بھی توڑ دے کیونکہ یہ بھی خلافِ فطرت ہیں ماں کے پیٹ سے یہ بھی نہیں آتے۔ اس پر مولانا عبدالحی صاحبؒ نے (جو مولانا شہیدؒ کے رفیق تھے) فرمایا واہ مولانا آپ نے کیا دندان شکن جواب دیا۔

عمامہ نیچے گر پڑا

ارشاد۔ ایک دفعہ حضرت مدنیؒ جا رہے تھے تھانہ بھون جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ان کے سر پر عمامہ نہیں حضرت تھانویؒ نے پوچھا کیا بات ہے ننگے سر کیوں ہیں۔ فرمایا حضرت میں مغفل تو ساری عمر سے ہوں ہی۔ اب کے یہ بات پیش آئی کہ نیند آگئی (ریل) گاڑی میں بیٹھے بیٹھے، ایک جھٹکا لگا جس سے عمامہ نیچے گر پڑا۔ حضرت تھانویؒ نے گھر سے عمامہ منگوایا اور خوش ہو کر یہ کہتے ہوئے دیا کہ دیکھئے یہ شاہ پور کا بنا ہوا ہے ولایتی نہیں ہے۔
حضرت مدنیؒ نے دیکھ کر فرمایا کہ جی ہاں بناوٹ تو شاہ پور کی ہے

مگر دھاگہ (سوت) ولایتی ہے۔ فرمایا کہ ہمارے پاس تو ادر ہے نہیں اس لئے
معذوری ہے مجبوری ہے، حضرت مدنی نے کہا بہت اچھا۔

تاج بابا حیدر آبادیؒ

ارشاد۔ ہمارے ایک عزیز سناتے تھے کہ میں حاضر
ہوا روضہ اقدس پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے بعد
ایک طرف کو جا کر تلاوتِ قرآن پاک کرنے لگا تو ایک شخص آئے تاج بابا حیدر آباد کے
علاقہ میں محبوب نگر کے رہنے والے اور میرا کندھا پکڑ کر بلایا میں نے دیکھا ان کی
طرف ان کا حلیہ یہ تھا کہ ایک کرتہ پہنے ہوئے تھے سیاہ رنگ کا معلوم نہیں اس کے
نیچے بھی کچھ تھا یا نہیں، صرف ایک کرتہ تھا، لمبا، جب میں نے ان کی طرف دیکھا
تو انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے خوش ہیں، ... اور آپ
سے مصافحہ کیا ہے، میں نے عرض کیا کہ مجھے تو معلوم ہوا نہیں، انہوں نے کہا
اکا مصافحہ تو ایسے ہی ہوتا ہے۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں کہاں کے ہیں۔
انہوں نے بتایا کہ فلاں علاقہ کا رہنے والا ہوں میں نے وہ یاد کر لیا، وہاں
کی حاضری سے فارغ ہونے کے بعد میں وہاں پہنچا جہاں کے وہ تھے۔
وہاں لوگوں سے پوچھا کہ فلاں نام کے مولانا صاحب ہیں یہاں۔ بولے کہ مولانا
صاحب تو کوئی نہیں اس نام کے، ایک پاگل تو ہے جیل میں پڑا ہوا ایک
مدت سے میں نے کہا میں ان سے ملنا چاہتا ہوں، چنانچہ میں گیا، جیل
خانہ کے دروازہ پر پہنچا تو دیکھا کہ سارا عملہ موجود ہے جیل خانہ کے ملازمین کا
انہوں نے کہا کہ فلاں صاحب نے ہم کو اندر سے بھیجا ہے کہ میرے مہمان
آرہے ہیں، جاؤ ان کا استقبال کرو، میں نے کہا میں ان سے ملنا چاہتا ہوں
انہوں نے کہا ہاں آیئے، ہم تو آپ کے استقبال کے لئے ہی آئے ہیں۔
جا کر دیکھا تو وہ وہی تھے۔ کالے لمبے کرتے والے میں نے ان سے پوچھا کہ

حضرت میں سانے تو یہ سنا ہے کہ آپ تو دیر سے یہاں جیل خانہ میں محبوس ہیں۔ حالانکہ میں سانے آپ کو مدینہ طیبہ میں دیکھا تھا، تو وہ ہنسنے لگے۔ اور کہا اے بیوقوف کیا یہ لوہے کی سلاخیں کواڑوں کی مجھے روک سکتی ہیں آنے جانے سے یہ لوگ پاگل ہیں۔ اس وقت امریکہ میں ان کے بیٹے ہیں۔ وہاں ملازم ہیں، میں جب انکے پاس گیا امریکہ تو اپنے بیٹے کو بتلایا کہ مفتی محمود صاحب آرہے ہیں جو قطب وقت ہیں ان کی خاطر مدارات خوب کرنا۔

حضرت مجدد الف ثانی رح کی سفر حج میں حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب سے ملاقات

ارشاد۔ حضرت مجدد الف ثانی رح جب حج کے ارادہ سے دہلی پہنچے تو وہاں حضرت خواجہ باقی باللہ سے ملاقات ہوئی انہوں نے پوچھا کہاں جارہے ہو۔ تبلایا حج کو جارہا ہوں خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے، پوچھا صاحب خانہ کی بھی زیارت کی ہے کہا وہ تو نہیں کی اگر آپ کرادیں تو میں نہ جاؤں اس پر انہوں نے حج ملتوی کردیا تھا حج کے لئے نہیں گئے تھے بلکہ وہیں ٹھہر گئے تھے۔

عرض۔ کیا بات ہے کہ بزرگوں کی بات اب نہیں مانتے جیسے کوئی حج کرنے جارہا ہو اور کوئی بزرگ اس سے کہیں کہ ابھی ٹھہر جاؤ ذرا ذکر و شغل کرلو اس کے بعد حج کو جانا وہ نہیں رکتے۔ سمجھتے ہیں کہ حج سے روک رہے ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔

ارشاد۔ جو کام ایسے ہیں جن کی وجہ سے بزرگ بزرگ بنتے ہیں انکی عظمت قلوب میں نہیں۔

لفظ سیدنا کے متعلق حضرت سہارنپوری رح کی قاضی سعودیہ سے گفتگو

ارشاد۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ
آخری بار جب سفرِ حجاز میں گئے ہیں وہاں تازہ تازہ حکومت تھی سعودیہ کی بعض
خدام نے بعض احباب نے مشورہ دیا کہ حضرت سلطان سے ملاقات کرلیں حضرت
نے فرمایا میں ایک طالب علم آدمی ہوں بوریئے پر بیٹھنے والا کہاں سلطان سے
ملاقات کرنے کے لیے جاؤں کہنے والے نے کہا سلطان خود خواہش مند ہے
ملاقات کا۔ حضرت نے فرمایا سبحان اللہ خواہش مند تو ہیں وہ اور ملاقات
کے لیے جاؤں میں۔ وہ تشریف لادیں تو کسے منع کیا ان کو، غرض نہیں گئے۔
ایک مرتبہ ہوشیاری کی احباب نے خدام نے موٹر لاکر حاضر کی کہ ذرا ہوا
خوری کے لیے تشریف لے چلیں، فرمایا۔ اچھی بات ہے بیٹھ گئے۔ ایک باغ
میں لے جاکر اتارا اس باغ میں سلطان موجود تھے اور قاضی القضاۃ بھی موجود
تھے۔ تعارف ہوا۔ اور ملاقات ہوئی یہ وہ وقت تھا جہاں لفظ سیدنا کسی نے
کہا مکہ میں مدینہ میں اس کے بارے میں کہا جاتا کافر کافر، شرطی کہتا مشرک
مشرک حضرت نے سلطان اور قاضی صاحب سے لفظ سیدنا کے متعلق
پوچھا آپ کا کیا خیال ہے قاضی صاحب نے کہا ثابت نہیں حضرت نے فرمایا۔
ثابت تو ہے حدیث میں آیا ہے انا سید ولد آدم ولا فخر اپنے لئے
حضورؐ نے سید کا لفظ استعمال کیا ہے انا سید ولد آدم ولا فخر اس پر قاضی صاحب
نے کہا اس صیغہ کے ساتھ تو ثابت نہیں۔ اللّٰھم صلّ علیٰ سیدنا
محمد۔ حضرت نے فرمایا یہ جو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں یہ تعالیٰ کہاں ثابت
ہے ہر جگہ پر کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ۔ کون کہا کرتا ہے کہ ہمارے
نام کے ساتھ تعظیمی لفظ لگاؤ۔ سلطان بھی سن رہے تھے غور سے۔
اس گفتگو کے بعد سلطان نے پوچھا قاضی صاحب کے کسی حدیث میں مما نعت

آتی ہے سیدنا کی کہاں نہیں ممانعت تو نہیں ہے، کہا پھر کیوں تشدد اختیار کر رکھا ہے، غرض اس طرح تشدد ختم ہوا۔

اس کے بعد حضرت نے دریافت فرمایا سلطان سے کہ یہ جو عائیوں سے ٹیکس لیا جاتا ہے یہ کون سی دلیل سے ثابت ہے شریعت تو ہر قسم کے ٹیکس کو حرام قرار دیتی ہے۔ کہا دلیل سے تو ثابت نہیں باقی حکومت بھی کسی طرح چلے۔ حضرت نے فرمایا بس حکومت چلانا میں نہیں جانتا یہ میری لائن کی چیز نہیں جو چلانا جانتے ہیں وہ جانیں کہ حلال طریقہ پر چلتی ہے یا حرام طریقہ پر چلتی ہے میں نہیں جانتا اس کو، مجھے تو صرف یہ بتانا ہے کہ ٹیکس موجب لعنت ہے اسکی اجازت نہیں۔ اس کو ختم کیا جائے۔

حضرت سہارنپوری سے تبرک مانگنا

ارشاد۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ سے ان کا کوئی معتقد عرض کرتا کہ حضرت اپنا کرتا تبرکاً مجھے عنایت فرما دیجئے تو وہ فرماتے کہ میں غریب آدمی ہوں، تم ایک کرتا بنا کر مجھے دیدو، ایک دو روز پہننے کے بعد میں تمہیں دیدونگا پھر جو جی چاہے کرتے رہنا اس کرتے کا۔

اور کبھی بے وضو نہیں گیا

ارشاد۔ حضرت مولانا ابراہیم صاحب بلیاویؒ صدر مدرس دارالعلوم دیوبند فرماتے تھے کہ میں عشاء کے بعد حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں جایا کرتا تھا انکے سر میں تیل کی مالش کرنے کے لئے اور کبھی بے وضو نہیں گیا، باوضو گیا۔ ایک مرتبہ بے وضو چلا گیا تو سر کو ہاتھ نہیں لگانے دیا بلکہ کسی اور کام میں لگا دیا۔ کچھ دیر بعد فرمایا اچھا میرا خیال یہ ہے کہ تم وضو کرو۔ تب میں نے وضو کیا۔ ایک روز میں نے عرض کیا حضرت آپ نے ہمارا عقیدہ خراب کر دیا دوسرے تیسرے روز بھی عرض کیا تو فرمایا میں نے کیا خراب کر دیا میں نے عرض کیا آپکو دیکھنے کے بعد دوسرے لوگ دو کا ندار نظر آتے ہیں اخلاص نہیں انکے پاس۔

شاہ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے مزار پر گولر کا درخت

عرض۔ شاہ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے مزار پر گولر کا درخت مشہور ہے، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ وہاں درس دیا کرتے تھے کیا یہ صحیح ہے؟

ارشاد۔ جی ہاں پاس میں تھا وہ درخت، اس حجرہ میں نہ تھا جسمیں مزار ہے اور حضرت گنگوہیؒ عموماً اپنی سہ دری میں درس دیا کرتے تھے اور سہ دری کے متصل ایک چبوترہ تھا جس پر پھونس کا چھپر تھا اس چھپر میں بیٹھکر بھی درس دیا کرتے تھے گولر کے نیچے بھی درس دیا ہوگا کیونکہ جگہ تو خالی تھی ہی۔

حضرت گنگوہیؒ کا طلبہ کی جوتیاں سمیٹنا

ارشاد۔ ایک مرتبہ حدیث کا درس دے رہے تھے کہ بارش آگئی سب طلبہ اپنی اپنی کتاب لیکر سہ دری کی طرف دوڑے اور حضرت نے سب کے جوتے اکھٹے کئے اور طلبہ کے سامنے لاکر رکھدئے اس روز شاید گولر کے نیچے بیٹھ کر درس دے رہے ہوں گے۔ اور جسوقت تازہ تازہ فارغ ہوکر آئے تھے گنگوہ، تو بہت وقت شاہ عبدالقدوسؒ کے مزار کے پاس گذارتے تھے جب بڑے ہو گئے تو آہستہ آہستہ وہاں جانا بند کردیا تھا دور ہی سے فاتحہ وغیرہ پڑھ کر ثواب پہنچا دیا کرتے تھے۔

حضرت گنگوہیؒ کی خادم پر شفقت

ارشاد۔ حضرت گنگوہیؒ کے یہاں ایک طالب علم خادم رہتا تھا ایک روز اس کو کسی جگہ بھیجدیا اس کی عدم موجودگی میں کہیں سے مٹھائی آئی وہ حضرت نے وہیں تقسیم کردی جب وہ طالب علم کام سے فارغ ہوکر آیا اور اس کو معلوم ہوا کہ مٹھائی تقسیم ہوئی تھی تو وہ اندر ہی اندر بہت غصہ ہوا

کر کام کے واسطے ہم اور مٹھائی کیواسطے دو سے، جی ہی جی میں خوب گھٹا اسی دوران اس کو اپنے حجرہ کے پاس کسی کے پاؤں کی آہٹ محسوس ہوئی پھر زنجیر پر ہاتھ پڑا اور دروازہ کھٹکھٹایا اس نے غصہ میں اندر ہی سے پوچھا کون؟ حضرت نے فرمایا رشید احمد، لو یہ تمہارا حصہ ہے مٹھائی کا تمہارے پیچھے تقسیم ہوئی تھی تم تھے نہیں یہاں اس لئے میں نے تمہارا حصہ رکھ لیا تھا۔

حضرت رائپوری ثانی کی شان

ارشاد۔ حضرت مدنی رحمہ نے سبق میں بیان فرمایا تھا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے مشائخ کا گیت گاتے ہیں۔ ہم اپنے مشائخ کا گیت گاتے ہیں۔ ہر شخص اپنے شیخ کا گیت گایا ہی کرتا ہے۔

مولانا محمد منظور نعمانی صاحب سے ان کے کسی بے تکلف دوست نے کہا وہ بھی صاحب نسبت تھے۔ کہ تم کسی سے بیعت نہیں؟ فرمایا ہاں میں حضرت رائے پوریؒ سے بیعت ہوں۔ ان کے دوست حضرت رائپوریؒ کی مجلس میں گئے عصر سے مغرب تک بیٹھے۔ اس کے بعد اٹھے۔ اٹھ کر کہنے لگے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ، کس سے مرید ہوئے ہو۔ وہ تو خالی ہیں۔ بالکل کورے، کچھ بھی نہیں ان کے پاس مولانا چپ رہے کچھ بھی نہ بولے، اگلے روز پھر گئے، مجلس میں بیٹھے، پھر اٹھے اور کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ میں کس غلط فہمی میں مبتلا تھا۔ یہ شخص ہر آن اپنی نفی میں مشغول ہے کہ میں کچھ نہیں میں کچھ نہیں۔ حتی کہ پاس بیٹھنے والے پر بھی اثر پڑ رہا ہے۔

حضرت جابرؓ کے والد کی نعش

ارشاد۔ حضرت معاویہؓ نے اپنے زمانہ سلطنت میں ایک نہر جاری کرنے کا ارادہ کیا زمین کے نیچے نیچے اور اعلان کیا کہ جن حضرات کے متعلقین کی قبریں

درمیان میں آتی ہیں وہ ان کی قبروں کو وہاں سے ہٹالیں دوسری جگہ منتقل کرلیں یہاں نہر جاری ہونے والی ہے حضرت جابرؓ نے اپنے والد کی قبر کو کھودا تو بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا جیسا کہ ان کو کل ہی رکھا ہو قبر میں۔ حالانکہ ان کو دفن ہوئے پچاس برس سے زیادہ ہوچکے تھے۔

حضرت سفینہؓ کا واقعہ

ارشاد۔ ایک صحابی ہیں جن کا نام سفینہ پڑگیا تھا نام تو ان کا کچھ اور تھا، ایک صاحب نے سفر میں اپنی چادر ان کے اوپر ڈالدی دوسرے نے اپنی چادر ڈالدی، تیسرے نے اپنی چادر ڈالدی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے تو ان کو سفینہ ہی بنادیا۔ بس اس وقت سے سفینہ کے نام سے مشہور ہوگئے، ابوداؤد کے راوی ہیں ایک مقام پر جہاد ہورہا تھا، دشمنوں نے ان کو پکڑ لیا پکڑ کے باندھدیا مگر یہ موقع پاکر چھوٹ کر وہاں سے بھاگ لئے، سامنے دیکھا ایک شیر ہے ڈکراتا ہوا آرہا ہے، یہ بھاگے نہیں شیر سے ڈر کے بلکہ کھڑے ہوگئے، اور شیر سے کہا جانتا ہے میں کون ہوں؟ میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں، مجھے مسلمانوں کے لشکر میں جانا ہے، یہ سننے کے بعد شیر نے دم ہلائی سر ہلایا اور سر ان کے پیروں پہ آکر رکھدیا۔ اس کے بعد آگے آگے چل دیا پیچھے پیچھے یہ چلے یہاں تک کہ کچھ دور چل کر سامنے مسلمانوں کا لشکر نظر آگیا۔ بس وہ انکو وہاں تک پہنچا کر اپنی دم ہلاتے ہوئے واپس چلا آیا اور یہ مسلمانوں کے لشکر میں جا ملے۔

اسمیں سنانے کی بات یہ ہے کہ حضرت سفینہؓ نے اپنا تعلق بتایا شیر کو کہ میرا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق قوی کریں گے تو انشاءاللہ فائدہ ہوگا۔

واقعات حضرت دام مجدہم

گستاخی کرنے والے پر عنایت

عرض۔ کسی نے کوئی بات غلط آپ کی طرف نسبت کرتے ہوئے کہدی اس پر میں نے حضرت کے متعلق کوئی گستاخانہ بات کہدی، اس کی معافی چاہتا ہوں۔

ارشاد۔ بالکل معاف۔ غلط تھی تو معاف، صحیح تھی تو معاف، آخر آخرت میں بھی کوئی چیز اپنی نجات کے لئے ہو۔

عرض۔ حضرت دعا میں یاد رکھیے

ارشاد۔ یاد رکھنا تو مشکل ہے (کہ حافظہ ناظرہ دونوں کمزور، حافظہ کی کمزوری یہ کہ بات یاد نہیں رہتی، اور ناظرہ کی کمزوری یہ کہ نظروں پر چشمہ ہے) ہاں دعا کر دینا آسان ہے دعا کرتا ہوں حق تعالیٰ مکارہ سے حفاظت فرمائے اتباعِ سنت کی توفیق دے۔ اپنی رضا عطا فرمائے۔

آپ مستقلاً اعتکاف فرمائیں

ارشاد۔ جس سال میں احاطہ مسجد کے کمرہ سے چھتہ مسجد کے اس حجرہ میں منتقل ہوا اس سال کی بات ہے کہ ۱۹ر رمضان المبارک کو افطار پر حضرت مہتمم صاحب (قاری محمد طیب صاحبؒ) کو مدعو کیا دارالافتاء میں تشریف لے آئے۔ دوران گفتگو فرمایا کہ آپ تو اعتکاف کے لئے سہارنپور جائیں گے، میں نے کہا میرا ارادہ یہیں چھتہ مسجد میں اعتکاف کرنے کا ہے۔ فرمایا کہ اگر آپ دارالعلوم کی

مسجد میں اعتکاف کرتے تو ہم بھی آپ کی حرس میں اعتکاف کر لیتے، میں نے عرض کیا حضرت کو کسی کی حرص کی کیا ضرورت ہے آپ مستقلاً اعتکاف فرمائیں آپ کی حرص میں اور دس بیس کو اعتکاف کی توفیق ہو جائیگی ایکبار حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی نے فرمایا آپ سہارنپور کیوں جاتے ہو اعتکاف کے لئے یہیں کیوں اعتکاف نہیں کرتے۔ حضرت مفتی عزیز الرحمان صاحب بھی یہیں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ میں نے عرض کیا حضرت گنگوہی کی حیات میں یا ان کے انتقال کے بعد، اس پر وہ خاموش ہو گئے کچھ نہ بولے۔ مولانا فخر الحسن صاحب مرحوم و مغفور نے کہا کہ تم یہیں اعتکاف کرو سہارنپور مت جاؤ وہاں چلے گئے۔ تو یہاں کوئی اعتکاف کرنے والا نہ رہے گا اور شیخ پوچھیں تو میرا نام دینا کہ اس نے کہا ہے۔ میں نے کہا حضرت آپ کیوں اعتکاف نہیں فرماتے، کہنے لگے ارے بھائی مجھے کچھ اعذار ہیں۔ میں نے کہا مسجد میں آنے سے اعذار ہیں یا کچھ اور بات ہے؟ کہا تم تو الٹی الٹی باتیں کرتے ہو۔

امامِ حرم نے کس کی تکفیر کی ارشاد۔ ٹرین میں ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ مولانا تھانوی پر امامِ حرم نے کفر کا فتویٰ لگایا ہے، میں نے کہا غلط ہے۔ اس نے کہا چھپا ہوا ہے میں نے کہا غلط چھپا ہے آخر وہ حضرت تھانوی پر کفر کا فتویٰ کیوں لگاتے جبکہ حضرت تھانوی سے نہ ان کی ملاقات ہوئی نہ ان کی کوئی کتاب امام حرم نے پڑھی۔ اس نے کہا کتاب تو پیش کی گئی تھی میں نے کہا حضرت تھانوی کی کتابیں اردو میں ہیں اور امامِ حرمین شریفین اردو جانتے نہیں تو وہ ان کی کتابیں کیسے پڑھ سکتے ہیں اس پر کہا عربی ترجمہ پیش کیا گیا ہے میں نے کہا ہاں وہ ترجمہ کفر ہے اس کو ہم بھی کفر مانتے ہیں، صاحب ترجمہ کو امام حرمین نے کافر کہا ہے اور وہ ہیں مولانا احمد رضا خاں صاحب

کہنے لگے یہ عجیب بات ہے کہ بات تو تھی حضرت تھانویؒ کے کفر کی اور آن پڑی مولانا احمد رضا خان صاحب کے سر، میں نے کہا ہاں بھی حدیث شریف میں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو کافر کہے اور وہ اس کا محل نہ ہو تو وہ کفر کہنے والے کی طرف لوٹ جاتا ہے، اس کی مثال ایسی ہے کہ اگر کوئی شخص دیوار پر گیند پھینک کر مارتا ہے تو اگر دیوار میں دھنسنے کی صلاحیت ہوتی ہے تو گیند اس میں دھنس جاتی ہے ورنہ پھینکنے والے کی طرف لوٹ آتی ہے، اسی طرح مولانا احمد رضا خان صاحب نے کفر کا ٹوکرا اٹھا کر حضرت تھانویؒ کے سر پر رکھنا چاہا تھا مگر چونکہ حضرت کو حق تعالیٰ نے مقدس بنایا تھا اس لئے وہ الٹا مولانا احمد رضا خان صاحب کے اوپر ہی آگرا۔ اس پر وہ بولے آپ مجھے سمجھا دو بات کیا ہے، میں نے کہا حضرت تھانویؒ کی کتاب ہے حفظ الایمان، اسمیں ایک سوال نقل کر کے اسکا جواب دیا گیا ہے، سوال یہ ہے کہ زید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب مانتا ہے اس کا یہ عقیدہ صحیح ہے یا نہیں۔ حضرت تھانویؒ نے جواب دیا کہ زید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام غیوب کا عالم مانتا ہے یا بعض کا۔ اگر جمیع غیوب کا عالم مانتا ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا کیونکہ یہ حق تعالیٰ شانہ کی صفت خاص ہے اور اگر بعض غیوب کا عالم مانتا ہے تو اسمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے بعض غیوب کا علم تو ایک عام آدمی کو بھی ہوتا ہے۔ چھوٹے بچے کو بھی ہوتا ہے اور انسان ہی نہیں بلکہ بعض حیوان کو بھی ہوتا ہے۔ لہذا اس صورت میں اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عام آدمی کی طرح سمجھا۔ حاصل یہ کہ ایک صورت میں شرک لازم آتا ہے اور ایک صورت میں توہین لہذا زید کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا صحیح نہیں۔ مولانا احمد رضا خان صاحب نے اس کو مسخ کیا اور امام حرم کے سامنے یہ پیش کیا کہ مولانا تھانویؒ حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم کو گھوڑوں گدھوں کے برابر مانتے ہیں۔ انہوں نے اس عبارت والے کو کافر کہا اور وہ ہیں مولانا احمد رضا خانصاحب۔ مولانا تھانوی کی یہ عبارت نہیں ہے۔ اس پر وہ صاحب بولے کہ آپ نے میرے لئے علم کا بہت بڑا دروازہ کھول دیا۔

دن بھر میں تیرہ چودہ سبق پڑھانا

عرض۔ ہمارے مدرسہ میں تعلیم شروع ہو گئی بندہ سے متعلق امسال بیضاوی شریف جلالین شریف، ہدایہ آخرین، ہدایہ ثانی اور مختصر المعانی ہیں۔

ارشاد۔ اتنی ساری کتابیں ایک دن میں پڑھا لیتے ہو؟ یوماً طویلاً ہوگا۔ ایک وقت مجھ پر ایسا آیا کہ رات گیارہ بجے سویا صبح ۴ بجے اٹھا اور پھر ۱۱ بجے رات تک لیٹنے کی نوبت نہیں آئی تیرہ چودہ چھوٹے بڑے اسباق پڑھاتا تھا۔

بدعتیوں پر رعب

ارشاد۔ باندہ میں تبلیغی اجتماع طے ہوا ادھر بدعتیوں نے سازش کی کہ جو مقرر تقریر کے لئے کھڑا ہوگا اعتراضات کریں گے تاکہ مقرر عاجز آجائے۔ میں نے کہا مجھے رکشہ میں بٹھا کر شہر میں گھما دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے مجھے رکشہ میں بٹھا کر سارے شہر میں گھما دیا شہر والے مجھے پہچانتے تھے۔ بدعتیوں نے دیکھکر کہنا شروع کیا وہ آگیا وہ آگیا اب کام نہیں چلے گا اب دال نہیں گلے گی ایسا جواب ملیگا کہ عقل ٹھکانے آجائے گی، اور گو وہ مجھے نظر نہ آتے تھے مگر میں تو ان کو نظر آتا تھا اس کا اثر یہ ہوا کہ جن کو تیار کیا تھا وہ سوالات لیکر آئے تو مگر انہوں نے کوئی سوال نہیں کیا بلکہ خاموش بیٹھے تقریریں سنتے رہے۔

اور اطمینان سے سارا کام ہوگیا۔ یہاں تک کہ جب تشکیل ہوئی ا ہیں اپنا نام لکھایا چلہ کے لئے، اور گئے بھی چلّے میں۔

دوستوں کی گالیاں

عرض۔ بندہ جس مدرسہ میں ہے وہاں کے حالات کچھ اس قسم کے ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مجھکو رکھنا نہیں چاہتے۔

ارشاد۔ میں جس وقت دارالعلوم میں آیا تو کچھ دن بعد ایک صاحب میرے پاس آئے اور کہا کہ شوریٰ والے آپ کو نہیں چاہتے۔ میں نے کہا کہ وہ مجھے کہدیں یا لکھ دیدیں انشاء اللہ دوسری گاڑی کی نوبت نہیں آئے گی پہلی گاڑی سے چلا جاؤنگا اسی طرح ایک صاحب نے کہا آپ کے دونوں نائب مفتی مجلسوں میں آپ کو گالیاں دیتے ہیں آپ کی برائی کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں نے ان سے کہہ رکھا ہے کہ مجلسوں میں میری برائی کیا کریں گالیاں دیا کریں میرے پاس تو کوئی نیکی ہے نہیں جس سے نجات ہوسکے ان کی گالیاں اور برائی کرنا ہی نجات کا ذریعہ بنجائے۔

اعادۂ اذان فاسق پر اشکال

عرض۔ ملفوظات قسط ثانی ص۴۹ میں ہے کہ آپ نے فاسق ڈاڑھی منڈے کی اذان کا اعادہ کرایا اس پر اشکال ہے، وہ یہ کہ حدیث میں ہے کہ صلوا خلف کل بر و فاجر، ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھلو۔ اس میں فاسق کی امامت کو گوارا کرلیا گیا اذان تو اس سے ہلکی چیز ہے اس کو تو بدرجہ اولیٰ گوارا کرنا چاہئے۔

ارشاد۔ کیا پڑھتے ہو۔

عرض۔ مشکوٰۃ شریف ہدایہ آخرین وغیرہ۔

ارشاد۔ ہدایہ ثالث میں ہے کہ فاسق کی شہادت دیانات میں مقبول نہیں۔ قرآن پاک میں ہے وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ۔

کہ محدود فی القذف کی شہادت کبھی بھی قبول نہ کرو وہ فاسق ہیں آخر شہادت تو امامت سے ہلکی چیز ہے اس کو قبول کرنے سے کیوں منع کیا گیا۔

اتنا ہی کسی نے پڑھا کے بھیجا تھا۔

ارشاد۔ مجھ سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ ایک عورت بیحد پریشانی میں مبتلا ہے پریشانی یہ ہے کہ اس کے شوہر اور بیٹے کو کسی نے قتل کر دیا دونوں کا سر بدن سے جدا کر دیا ہے یہ نہایت پریشان تھی کہ اسی دوران کوئی فقیر گذرا عورت نے اس سے اپنا واقعہ بتلایا فقیر نے دونوں نعشوں کو دیکھا اور کچھ پڑھ کر غلطی سے بیٹے کا سر شوہر کے سر پر اور شوہر کا سر بیٹے کے سر پر رکھ کر قم باذن اللہ کہا دونوں زندہ ہو گئے اب وہ پریشان ہے کہ کیا کرے اس کا حکم دریافت کرنا ہے وہ کس کی بیوی ہے میں نے کہا کہ وہ کسی کی بیوی نہیں رہی شوہر کے مرتے ہی اس کا نکاح ختم ہو گیا اس نے کہا کہ کتاب میں دیکھ کر بتلایئے یوں ہی نہ بتا دیں میں نے کہا کہ ہدایہ ۲۹۸ / ۲۷ میں ہے النکاح ینتھی بالموت وہ خاموش ہو گیا میں نے کہا کہ بس اتنا ہی کسی نے پڑھا کے بھیجا تھا اب پوچھنا ہے تو یہ پوچھو کہ اب کونسے سے نکاح کرے اس نے کہا کہ یہی بتا دو میں نے کہا ان میں سے کسی سے نہ کرے کسی تیسرے شخص سے کرے اس نے پوچھا کس سے کرے میں نے کہا کہ تجھ سے کرلے مجھ سے کرلے اس نے کہا کہ وہ تو اسی سے کرنا چاہتی ہے میں نے کہا کہ ان دونوں کو میرے پاس لے آؤ میں ان دونوں کا سر کاٹ کر اصلی جگہ لگا دوں گا وہ ان کو نہ لا سکے۔ معلوم ہوا کہ یہ صورت گھڑ کر سوال کیا گیا تھا۔

ایک روایت سے رجوع

عرض۔ حضرت آپ نے سہارنپور کے قیام کے دوران مولانا منظور احمد صاحب قاضی شہر کانپور کے ایک سوال کے جواب میں مصنف عبدالرزاق سے ایک روایت نقل

فرمائی تھی کہ حضرت فاطمہؓ کے نکاح کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کرام کی دعوت فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ لڑکی کی شادی کے موقع پر دعوت کھانا اور کھلانا درست ہے لیکن معلوم ہوا کہ ماہنامہ الریاض میں آپ کا اس سے رجوع شائع ہوا ہے

ارشاد۔ فرمایا کہ ہاں میں نے اس سے رجوع کر لیا اس واسطے کہ اس روایت کی سند میں ایک راوی ایسے ہیں جن پر محدثین نے سخت کلام کیا ہے جس کی بنا پر مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور نے مجھسے کہا تھا کہ آپ اس سے رجوع فرمالیں میں نے اس سے رجوع کر لیا۔

حضرت زید مجدہم کی بسم اللہ اور حضرت مولانا یحییٰ صاحب کو دیکھنا

عرض۔ آپ نے مولانا یحییٰ صاحب کو دیکھا ہے؟

ارشاد۔ جی ہاں صرف ایک بار دیکھا ہے وہ بھی گذرتے ہوئے حضرت گنگوہی کی صاحبزادی کا مردانہ مکان تھا جس کو بیٹھک کہتے ہیں اسی کے ایک کونے میں ہمارے استاذ رہتے تھے وہی مکان ہمارا مکتب تھا مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں تشریف لائے تھے وہیں سے گذرتے ہوئے دیکھا تھا مولانا موصوف کا بدن حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے بدن سے ہلکا تھا پھر تیلے بہت تھے چہرا سفید بڑا روشن تھا۔

عرض۔ کیا آپ نے شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کو دیکھا ہے؟

ارشاد۔ انکو دیکھنا یاد نہیں اور یہ اس واسطے کہہ رہا ہوں کہ جب میں چھوٹا سا تھا بچوں کے ساتھ کھیلتا پھرتا تھا ایک روز میرے ابا مجھے پکڑ کر لائے میں نے دیکھا کہ گھر کے دروازہ پر چند آدمی کھڑے ہیں ان میں سے ایک صاحب نے مجھ سے کچھ کلمات کہلوائے مجھے یہ بھی یاد نہیں کہ وہ کلمات کیا تھے بعد میں معلوم ہوا کہ یہ میری بسم اللہ ہوئی ہے اور وہ کلمات کہلوانے والے حضرت شیخ الہندؒ تھے ان کیساتھ

مولانا عبدالرحیم صاحب رائپوریؒ بھی تھے۔

ملائکہ قلمبند کر رہے ہیں

عرض۔ آپ نے اپنے حالات قلمبند نہیں فرمائے، جیسا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی آپ بیتی ہے۔

ارشاد۔ ملائکہ نے قلمبند کئے ہیں اور کر رہے ہیں۔

پہلے جیسے علماء کیوں نہیں ہوتے

ارشاد۔ کانپور میں مجھ سے ایک صاحب نے (جن کے والد بڑے نیک دل تھے اور انکی ایسی حالت نہ تھی) دریافت کیا کہ حضرت اب پہلے جیسے علماء کیوں نہیں ہوتے، یعنی حضرت تھانویؒ جیسے۔ میں نے کہا کہ پہلے تو تم بتلاؤ کہ تم اپنے والد صاحب جیسے کیوں نہیں، تمہارے والد تو ایسے ایسے تھے تم ایسے کیوں نہیں؟ پھر کہا کہ جیسے پہلے استاد ہوتے تھے ویسے ہی ان کے شاگرد ہوتے تھے اب مجھ جیسا استاذ ہے تو شاگرد بھی مجھ جیسا ہوگا۔ نیز پہلے کے لوگ خون پسینہ ایک کر کے جائز ہی طریق سے کماتے تھے اور حرام سے اجتناب کرتے تھے اسی خالص حلال کی کمائی سے اخلاص کے ساتھ چندہ دیتے تھے وہ طلبہ پر صرف ہوتا تھا اس لئے اسکے اثرات اچھے نمودار ہوتے اور بہترین علماء تیار ہوتے اور اب لوگوں میں حلال حرام کی تمیز نہیں رہی بس مال کے پیچھے پڑے ہیں کسی طرح ملنا چاہیئے گو حرام ہی ہو اسی سے چندہ دیتے ہیں، اور اگر حلال کمائی ہوتی بھی ہے تو اسمیں نام نہ اخلاص نہیں ہوتا وہی طلبہ پر صرف ہوتا ہے پس جیسا مال دیسے ہی اسکے اثرات ظاہر ہو رہے ہیں۔

اناؤنسر کی دلچسپ غلطی

ارشاد۔ ایک جگہ جلسہ میں جانا ہوا جب میری تقریر کا نمبر آیا تو اناؤنسر نے تعارف کرایا کہ آپ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے اجل خلفاء میں سے ہیں ایسے ویسے ہیں میں نے تقریر شروع کرنے سے پہلے کہا کہ اللہ جزائے خیر دے فقہا کو کہ انہوں نے

کشف کو حجت قرار نہیں دیا ان کو شاید کشف ہوا ہے کشف سے ہی انہوں نے میرا تعارف کرایا ہے اور وہ ہوا غلط، حضرت تھانویؒ کے مضامین سے میں استفادہ ضرور کرتا ہوں قرآن پاک کی تفسیر دیکھنی ہوتی ہے تو بیان القرآن کو دیکھتا ہوں۔ فقہی جزئیہ تلاش کرنا ہوتا ہے تو امداد الفتاوی کو دیکھتا ہوں۔ تصوف سے متعلق کچھ دیکھنا ہوتا ہے تو التکشف کو دیکھتا ہوں ویسے حضرت تھانویؒ سے مجھے شرف بیعت بھی حاصل نہیں چہ جائیکہ اجازت وخلافت اس کے بعد میں نے تقریر کی میری تقریر کے بعد نمبر تھا مولانا ابرار الحق صاحب کا ان کا تعارف کراتے ہوئے انہوں نے کہا کہ جو کچھ میں نے پہلے مقرر کے بارے میں کہا تھا وہ انکے بارے میں ہے۔

اختلافِ مذہب کیوں ہے

عرض۔ حضرت جب تمام انسان آدم وحوا علیہما السلام سے پیدا ہوئے ہیں تو پھر مذہب میں اختلاف کیوں ہے کہ بعض مسلمان بعض عیسائی بعض یہودی اور بعض مشرک وغیرہ ہیں۔

ارشاد۔ دیکھو ہاتھ ایک ہے اس سے پانچ انگلیاں نکلی ہیں مگر سب ایک طرح کی نہیں کوئی چھوٹی کوئی بڑی کوئی موٹی کوئی پتلی، اسی طرح ایک مرد وعورت سے مختلف بچے پیدا ہوتے ہیں جنہیں کافی فرق ہوتا ہے کوئی لمبے قد کا کوئی پستہ قد کوئی موٹا کوئی پتلا کوئی لڑکا، کوئی لڑکی کوئی طاقت ور کوئی کمزور کوئی کالا، کوئی گورا، کوئی خوش کردار کوئی بد کردار، کوئی ماں باپ کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کوئی ان کے لئے وبالِ جان وغیرہ اسی طرح اختلافِ مذہب کو سمجھ لو شاید آپ کا اشکال ختم ہو جائے۔

اعتکاف باپردہ یا بلا پردہ

عرض۔ (اعتکاف سہارنپور ۱۴۰۳ھ کے موقع پر) اعتکاف پردہ لگاکر کرنا افضل ہے یا بلا پردہ۔

ارشاد۔ مولانا یونس صاحب (شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم) نے مجھ سے فرمایا تھا کہ پردہ ڈال لے۔ میں نے انکو کچھ نہیں کہا البتہ حضرت شیخ الحدیثؒ یہاں (مسجد دار جدید میں) معتکف ہوتے تھے تو ان کے لئے پردہ ہوتا تھا۔ باقی سب معتکفین بلا پردہ ہوا کرتے تھے۔ اور مدرسہ قدیم کی مسجد میں حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ (ناظم اعلیٰ مدرسہ مظاہر علوم) جب تک حیات رہے ایک جانب ان کا پردہ ہوتا تھا دوسری جانب میرا پردہ ہوتا تھا اور اس سے پہلے محلہ مفتی کی مسجد میں بلا پردہ اعتکاف کیا کرتا تھا۔ اس لئے کہ میں وہاں تنہا ہی رہا کرتا تھا دوسرا کوئی نہ ہوتا تھا۔

ہسپتال کا گوشت اور قربانی کا گوشت غیر مسلم کو

ارشاد فرمایا کہ میں متعدد بار ہسپتال میں رہا لیکن وہاں کا گوشت جو مریضوں کو ملتا ہے اس کو کبھی نہیں کھایا۔ ایک دفعہ ہسپتال میں بقرعید آگئی تو وہاں کے (غیر مسلم) لوگوں نے کہا کہ ہمیں بھی ملے گا۔ میں نے کہا ضرور ملیگا۔ مراد ان کی قربانی کا گوشت تھا۔ چنانچہ ان کو دیا گیا کہ قربانی کا گوشت غیر مسلم کو دے سکتے ہیں، بڑی خوشی اور مزہ کے ساتھ کھایا۔

دارالعلوم میں طلبی

ارشاد۔ ایک دفعہ میں دیوبند گیا تو مولانا ابراہیم صاحب بلیاویؒ کی خدمت میں بھی گیا وہ ناراض ہوئے مجھ پر اور فرمایا "تم آتے کیوں نہیں"؟ یہاں تم کو بلایا جا رہا ہے، مادر علمی کو فراموش کر دیا، میں نے کہا مجھے بہت سخت افسوس ہے، اور افسوس

اس لئے کہ میں نہیں سمجھتا تھا کہ دارالعلوم اتنا گر گیا۔ اتنا پستی میں آگیا کہ مجھ جیسے نالائق اور نااہل کو افتار کے لئے مدعو کیا جا رہا ہے۔ یہ ایک مثالی مدرسہ تھا اس کے اساتذہ شاندار اور اکابر تھے۔ اب وہ یہاں تک پہنچ گیا کہ مجھے افتا کے لئے طلب کیا جا رہا ہے، "یہ کیا انصاف ہے؛" تو فرمانے لگے، اس کو تم کیا جانو اس کو وہ جانیں جنہوں نے تم کو طلب کیا ہے۔

اذان کے بعد کی دعا میں رفع یدین

عرض۔ بعض لوگ اذان کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں اور بعض نہیں اٹھاتے بلکہ اس طرح دعا کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے۔

ارشاد۔ مجھ سے بھی اذان کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو پوچھا گیا تھا میں نے کہا کہ یہ مسئلہ بنگلہ دیش سے چلا ہے۔ میں نے دونوں طرف کے رسالے دیکھے اثبات کے بھی نفی کے بھی اور میں نے دونوں طرح عمل کر لیا کہیں ہاتھ اٹھا کر دعا کر لی کہیں بغیر ہاتھ اٹھائے کر لی۔

عنوانِ بالا پر حضرت کی ایک امام صاحب سے گفتگو

ایک مرتبہ کلکتہ جانا ہوا تھا ۱۹۴۶ء میں وہاں ہوا فساد ہندو مسلم، وہاں کے جو امام صاحب تھے وہ دوسرے خیال کے آدمی تھے رمضان کا مہینہ، مقتدی ان کے دسترخوان بچھا کر بیٹھے ہیں افطار کے لئے۔ دعائیں مانگ رہے ہیں ہاتھ اٹھا کر اذان کے بعد کی دعا۔ میں تھا کھانے والا آدمی۔ میں نے کھانا شروع کر دیا۔ ایک روز، دو روز، تیسرے روز صبر نہیں ہو سکا ان سے، انہوں نے پوچھا کیوں مفتی صاحب اذان کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے، میں نے کہا "نہ انکار می کنم نہ ایں کار مسکینم"، میں خود ہاتھ اٹھاتا نہیں ہوں اس لئے کہ

فقہاء نے کتابوں میں ادنیٰ سے ادنیٰ مستحبات کو بھی لکھ دیا ہے مگر یہ مستحب کہیں میری نظر سے نہیں گذرا۔ اور کوئی اٹھائے تو میں اس کو منع بھی نہیں کرتا اس لئے کہ مطلقاً دعا میں ہاتھ اٹھانا آداب دعا سے ہے۔ اس پر انہوں نے کہا ادب ہے نا ہاتھ اٹھانا باادب بانصیب، بے ادب بے نصیب، میں نے کہا ایک منٹ کی اجازت چاہتا ہوں، جواب دینے کے لئے ورنہ دسترخوان صاف ہوجائے گا۔ ایک منٹ کے بعد جواب دیا کہ مسلمان کی زندگی کا کونسا شعبہ ایسا ہے جس کے لئے شریعت نے دعا نہیں بتائی۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت دعا ہے اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ" ہاتھ اٹھا کر دعا کیجئے ورنہ بے ادب کہلائیں گے، باادب بانصیب بے ادب بے نصیب، مسجد سے نکلتے وقت دعا ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ۔ ہاتھ اٹھا کر دعا کیجئے ورنہ بے ادب کہلائیں گے، باادب بانصیب بے ادب بے نصیب، بیت الخلاء جاتے وقت دعا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ" ہاتھ اٹھا کر دعا کیجئے۔ ورنہ بے ادب کہلائیں گے باادب بانصیب، بے ادب بے نصیب۔ میں نے جلدی جلدی شمار کرانا شروع کر دیا، کہنے لگے آپ تو میری جان ہی کو آگئے۔ میں نے کہا جان کو نہیں آیا بلکہ آپ نے مجھے ایک جگہ بے ادبی بے نصیبی سے بچایا۔ کوشش کی یہ تو خبر نہیں کہ کامیاب بھی ہوئے کہ نہیں باقی کوشش کی بچانے میں۔ اور ارشاد ہے ھَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ، احسان کا بدلہ احسان ہے پھر ایک کا دس گنا ثواب تو عام ہے۔ ارشاد ہے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۔ اور رمضان میں ستر گنا ثواب ہوجاتا ہے تو کم از کم ستر جگہ تو آپ کو بے ادبی بے نصیبی سے بچالوں۔ اس کے بعد سے انہوں نے بھی ہاتھ اٹھانا چھوڑ دیا، اوّل تو مقتدیوں نے چھوڑے ان کے، جب انہوں نے دیکھا کہ یہ تو مقتدی ہاتھ سے نکلے تو انہوں نے بھی

چھوڑ دیا۔ اب بیچاروں کا انتقال ہو گیا۔

پتلی کی پیوند کاری اور حضرت کی ایک ڈاکٹر سے گفتگو

عرض۔ آنکھ کی پتلی کی پیوند کاری جائز ہے یا ناجائز۔

ارشاد۔ جو کچھ نظر آتا ہے وہ آنکھ کی پتلی سے تھوڑا ہی نظر آتا ہے بلکہ پتلی میں ایک مادہ ہے سیال وہ مادۂ سیال دیکھتا ہے اس سے نظر آتا ہے یہاں (افریقہ میں) ایک مجلس میں مجھے مدعو کیا گیا اور کہدیا گیا کہ آپ سے تقریر نہیں کرانی بلکہ کچھ سوالات کرنے ہیں ان کے جوابات چاہئیں، اس میں ایک صاحب نے پتلی کی پیوند کاری سے متعلق سوال کیا، میں نے کہا ناجائز ہے، اس پر انہوں نے کہا ایک شخص مر رہا ہے آخری وقت ہے اس کا۔ وہ اپنی آنکھ کسی کو دیدیتا ہے تو اس میں حرج کیا ہے۔ میں نے کہا آنکھیں اس کی ملکیت ہیں نہیں امانت ہیں اس لئے وہ ان کو خداوند تعالیٰ کی قائم کردہ حدود کے ماتحت استعمال کرنا چاہے تو درست ہے اور جب وہ استعمال کے قابل نہ رہیں تو کسی کو دینا درست نہیں ہے۔ انہوں نے پھر کہا کہ اسمیں حرج کیا ہے؟ دوسرے کا فائدہ ہے میں نے کہا اپنی چیز دوسروں کو دے سکتے ہو لیکن جو چیز آپ کے پاس مالک الملک کی امانت ہے اس کو تو تم نہیں دے سکتے کچھ دیر تک اس پر جرح کی اور لوگ بھی کہنے لگے خلق خدا کے ساتھ خیر خواہی ہے۔ یہ اچھا ہے کہ کسی کے آنکھ آجائے میں نے کہا کہ یہ بات حلق سے نیچے نہیں اترتی۔ اس پر انہوں نے غصے سے بھرے ہوئے لہجہ میں کہا آپ کو کسی کی نیت پر حملہ کرنے کا کیا حق ہے؟ میں نے کہا صحیح ہے مجھے کسی کی نیت پر حملہ کرنے کا حق نہیں البتہ حالات اور واقعات دیکھکر ان سے نتیجہ نکالنے کا مجھے بھی حق ہے، آپ کو بھی حق ہے، کہنے لگے

وہ کیا حالات ہیں، میں نے کہا دل قبول نہیں کرتا کہ آپ کو خلق خدا کے ساتھ خیر خواہی مقصود ہے اس لئے کہ آپ ڈاکٹر ہیں، ایک کمزور غریب آدمی آپ کے زیر علاج ہے آپ کو کبھی توفیق نہیں ہوتی کہ اس کو دوا مفت دیدیں فیس تک معاف کرنے کو تیار نہیں۔ وہ پیدل چل کر آپ کے یہاں آتا ہے جاتا ہے۔ آپ کو توفیق نہیں ملتی کہ آپ اس کو اپنی گاڑی سے اس کے مکان تک پہنچا دیں۔ آپ کریں گے خلق خدا کے ساتھ خیر خواہی؟ آپ کے پاس دو بلڈنگ ہیں ہر بلڈنگ میں آٹھ کمرے ہیں آپ کا گذارا دو کمروں سے ہو سکتا ہے چودہ کمرے آپ کے پاس زائد ہیں کتنے غریب ایسے ہیں کہ جن کو رات میں سونے کی جگہ نہیں ملتی سڑک پر پڑے رہتے ہیں آپ کو توفیق نہیں ملتی کہ چودہ کمرے ان غریبوں کو دیدیں۔ آپ کے پاس چالیس جوڑی کپڑے ہیں دو جوڑوں سے آپ کا گذارا ہو سکتا ہے مگر آپ کو توفیق نہیں ملتی کہ اڑتیس جوڑے غریبوں کو دیدیں۔ آپ کریں گے خلق خدا کے ساتھ خیر خواہی؟ آخر اس کی وجہ کیا ہے، صاف صاف بتایئے کیا یہ خلق خدا کے ساتھ خیر خواہی نہیں۔ صرف آنکھ دوسرے کو دیدیں، یہی خیر خواہی ہے، ساری زندگی آپ کی بھری ہوئی ہے خلق خدا کے ساتھ خیر خواہی کرلیجئے؟ اس پر ان کے دوستوں نے کہا کہ آج ڈاکٹر صاحب کے دماغی کینسر میں اپریشن ہوگیا۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلیٰ خیر خلقہ محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین

الحمد للہ ملفوظات فقیہ الامت قسط عاشر پوری ہوگئی اسکے بعد گیارہویں قسط بھی حق تعالیٰ شانہٗ عافیت کیساتھ لانیکی توفیق مرحمت فرمائے

مسعود احمد قاسمی

جامعہ محمود المدارس مسوری غازی آباد۔ یو۔پی پن کوڈ ۲۰۱۳۱۳

۲۱ شوال ۱۴۱۶ھ